

فتاوی محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

باب القرآءة

الفصل الأول في وجوب القرآءة في الصلوة

(قراءت کے واجب ہونے کا بیان)

الفصل الثانی فی کیفیة الجهر و السرّ بالقرآءة

(جہری اور سری قراءت کے احکام کا بیان)

الفصل الثالث فی القرآءة خلف الإمام

(امام کے پیچھے قراءت کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی القراءة المسنونة فی الصلوة

(قراءت کی مقدارِ سنت کا بیان)

بابٌ فی مسائل زَلّة القاری

(قراءت میں غلطی کرنے کا بیان)

فصل فی الفتح علی الإمام

(امام کو لقمہ دینے کا بیان)

باب الوتر والقنوت

الفصل الأول فی الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی قنوت النازلة

(قنوتِ نازلہ کا بیان)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول فی السنن المؤكدة

(سننِ موکدہ کا بیان)

الفصل الثانی فی سننٍ غیر مؤكدة

(سنن غیر موکدہ کا بیان)

الفصل الثالث فی النوافل

(نوافل کا بیان)

الفصل الرابع فی التهجد

(تہجد کی نماز کا بیان)

الفصل الخامس فی صلوۃ النفل بالجماعۃ

(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

الفصل السادس فی صلوۃ التسبیح

(صلوۃِ تسبیح کا بیان)

باب التراویح

الفصل الأول فی صلوۃ التراویح

(تراویح کی نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی القرآء ة فی التراویح

(تراویح میں قراءت کی کیفیت کا بیان)

الفصل الثالث فی ختم القرآن فی التراویح

(تراویح میں قرآن ختم کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی الترویحة وتسبیحها

(ترویحہ اور اس کی تسبیح کا بیان)

باب قضاء الفوائت

(قضا نمازوں کا بیان)

فصل فی فدیة الفوائت

(قضا نمازوں کے فدیہ کا بیان)

باب سجود السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کے احکام کا بیان)

باب صلوة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

باب صلوۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

باب المتفرقات

☆......☆......☆

7

باب القرآء ة

الفصل الأول فی وجوب القرآء ة فی الصلوة

(قراءت کے واجب ہونے کا بیان)

قراءت کی فرضیت

سوال[۳۱۳۷]: چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں قراءت کرنا واجب ہے، مالا بدمنہ میں اس کو واجباتِ نماز میں شمار کیا ہے(۱)، تو کیا یہ واجباتِ نماز میں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں سورت ملانا واجب ہے:

فی مراقی الفلاح: "والثانی ضمّ سورة قصیرة أوثلاث آیات قصار .... فی رکعتین غیر متعینتین من الفرض غیر الثنائی، وفی جمیع الثنائی"(۲)۔ وفی الهدایة: "والقراء ة فی الفرض واجبة فی الرکعتین"(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) ونزدِ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ قرآت در دو رکعت از رکعاتِ فرائضِ خمسہ فرض است"۔ (مالا بدمنہ، کتاب الصلوة، فصل در ارکان نماز ....، ص: ۲۹، مکتبہ شرکة علمیہ، ملتان)

(۲) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، فصل فی واجبات الصلاة، ص: ۲۴۸، قدیمی)

(۳) (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۱۱، مکتبہ شرکة علمیة، ملتان)

"قال رحمه الله: (وتعیین القراء ة فی الأولیین) لقول علی بن أبی طالب رضی الله عنه: "القراء ة فی الأولیین قراء ة فی الأخریین". وعن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، وعائشة رضی الله تعالیٰ عنها التخیر فی الأخریین: "إن شاء قرأ، وإن شاء سبّح". (تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۷۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار، مطلب: کل شفع من النفل صلاة: ۱/۴۵۹، سعید)

نماز میں کتنی قرأت واجب ہے؟

سوال[۳۱۳۸]: نماز میں سورت کاملانا واجب ہے، سوال یہ ہے کہ کتناملانا واجب ہے؟ آیا تین چھوٹی آیت ملانا واجب ہے یا ایک بڑی آیت بھی کافی ہے؟ اور ایک بڑی آیت کس کو کہتے ہیں ایک بڑی آیت میں کتنے لفظ ہونا چاہیے جس سے اس کو بڑی آیت کہہ سکیں؟

محمد احمد صدیقی، ضلع پرتاب گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سورت ملائے یا تین چھوٹی آیت ملائے کہ مجموعہ تین آیات میں کم از کم تیس حروف ہوں جیسے ﴿ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم أدبروا واستکبر﴾ یا ایک بڑی آیت ملائے، جیسے آیۃ الکرسی یا آیۃ المداینہ۔ اگر اتنی مقدار پڑھے کہ تیس حروف ہوجائیں تب بھی کفایت ہوجائے گی، هکذا فی ردالمحتار: ۳٦١/١(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/محرم/۷۰ھ۔

---

(١) "(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً) أى مثل "ثم نظر" الخ، وهى ثلاثون حرفاً. فلوقرأ آيةً طويلةً قدر ثلاثين حرفاً، يكون قدأتى بقدر ثلاث آيات......(قوله: ذكره الحلبى) ......وإن قرأثلاث آيات قصار أوكانت الآية أوالآيتان تعدل ثلاث آيات قصار، خرج عن حدّ الكراهة المذكورة يعنى كراهة التحريم............ اهـ.

وفى التاتر خانية: لوقرأ آيةً طويلةً كآيةالكرسى أوالمداينة البعض فى ركعة والبعض فى ركعة اختلفوا فيه على قول أبى حنيفة، قيل: لايجوز؛ لأنه ماقرأ آيةً تامةً فى كل ركعة. وعامتهم على أنه يجوز؛ لأن بعض هذه الآيات يزيد على ثلاث قصار أويعدلها، فلاتكون قراء ته أقلّ من ثلاث آيات. وهذا يفيدأن بعض الآية كالآية فى أنه إذا بلغ قدر ثلاث آيات قصار يكفى". (رد المحتار، باب صفة الصلاة، ولهاواجبات: ۱/۴۵۸،۴۵۹، سعيد)

"(قوله: وضم سورة)، وعندالأئمة الثلاثة سنةٌ. ولنا رواية الترمذى مرفوعاً: "لاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فى فريضة أوغيرها". أطلق السورة وأرادبها ثلاث آيات؛ لأن أقل سورة فى كتاب الله تعالىٰ ثلاث آيات قصار كسورة ﴿إنا أعطينک الكوثر﴾ .... : (وقراء ة الفاتحة وسورة وثلاث آيات) .... والثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة فى الإعجاز، فكذا هنا، وكذا الآيةالطويلة تقوم =

نماز میں مقدارِ قراءت

سوال[۳۱۳۹]: نماز میں کتنی مقدارِ قرأت فرض، کتنی واجب اور کتنی سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک آیت کی مقدار فرض ہے، الحمد اور کوئی سورت یا تین آیات یا ایک آیتِ طویلہ واجب ہے۔ حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنت ہے یعنی فجر وظہر میں سورۂ حجرات سے آخرِ بروج تک کوئی سورت اور عصر و عشاء میں اس کے بعد سے "لم یکن" تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک، اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تین آیت کی مقدار

سوال[۳۱۴۰]: امام صاحب نے تراویح کی اول رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿خلق الإنسان من صلصال كالفخار، وخلق الجان من مارج من نار. فبأيّ آلاء ربكما تكذبان﴾ اور دوم رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿رب المشرقين و رب المغربين. فبأيّ آلاء ربكما تكذبان﴾ پڑھ کر نماز پوری کی۔ اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

= مقامها". (البحرالرائق ،باب صفة الصلاة : ۱/ ۵۱۲،۵۴۷ ، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/ ۷۱، رشيديه)

(۱) "(وفرض القراءة آيةٌ على المذهب) ......أقلها ستة أحرف ولو تقديراً "كلَمْ يَلِد". .... وقرأ آية طويلة في الركعتين فالأصح الصحة اتفاقاً؛ لأنه يزيد على ثلاث آيات قصار قاله الحلبي .... (ويسن في السفر مطلق الفاتحة) وجوباً (وأيّ سورة شاء) وفي الضرورة بقدر الحال. (و) يسن (في الحضر طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر، و) منها إلى آخر "لم يكن". (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب): أي في كل ركعة سورةٌ مما ذُكر، ذكره الحلبي. واختار في البدائع عدم التقدير، وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام". (الدرالمختار، فصل في القراءة : ۱/ ۵۴۷،۵۴۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ۱/ ۵۹۱، ۵۹۳، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی بلکہ درست ہوگئی:

"وضمّ أقصر سورة "کالکوثر"، أو ماقام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو: ﴿ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم أدبر واستكبر﴾، وكذالو كانت الآية أو آيتان تعدل ثلاثاً قصاراً، اه". درمختار- "(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً): أى مثل ﴿ثم نظر﴾ الخ، وهى ثلاثون حرفاً، فلوقرأ اٰيةً طويلةً قدر ثلاثين حرفاً، يكون قد أتى بقدر ثلاث ايات، لكن سيأتى فى فصل يجهر الإمام أن فرض القرأة اية وأن الآية عرفا طائفة من القران مترجمة أقلها ستة أحرف ولو تقديراً "كلَمْ يَلِد" إلا إذا كانت كلمةً، فالأصح عدم الصحة اه، و مقتضاه أنه قرأ ايةً طويلةً قدر ثمانية عشر حرفاً، يكون قد أتى بقدر ثلاث ايات، اه". شامی: ١/ ٤٢٧(١) - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٦/محرم سنہ/ ٦٧ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٦/ ١/ ٦٧ھ۔

محض بسم اللہ کی قرأت سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۱۴۱]: کسی شخص نے محض تسمیہ سے نماز پڑھی، تمام اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جائز نہیں ہوگی، باوجودیکہ ہمارے امام صاحب سے ایک روایت جوازِ صلوٰۃ کے بارے میں موجود ہے، کما فی شرح الجامع الصغیر: "أمّا قولُهُم: بشبهةٍ فى كونها ايةً تامةً". اس عبارت سے عدمِ جوازِ صلوٰۃ مفید نہیں:

"لأنهم مع أنه لوقرأ ايةً طويلةً فى كل ركعة بعضها عامة علىٰ أنه يجوز الصلوة، و فى الكافى: وهو الأصح. ماقيل من أن الأولىٰ أن يعلل عدم الجواز بالشبهة فى القرانية، فليس بشيءٍ؛ لأنها عند المتأخرين قران قطعاً، فكيف يعلل عدمه بالشبهة فيها عندهم؟ وأما قولهم: إنما هو لقوة شبهة فى ذلك".

---

(١) (الدرالمختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ١/ ٤٥٨، سعيد)

(وأيضاً راجع، ص: ٣٠، رقم الحاشية: ١)

علامہ تفتازانی اپنے کلام سے اس کا مفہوم شرح الشرح میں تحریر فرماتے ہیں: "إن المراد من قوة الشبهة قوتهما عنا هم من يتمسك بها، وهو غير شديد؛ لأنه يلزم أن لا يكفر أحد حتى الكفار الغير المعاندين أيضاً، وقد كفر الإمام الحكماء أن لهم فيه شبهات في غاية القوة عندهم"۔

منکرِ تسمیہ کو کافر کیوں نہیں قرار دیتے؟ بدلائلِ عقلی ونقلی واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"وهي اٰية من القراٰن، أنزلت للفصل بين السور، فما في "النمل" بعض اٰياته إجماعاً، وليست من الفاتحة، ولا من كل سورة في الأصح، فتحرم على الجنب، ولم تجز الصلوة بها احتياطاً، ولم يكفر جاحدها بشبهه اختلاف مالك فيها، اهـ". درمختار"۔ "(قوله: وهي اٰية): أي خلافاً لقول مالك وبعض أصحابنا: إنها ليست من القراٰن أصلاً. قال القهستاني: ولم يوجد مافي حواشي الكشاف والتلويح أنها ليست من القراٰن في المشهور من مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، اهـ: أي بل هو قولٌ ضعيفٌ عندنا"۔

(قوله: وليست من الفاتحة)، قال في النهر: فيه ردٌّ لقول الحلواني: أكثر المشايخ علىٰ أنها من الفاتحة، ومن ثَمّ قيل بوجوبها، و جعله في الذخيرة رواية الثاني عن الإمام، وبه أخذ، وهو أحوط، اهـ. وما نقله عن الحلواني ذكره القهستاني عن المحيط والذخيرة والخلاصة. (قوله: ولا من كل سورة): أي خلافاً لقول الشافعي: إنها اٰيةٌ من كل سورة ما عدا براءة۔

(قوله: احتياطاً) علةٌ للمسئلتين، وذلك أن مذهب الجمهور أنها من القراٰن لتواترها في محلها، وخالف في ذٰلك مالك، فكان الاحتياط حرمتها على الجنب نظراً إلىٰ مذهب الجمهور، وعدم جوازِ الاقتصار عليهما في الصلوة نظراً إلى شبهة الخلاف؛ لأن فرض القراءة ثابت بيقين، فلا يسقط بما فيه شبهة۔

(قوله: ولم يكفر جاحدها) جواب عمّا قيل من الإشكال في التسمية: إنها إن كانت متواترةً، لزم تكفير منكرها، وإلا فليست قراٰناً؟ والجواب كما في التحرير أن القطعي إنما يكفر منكره إذا لم تثبت فيه شبهة قوية كإنكار ركن، وههنا قد، وُجدت إلى اٰخرها". بسطه العلامة

ابن عابدین فی ردالمحتار: ۱/ ۳۳۰(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۶/ ۱۳۹۵ھ۔

قرأت میں غلطی کی وجہ سے تین تسبیح کے برابر سکتہ

سوال[۳۱۴۲]: زید امام ہے اور اکثر اس سے قراءت میں تشابہ یا بھول ہوتی ہے اور یہ تشابہ یا بھول کبھی مایجوز بہ الصلوٰۃ کے بعد اور کبھی اس سے پہلے ہوتی ہے.......... زید تشابہ لگنے پر پیچھے سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کوشش میں سکتہ واقع ہوجایا کرتا ہے، اس کی مقدار کبھی تین تسبیح اور کبھی اس سے کم ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

۱......اس صورت میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟

۲......امام کی قراءت اور اس کی تسبیح کا اعتبار کیا جائے گا یا مقتدی کی تسبیح کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر یاد نہیں آیا کہ کیا پڑھے اور تین تسبیح کی مقدار خاموش سوچتا رہا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلاة إلی انتهائها: ۱/ ۴۹۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۴۵، ۵۴۶، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۹۵، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

لہٰذا شبۂ اختلاف کی وجہ سے صرف تسمیہ سے نماز جائز نہیں اور اس کے منکر کو کافر بھی اسی شبہ کی بناء پر نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) "(قوله: وجب علیه سجود السهو) إذا شغله التفکر عن أداء واجب بقدر رکن، أو شغله عن الوضوء بعد ماسبق الحدث لشکه أن صلی ثلاثاً أو أربعاً، یجب السهو، وإلافلا، کذا فی الشرح. ولم یبیّنوا قدر الرکن. وعلی قیاس ماتقدم أن یعتبر الرکن مع سنته، وهو مقدر بثلاث تسبیحات". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۷۴، قدیمی)

"(قوله: واعلم الخ) .... ثم الأصل فی التفکر أنه إن منعه عن أداء رکن کقراءة آیة أو ثلاث أو رکوع أو سجود أو عن أداء واجب کالقعود، یلزمه السهو .... وقال بعض المشایخ: إن =

۲......امام کی قرأت اور تسبیح کا اعتبار ہوگا(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کا حکم

سوال[۳۱۴۳]: ایک امام نے تراویح کے بعد لوگوں کو وتر پڑھائے، سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ فلق پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ ناس میں سے:﴿شرّ الوسواس الخناس﴾ پڑھی اور تیسری رکعت میں ﴿یوسوس فی صدور الناس﴾ الخ پڑھی۔آیا یہ وتر صحیح ہوگئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت یعنی "الحمد" کے بعد سورت یا تین آیات کا ملانا واجب ہے(۲)۔صورتِ مسئولہ میں تین آیات نہیں پڑھی گئی،اس لئے یہ نماز قابلِ اعادہ ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیوبند،۲۸/۵/۹۰ھ۔

= منعه التفكر عن القراءة أو عن التسبيح، يجب عليه سجود السهو، وإلا فلا". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۳، سعيد)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم: "الإمام ضامن، والمؤذن مؤتمن، أللهم أرشد الأئمة، واغفر للمؤذنين". (مسند أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة: ۳/۸۳، رقم الحديث: ۷۸۷۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "عن أبيّ بن كعب رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر ﴿بِسَبِّحِ اسم ربّک الأعلى﴾ و﴿قل يا أيها الكفرون﴾ و﴿قل هو الله أحد﴾". (سنن ابن ماجة، باب ماجاء فيما يقرأ في الوتر، ص: ۸۳، مير محمد كتب خانه)

"(وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار .... (في الأوليين من الفرض وجميع) ركعات (النفل و) كل (الوتر) احتياطاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۸، ۴۵۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر و النوافل: ۱/۴۴۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "قوله: (وقرأ الفاتحة وسورة أو ثلاث آيات) ...... فتعين القول بوجوب الإعادة عند ترک السورة، وما يقوم مقامها كترک الفاتحة .... فإذا نقص عن ثلاث قصار أو آية طويلة، فقد ارتكب كراهة التحريم لتركه الواجب". (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۴۶، ۵۴۷، رشيديه)

واجب الاعادہ نماز کے بعد والی دو رکعتوں میں ختم سورت کا حکم

سوال [۳۱۴۴]: نماز ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء با جماعت ادا کی گئی، امام نے قعدۂ اولیٰ سہواً نہیں کیا اور کسی شخص نے لقمہ بھی نہیں دیا، تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کر کے نماز ختم کردی گئی اور آخر میں ترکِ قعدۂ اولیٰ کا انجبار سجدۂ سہو سے بھی نہیں ہوا، بعد اختتامِ نماز بالاتفاق محقق ہوا کہ قعدۂ اولیٰ واقعی نہیں ہوا تھا، اس لئے طے ہوا کہ نماز کا اعادہ کیا جائے۔

مگر امام صاحب نے فرمایا کہ جماعتِ ثانیہ میں بہت سے نئے آدمی شریک ہو جائیں گے، اس لئے ان کی نماز نہ ہوگی کیونکہ ان کے ذمہ فرض ہے، اس واسطے فرداً فرداً ہر شخص اپنی نماز دوبارہ پڑھ لے، مگر اس میں یہ اشکال ہوا کہ اب یہ نماز پہلی والی جماعت کی کمی کی اصلاح کے لئے ادا کی جارہی ہے، اس لئے فرض تو ہے نہیں واجب ہوگی، اور واجب یا نفل کی تیسری و چوتھی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ ضمِ سورت ضروری ہے۔ اس لئے اس صورت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس اعادہ والی نماز میں دو رکعت کے بعد والی رکعات میں "الحمد" کے بعد ضمِ سورت واجب نہیں، نہ جماعۃً نہ انفراداً (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

لاحق کی قراءت کا حکم

سوال [۳۱۴۵]: امام مسافر نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، اگر کسی نے قراءت کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کیسی؟

---

(۱) "(ولها واجبات) لا تفسد بتركها، وتُعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها، يكون فاسقاً آثماً، وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، تجب إعادتها، والمختار أنه جابرٌ للأول".

(الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۱۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۴۲۲، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام مسافر جب دورکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی اپنی دورکعت بغیر قراءت کے پوری کرے، اگر قراءت کی تو کراہت کا ارتکاب کیا کیونکہ وہ بحکمِ مقتدی ہے اور مقتدی کا قرأت کرنا مکروہ ہے:

"إذا صلی المسافر بالمقیم رکعتین سلّم، وأتم المقیمون صلوتهم؛ لأن المقتدی ألزم الموافقة فی الرکعتین، فینفرد فی الباقی کالمسبوق، إلا أنه لا یقرأ فی الأصح؛ لأنه مقتدٍ تحریمةً لا فعلاً، والفرض صار مؤدی". بحر: ۲/۱۳۵(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

جماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہونے والے پر بعد والی دورکعتوں میں قرأت لازم نہیں

سوال[۳۱۴۶]: ایک شخص فرض نماز ادا کر چکا تھا، مثلاً ظہر عشاء کی، بعد میں یہ شخص کسی دوسری مسجد میں پہونچا اور وہاں نماز نہ ہوئی تھی، اس کے پہونچنے پر نماز شروع ہوئی، یہ بھی اس نماز میں نفل کی نیت سے شریک ہوگیا اور امام فرض پڑھا رہا ہے۔ ادا فرض کی اخیر کی دو رکعتوں میں قراءت ضروری نہیں اور نفل میں چاروں رکعتوں میں "الحمد" اور ضمِ سورہ ضروری ہے، تو کیا یہ شخص جو نفل کی نیت سے شریک ہے اخیر کی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ اور ضمِ سورت کرے گا یا نہیں؟

اسی طرح ایک شخص جو کہ مفترض ہے اور امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے اور سری نماز ہے، ظہر کی یا عصر کی یا مغرب وعشاء کی اخیر دو رکعتوں میں قصداً یا نسیاناً قراءت کرے امام کے پیچھے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی فرض پڑھے یا نفل، سری نماز ہو یا جہری، اس کو قراءت کی اجازت نہیں، خواہ امام کی نماز فرض ہو

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۹، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۶، دارالکتب العلمیه، بیروت)

یا نفل: "إذا قرأ فأنصتوا". الحديث. مسلم شريف (۱)۔

اگر مقتدی نے قصداً قراءت کی تو مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا، نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)، سہواً قراءت سے اس کے ذمہ سجدۂ سہو واجب نہیں، كذا في ردالمحتار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۲/۸/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۴ھ۔



(۱) "عن قتادة من الزيادة: "وإذا قرأ فأنصتوا" .... فحديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه؟ فقال: هو صحيح، يعني: "وإذا قرأ فأنصتوا". فقال: هو عندي صحيح، فقال: لِمَ لَمْ تضعه هاهنا؟ قال: ليس كل شئ عندي صحيح وضعته هاهنا، إنما وضعت هاهنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

(۲) "(والمؤتم لا يقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً .... (فإن قرأ كره تحريماً) وتصح في الأصح". (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، سعيد)

(۳) "(قوله: لا بسهوه أصلاً) .... بل الأولى التمسك بما روى ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما عنه -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: "ليس على من خلف الإمام سهوٌ". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۶۰۰، وباب سجود السهو: ۲/۱۷۷، رشيديه)

الفصل الثانی فی کیفیة الجهر والسرّ بالقرآءة

(جہری اور سرّی قرأت کے احکام کا بیان)

تشریحِ جہر وسرّ

سوال[۳۱۴۷]: اگر قرأت اتنی آواز سے ہو کہ قریبی شخص کو آواز بھن بھن کی سنائی دے تو اس نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور کس قدر آواز سے قرأت جہری قرار پائے گی؟ تشریح کے ساتھ تحریر فرمادیں اس لیے کہ بعض اوقات جہر اور سر میں اختلاف مشکل ہوجاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک دو آدمی کو اس طرح سنائی دے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ سر ہی ہے، امام کی آواز کو پہلی صف عموماً سن لے تو یہ جہر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرأتِ جہری وسرّی کی حکمت

سوال[۳۱۴۸]: پانچ وقت کی نمازوں میں تین نمازوں میں قرأتِ جہری اور دو میں سری میں کیا حکمت ہے؟

---

(۱) "ولذاقال فی الخلاصة والخانیة عن الجامع الصغیر: إن الإمام إذا قرأفی صلاة المخافتة، سمع رجل أورجلان، لایکون جهراً، والجهر أن یسمع الکل: أی کل الصف الأول، لاکلّ المصلین بدلیل مافی القهستانی عن المسعودیة: أن جهر الإمام إسماع الصف الأول". (رد المحتار، فصل فی القراءة: ۵۳۴/۱، سعید)

"الإمام إذا قرأ فی صلوة المخافتة بحیث سمع رجل أو رجلان، لایکون جهراً، والجهرأن یسمع الکل". (خلاصة الفتاوی، الفصل الحادی عشر فی القراءة: ۹۵/۱، امجد اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۵۸۸/۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللّٰہ ورسولہ أعلم(۱) ۔فقط۔

جہری وسرّی نماز میں جہر وسرّ کی وجہ

سوال[۳۱۴۹]: ایک آدمی یہ بات دریافت کرتا ہے کہ بوقتِ ظہر وعصر قراءت آہستہ کیوں پڑھی جاتی ہے،اس کا کیا سبب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور اللہ پاک کی مرضی اسی طرح ہے اس کے

(۱) "والأصل في الجهر والإسرار أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقرآءة في الصلوات كلها في الابتداء، وكان المشركون يؤذونه، يقولون لأتباعهم: إذا سمعتموه يقرأ، فارفعوا أصواتكم بالأشعار والأراجيز، وقابلوه بكلام اللغو، حتى تغلبوه، فيكست ويسبّون مَن أنزل القرآن ومَن أنزِل عليه، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها﴾: أى لاتجهر بصلاتك كلها ولاتخافت بها كلها: ﴿وابتغ بين ذلك سبيلاً﴾، بأن تجهر بصلاة الليل و تخافت بصلاة النهار، فكان بعد ذلك يخافت في صلاة الظهر والعصر لاستعداد هم بالإيذاء فيهما، ويجهر في المغرب لاشتغالهم بالأكل، وفي العشاء والفجر لرقادهم، وفي الجمعة والعيدين؛ لأنها أقامهما بالمدينة، وماكان للكفار قوة. و(قوله: وفي العشاء والفجر لرقادهم) وجهه في الفجر وفي العشاء أن السنة تأخيرها إلى ثلث الليل، وهذا إنما يظهر في زمن الشتاء، أمافي غيره فالعذر فيها كالمغرب فيما يظهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، ۲۵۴، قديمي)

(وكذا في إعلاء السنن، باب وجوب الجهر في الجهرية والسر في السرية: ۴/۱،۳، ادارة القران)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان الواجبات الأصلية في الصلاة: ۱/۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "دوسرا قصہ یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن فرماتے تو مشرکین تمسخر واستہزاء کرتے اور قرآن اور جبرئیل امین اور خود خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ باتیں کہتے تھے تو اس کے جواب میں اسی آیت کا آخری حصہ نازل ہوا"۔ (معارف القرآن: ۵/۵۴۲، مکتبۃ دارالعلوم)

خلاف کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوگی:

"ویجهر الإمام بالقرأة فی الفجر وأُولَیی المغرب والعشاء والجمعة والعیدین للتوارث من زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم إلیٰ هذا الآن، والجهر واجب، ویخفی الإمام فی الظهر والعصر، للتوارث المذکور، اهـ". رسائل الأرکان بحذف(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح :سعید احمد، مفتی مدرسہ ہذا۔

نماز کے سرّی وجہری ہونے کا سبب

سوال[۳۱۵۰]: نمازِ مغرب، عشا اور فجر جہری کیوں ہے اور ظہر، عصر سری کیوں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حدیث وفقہ سے اسی طرح ثابت ہے، اس کی علت میں بحث کی ضرورت نہیں (۲) ورنہ یہ باب اگر مفتوح ہوا تو یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ فجر کی دو رکعت، ظہر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت کیوں ہیں؟ اسی طرح بے شمار امور ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) لم أظفر علی هذا الکتاب ، لکن راجع للتخریج، ص: ۴۰، رقم الحاشیة : ۱)

(۲) "مجموعة الشعائر التعبدیة الخاصة التی حدّدهاالله سبحانهٗ وتعالیٰ کمّاًو کیفاً، وهی تکون خالصةً لله، فلا تجوز فیها الزیادة ولا النقصان، ولها حِکَم وأسرار شُرعت لتحقیقها، .... ولاینبغی الاجتهاد بالرأی والاستنباط بالهوی فیها؛ لأن أمر تشریع أحکامها توقیفیٌّ من قِبَل الله وحده لاشریک له، ....وقد أوضح لنا الاستقراء المتأنی للنصوص الشرعیة أنها مبنیة علی الأمر فالطهارة مثلاً .... والصلاة مخصوص بأقوال وأفعال وهیئات معینة لاتجوز بغیرها، والعقل معزول عن فهم کل أسرار هذه الأحکام، والتعبد بها هو الانقیاد لله وحده والخضوع لأمره کماحدّده سبحانه و تعالیٰ". (بدائع الصنائع، مقدمه، الفرق بین العبادات والمعاملات : ۱/۳۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

"(ومنها السجود): أی تکرار السجود أمرٌ تعبدی: أی لم یُعقل معناه علی قول أکثر المشایخ =

بغیر ضرورت کے زیادہ بلند آواز سے نماز پڑھنا

سوال[۳۱۵۱]: ایک فارغ التحصیل قاسمی ہیں، جہری نمازوں میں قرأت پراتنا جہر کرتے ہیں کہ آواز مسجد کے باہر تک پہونچ جاتی ہے، بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے معذرت کی کہ آہستہ پڑھنے سے دل متأثر نہیں ہوتا اور بھول جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے تو کیا اس سے نماز میں کراہت تنزیہی یا تحریمی ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز مکروہ نہیں ہوگی مگر اس کی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ رہ گزر ہر قسم کے ہوتے ہیں کوئی احترام کرتا ہے کوئی نہیں کرتا ہے، ہاں! اگر مسجد کہیں سڑک کے قریب ہو تو لامحالہ آواز جائے گی اگرچہ معمولی جہر ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۵/ ۸۹ھ۔

جہر وسرّ کی ادنیٰ مقدار

سوال[۳۱۵۲]: نماز میں قراءت بالسر کی حد یہ ہے کہ کم از کم خود سنے صرف زبان سے ادا کرنا کافی نہیں، کذا فی حاشیة شرح الوقایة(۲)۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ خود سننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ پاس

= تحقيقات للابتلاء". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۱۱، رشيديه)

(۱) "(و يجهر الإمام) وجوباً بحسب الجماعة، فإن زاد عليه أساء". (الدر المختار). "(قوله: فإن زاد عليه أساء) و في الزاهدي عن أبي جعفر: لو زاد على الحاجة فهو أفضل، إلا إذا أجهد نفسه أو أذى غيره، قهستاني". (الدر المختار مع ردالمحتار، فصل في القرأة: ۱/ ۵۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۸۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/ ۷۲، رشيديه)

(۲) "وأدنى الجهر إسماع غيره وأدنى المخافتة إسماع نفسه، هو الصحيح". (شرح الوقاية).

وفي الحاشية: "(قوله: هو الصحيح): أي تفسير الجهر والسر بما ذُكر هو الصحيح؛ لأن القراءة وإن كانت فعل اللسان، لكن فعله الذي هو كلام، والكلام بالحروف، والحروف كيفية تعرض للصوت لمجرد تصحيح الحروف بلاصوت إيماء إلى الحروف بالمخارج لاحروف، فلا كلام، كذا في فتح القدير". =

کھڑا ہونے والا بھی سنے، کیوں کہ جو آواز اپنے کان میں آئے گی وہ پاس والے کو بھی پہنچے گی اور یہ جہر کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پس بندہ کو اشکال یہ ہے کہ سر جہر ہوگیا، ورنہ پھر اپنے آپ کو سنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ دل میں محسوس ہو کہ میں پڑھ رہا ہوں تو حاشیۂ شرح وقایہ کی یہ بات کیسے درست ہوگی کہ قراءت ادائے حروف کا نام نہیں بلکہ اس میں صوت بھی ہونی ضروری ہے؟ بہرحال اس سلسلے میں بندہ کو الجھن ہے کہ جو آواز قراءت اپنے کان میں سنائی نہ دے اس سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ضروری نہیں کہ اپنی جو آواز بھی خود سنتا ہو وہ دوسرا بھی سن لیا کرے، ہاں! کوئی لفظ اگر پاس والا بھی سن لے تو یہ منافیٔ سر نہیں:

"قالوا: لايضر إسماع بعض الكلمات أحياناً لحديث قتادة –رضي الله تعالىٰ عنه–، وهو في الصحيحين: "عن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأخريين بفاتحة الكتاب، ويسمعنا الآية أحياناً". ولأن اليسير من الجهر والإخفاء لايمكن الاحتراز عنه، لاسيماً عند مَبَادي النَّفَسات، أفاده في الفتح. وفي أواخر الحلبي عن كفاية الشعبي: يخافت إلا من عذر، وهو أن يكون هناك من يتحدث أويغلبه النوم فيجهر لدفع النوم ورفع الكلام، اهـ. وفي القهستاني: إذا جهر لتبيين الكلمة ليس عليه شيئ، اهـ". طحاوي، ص: ۱۵۰، تحت قول المراقي: (ويجب الإسرار هوإسماع النفس في الصحيح) فصل في بيان واجب الصلوٰة(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۳ھ۔

= (شرح الوقاية مع عمدة الرعاية، فصل في القراءة ۱/۱۴۹، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، قديمي)

"عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الأُولَيين بأم الكتاب وسورتين، وفي الركعتين الأخريين بأم الكتاب، ويسمعنا الآية، ويطول في الركعة الأولى مالا يطيل في الركعة الثانية، وهكذا في العصر، وهكذا في الصبح". =

سرّی قرأت میں تیز اور جہری میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

سوال[۳۱۵۳]: جو امام جماعت کی نماز سکون کے ساتھ پڑھتا ہو اور تنہا بہت جلد جلد پڑھتا ہو، اس کی امامت پر کیا حکم ہے، کیوں کہ بظاہر اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں، ایسے ہی اکثر امام قراءت والی دو رکعتوں میں تو قرآن شریف ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے دیر تک پڑھتے ہیں اور باقی ایک یا دو رکعت بہت جلد پڑھتے ہیں، بعض بعض تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ آدھی الحمد بھی کوئی مشکل سے پڑھ سکے۔ کیا ایسے کی امامت بلا کراہت جائز ہے، کیوں کہ وہ عوام کی نماز خدا کی ہاں پیش کرنے کا وکیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آہستہ پڑھتے وقت جلد پڑھنا اور زور سے پڑھتے وقت ٹھہر کر پڑھنا ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو اگرچہ امام کو چاہیے دونوں طرح پڑھتے وقت قواعد وآداب قرآن شریف کی رعایت رکھے(۱)۔ بحالتِ امامت سکون کے ساتھ پڑھنے اور بحالتِ انفراد جلد پڑھنے سے بھی امامت میں خرابی نہیں آتی اور اس وجہ سے اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۴/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ ۱/ ۵۸ھ۔

= (صحيح البخاری، باب يقرأ فی الأخرَيين بفاتحة الكتاب : ۱/ ۱۰۷، قديمی)

(وكذا فی الحلبی الكبير، مسائل شتیٰ، ص: ۶۱۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

"أن أدنى المخافتة، إسماع نفسه أومَن يقربه من رجل أورجلين مثلاً، وأعلاها تصحيح الحروف كماهو مذهب الكرخي، ولا تعتبرهنا في الأصح". (رد المحتار، فصل فی القراءة : ۱/ ۵۳۵، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ يا أيهاالمزمل قم الليل إلا قليلاً نصفه، أو انقص منه قليلاً، أوزدعليه، ورتل القرآن ترتيلا﴾ (سورة المزمل: ۴)

"الأخذ بالتجويد حتمٌ لازم، من لم يجوّد القرآن آثم". (متن الجزرية فی فن التجويد، باب التجويد، ص: ۹، مير محمد كتب خانه كراچی)

"وفي الحجة: يقرأ في الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفي التراويح بين بين، وفي النفل ليلاً له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم". (الدرالمختار، فصل فی القراءة: ۱/ ۵۴۱، سعيد)

(وكذا فی الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض : ۱/ ۴۵۲، إدارة القرآن كراچی)

7

ترتیل کے ساتھ قرأت

سوال[۳۱۵۴]: ایک قاری صاحب امامِ مسجد ہیں، جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں قرآن پڑھتے ہیں اسی طرح نماز کے اندر بھی پڑھتے ہیں۔ آیا نماز کے اندر قرآن حدر کے ساتھ پڑھنا چاہیے یا جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں پڑھتے ہیں اس طرح سے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا امر قرآن کریم میں وارد ہے اور یہ نماز پڑھنے کے لیے ہے:

﴿یـأیهـا الـمـزمل قُمِ اللیل إلا قلیلاً نصفه، أوِانقص منه قلیلاً، أوزد علیه، ورتّل القرآن ترتیلاً﴾(الآیة)(۱)۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا، حدراً پڑھنے کی بھی اجازت ہے، ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی فقہ میں تاکید ہے(۲) مگر قواعد تجوید کی رعایت لازم ہے:

"والأخذ بالتجوید حتمٌ لازم من لم یجوّد القران آثم"

جزری(۳)

نیت یہ رکھے کہ اللہ پاک کو سنارہا ہے مقتدیوں کے حال کی رعایت چاہیے(۴)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) (سورۃ المزمل، آیت: ۱-۳، پارہ: ۲۹)

(۲) "وفی الحجة: یقرأ فی الفرض بالترسل حرفاً حرفاً، وفی التراویح بین بین، وفی النفل لیلاً له أن یسرع بعد أن یقرأ کمایفهم". (الدرالمختار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفرائض: ۱/۴۵۲، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (متن الجزریة فی فن التجوید، باب التجوید، ص: ۹، میرمحمد کتب خانه کراچی)

(۴) "والجملة فیه أنه ینبغی للإمام أن یقرأ مقدارما یخفف علی القوم، ولایثقل علیهم بعد أن یکون علی التمام، هکذا فی الخلاصة". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۱، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۶، رشیدیه)

اپنے جی میں قراءت کرنا

سوال[۳۱۵۵]: مصلی بلاحرکتِ شفتین و بلاتحریکِ لسان اپنے جی میں قراءت کرتا ہے تو اس کی نماز میں کوئی کراہت آئے گی یا سرے سے جائز ہی نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح فریضہ ادا نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

بغیر آواز قراءت کا حکم

سوال[۳۱۵۶]: اگر کوئی نماز میں اتنا آہستہ پڑھے کہ خود بھی نہ سن سکے تو کیا اس کی نماز بلا کراہت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا آہستہ پڑھا کہ حروف تو صحیح ادا ہوگئے لیکن آواز بالکل نہیں سنائی دی تو کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوبکر بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز صحیح ادا ہوگئی اور ہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور فضلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے نزدیک صرف تصحیحِ حروف کافی نہیں بلکہ آواز کا کان تک پہنچنا بھی ضروری ہے اور شیخ الاسلام و قاضی خان و صاحبِ محیط و حلوانی نے ہندوانی کے قول کو اختیار کیا ہے، کذا فی ردالمحتار،

---

(۱) "وأما حدّ القراءة، فنقول: تصحيح الحروف أمرٌ لابدمنه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم يسمع نفسه، لايجوز، وبه أخذ عامة المشايخ، هكذا في المحيط .... وهو الصحيح، هكذا في النقاية".

(الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الرابع، الفصل الأول في الفرائض: ۱/۶۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

"ولو قرأ بقلبه ولم يحرك لسانه، فإنه لايجوز". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

ص: ۵۵۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر نماز

سوال [۳۱۵۷]: اگر ہونٹ اور زبان نہ ملے اسی طرح "اللّٰہ اللّٰہ" یا درود شریف یا اَور کوئی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ورد کرے یا "استغفر اللّٰہ" وغیرہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز اس طرح پڑھنے سے ادا نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال [۳۱۵۸]: أن فی عصرنا هذا یکون فی أکثر المساجد فی دیارنا مکبر الصوت یستعمل للأذان والخطبة وللصلوٰة أیضاً، و فی مذهب الشافعی رحمه الله إسماع الخطبة الأربعین شرط،

---

(۱) "**فشرط الهندوانی والفضلی لوجودها خروج صوت یَصِل إلی أُذنه، وبه قال الشافعی، ولم یشترط الکرخی وأبو بکر البلخی السماع، واکتفیا بتصحیح الحروف. واختار شیخ الإسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الهندوانی، وکذا فی معراج الدرایة. ونقل فی المجتبی عند الهندوانی أنه لا یجزیه مالم تسمع أذناه ومن بقربه**". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۳۴، سعید)

(وکذافی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بیروت)

(۲) "وأما حدّ القراءة، فنقول: تصحیح الحروف أمرٌ لابد منه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم یُسمع نفسه، لایجوز، وبه أخذ عامة المشایخ، هکذا فی المحیط .... وهو الصحیح، هکذا فی النقایة".

(الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشیدیه)

"ولو قرأ بقلبه ولم یحرک لسانه، فإنه لایجوز". (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشیدیه)

فهل يجوز السماع بواسطة مكبر الصوت أم لا؟ و يدعى من ينكر ذلك فى ديارنا أنه صُدى ليس هو صوت للخطيب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اختلف فى الصوت الذى يخرج من مكبر الصوت هل هو صوت المتكلم و تلك الآلة ترفعه و تجهره أم هو صدى، وأصل صوت المتكلم يختتم و ينعدم فى الآلة؟ وأكثر مشتهرة هذا الفن على الأول، فتجوز الصلوة بتلك الآلة على قولهم، و هو الراجح عند أكثر أهل العلم، فصوت الخطيب بتلك الآلة يصل إلى السامعين و يتأدى الفرض، و أما الأذان بتلك الآلة فلا إشكال فيه(١)، و مع هذا لا ينبغى استعمال هذه الآلة فى الصلوة من غير حاجة بأن يصل صوت الإمام إلى الحاضرين بلا تكلف، فإن الصلوة على هيئة القديمة أحسن وأقرب(٢)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۵ھ۔

---

(۱) حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جدید تحقیقات کے نتیجے میں یہ ظاہر ہوا ہے کہ ''آلۂ مکبر الصوت'' سے سنی ہوئی آواز متکلم کی اصلی آواز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے فساد نماز کی اصل بنیاد ہی منہدم ہوگئی''۔ (آلات جدیدہ، مقدمہ طبع ثالثہ، ص:۳۲، ادارۃ المعارف کراچی)

(و كذا فى ضميمة امداد الفتاوى، بابت مسئله مكبر الصوت : ۱/ ۲۰۷، دار العلوم كراچى)

(و كذا فى كفايت المفتى: ''نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال'': ۹/ ۲۱۶، دار الإشاعت كراچى)

(۲) ''نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال میں بہت سے مفاسد ہیں، اس لئے اس سے اجتناب کیا جائے اور سنت کے سیدھے سادے طریقے پر آواز کو دور تک پہنچانے کے لئے مکبرین کا انتظام کیا جائے، لیکن اگر کسی جگہ آلۂ مکبر الصوت پر نماز ادا کر لی گئی تو نماز فاسد و واجب الاعادہ نہیں ہے، اور استعمال کرنے والوں کو کم از کم یہ لازم ہے کہ مکبرین کا پورا انتظام رکھیں، کیونکہ علماء کی ایک جماعت اس کو مفسد قرار دیتی ہے، ان کے خلاف سے خروج کرنا چاہئے''۔ (آلات جدیدہ، مقدمہ طبع ثالث، تالیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ص: ۳۳، إدارة المعارف كراچى)

(و كذا فى أحسن الفتاوى، امام الكلام فى تبليغ صوت الإمام : ۳/ ۳۳۹، سعيد)

ایضاً

سوال[۳۱۵۹]: لاؤڈاسپیکر سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈاسپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے، امام صاحب کو چاہئے کہ اس کو روک دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کے سرّی ہونے کا معیار

سوال[۳۱۶۰]: نماز اگراتنی زور سے نہیں پڑھتا کہ خود سن سکے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

احوط تو یہی ہے کہ اتنی زور سے پڑھے کہ خود سن سکے، البتہ گزشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۸۷ھ۔

"ولا الضالین" میں "لین" کی آواز پست ہونے کا حکم

سوال[۳۱۶۱]: جہری نماز میں جب زید "ولاالضالین" پڑھتا ہے تو "لین" کی آواز اس قدر

---

(۱) تقدم تخریجه تحت عنوان: ''آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں''۔)

(۲) "وأدنى (المخافتة إسماع نفسه) ومَن بقربه" (الدرالمختار). "فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يَصِل إلى أذُنه، وبه قال الشافعي .... وأن ما قاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه .... وهذا معنى قوله: أدنى المخافتة إسماع نفسه". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بيروت)

پست ہو جاتی ہے کہ پہلی صف کے لوگ بھی نہیں سن پاتے تو اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا الضالین" میں اگر "لین" کی آواز پست ہو جاتی ہے حتی کہ صفِ اول کے بھی پورے آدمی نہیں سنتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹/۵/۹۱ھ۔

فجر کی سنتوں میں قراءت بالجہر

سوال[۳۱۶۲]: فجر کی سنت میں قراءت جہری جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت میں قراءت جہراً ثابت نہیں، سراً ثابت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

قراءت کے اخیر لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا

سوال[۳۱۶۳]: امام کا سورۂ فاتحہ کے بعد سورت یا آیت کے آخری لفظ پر وقف نہ کرنا بلکہ "اللہ أکبر" کے

---

(۱) "والجهر أن يسمع الكل: أي كل الصف الأول لا كل المصلين .... وأدنى الجهر إسماع غيره ممن ليس بقربه كأهل الأول (أي الصف الأول)، وأعلاه لاحدّ له، فافهم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۳، رشيديه)

(۲) "(وجهر بقراءة الفجر): أي الإمام (وأُولَي العشاء ين ولو قضاء، والجمعة والعيدين. ويُسرّ في غيرها كمتنفل بالنهار)؛ لأنه المأثور المتوارث من لدن النبي صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا. ولا يجتهد نفسه في الجهر، وكذا يجهر في التراويح والوتر إذا كان إماماً للتوارث". (تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۳۳، سعيد)

ساتھ وصل کرکے رکوع میں جانا مثلاً: "(واللّٰہ المستعان علی ماتصفونَ اللّٰہ أکبر)" سنت کے موافق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آخری لفظ ثناء پر ختم ہو تو اس کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ وصل کرنا اَولیٰ ہے، اگر ایسا نہ ہو تو وقف کر کے تکبیر کہنا اَولیٰ ہے: "ذکر فی التاترخانیة تفصیلاً حسناً، وهو أنه إذا كان آخر السورة ثناءً مثل: ﴿وكبّره تكبيراً﴾ فالوصل أولیٰ، وإلا فالفصل أولیٰ، مثل: ﴿إن شانئك هو الأبتر﴾ فيقف ويفصل، ثم يكبر للركوع، اه". شامی: ۱/۳۳۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کا سہواً قراءت کرنا

سوال[۳۱۶۴]: اگر مقتدی بھول کر امام کے پیچھے قرآن یا دعاء پڑھ دے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں، مگر بھول کی وجہ سے تخفیف ہوگی (۲)۔فقط۔

---

(۱) (ردالمحتار، فصل فی تألیف الصلاة إلی انتهائها: ۱/۴۹۳، سعید)

"(قوله: ولا يكره وصل القراءة بتكبيره) مثاله: أن يقول: "وأما بنعمة ربك فحدثِ الله أكبر" بكسر الثاء المثلثة لالتقاء الساكنين، حلبی: أی مع إيقاع كل من التكبير والقراءة فی محله". (حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار، فصل: الشروع فی الصلاة: ۱/۲۲۰، دارالمعرفة، بيروت)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه، كتاب الصلوة، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۹۲، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إنما جُعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا". رواه أبوداؤد، والنسائی وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، باب القراءة فی الصلاة، ص: ۸۱، قديمی)

"(والمؤتم لا يقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة فی السرّيّة اتفاقاً .... وهو مروی عن عدة من الصحابة، فالمنع أحوط، (بل يستمع) إذا جهر (وينصت) إذا أسرّ، لقول أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه: "كنا نقرأ خلف الإمام فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾. (الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۸، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۹، ۶۰۰، رشيديه)

الفصل الثالث فی القرآءۃ خلف الإمام

(امام کے پیچھے قرأت کرنے کا بیان)

قرأت خلف الامام

سوال[۳۱۶۵]: اگر مقتدی قصداً امام کے پیچھے کوئی سورت یا کوئی دعا پڑھے تو نماز میں خرابی آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حالتِ قیام میں ثناء کے علاوہ کچھ اور پڑھنا مقتدی کو مکروہ ہے(۱)۔

---

(۱) "المؤتمّ لا يقرأ مطلقاً، ولا الفاتحة سراً، فإن قرأ كره تحريماً". (الدرالمختار، فصل فی القراءۃ: ۱/۵۴۴، سعید)

و"عن أبی موسی رضی الله تعالیٰ عنه قال: علّمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "إذا قمتم إلی الصلاۃ، فلیؤمکم أحدکم، وإذا قرأ الإمام، فأنصتوا". رواه أحمد و مسلم، وهوحدیث صحیح". (آثارالسنن، باب فی ترک القراءۃ خلف الإمام فی الجهریة الخ، ص: ۱۰۹، إمدادیه ملتان)

"(قوله: كما بسطه الكمال) حاصله أن محمداً قال فی كتابه الآثار: لانری القرأۃ خلف الإمام فی شیئ من الصلوات یجهرفیه أویسر، ودعوی الاحتیاط ممنوعة، بل الاحتیاط ترک القراءۃ؛ لأنه العمل بأقوی الدلیلین. وقدروی الفساد بالقراءۃ عن عدۃ من الصحابة، فأقواهما المنع...... اھ". (الدرالمختار). "(قوله: مرویّ عن عدۃ من الصحابة) قال فی الخزائن .... وفی الكافی: ومنع المؤتم من القراءۃ مأثور عن ثمانین نفراً من كبار الصحابة: منهم المرتضی والعبادلة، وقددوّن أهل الحدیث أسامیهم". (ردالمحتار، فصل فی القراءۃ: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعید)

(وكذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاۃ: ۱/۵۹۹، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاۃ: ۱/۳۳۷، ۳۳۸، دارالكتب العلمیة بیروت)

(وكذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بیان أركان الصلاۃ: ۱/۵۱۸، ۵۱۹، دارالكتب العلمیة بیروت لبنان)

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا

سوال[۳۱۶۶]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یانہیں اورنماز ہوجائے گی یانہیں؟اور اس کا ثبوت؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

"عن أبي موسیٰ رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: علّمنارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "إذا قمتم إلی الصلوة، فلیؤمّكم أحدكم، وإذا قرأ الإمام، فأنصتوا". رواه أحمد(۱) و مسلم(۲) وهوحدیث صحیح". آثار السنن: ۱/۸۵(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

ایضاً

سوال[۳۱۶۷]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے یانہیں؟اس کا جواب قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل مرحمت فرمایا جائے، کیوں کہ استفتاءہٰذا سے قبل دوفتاوی حاصل کیے گئے جس میں سے ایک میں ممانعت اوردوسرے میں سورۂ فاتحہ کاپڑھنا ضروری قراردیا گیاہے، کیوں کہ یہاں پردونوں قسم کے خیالات کے ہی اشخاص موجود ہیں اور ہردوفتاویٰ سے ہردوفریق کے خیالات کی تقویت ہوگئی، لیکن خدا کے فضل سے رنجش ودرشتی کی نوبت نہیں، بلکہ ہردوخیالات کے اشخاص صحیح راستہ حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔

اس کے علاوہ ہردوفتاویٰ میں عربی عبارت ہے جس کواردوداں نہیں سمجھ سکے، اس لیے عرض ہے کہ جو عبارت عربی کی درج فرمائی جائے اس کا ترجمہ مفصل تحریرفرمادیا جائے۔ نیز دیوبند کے فتویٰ میں جواب قرأت قرآن کریم کی آیت نقل کی گئی ہے اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ حکم نہیں ہے کہ نماز میں جب قرآن

---

(۱) (مسند أحمد بن حنبل، حدیث أبي موسی الأشعري رضي الله تعالیٰ عنه: ۴/۴۱۵، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۴، المکتب الإسلامي للطباعة والنشر بیروت)

(۲) (صحیح الإمام مسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قدیمي)

(۳) (آثار السنن، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الجهریة، ص: ۱۰۹، مکتبه إمدادیه ملتان)

پڑھا جائے اس وقت خاموش رہو یا نہ رہو بلکہ علاوہ نماز کے یہ حکم ہے۔فقط۔ ہردو فتاویٰ ہم رشتہ ہیں۔

احقر العباد مہتاب عالم کان اللہ لہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً

مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو سمجھ کر جو مسائل استنباط کیے ہیں ان پر عمل کرے، ماخذ پر عمل کو موقوف رکھے گا تو سخت دشواری کا سامنا ہوگا کیوں کہ ہر مقلد کا علم اور فہم اس قدر وسیع نہیں کہ ہر ہر مسئلے کی دلیل کو معلوم کر سکے اور سمجھ سکے اس لیے اسلم طریقہ یہ ہے کہ جو مسائل امام سے منقول ہیں ان پر عمل کرے اور دلیل اور ماخذ کا طالب نہ ہو، خصوصاً جب کسی مقلد کے علم کی یہ حالت ہو کہ معمولی عربی عبارت بھی سمجھنے سے قاصر ہو اور ترجمہ اردو کا محتاج ہو۔

"والمؤتم لایقرأ مطلقاً، فإن قرأ یکره تحریماً، بل یستمع إذاجهر، وینصت إذا سرّ،لقول أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه : کنا نقرأ خلف الإمام، فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ درمختار علیٰ الشامی: ۱/۵۶۸(۱) ۔

ترجمہ: ''اور مقتدی کچھ قراءت نہ کرے (نہ فاتحہ نہ سورت) اگر مقتدی قرأت کرے گا تو یہ مکروہ تحریمی ہے، بلکہ متوجہ ہو کر سنے جب امام زور سے پڑھے اور چپ رہے جب امام آہستہ سے پڑھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''ہم امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنو''۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا ناجائز ہے دلیل اوپر مذکور ہے۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن شریف میں اس کا ذکر نہیں کہ نماز میں جب قرآن شریف پڑھا جائے خاموش رہو اور سنو، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی قرآن شریف میں نہیں کہ یہ حکم علاوہ نماز کے ہے، بلکہ مطلق ہے خواہ نماز کی حالت ہو خواہ علاوہ نماز کے ہر حال میں خاموش رہنا اور سننا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

" عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إنما

(۱) (الدرالمختار، فصل فی القراءة : ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعید)

جُعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبّر فكبروا، وإذاقرأ فأنصتوا". رواه ابوداؤد(۱) والنسائی(۲) وابن ماجه"(۳) مشکوٰۃ شریف: ۸۱/۱(٤)۔

ترجمہ: ''امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو، جب وہ کچھ پڑھے تم خاموش رہو''. روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی وابن ماجہ نے''۔

حنفی مقلد کے لیے اتنا ہی جواب کافی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی بدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ شعبان/۵۴ھ۔

ایضاً

سوال[۳۱۶۸]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بعض حنفی المذہب سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور جہری میں نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے جیسا کہ کوئی اَور سورت پڑھنا ناجائز ہے اور بعض حنفی المذہب کا جو طریقہ سوال میں نقل کیا ہے، وہ بھی درست نہیں اس کی بھی صراحۃً ممانعت ہے:

"والمؤتم لايقرأ مطلقاً، ولا الفاتحة في سرية اتفاقاً، وما نُسب لمحمدٍ ضعيفٌ، كما بسط الكمال، فإن قرأ، كره تحريماً". درمختار، ص: ۵٦۸(۵)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/۵۴ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (سنن أبي داؤد، باب الإمام يصلي من قعود: ۸۹/۱، مكتبه دار الحديث، ملتان)

(۲) (سنن النسائي، بابٌ وإذا قرأ القران فأنصتوا: ۱۴۶/۱ قديمي)

(۳) (سنن ابن ماجة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ص: ۶۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۴) (مشكوة المصابيح، باب القراءة في الصلاة، ص: ۸۱ قديمي)

(۵) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۵۴۴/۱، سعيد)

قراءتِ فاتحہ خلف الإمام

مکرمی عالی جناب قبلہ مولانا حافظ ومفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال[۳۱۲۹]: عرض یہ ہے کہ فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہو تو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہے جس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کھڑا ہو تو الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے اور قرأت والی نماز میں مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف نہیں پڑھے تو نماز نہیں ہوتی ہے۔ حدیث یہ ہے:

''حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہوگیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پاک سے کچھ پڑھتے رہتے ہو''۔ ہم نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''یاد رکھو سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے''۔ اور حضرت امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے(۱)۔

---

(۱) "وعن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: كنا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صلاة الفجر، فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فثقلت عليه القراءة، فلما فرغ قال: "لعلكم تقرؤون خلف إمامكم؟ قلنا: نعم! هذا يارسول الله! — صلى الله عليه وسلم — قال: "لاتفعلوا إلابفاتحة الكتاب، فإنه لاصلاة لمن لم يقرأ بها". (سنن أبى داؤد، باب من ترك القرآءة فى صلاته: ۱/۱۱۹، دار الحديث، ملتان)

"عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح، فثقلت عليه القراءة، فلما انصرف قال: "إنى أراكم تقرؤن وراء إمامكم"؟ قال: قلنا: يا رسول الله! إى والله، قال: "لا تفعلوا إلا بأم القرآن، فإنه لاصلاة لمن لم يقرأ بها".

قال أبو عيسىٰ: حديث عبادة حديثٌ حسنٌ.......... وهذا أصح، والعمل على هذا الحديث فى القرأة خلف الإمام عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين، وهو قول =

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

''یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اس حدیثِ عبادہ پر عمل ہے اور امام مالک، حضرت عبداللہ بن مبارک شاگردِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے''، جامع الترمذی، ص: ١٤ (١)۔

شرح ابوداؤد، ص: ۱۲۰۵، میں لکھتے ہیں:

''یعنی یہ حدیث نصِ صریح ہے کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے خواہ امام قرأت بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ سے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ کا حکم دیا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں'' (۲)۔

اس کے بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے مردہ ناقص ہے، مردہ ناقص ناقص ہے، مردہ ہے پوری نہیں''۔ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں تب بھی پڑھ لیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس کو آہستہ پڑھنا، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز کو

= مالک بن أنس و ابن المبارک والشافعي وأحمد وإسحٰق يَرَوْن القراءة خلف الإمام". (سنن الترمذي، باب ماجاء في القراءة خلف الإمام: ١/ ٦٩، ٧٠، سعيد)

(١) قال الإمام الترمذي: "حديثٌ حسنٌ". (سنن الترمذي، المصدر السابق)

(٢) "قلت: هذا الحديث نصٌ بأن قراءة فاتحة الكتاب واجبة على من صلى خلف الإمام، سواء جهر الإمام بالقراءة أو خافت بها، وإسناده جيدٌ لاطعن فيه". (مختصر سنن أبي داؤد: ١/ ٣٩٠، مطبع أنصار السنة المحمدية)

اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے''۔ الصحیح لمسلم: ۱/۱۶۹(۱)ح۔

اس کے علاوہ عرض ہے کہ تفسیر جلالین جلد اول، ص: ۱۴۸(۲) اس کے علاوہ عرض ہے کہ ہدایہ جلد اول، ص: ۹۸(۳) میں ہے:

مکرمی عالی جناب قبلہ مفتی صاحب ہم معذرت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوگی لیکن ہمارے لئے باعثِ مسرت ہوگی، تحریر کی ہوئی عبارت پر غور فرما کر شریعتِ محمدی سے خلاصہ فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

محترمی زِیدَ احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مسئلہ متنِ حدیث، شرحِ حدیث، تفسیر، فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے، اس پر مستقل رسائل عربی فارسی اور اُردو میں لکھے گئے ہیں۔ جب دلائل متعارض ہوں تو ترجیح دے کر راجح کو اختیار کرنا یا تطبیق دینا لازم ہے اور یہ کام اعلیٰ طرز پر مجتہد سے انجام پاتا ہے۔

جو لوگ صرف ایک طرف سے دلائل دیکھتے ہیں وہ اُسی طرف جھک جاتے ہیں، چنانچہ آپ کے سوال

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "من صلی صلاةً لم يقرأفيها بأم القرآن، فهی خداج" -ثلاثاً- "غير تمام". فقيل لأبی هريرة: إنا نكون وراء الإمام؟ فقال: اقرأ بها فی نفسک، فإنی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: "قال الله تعالیٰ: (قسّمتُ الصلاة بينی وبين عبدی نصفين) الخ". (الصحيح لمسلم، باب وجوب قراءة الفاتحة فی كل ركعة الخ: ۱/۱۶۹، ۱۷۰، قديمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ عن الكلام ﴿لعلكم ترحمون﴾ نزلت فی ترک الكلام فی الخطبة. وعبّر عنها بالقرآن لاشتمالها عليه، وقيل: فی قراءة القرآن مطلقاً". (تفسير جلالين كلاں (سورة الأعراف: ۱/۱۴۷، قديمی)

(۳) "(والقراءة) لقوله تعالیٰ: ﴿فاقرأوا ماتيسر من القرآن﴾. (الهداية، باب صفة الصلاة: ۱/۹۸، مكتبه شركة علمية ملتان)

میں صرف ایک طرف کے دلائل ہیں، وہ بھی اصل احادیث نہیں بلکہ اردو کا ترجمہ یا حوالہ ہے۔ دوسری طرف کے دلائل اصل احادیث مبارکہ کے الفاظ پیشِ خدمت ہیں، ان میں غور کیجیے، امید ہے کہ آپ احادیث کے سمجھنے سے قاصر نہیں ہوں گے اور علمِ حدیث کو آپ نے اساتذہ سے حاصل کیا ہوگا اور ہر حدیث کی قوت وضعف سے باخبر ہوں گے، ورنہ اس طرز پر سوال نہ کرتے، بلکہ صرف مسئلہ دریافت کرنے پر کفایت کرتے، اس لیے میں نے ان احادیث کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی:

"عن أبی موسیٰ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: علّمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "إذا قمتم إلی الصلواة، فلیؤمکم أحدکم، وإذا قرأ الإمام فأنصتوا". أخرجه أحمد: ٤/٤١٥(١) إسناده إسناد مسلم، ولفظ مسلم فی حدیث أبی موسیٰ مرفوعاً: "إذا قرأ فأنصتوا". ١/١٧٤"(٢)۔

ولأحمد، ص:٣٧٦(٣) وأبی داؤد، ص:٣٣٥(٤) وابن ماجة، ص:٦١(٥) والنسائی،

---

(١) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث أبی موسی الأشعری: ٤/٤١٥، رقم الحدیث: ١٩٢٢٤، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(٢) "عن قتادة من الزیادة: "وإذا قرأ فأنصتوا" ...... ؟ فحدیث أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ؟ فقال: هو صحیح عندی یعنی: "وإذا قرأ فأنصتوا". فقال: هو عندی صحیح. فقال: لِمَ لم تضعه ههنا؟ قال لیس کل شئ عندی صحیحٌ وضعتُه ههنا، إنما وضعتُ ههنا ما أجمعو علیه". (الصحیح لمسلم، باب التشهد فی الصلوة: ١/١٧٤، قدیمی)

(٣) الحدیث بتمامه: "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إنما جُعل الإمام لیؤتم به، فإذ اکبّر فکبّروا، وإذا قرأفأنصتوا .... اهـ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٣/١٤٨، حدیث أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه، رقم الحدیث: ٩١٥١، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(٤) (سنن أبی داؤد، باب الإمام یصلی من قعود: ١/٨٩، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(٥) "عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إذا قرأ الإمام، فأنصتوا، فإذا کان عند القعدة، فلیکن أول ذکر أحدکم التشهد". (سنن ابن ماجة، باب: ﴿إذا قرأ القرآن فأنصتوا﴾، ص: ٦١، قدیمی)

ص: ۱۶۶، مثلہ عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً(۱)، وقد صححہ مسلم. وکذا صححہ ابن حزم فی المعلّی: ۳/۱۳۹(۲)۔

''عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ قال: ''من صلی خلف الإمام، فإن قرآءۃ الإمام لہ قراءۃ''. أخرجہ محمد: ۳/۷۷(۳)۔

والإمام أحمد،ص: ۳۴۹(۴). أو فی شرح المقنع: ۲/۱۱: ''ھذا إسنادہ صحیح متصل، رجالہ کلھم ثقاۃ(۵)۔ والإمام الطحاوی: ۱/۲۸(۶)،وأحمد ابن منیع، والحدیث

---

(۱) ''عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''إنما الإمام لیؤتم بہ، فإذا کبر فکبروا، وإذا قرأ فانصتوا''. قال أبو عبدالرحمٰن: کان المخرمی یقول: ھو ثقۃ یعنی محمد بن سعد الأنصاری''. (سنن النسائی، باب: (وإذا قرئ القران) الخ : ۱/۱۴۶، قدیمی)

(۲) ''وذکروا أیضاً حدیثاً صحیحاً من طریق ابن عجلان فیہ: ''إنما جعل الإمام لیؤتم بہ، فإذا کبر فکبروا، وإذا رکع فارکعوا، وإذا رفع فارفعوا، وإذا سجدفا سجدوا، وإذا قرأفأنصتوا، وإذا صلی جالساً فصلوا جلوساً أجمعون''. (المحلی لابن حزم، الأمر بقراءۃ ماتیسر من القرآن فی الصلوۃ: ۳/۲۴۰، المکتب البخاری، بیروت)

(۳) (المؤطا للإمام محمد، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الإمام، ص: ۹۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۴) ''عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''من کان لہ إمام فقرآئتہ لہ قراءۃ''. (مسند الإمام أحمد بن حنبل ، حدیث جابر بن عبداللہ ، رقم الحدیث: ۱۴۲۳۳ ، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۵) ''قولہ: ولاتجب القرآءۃ علی المأموم: أی قراءۃ الفاتحۃ .... لماروی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''من کان لہ إمام فقراءتہ لہ قراءۃ...... اھ''. قلنا: قد رواہ الإمام أحمد .... عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم. قال فی الشرح: إسنادہ متصل صحیح''. (المقنع فی فقہ السنۃ للإمام أحمد بن حنبل، باب صلاۃ الجماعۃ: ۱/۱۹۷، مکتبہ الریاض الحدیثیہ)

(۶) ''عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''من کان لہ إمام فقراءۃ الإمام لہ قراءۃ''. (شرح معانی الآثار للطحاوی، ص: ۱۴۹، سعید)

صحيح. ولمالك، ص: ٢٩: عنه مرفوعاً بسند صحيح: "من صلى ركعةً، فلم يقرأ فيها بأم القرآن، فلم يصل، إلاوراء الإمام"(١)۔ وله بسند صحيح عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: إذا صلّى أحدكم خلف الإمام، فحسبه قراءة الإمام، وإذا صلى وحده، فليقرأ". قال: "وكان عبدالله لايقرأخلف الإمام". وفى الباب عن ابن مسعود عند الطحاوى: ١/١٢٩، بسند صحيح ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه عنده بسند حسن"(٢). كذا فى فقه السنن والآثار(٣)۔

ان احادیث میں کوئی اشکال اورالجھن ہوتو تحریرکریں اوراس تحریرکوبھی بھیجیں۔اگرخدانخواستہ عبارتِ عربیہ کوسمجھنے سے آپ قاصر ہوں تب اس تحریرکو یہاں بھیج دیں تاکہ اردو میں مسئلےکوحل کردیا جائے اورآپ کی استعداد کےمطابق جواب لکھ دیا جائے۔

---

(١) (مؤطا الإمام مالک، باب ماجاء فى أم القرآن، ص: ٢٦، ٢٧، ميرمحمد كتب خانه كراچى)

(٢) "عن أبى حمزة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قلت لابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: أقرأ والإمام بين يدىّ؟ فقال: لا". (شرح معانى الآثار للطحاوى، باب القراءة خلف الإمام، ص: ١٥١، سعيد)

(٣) "وعن كثير بن مرة عن أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه قال: قام رجل فقال: يا رسول الله! أفى كل صلاة قرآن؟ قال: "نعم". فقال رجل من القوم: وجب هذا، فقال أبوالدرداء: يا كثير! -وأنا إلى جنبه- لأرى الإمام إذا أم القوم إلاقد كفاهم". رواه الدارقطنى والطحاوى وأحمد وإسناده حسن. وفى الباب آثار التابعين رضوان الله عليهم أجمعين". (آثار السنن، باب فى ترک القراءة خلف الإمام فى الصلوات كلها، ص: ١١٦، إمداديه)

"محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة قال .... "عن جابر بن عبدالله الأنصارى رضى الله تعالىٰ عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجل خلفه يقرأ، فجعل رجلٌ من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ينهاه عن القراءة خلف نبى الله صلى الله عليه وسلم، فتنازعا، حتى ذُكر ذلک للنبى صلى الله عليه وسلم. فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "من صلى خلف إمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبى حنيفة رحمة الله عليه". (كتاب الآثار، باب القراءة خلف الإمام وتلقينه، ص: ١٧، إدارة القران، كراچى)

تنبیه: آپ نے شروع خط میں لکھا ہے: ''فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہوتو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں''۔ مگر سارے خط میں ایک بھی حدیث بخاری شریف کی نہیں ہے، مہربانی فرماکر اپنے خط کو غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ اس میں بخاری شریف کی کون سی حدیث ہے، اگر نہیں ہے تو پھر بخاری شریف کا حوالہ کس لیے دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۳ھ۔

ایضاً

سوال[۳۱۷۰]: زید کا قول کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ بلا فاتحہ کے نماز نہیں ہوگی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کو کیا ہے، اگر نہ پڑھنا ثابت ہے تو قرآن وحدیث وآثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیجیے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

حنفیہ کی دلیل اس مسئلہ میں ﴿إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ الآیه(۱) اورمؤطاً کی یہ روایت ہے:"عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من صلی خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قراءةٌ"(۲)۔

یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ہرایک کی پوری تخریج نصب الرایہ میں ہے(۳)۔

---

(۱) (سورة الأعراف: ۲۰۴)

(۲) (المؤطا للإمام محمد رحمه الله تعالیٰ، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ۹۴، میر محمد کتب خانه کراچی)

(۳) "قال النبی صلی الله علیه وسلم: "من كان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة". قلت: روی من حديث جابر بن عبدالله، ومن حديث ابن عمر، ومن حديث الخدری، ومن حديث أبي هريرة، ومن حديث ابن عباس - رضی الله تعالیٰ عنهم - .... اهـ.

أما حديث جابر رضی الله تعالیٰ عنه، طريق آخر رواه الإمام أحمد في "مسنده" عن جابر بن=

"وإذا قرأ، فأنصتوا "الحدیث، جس کی تخریج امام مسلمؒ نے کی ہے(۱)۔

= عبدالله –رضی الله تعالیٰ عنه– عن النبی صلی الله علیه وسلم "من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة" ولکن فی إسناده ضعف".

"فی مسنده" کے بارے میں "بغیة الألمعی فی تخریج الزیلعی" میں لکھا ہے کہ:

"إسناد أحمد: ثنا أسود بن عامر أنا حسن بن صالح.....عن أبی الزبیر عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم. قلت: رُواته کلهم ثقات. قال الشارح الکبیر "للمقنع": ۱۱/ ۲، بعد أن أورد حدیث أحمد بإسناده ومتنه: وهذا إسنادٌ صحیحٌ متصلٌ، رجاله کلهم ثقات.....وأما حدیث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فأخرجه الدارقطنی فی "سننه" عن محمد بن الفضل بن عطیة عن أبیه عن سالم بن عبدالله عن أبیه عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم: "من کان له إمام، فقراءته له قراءة" انتهی. ثم قال الدار قطنی: محمد بن الفضل متروکٌ .... ثم أخرجه عن أحمد بن حنبل: ثنا إسماعیل بن علیة عن أیوب عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أنه قال فی القراءة خلف الإمام: یکفیک قراءة الإمام". انتهی. قال: هو الصواب.

وأما حدیث خدری، فرواه الطبرانی فی "معجم الوسیط": حدثنا محمد بن إبراهیم بن عامر بن إبراهیم الأصبهانی، حدثنی أبی عن جدی عن النضر بن عبدالله، ثنا الحسن بن صالح عن أبی هارون العبدی عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة". انتهی.

وأما حدیث أبی هریرة –رضی الله تعالیٰ عنه– فی "سننه" عن محمد بن عباد الرازی ثنا إسماعیل بن إبراهیم التیمی عن سهیل بن أبی صالح عن أبیه عن أبی هریرة –رضی الله تعالیٰ عنه– مرفوعاً نحوه "سواء". قال الدار قطنی: لایصح هذا عن سهیل، تفرد به محمد بن عباد الرازی، وهو ضعیف انتهی.

وأما حدیث ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یکفیک قراءة الإمام، خافت أوجهر". انتهی". (نصب الرایة لأحادیث الهدایة، فصل فی القراءة: ۲/ ۶، ۱۵، مکتبه حقانیه، پشاور)

(۱) "عن قتادة من الزیادة: "وإذا قرأ فأنصتوا"...... فحدیث أبی هریرة –رضی الله تعالیٰ عنه–؟ فقال: هو صحیح، یعنی: "وإذا قرأ فأنصتوا" فقال: هو عندی صحیحٌ، فقال: لِمَ لم تضعه هاهنا؟ قال: لیس کل شیء =

بکر کسی ایک روایت کو پیش کرے جس میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم ہو، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود پڑھنا ثابت ہو۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/۳/۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/ ربیع الاول/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۸/ ربیع الاول/۶۴ھ۔

"إذا قرئ القرآن فاستمعواله" کا شانِ نزول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمتِ جناب فخر المحدثین مولانا المولوی محمد زکریا صاحب!

سوال[۳۱۷۱]: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مندرجہ ذیل آیت کے متعلق لکھیں کہ شانِ نزول اس کا کیا ہے اور اس کی تفسیر لکھیں مع سَن کے۔ بعض علمائے اہل حدیث فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ فاتحہ کے بارے میں نہیں اتری اور بعض علمائے حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ سورۂ فاتحہ کے منع میں اتری ہے اور ان دونوں جماعتوں کے علماء نے ہم تمام اہلِ محلّہ کو چکر میں ڈال رکھا ہے، اس لئے یہ پرچہ سوال کا پیشِ خدمت ہے، آپ صریح اور واضح طور سے اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول لکھیں۔

= عندي صحيحٌ وضعته هاهنا، إنما وضعت هاهنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

"حاصله أن محمداً قال في كتابه الآثار: لانرى القراءة خلف الإمام في شئ من الصلوات يجهر فيه أويسر، ودعوى الاحتياط ممنوعة، بل الاحتياط ترك القراءة؛ لأنه العمل بأقوى الدليلين، وقدرُوي الفساد بالقراءة عن عدة من الصحابة، فأقواهما المنع...... اهـ".

قال في الخزائن: وفي الكافي: ومنع المؤتم من القرائة مأثورٌ عن ثمانين نفراً من كبارِ الصحابة، منهم: المرتضى والعبادلة، وقددَوّن أهل الحديث أساميهم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاه: ۱/۵۹۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۷، ۳۳۸، دارالكتب العلمية بيروت)

آیت یہ ہے:﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له، وانصتوا، لعلكم ترحمون﴾ بینوا توجروا۔

ایم عبدالحکیم قمرسنی حنفی کھیڑوی، ریاست جے پور(راجپوتانہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

اولاً بعض حضراتِ صحابہ-رضی اللہ تعالیٰ عنہم-امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے، ان کو منع کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، حافظ ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر احکام القرآن میں ایسا ہی نقل کیا ہے(۱)۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت موجود ہے(۲)۔

"التعليق الحسن" میں اس پر اجماع نقل کیا ہے:"وأخرج البيهقي عن الإمام أحمد قال: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلوة"(۳)۔ اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے فاتحہ اور غیر فاتحہ

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، أنه قال: إن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ في الصلاة وقرأ معه أصحابه، فخلطوا عليه، فنزل القرآن: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ .... عن أبي العالية رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان نبي الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى، قرأ أصحابه أجمعون خلفه، حتى نزلت: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ فسكت القوم وقرأ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فقد حصل من اتفاق الجمع أنه قد أريد ترك القراءة خلف الإمام، والاستماع والإنصات لقراءته .... عن ابن بحينة رضي الله تعالىٰ عنه -وكان من أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "هل قرأ معي أحدٌ آنفاً في الصلاة"؟ قالوا: نعم يارسول الله! قال: "فإني أقول: مالي أنازع القرآن". قال: فانتهى الناس عن القراءة معه منذ .... عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل صلاة لايقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج، إلا وراء الإمام". فنص على تركها وراء الإمام". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۳۹-۴۳، باب القراءة خلف الإمام، قبيل سورة الأنفال، دارالكتاب العربي، بيروت)

(۲) "وقال علي ابن أبي طلحة عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما في الآية قوله: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ يعني في الصلاة المفروضة، وكذا روي عن عبدالله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه. الخ". (تفسير ابن كثير: ۲/۳۷۳، (سورة الأعراف: ۲۰۴)، دارالفيحاء دمشق)

(۳) (التعليق الحسن على حاشية آثار السنن، ص: ۱۰۹، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الجهرية، قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له﴾ الآية، رقم الحاشية: ۱۳۷، إمداديه ملتان)

سب کوشامل ہے(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/ رمضان/ ۶۶ھ۔

قرأت فاتحہ خلف الامام

سوال[۳۱۷۲]: خلف الامام سورۂ فاتحہ کا پڑھنا کیسا ہے؟ بعض علمائے حدیث کہتے ہیں کہ سرّی اور جہری ہر ایک نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے اور بعض علمائے حنفی کہتے ہیں کہ سرّی میں پڑھنا چاہیے جہری میں نہیں۔ مع دلائل جواب دیں۔ بینوا توجروا

ایم عبدالحکیم قمر سنی حنفی کھیڑوی، ریاست جے پور (راجپوتانہ)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت امام ابوحنیفہ -رحمہ اللہ تعالیٰ- کا مذہب متونِ فقہ میں منقول ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہیے، جہری نماز ہو یا سری، نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ کچھ اَور:

"قال محمد: لاقراءة خلف الإمام فيما جهرفيه ولافيمالم يجهر، بذلك جاءت عامة الآثار، وهو قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالىٰ- قال محمد: أخبرنا عبيدالله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه قال: من صلى خلف الإمام، كفته قرأته"۔

قال محمد: أخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودي، أخبرني أنس بن سيرين عن ابن عمر -رضى الله تعالىٰ عنهما- أنه سئل عن القراءة خلف الإمام، قال: تكفيك قرائة الإمام. قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا أبوالحسن موسىٰ بن أبي عائشة عن عبدالله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبدالله -رضى الله تعالىٰ عنه- عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه

(۱) "لكانت الآية كافية في ظهور معناها وعموم لفظها ووضوح دلالتها على وجوب الاستماع والإنصات لقراءة الإمام". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۳۹، باب القراءة خلف الإمام، قبيل سورة الأنفال، دارالكتب العربي، بيروت)

وسلم أنه قال: "من صلى خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قرائة، اهـ". مؤطا الإمام محمد(١)۔

زیادہ تفصیل مطلوب ہوتو أوجز المسالك(٢)، بذل المجهود(٣)، إعلاء السنن(٤) وغیرہ دیکھیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٣/ رمضان/ ٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ٣/ رمضان/ ٦٦ھ۔

---

(١) (المؤطا للإمام محمد رحمه الله تعالیٰ، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ٩٦، میر محمد كتب خانه كراچی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما جُعل الإمام ليؤتم به، فإذا قرأ فأنصتوا". وفي "التسريح": هذه حجة صريحة في أن المقتدي لايجب عليه أن يقرأ خلف الإمام أصلاً..... وتعقبه المنذري في مختصره..... فإن أبا خالد الأحمر. هذا هو سليمان بن حبان، وهو من الثقات الذين احتج بهم البخاري ومسلم، وقد سمع من ابن عجلان، وهو ثقةٌ وثّقه النسائي وابن معين وغيرهما.

وقدأخرج مسلم هذه الزيادة في صحيحه في حديث أبي موسى الأشعري من حديث سليمان عن قتادة، وضعّفها (أي الزيادة المروية) أبوداؤد والدار قطني والبيهقي وغيرهما لتفرد سليمان التيمي بها، ولم يؤثر عند مسلم تفرده بها لثقته وحفظه، وصححها من حديث أبي موسى وأبي هريرة انتهى".

"وعن جابر عن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلى الله عليه قال: "من كان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة". (أماني الأحبار في شرح معاني الآثار، باب القراءة خلف الإمام: ٣/١٣٥، ١٣٩، إداره تاليفات أشرفيه ملتان)

(٢) "أما الكتاب، فثبت بالروايات الكثيرة نزول قوله عزوجل: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له، وأنصتوا﴾ في القراءة خلف الإمام. قال في التنسيق: إنهم أجمعوا واتفقوا على أنها نزلت في القراءة خلف الإمام. وأخرج البيهقي عن الإمام أحمد قال: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة. وقال ابن عبدالبر في الاستذكار: هذا عند أهل العلم عند سماع القرآن في الصلاة، لايختلفون أن هذا الخطاب نزل في هذا المعنى دون غيره، كذا في الفرقان".

وأما السنة..... وأما من الأحاديث المرفوعة نصاً فحديث أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: "إذا=

....

= قرأ فأنصتوا". أخرجه مالک وأبوداؤد وابن ماجة وغيرهم. وروى من حديث أبي موسى الأشعرى رضى الله تعالىٰ عنه عند مسلم وغيره.

ومنها حديث جابر رضى الله تعالىٰ عنه أخرجه محمد في المؤطا......عن جابر بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم: "من صلى خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". وهذا الحديث مشهورٌ رُوى عن جماعة من الصحابة غير جابرٍ، منهم: ابن عمر، وأبوسعيد الخدرى، وأبوهريرة، وابن عباس، وأنس بن مالک رضى الله تعالىٰ عنهم". (أوجز المسالک فى شرح مؤطا الإمام مالک، القراءة خلف الإمام فيما لايجهر فيه بالقراءة: ١٠٣/٢، إدارہ تاليفات أشرفيه ملتان)

تنبیہ: فقہی عبارات عنوان: "قراءت خلف الإمام" کے تحت ص:٥٢، حاشیہ: ۱، ملاحظہ فرمائیں۔

(٣) "من صلى خلف الإمام، فقراءة الإمام قراءة له"...... قلت: هذا الحديث رواه جماعة من الصحابة، وهم: جابر بن عبدالله وابن عمرو أبوسعيد الخدرى وأبوهريرة وابن عباس وأنس بن مالک رضى الله تعالىٰ عنهم. فحديث: جابر أخرجه ابن ماجة عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كان له إمام، فإن قراءة الإمام قراءة له". أما حديث جابر، فله طرق أخرى يشدّبعضها بعضاً، منها طريقٌ صحيحٌ وهوماروا ه محمد بن الحسن فى المؤطأ عن أبى حنيفة قال: أخبرنا الإمام أبو حنيفة.......... مع هذا رُوى منع القراءة خلف الإمام عن ثمانين من الصحابة الكبار، منهم: المرتضى، والعبادلة الثلاثة، وأساميهم عند أهل الحديث، فكان اتفاقهم بمنزلة الإجماع، فمن هذا قال صاحب الهداية من أصحابنا: وعلى ترک القراءة خلف الإمام إجماع الصحابة، فسماه إجماعاً باعتبار اتفاق الأكثر، ومثل هذا يسمىٰ إجماعاً عندنا". (بذل المجهود، باب من ترک القراءة فى صلاته وبحث القراءة خلف الإمام: ٥٣/٢، ٥٥، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(٤) قال العلامة ظفر أحمد العثمانى: "عن أبى هريرة –رضى الله تعالىٰ عنه– قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إنما الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا". قال أبوعبدالرحمن: كان المخرمى يقول: هوثقةٌ، يعنى محمد بن سعيد الأنصارى، وصححه مسلم فى صحيحه، وقال: هوعندى صحيح، وصححه ابن حزم والإمام أحمد".

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "كل من كان له إمام فقراءته له قراءة". رواه ابن أبى شيبة. وهذا سند صحيح. .... =

قرأتِ فاتحہ خلف الامام

سوال[۳۱۷۳] : زید امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور عمر نہیں پڑھتا اور دونوں اپنے کو محمدی کہتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق کس کی نماز صحیح ہوگی اور کس کی نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سوال واضح نہیں، زید اور عمر میں جو اختلاف ہے وہ سری نماز میں ہے یا جہری نماز میں؟ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ محمدی کا کیا مصداق ہے، آیا یہ نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے یا کسی اَور امام کی طرف، جیسے امام محمد ابن حسن یا امام محمد ابن ادریس وغیرہما، یہ لفظ کتبِ حدیث میں تو کہیں نہیں ملتا۔ آپ کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ محاکمہ چاہتے ہیں تو وہ موقوف ہے ہر دو کے دلائل معلوم ہونے پر، آپ نے کسی کی دلیل بھی نہیں لکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۳ھ۔

آیت:"وإذا قرئ القرآن" خاص ہے یا عام؟

سوال[۳۱۷۴] : ۱...... ﴿إذا قرئ القران﴾ عام ہے یا خاص، اگر خاص ہے تو وقت بتلایئے، اگر عام ہے تو:

(الف) ایک شخص صبح کی نماز کے لیے مسجد میں گیا وہاں جماعت ہو رہی تھی یہ سنت میں مشغول ہوگیا۔

(ب) یا کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت گیا کہ تراویح شروع ہوگئی اور یہ جا کر فرض علیحدہ پڑھتا ہے۔

(ج) یا صبح جمعہ کی نماز عذر سے یا سہواً قضا ہوگئی، خطبۂ جمعہ کے وقت عذر رفع ہوا۔

(د) ایسی صورت میں اگر یہ نماز میں قرأت کرتا ہے تو آیتِ مذکورہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟

= أخبرنا: أبو حنيفة قال: ......عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من صلى خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". رواه الإمام محمد في المؤطا. قال العيني: طريق صحيح". (إعلاء السنن، النهي عن القراءة خلف الإمام في الجهرية والسرية، واكتفاء المأموم بقراءة الإمام، : ۴/۵۵، ۶۱، إدارة القران والعلوم الإسلامية كراتشي)

۲......مقتدی سکتۂ امام کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر امام سکتہ نہ کرے تو بار کس کے ذمے ہوگا، مقتدی کے یا امام کے؟

۳......اگر سنت سمجھ کر رفع یدین کرے تو ثواب بڑھے گا یا گھٹے گا؟

۴......عشاء کے بعد وتر سے پہلے بعض علماء وعظ شروع کر دیتے ہیں اور بعض مصلّی نماز پڑھتے رہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

۵......﴿إذا قرئ القرآن﴾ جہاں تک آواز جائے وہاں تک اپنا حکم رکھتی ہے یا کیا؟

۶......لوگوں کے نماز پڑھنے کی حالت میں لڑکے مدرسے میں کلام اللہ پڑھتے ہیں۔

۷......یا چند حافظ جدا جدا تلاوت کرتے ہیں، یہ آیت مذکورہ کے خلاف تو نہیں ہے؟

۸......ایک شخص کہتا ہے یہ آیت تلاوتِ قرآن کے وقت واہی تباہی باتوں کی ممانعت کے لیے آئی ہے، آپس میں کلام اللہ پڑھنے یا قرأتِ فاتحہ خلف الامام کی ممانعت میں نہیں، بلکہ یہ پڑھنا ضرور واجب اور فرض ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ آیت نماز میں فاتحہ خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی، پہلا شخص کہتا ہے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تب بھی واہیات باتوں کی ممانعت کے لیے نازل ہوئی ہے، نہ فاتحہ کی ممانعت کے لیے۔ اور خطبہ سے لوگوں کا خریداری غلہ کے لیے چلے جانے اور بعض ناواقفوں کا نماز میں باتیں کرنا وغیرہ کو اس کا شانِ نزول قرار دیتا ہے۔ پس ان تمام باتوں کا فیصلہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ سے فرمائیے۔

والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......آیت: ﴿وإذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا﴾ بظاہر عام ہے، مگر علماء کے اس میں چند اقوال ہیں:

اول یہ کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں، نزولِ قرآن کے وقت تو اس کو خاموشی سے سنو۔

دوم یہ کہ یہ مقتدی کے حق میں ہے اور یہ جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔

سوم یہ کہ یہ خطبہ کے لیے ہے۔

چہارم یہ کہ یہ خطبہ اور مقتدی دونوں کے لیے ہے اور یہ اصح ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل،ص:۲۳۱، میں ہے: "ظاهره وجوب الاستماع والإنصات وقت قرأة القرآن في الصلوٰة وغيرها. وقيل: معناه: "إذا تلي عليكم القرآن الرسولُ عند نزوله فاستمعواله". وجمهور الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم علىٰ أنه في استماع المؤتم. وقيل: في استماع الخطبة. وقيل: فيها، وهو الأصح"(١). والبسط في التفسيرات الأحمديه،ص: ٤٢٦(٢)۔

(الف) اگر ایک رکعت امام کے ساتھ ملنے کی امید ہوتو خارجِ مسجد یا جس حصۂ مسجد میں جماعت ہورہی ہواس سے دوسرے حصے میں سنتیں پڑھے، اگر دو حصے نہ ہوں اور آس پاس کوئی جگہ خارجِ مسجد اُور بھی نہ ہوتو سنتیں نہ پڑھے، فرضوں میں شریک ہوجائے اور قرآن سننا فرضِ کفایہ ہے جو مقتدیوں سے ادا ہورہا ہے، كذا في رد المحتار: ١/٧٤٩(٣) وكبيرى(٤).

---

(١) (تفسيرمدارك التنزيل وحقائق التأويل، (سورة الأعراف، پاره: ٩): ١/٤٥٨، قديمي)

(٢) "في مسئلة أن المؤتم لايقرأ لقوله تعالىٰ ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا، لعلكم ترحمون﴾ ﴿واذكرربك﴾ الآية. هاتان آيتان، فالآية الأولى استدل بها بعض علماء الحنفية في أن ترك القراءة للمؤتم فرض، وذلك؛ لأن الله تعالىٰ أمر باستماع القرآن والإنصات عند قراءة القران مطلقاً، سواءٌ كان في الصلاة أوفي غيرها، ولكن لما كان عامة العلماء غيرقائلين بوجوب استماع خارج الصلاة بل باستحبابه، وكان الآية ردّاً على رجل من الأنصار يقرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلاة -على مافي الحسيني-، وكان جمهور الصحابة على أن الآية في استماع المؤتم خاصةً، وقيل: في الخطبة، والأصح أنه فيهما جميعاً -على مافي المدارك- ثبت أن القرآن وجب الاستماع في الصلاة، وكمال ذلك لايكون إلابالسكوت لا بالقراءة خفيةً؛ لأنه لما أوجب الإنصات للاستماع في الصلاة، أوجبه بكماله، وذلك فيما قلنا". (التفسيرات الأحمديه، (سورة الأعراف، پاره: ٩)، ص: ٤٢٦، مكتبه حقانيه پشاور)

(٣) "(قوله: بأن رجا إدراك ركعة) تحويلٌ لعبارة المتن، وإلافالمتبادر منها القول الثاني. (قوله: وقيل: التشهد): أي إذا رجا إدراك الإمام في التشهد لايترکهابل يصليها، وإن علم أن تفوته الركعتان معه......وقد اتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتي بالسنة اتفاقاً كما أوضحه في الشرنبلالية أيضاً..........(قوله: عند باب المسجد): أي خارج المسجد.....لأنه لوصلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة، وهو مكروه. فإن لم يكن على باب المسجدموضع للصلاة، يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد. وأشدُّها كراهةً أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة، والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل. (قوله: وإلا تركها) قال في الفتح: وعلى هذا: أي على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لايصلي فيه إذا لم يكن عند بابه مكان؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ٢/٥٦،٥٧، سعيد)

(٤) (وكذا في الحلبي الكبير، فروع: لوترك سنة الفجر، ص: ٣٩٦،٣٩٧، سهيل اكيڈمي لاهور)

(ب) پہلے تنہا عشاء پڑھے، پھر امام کے ساتھ شریک ہو، کبیری، ص:۳۵۴(۱)، استماع وانصات اس وقت اس کے ذمے واجب نہیں۔

(ج) اگر صاحبِ ترتیب ہے تو صبح کی نماز پہلے پڑھے ورنہ خطبہ سنے، درمختار(۲)۔

(د) یہ جزئیہ مستثنیٰ ہے کیوں کہ صاحبِ ترتیب پر ترتیب فرض ہے، اگر صبح کی قضا نماز پہلے نہ پڑھے گا تو جمعہ درست نہ ہوگا۔

۲..... مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ یا سورت پڑھنا جائز نہیں، لقوله صلى الله عليه وسلم: "وإذا قرأ (الإمام) فأنصتوا". رواه مسلم". فتح القدير : ۱/ص ٢٤ (٣)۔

۳..... تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین اب مسنون نہیں، غیر مسنون کو مسنون سمجھنے سے ثواب بڑھتا نہیں بلکہ کم ہوتا ہے، البتہ محض جائز سمجھ کر اگر مواضعِ مخصوصہ میں رفع یدین کرے تو ثواب میں کمی نہیں آئے گی(۴)۔

۴..... وتر اور سنتوں سے فراغت کے بعد اگر ضرورت ہو، وعظ کہنا چاہیے(۵)۔

---

(۱) "لودخل بعد ماصلى الإمام الفرض وشرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أوّلاً وحده، ثم يتابعه في التراويح". (الحلبي الكبير، فروع: فاتته ترويحة أو ترويحتان، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (إذا خرج الإمام) من الحجرة (فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها) وإن كان فيها ذكر الظلمة في الأصح (خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية) فإنها لاتكره -سراج وغيره- لضرورة صحة الجمعة، وإلا لا". (الدرالمختار، باب الجمعة: ۲/۱۵۸، سعيد)

(۳) (فتح القدير، فصل في القراءة : ۱/۳۴۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "عن علقمة قال: قال عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه : "ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة". (سنن الترمذي، باب رفع اليدين عند الركوع : ۱/۵۹، سعيد)

"(ولايسن) مؤكداً (رفع يديه إلافي) سبع مواطن كما ورد .... ثلاثةٌ في الصلاة: (تكبيرة افتتاحٍ وقنوتٍ وعيدٍ، و) خمسة في الحج (استلام) الحجر (والصفا، والمروة وعرفات والجمرات)". (الدرالمختار، باب صفة الصلاة : ۱/۵۰۶، ۵۰۷، سعيد)

(۵) "أما للتدريس أوللتذكير، فلا؛ لأنهمابني له وإن جاز فيه. ولايجوز التعليم في دكان في فناء المسجد عندأبي حنيفة، وعندهما يجوز إذالم يضر بالعامة". (البحرالرائق، فصل: كره استقبال القبلة : ۲/۳۲، رشيديه)

(وكذا في كفايت المفتي: نمازعشاء کے بعد ترجمہ یا دینی کتاب کا درس:۳/۱۹۰، دارالاشاعت)

۵......اس کا جواب گزر چکا(۱)۔

۶......ایسی حالت میں قرآن شریف سننا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے،لہٰذا اگر نماز کا وقت ہوتو بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھیں ورنہ قرآن شریف سننے کا ثواب بھی نوافل سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے(۲)۔

۷......اگر اس میں حرج ہوتا ہو کہ ایک پڑھے اور سب سنیں تو تمام کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں(۳)۔

۸......امام کے پیچھے فاتحہ یا سورت پڑھنا جائز نہیں، کمامر(۴)۔

اس آیتِ مذکورہ کے بارے میں اقوالِ مذکورہ کے علاوہ اَور بھی قول ہیں،" وهى هذه:

"وللعلماء فى ذلك أقوال: الأول: وهوقول الحسن وأهل الظاهر أن تجرى هذ الآية علىٰ العموم، ففى أىّ وقتٍ وأىّ موضعٍ قرئ القران يجب علىٰ كل حال الا ستماع والسكوت.

والقول الثانى: إنها نزلت فى تحريم الكلام فى الصلوٰة، رُوى عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه أنهم كانوا يتكلمون فى الصلوٰة لحوائجهم، فأمِروا بالسكوت والا ستماع للقرآن. وقال عبدالله: كنايسلم بعضنا علىٰ بعض فى الصلوٰة: سلامٌ علىٰ فلان وسلامٌ علىٰ فلان، قال: فجآء القرآن: ﴿وإذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا﴾۔

والقول الثالث: إنما نزلت هذا الآية فى رفع الأصوات وهم خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم. وعن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع ناساً يقرأون مع الإمام، فلما

---

(۱) (راجع ،ص: ۱۷، رقم الحاشية: ۱، ۲)

(۲) "(قوله: يجب الاستماع للقراءة مطلقاً) ....وفى شرح المنية. والأصل أن الاستماع للقرآن فرض كفاية؛ لأنه لإقامة حقه بأن يكون ملتفتاً إليه غير مضيع، وذلک يحصل بإنصات البعض، كما فى ردالسلام حين كان لرعاية حق المسلم، كفىٰ فيه البعض عن الكل". (ردالمحتار، فصل فى القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(۳) "ولو كان القارى فى المكتب واحداً يجب على المارّين الاستماع، وإن أكثر ويقع الخلل فى الاستماع، لايجب عليهم". (الحلبى الكبير، القراءة خارج الصلاة، ص:۴۹۷، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۴) (فتح القدير، فصل فى القراءة : ۱/۳۴۱، مصطفى الحلبى البابى، مصر)

انصرف، قال: أما ان لكم أن تفقهوا: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ كما أمركم الله تعالى. وقال الكلبي: كانوا يرفعون أصواتهم في الصلوة حين يسمعون ذكر الجنة والنار، انتهى ملخصاً". تفسيرات أحمديه، ص: ٤٦(١)۔

یہ سورت مکی ہے۔ بخارہ کا واقعہ کس حدیث سے بیان کیا ہے، حوالہ دیا جائے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ایسا ناواقفیت کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/محرم/۵۳ھ۔

آیت ﴿إذا قرئ القرآن﴾ الخ سے خارجِ صلوۃ وجوبِ استماع

سوال[۳۱۷۵]: قوله تعالىٰ: ﴿إذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (الآية) سے خارجِ صلوۃ میں وجوبِ استماع ثابت ہوتا ہے یا ندب؟ اس زمانہ میں کس پر عمل کیا جائے گا؟ جمہورِ احناف کا قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وجوب ثابت ہے: "يجب الاستماع للقراءة مطلقاً، اه". درمختار۔ "أي في الصلوة وخارجها؛ لأن الاية وإن كانت واردةً في الصلوة على مامر، فالعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب، ثم حيث لا عذر. ولذا قال في القنية: صبيٌّ يقرأ في البيت وأهله مشغولون بالعمل يُعذرون في ترك الاستماع إن افتتحوا العمل قبل القراءة، وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن. وفي الفتح عن الخلاصة: رجلٌ يكتب الفقه وبجنبه رجلٌ يقرأ القرآنَ، فلا يمكنه استماع القران، فالإثم على القارى. وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم: أي لأنه يكون سبباً لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم تأمل"۔

"وفي شرح المنية: والأصل أن الاستماع للقران فرض كفاية؛ لأنه لإقامة حقه بأن يكون ملتفتاً اليه غير مضيع، وذلك يحصل بإنصات البعض، كما في رد السلام حين كان برعاية حق المسلم كفى فيه البعض عن الكل، إلا أنه يجب على القارى احترامه بأن لايقرأ في

(١) (حاشية التفسيرات الأحمدية، ص: ٤٢٦، سورة الأعراف، الجزء: ٩، مكتبه حقانية، پشاور)

الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأ فيها، كان هو المضيع بحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، وتمامه في :ط،ا،ح". ردالمحتار، ص: ٣٦٦(١) ـ

قال الطحطاوي: "يكره للقوم أن يقرأوا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات، وقيل: لابأس به". طحطاوی ،ص: ١٧٤ (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۵/ ۱۳۹۵ھ۔



(١) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلوة، فروع في القراءة خارج الصلاة ومطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣١٦/٥، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبيح والقراءة، رشيديه)

(٢) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ٣١٨، قديمي)

"وفي المحيط، يكره رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلين بالأعمال". (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ: ٣٣٠/٣، امجد اكيڈمي، لاهور)

الفصل الرابع فی القرآءۃ المسنونۃ فی الصلوۃ

(قرآءت کی مقدارِ سنت کا بیان)

قرأتِ مسنونہ

سوال[۳۱۷۶]: قرأتِ مسنونہ درمیانِ نماز جو کتب میں لکھی ہے، مثلاً مغرب میں "لم یکن الذین" سے سورۂ ناس تک، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے اس وقت کی نماز میں اتنی ہی لمبی قرأت کی جائے جیسی ان سورتوں میں کی جاتی ہے یا ان ہی درمیانی سورتوں کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسنون یہی ہے کہ ان سورتوں کو پڑھا جائے، کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے مگر عامۃً ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم

سوال[۳۱۷۷]: فقہ کی تمام کتب میں نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی سنتوں

---

(۱) "ویسن(فی الحضر) لإمام ومنفرد، ذکره الحلبی –والناس عنه غافلون– (طوال المفصل) من الحجرات إلی آخر البروج(فی الفجر والظهر،و) منها إلی آخر لم یکن". (أوساطه فی العصر والعشاء،و) باقیه (قصاره فی المغرب): أی فی کل رکعة سورة مما ذُکر، ذکره الحلبی". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدین: "(قوله: واختار فی البدائع عدم التقدیر الخ)"..................والظاهر أن المراد عدم التقدیر بمقدار، بل تارةً یقتصر علی أدنی ماورد کأقصر سورة من طوال المفصل فی الفجر بالمعوذتین أوأقصر سورة من قصاره عند ضیق وقت أونحوه من الأعذار؛ لأنه علیه الصلاة والسلام قرأفی الفجر بالمعوذتین لمّاسمع بکاء صبیٍ خشیة أن یشق علی أمه. وتارةً یقرأ أکثرماورد إذا لم یملّ القوم". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۱/ ۵۴۰، ۵۴۱، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاة : ۱/ ۵۹۳، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة : ۱/ ۳۳۳،دارالکتب العلمیة، بیروت)

7

میں ایک سنت قراءتِ مسنونہ بیان کی گئی ہے، لیکن عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ امام اس کی مطلق پابندی نہیں کرتے، بلکہ مغرب میں طوالِ مفصل یا عشاء میں سورۂ بقرہ وغیرہ پڑھا کرتے ہیں۔ تو کیا اماموں کا یہ عمل ترکِ سنت کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا پڑھنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ اکثر و بیشتر مفصلات کی قراءت کی جائے (۱) لیکن کبھی اس کے خلاف کر دیا جائے تو اس پر بھی کراہت کا حکم نہیں ہوگا، البتہ مقتدیوں کی رعایت بھی اہم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفصلات کو اہتمام سے پڑھنا

سوال [۳۱۷۸]: ۱...... دریافت طلب امر یہ ہے کہ فقہاء کے ذکر کردہ تفصیل طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل، قصارِ مفصل کے ساتھ قرأت کرنا کیسا ہے؟ اور یہ حکم صرف ائمہ کے لیے ہے یا منفرد کو بھی ہے؟

۲...... اسی ترتیب کو بلا کسی عذر کے عادۃً ترک کرنا یا مکمل سورت کے بجائے درمیانِ سورت سے چند آیات یا ایک آدھ رکوع پڑھنا اور عادۃً اکثر و بیشتر یا ہمیشہ اس طرح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور کوئی عادۃً ایسا کرتا ہو تو اس کو ٹوکنا اور مکمل سورت کے لیے متوجہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اس سنت کے مؤکدہ اور غیر مؤکدہ ہونے کی تصریح نہیں دیکھی، البتہ امام اور منفرد کا حکم مقدارِ قراءت

---

(۱) (راجع، ص: ۷۶، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "(قوله: أي في كل ركعة سورةً مماذكرُ): أي من الطوال والأوساط والقصار، ومقتضاه أنه لانظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات مع أنه ذكر في النهرأن القراءة من المفصل سنة، والمقدار المعين سنة أخرى. ثم قال: وفي الجامع الصغير: يقرأ في الفجر في الركعتين سورة الفاتحة وقدرأربعين أوخمسين، واقتصر في الأصل على الأربعين. وفي المجرد: مابين الستين إلى المائة، والكل ثابت من فعله عليه الصلاة والسلام.......... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار مايخفف على القوم ولا يثقل عليهم بعدأن يكون على التمام، وهكذا في الخلاصة". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۴ دارالكتب العلمية بيروت)

میں یکساں ہے، کمافی شرح المنیة، ص:۲۰۳(۱) والدرالمختار علی الشامی: ۱/٤٠٥(۲) والبحر الرائق:۱/٣٤٠(۳) ومراقی الفلاح، ص:۱٤۳(٤)۔

اس تفصیل کوفقہاء اہتمام سے ذکرکرتے ہیں اوراس کے دلائل بھی لکھتے ہیں، بعض کتب میں سنن کو جداگانہ بیان کیا ہےاورمستحبات کوجداگانہ اوراس تفصیل کوسنن میں شمار کیا ہے۔

۲......عادۃً ایسا کرنا خلافِ افضل کواختیارکرنا ہے،توجہ دلانا چاہیے:"بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورةً تامةً، اھ". شامی،ص: ۵۰۵(۵) ۔فقط واللہ اعلم۔

حررالعبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۳/۹/۸۷ھ۔

کیامسنون مقدار سے زیادہ مقتدی کی رضامندی کے باوجودمکروہ ہے؟

سوال[۳۱۷۹]: درمختارمیں تطویلِ قراءت علی قدرالسنة کومکروہ تحریمی کہاہےاوراس میں مقتدی

---

(۱) قال إبراهيم الحلبی: "(أما الطوال فمن سورة الحجرات إلی سورة البروج، وأما الأوساط فمن سورة البروج إلی سورة لم يكن، وأما القصار فمن سورة لم يكن إلی آخرالقرآن) .والمنفردكالإمام فی جميع ذلک". (الحلبی الكبير، باب صفة الصلاة، ص: ۳۱۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "ويسن (فی الحضر) لإمام ومنفرد،ذكره الحلبی، -والناس عنه غافلون- (طوال المفصل) من الحجرات إلی آخرالبروج". (الدرالمختار، فصل فی القراءة: ۱/۵٤۰، سعيد)

(۳) "قوله: (وفی الحضر طوال المفصل الخ) ......وأطلق فشمل الإمام والمنفرد كماصرح به في المجتبی من أنه يسن فی حق المنفردمايسن فی حق الإمام من القراءة". (البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹٤، رشيديه)

(٤) "وهذا التقسيم(لوكان) المصلی هذا(مقيماً)، والمنفرد والإمام سواء إن لم يثقل علی المقتدين بقراءته كذلک". (مراقی الفلاح شرح نورالإيضاح، فصل فی بيان سننها، ص: ۲٦۳، قديمی)

(۵) (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵٤۱، سعيد)

"الأفضل أن يقرأ فی كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورةً تامةً". (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض : ۱/٤۵۱، إدارة القران والعلوم الإسلاميه كراتشی)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الرابع فی القراءة : ۱/۷۸، رشيديه)

راضی ہو یا ناراض، اس کی بھی قید مذکور ہے۔ اگر مقتدی راضی نہ ہوں تب تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن اگر راضی ہوں تو پھر کیا وجہ ہے، پھر مکروہ تحریمی کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار کی وہ عبارت مع حوالۂ باب نقل کیجئے، تب اس کا جواب ہو سکے گا (۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۱/ ۸۷ھ۔

مغرب کی نماز طویل اور فجر وعشاء مختصراً پڑھانا

سوال [۳۱۸۰]: مغرب کی نماز میں رکوع پڑھنا اور عشاء وفجر میں سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے، امام صاحب قصداً سورہ والشمس عشاء کی پہلی رکعت میں ایک ہفتہ تک برابر روزانہ پڑھتے ہیں جب کہ دونوں رکعتوں میں رکوع پورا نہیں ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ پہلی رکعت میں رکوع شروع کیا اور تھوڑا سا پڑھا، رکعت پوری کی، دوسری رکعت میں دوسرا رکوع شروع کر دیا اور وہ بھی پورا نہیں کیا۔ کیا آج کل کے اماموں کو بھی اجازت ہے کہ مغرب کی عشاء اور فجر وعشاء کی مغرب، مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

(۱) تنبیہ: سائل کا درمختار کے حوالہ سے یہ کہنا کہ ''اگر مقتدی راضی ہوں تو تطویل قراءة على قدر السنة مکروہ تحریمی ہے'' صحیح نہیں، کیونکہ درمختار میں ''زائداً'' کی قید موجود ہے، تطویل قراءة على قدر السنة سے زائد ہو تو مقتدی اگر راضی ہوں تب بھی مکروہ تحریمی ہے لإطلاق الأمر بالتخفيف چنانچہ درمختار میں ہے:

''(و) يكره تحريماً (تطويل الصلاة) على القوم زائداً على قدر السنة في قراءة أو أذكار لإطلاق الأمر بالتخفيف، نهر''. (الدرالمختار). ''(قوله: لإطلاق الأمر بالتخفيف) وهو ما في الصحيحين ''إذا صلى أحدكم للناس فليخفف، فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير، وإذا صلى لنفسه فليطول ماشاء''. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۴، سعيد)

مقتدیوں کی رضامندی کے باوجود طویلِ قراءت على قدر السنة کی کراہت کی علت درمختار کی عبارتِ مذکورہ میں ہے، یعنی: ''لإطلاق الأمر بالتخفيف''.

جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے ۔

آج کل کے نوجوانوں کا یہ حلیہ کچھ نہ پوچھ
مونچھ کی داڑھی بنی اور بن گئی داڑھی کی مونچھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح سب کی نماز ادا ہو جائے گی ، امام صاحب پر اعتراض غلط ہے ، اعلیٰ بات یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے ، فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل ، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل (سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک) مغرب میں قصارِ مفصل (پارۂ عم کے اخیر کی سورتیں) (۱) ، عشاء میں سورۂ والشمس پڑھنے کی ترغیب خود حدیثِ پاک میں ہے (۲) ، لہٰذا اس پر اعتراض کرنا غلط اور ناواقفیت ہے ۔ مغرب کی نماز

(۱) "(و) يسنّ (في الحضر طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر ، والظهر ، و) منها إلى آخر لم يكن. (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب): أي في كل ركعة سورةً مما ذُكر .... أي من الطوال، والأوساط، والقصار، ومقتضاه أنه لانظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات". (الدر المختار : ۱/۵۳۹، ۵۴۰، كتاب الصلوة، فصل في القراءة ، مطلب : السنة تكون سنة عين وسنة كفاية ، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة ، الباب الرابع: ۱/۷۷، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه ، قال: كان معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه يصلي مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فصلى ليلةً مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم العشاء ، ثم أتى قومه فأمّهم، .... فأقبل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على معاذ، فقال: "يامعاذ! أفتّانٌ أنت؟ اقرأ: ﴿والشمس وضحاها﴾ الحديث". أي في الركعة الأولى". (مرقاة المفاتيح: ۲/۵۶۰-۵۶۲، كتاب الصلوة، باب القراءة في الصلوة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۸۳۳، رشيديه)

(وكذا في الصحيح لمسلم: ۱/۱۸۷، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء ، قديمي)

"عن عبدالله بن بريدة رضي الله تعالىٰ عنه عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه ، قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، يقرأ في العشاء الآخرة بالشمس وضحاها". الحديث. (جامع الترمذي: ۱/۶۸، أبواب الصلوة، باب ماجاء في القراءة في صلاة العشاء ، سعيد)

(وسنن النسائي: ۱/۱۵۵ ، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء الآخرة بالشمس وضحاها، قديمي)

میں اگر کوئی رکوع یا چند آیت پڑھ لے تب بھی نماز نہ فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ۔

امام صاحب بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں اور مقتدی بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں، بےفکر نہ ہوں اور اپنی کوتاہیوں سے غافل ہوکر دوسروں ہی کی عیب جوئی میں لگ جائیں گے تو تباہ ہوجائیں گے اور کبھی اپنی اصلاح کی توفیق نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲۱ھ۔

عشاء میں قراءت طویل کرنا

سوال[۳۱۸۱]: عشاء کی نماز میں تین چار رکوع کی مقدار قراءت طویل کرنا کیسا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ عموماً مصلیوں کو اس قسم کے طولِ قراءت کی شکایت ہو؟ بینوا توجروا۔

السائل: حافظ عبدالکریم رسولپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء کی نماز میں اوساطِ مفصل یعنی "سورۂ بروج" سے "لم یکن" تک بیچ کی سورتیں پڑھنا مسنون و مستحب ہے، اگر مقتدی راغب ہوں تو اس سے طویل قراءت بھی جائز ہے، اگر مقتدی راغب نہ ہوں بلکہ چھوٹی سورتوں کو پڑھنے سے خوش ہوں تو قراءت مختصر کرنی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام کو طویل قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ مقتدی راغب نہ ہوں:

"ویسن طوال المفصل من الحجرات إلی اٰخر البروج فی الفجر والظهر، ومنها إلی اٰخر لم یکن أوساطه فی العصر والعشاء". درمختار: ۱/۸۰(۱)۔

"عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا أمّ أحدكم الناس، فلیخفف، فإن فیهم الصغیر والكبیر والضعیف والمریض، فإذا صلی وحده،

(۱) (الدرالمختار، فصل فی القراءۃ: ۱/۵۴۰، سعید)

فليصل كيف شاء". رواه الترمذی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ ۵/ ۵۲ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۲ھ۔

امام کا فرض نماز میں ختمِ قرآن

سوال[۳۱۸۲]: ایک امام صاحب فجر کی نماز میں قرآن مجید کو "الٓمٓ" سے پڑھتے ہیں جس طرح تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے، اور ختم ہو جاتا ہے تو پھر شروع سے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، ان کا کئی سال سے یہی دستور ہے۔ علاوہ ازیں بہت بہت جلدی جلدی آہستہ آواز سے، بسا اوقات مقتدی سننے سے محروم رہتے ہیں اور مقتدی ان کے اس پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ازروئے شرع امام کے اس فعل میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا اس طرح پڑھنا خلافِ سنت ہے ان کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً جب کہ مقتدی اس سے راضی نہیں ہیں، گو نماز اس سے صحیح ہو جاتی ہے، فاسد نہیں ہوتی۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ فجر میں

---

(۱) (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف: ۱/ ۵۵، سعيد)

(وبمعناه في صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب إذا صلى لنفسه فليطول ماشاء: ۱/ ۹۷، قديمی)

"(قوله: أي في كل ركعة سورة مما ذُكر) .... أو قرأ في العصر أو العشاء سورتين من أوساط المفصل تَزِيدانِ على عشرين أو ثلاثين آيةً كالغاشية والفجر، يكون ذلك موافقاً للسنة على مافي المتون لا على الرواية .... عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أنه كتب إلي أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه: أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل، وفي المغرب بقصار المفصل .... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار مايخف على القوم، ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، هكذا في الخلاصة". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۹۵، ۵۹۶، رشيديه)

طوالِ مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں وقت کی گنجائش اور مقتدیوں کے تحمل کی رعایت سے پڑھا کریں (۱)۔ اگر وقت میں کمی ہو یا مقتدیوں میں تحمل نہ ہو تو اس سے چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ اگر وقت زیادہ ہو اور مقتدی راغب ہوں تو اس سے بڑی سورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے (۳)۔ اگر تمام قرآن کریم نماز میں پڑھنا ہو تو اپنی تنہا نماز میں پڑھیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ گنگوہی۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف۔

سورتوں میں بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار

سوال [۳۱۸۳]: سورتوں کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار کیا ہے؟ "مزمل" اور "نبأ" میں

---

(۱) قال ابن عابدینؒ: "(قوله: إلا بالمسنون) وهو القراءة من طوال المفصل في الفجر والظهر و أوساطه في العصر والعشاء وقصاره في المغرب". (ردالمحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/ ۳۹۲، سعید)

(۲) "وفي الضرورة بقدر الحال، وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام". (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۳۹، ۵۴۱، سعید)

"الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورةٌ تامةٌ.......... والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدارٍ معينٍ لكل أحد وفي كل وقت .... بل تارةً يقتصر على أدنى ماورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت، أو نحوه من الأعذار؛ لأنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لمّا سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه. وتارةً يقرأ أكثر ماورد إذا لم يملّ القوم .... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار مايخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، وهكذا في الخلاصة". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۱، سعید)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۹۵، ۵۹۶، رشیدیه)

(۳) "ان الأفضل قراءة سورة واحدة، ففي جامع الفتاویٰ روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ أنه قال: لاأحب أن يقرأ سورتين بعد الفاتحة في المكتوبات، ولو فعل لايكره، وفي النوافل لا بأس به".

(ردالمحتار، فصل في بيان تاليف انتهائها: ۱/ ۳۹۲، سعید)

دوگنا فرق ہے مگر برابر ہیں تقریباً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیات گنتی میں برابر ہوں مگر وہ زیادہ چھوٹی بڑی ہوں تو حروف کو شمار کرلیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرنا

سوال[۳۱۸۴]: ایک رکعت میں زیادہ پڑھنا اور ایک میں کم کیسا ہے، مثلاً کوئی شخص تراویح کی ایک رکعت میں "عم" کا تمام پارہ پڑھے اور دوسری رکعت میں "الٓمّ" کا نصف رکوع نماز میں کچھ فساد تو نہ ہوگا؟

المستفتی: عبدالمجید، ہیڈ ماسٹر ساڑھودری از کرنال۔

---

(۱) "لو قرأ في الأولى "والعصر" وفي الثانية "الهُمَزة" فرمز في القنية أولاً أنه لا يكره، ثم رمز ثانياً أنه يكره، وقال: لأن الأُولى ثلاث آيات والثانية تسع، وتكره الزيادة الكثيرة. وأما ما روى أنه عليه الصلاة والسلام "قرأ في الأولى من الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية هل أتاك حديث الغاشية" فزاد على الأولى بسبع، لكن السبع في السور الطوال يسيرٌ دون القصار؛ لأن الستّ هنا ضعف الأصل والسبع ثمه أقل من نصفه: أى أن الست الزائد في الهُمزة ضعف سورة العصر، بخلاف السبع الزائد في الغاشية فإنها أقل من نصف سورة الأعلى فكانت يسيرةً .... والذى تحصل من مجموع كلامه وكلام القنية: أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيدٌ بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذٍ فيها، أما السور الطويلة أو القصيرة المتفاوتة فلا يعتبر العدد فيهما، بل يعتبر ظهور الإطالة من حيث الكلمات وإن اتحدت آيات السورتين عدداً. هذا مافهمته، والله تعالىٰ أعلم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

"عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يطول في الركعة الأولى من صلوة الظهر، ويقصر في الثانية، ويفعل ذلك في صلوة الصبح". (صحيح البخارى، باب يطول في الركعة الأولىٰ: ۱/۱۰۷، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دارالكتب العلميه، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اس قدر پہلی رکعت کو لمبا کرنا خلافِ افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ شوال/ ۵۵ھ۔

دوسری رکعت کو پہلی سے طویل کرنا

سوال[۳۱۸۵]: زید نے نماز فجر کی اول رکعت میں سورۂ قلم کا اخیر رکوع تلاوت کیا اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ قیامہ تلاوت کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ درصورتِ ہذا نماز میں کیا زیادتی ہوئی اور کیا کمی ہوئی؟ برائے مہربانی مع حوالۂ کتاب اللہ وکتبِ احادیث معتبرہ وکتبِ فقہ سے مفصل مدلل تحریر فرمائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے اور فجر کی پہلی رکعت کا طویل کرنا دوسری سے بہتر ہے اور اس کا عکس مکروہ ہے، یعنی دوسری طویل کی جائے اور پہلی قصیر، لیکن معمولی طور پر فجر کی کبھی دوسری رکعت طویل ہوجائے تو مکروہ نہیں، چنانچہ کلمات اور حروف کی شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اتنا طول نہیں ہوا جس سے نماز مکروہ ہوتی:

"وتطال أولیٰ الفجر فقط، وقيد بالأولیٰ؛ لأن إطالة الثانية على الأولى تكره إجماعاً، اھ". بحر............ "أقول: وفي شرح منية المصلي للحلبي: وفي القنية: إن قرأ في الأولىٰ "والعصر" وفي الثانية "الهُمزة" يكره؛ لأن الأولىٰ ثلٰث ايات، والثانية تسع ايات، وتكره الزيادة الكثيرة. وأما ماروى أنه صلى الله عليه وسلم "قرأ في الأولیٰ من الجمعة: ﴿سبح اسم ربك

(۱) "(قوله: مطلقاً) .... وقيد بالفرض؛ لأنه يسوى في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۸، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، في صفة الصلاة، ص: ۳۱۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

الأعلی﴾ وفی الثانیة: ﴿هل أتاك حدیث الغاشیة﴾ فزاد الثانیة علی الأولیٰ بسبع، لكن السبع فی السور الطوال یسیرٌ دون القصار؛ لأن الست هنا ضعف الأصل والسبع ثمة أقل من نصفه، فعلم منه أن الإطالة المذكورة إنما تكره إذا كانت فاحشةَ الطول من غیر نظر إلیٰ عدد الأیات". بحر: ١/٣٤٢(١)۔ وكذا فی الشامی: ١/٣٦٢، مطبوعه نعمانیه دیوبند(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٥/ جمادی الاولیٰ/ ٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ٦/ جمادی الاولیٰ/ ٦٦ھ، صحیح: عبداللطیف۔

دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے کراہت آئے گی؟

سوال[٣١٨٦]: پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں کس قدر آیتیں زیادہ ہوجائیں جو نماز کے مکروہ ہونے کا سبب ہوگا؟

محمد صلاح الدین، شملہ بل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین آیات کی مقدار زیادتی سے کراہت تنزیہی ہوگی، طحطاوی، ص:١٩٣(٣)، مگر یہ ان چھوٹی سورتوں

---

(١) (البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ١/٥٩٧، رشیدیه)

(٢) (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ١/٥٤٣، سعید)

"عن نعمان بن بشیر رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان یقرأ فی العیدین ویوم الجمعة بسبح اسم ربک الأعلی وهل أتاک حدیث الغاشیة. قال: وربما اجتمعا فی یوم واحد فقرأ بهما". (سنن أبی داؤد، باب مایقرأ فی الجمعة: ١/١٥٩، مكتبه دارالحدیث، ملتان)

"عن عبدالله بن أبی قتادة عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان یطول فی الركعة الأولی من صلوة الظهر، ویقصر فی الثانیة، ویفعل ذلک فی الصبح". (صحیح البخاری، باب یطول فی الركعة الأولی: ١/١٠٧، قدیمی)

(وكذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ١/٥٩٧، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ١/٣٣٥، دارالكتب العلمیه، بیروت)

(٣) "(و) یكره (تطویل) الركعة (الثانیة علی) الركعة (الأولی) بثلاث آیات فأكثر، لا تطویل الثالثة؛ لأنه =

میں ہے جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہیں ورنہ بڑی سورتوں میں جن کی آیات میں بڑے چھوٹے ہونے کا نمایاں فرق ہو حروف کی گنتی کا اعتبار ہوگا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کے سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں تو کراہت ہوگی ورنہ نہیں ۔جو سورتیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ کراہت میں داخل نہیں، شامی:۱/۳۶۴(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری رکعت پہلی رکعت سے کس قدر طویل ہوسکتی ہے؟

سوال[۳۱۸۷]: بعض مساجد کے امام پہلی رکعت میں صرف ایک دو بڑی آیتیں پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں دس پندرہ آیتوں والی سورت مثلاً "والضحیٰ، والطارق" وغیرہ پڑھتے ہیں تو اس طرح پڑھنا کیسا ہے؟ آیتوں کے حروف کی تعداد پہلی رکعت سے حروف کی تعداد میں کتنا ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں حروف گن کر دیکھ لیں، دوسری رکعت میں جس قدر حروف زائد ہوں، وہ اگر پہلی

= ابتداء صلاة نفل". (مراقي الفلاح). "(قوله : بثلاث آيات) إنما قيد بها؛ لأنه لا كراهة فيما دونها لما ورد أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى الفجر بالمعوذتين والثانية أطول من الأولى بآية، وكراهة الإطالة بالثلاث فأكثر في غير ماوردت به السنة تنزيهية، كذا في السيد". (حاشية الطحطاوي، فصل في بيان مكروهات الصلاة ،ص: ۳۵۱، قديمي)

(۱) "الحاصل أن سنية إطالة الأولى على الثانية وكراهية العكس إنما تعتبر من حيث عدد الآيات إن تقاربت الآيات طولاً وقصراً، فإن تفاوتت تعتبر من حيث الكلمات، فإذا قرأ في الأولى من الفجر عشرين آيةً طويلةً وفي الثانية منها عشرين آيةً قصيرةً تبلغ كلماتها قدر نصف كلمات الأولى، فقد حصل السنة، ولوعكس كره. .... (قوله: واستثنى في البحر ماوردت به السنة): أي كقراءته -عليه الصلاة والسلام- في الجمعة والعيدين في الأولى بالأعلى وفي الثانية بالغاشية، فإنه ثبت في الصحيحين مع أن الأُولى تسع عشرة آيةً والثانية ستة وعشرون آيةً". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دارالكتب العلمية، بيروت)

رکعت والی سورۃ کے نصف سے زائد ہیں تو مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

سنت میں دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل ہونا

سوال[۳۱۸۸]: چار رکعت سنت نماز میں پہلے چھوٹی سورت بعد میں بڑی سورت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کرنا مناسب نہیں ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۹ھ۔

مقتدیوں کے کہنے کے موافق نماز میں سورتیں پڑھنا

سوال[۳۱۸۹]: ہماری مسجد میں امام ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آج یہ سورت پڑھئے اور آج یہ سورت پڑھئے اور وہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔یہ کیسا ہے اور مصلیان کا کہنا جائز ہے یا نہیں، نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہو جائے گی مگر مقتدیوں کو نہیں چاہیے کہ امام کو اپنے پابند کریں اور امام کے لئے بھی یہ پابندی لازم نہیں۔فقط واللہ اعلم۔

غصہ اور جھنجلاہٹ کی وجہ سے قرأت طویل کرنا

سوال[۳۱۹۰]: امام کی طبیعت میں تکدر ہے، بعض دفعہ حالاتِ خفگی میں قرأت اس قدر طویل

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان المسئلة: "دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے کراہت آئے گی"؟)

(۲) "(قوله: مطلقاً) .... وقيد بالفرض؛ لأنه يسوى في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر .... قال في شرح المنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض فيما لم يرد به تخصيص من التوسعة كجوازه قاعدًا بلا عذر ونحوه، وأما إطالة الثالثة على الثانية والأولى، فلا تكره، لما أنه شفع آخر". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۸، رشيديه)

کرتے ہیں کہ جس سے مقتدی تکلیف محسوس کرکے یہ ارادہ کرنے لگتے ہیں کہ نیت توڑکر بھاگ جائیں، امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

کسی جھنجلاہٹ یا خفگی کی وجہ سے قراءت طویل کرنا غلط ہے ایسا نہیں چاہیئے، مقتدیوں کے حال کی رعایت رہنی چاہئے کہ ان میں بوڑھے، ضعیف، بیمار سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۱)، شریعت نے اس کی رعایت رکھتے ہوئے طوال، اوساط، قصار کی قرأت تجویز کی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "وکره تطويل الصلوة، كذا في التبيين، وينبغي للإمام أن لايطول بهم الصلوٰة بعد القدر المسنون، وينبغي له أن يراعي حال الجماعة، هكذا في الجوهرة النيرة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، والفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر والظهر وأوساطه في العصر والعشاء، وقصاره في المغرب، كذا في الوقاية". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوٰة، الباب الربع في صفة الصلوٰة: الفصل الرابع في القرأة: ۱/۷۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوٰة، فصل في القرأة: ۱/۵۳۹، ۵۴۰، سعيد)

الفصل الخامس فی تکرار السورة والآیة وتعددها وترتیبها

(ایک رکعت میں ایک سورت وآیت کا تکرار وتعدد اور ترتیب)

ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھنا

سوال[۳۱۹۱]: اول: اگر کوئی شخص کسی ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھے، مثلاً "سورۂ نبأ" کے بعد "قل هو الله" پھر "ناس" کیا یہ جائز ہے؟

دوم: کیا ہر سورت کے شروع کرتے وقت "بسم الله" پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرائض میں نامناسب، نوافل میں مضائقہ نہیں، طحطاوی، ص:۱۹۴(۱)۔ جہری نماز میں سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے، سری میں پڑھے، یہی طریقہ بہتر ہے، طحطاوی، ص:۱۴۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "ویکره الانتقال لآیة من سورتها ولو فصل بآیة، والجمع بین سورتین بینهما سور أو سورة، فی الخلاصة: لایکره هذا فی النفل". (مراقی الفلاح). "(قوله: لایکره هذا فی النفل) یعنی القراءة منکوساً، والفصل والجمع كما هو مفاد عبارة الخلاصة .... وهذا كله فی الفرائض، أما فی النوافل لایکره". (حاشیة الطحطاوی، فصل فی المکروهات، ص:۳۵۲، قدیمی)

(وكذا فی ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وكذا فی النهر الفائق، باب صفة الصلوة: ۱/۲۳۷، إمدادیه)

(۲) "وعن محمد أنها تسن فی السریة دون الجهریة لئلا یلزم الإخفاء بین جهرین، وهو شنیعٌ، واختاره فی العنایة والمحیط". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بیان سننها، ص:۲۶۰، قدیمی)

(وكذا فی بدائع الصنائع، فصل فی سنن الصلاة: ۲/۳۷، دار الکتب العلمیة، بیروت)

"بسم اللہ" فاتحہ اور سورة کے درمیان پڑھ لینا بہتر اور اولیٰ ہے، نماز سری ہو یا جہری: ....=

ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا

سوال[۳۱۹۲]: ایک امام نے صبح کی نماز میں فاتحہ کے بعد "سورۂ جمعہ" پڑھا پھر "إنا أنزلنا" پڑھا اور دوسری رکعت میں "سورۂ ألم تر کیف" سے لےکر "سورۂ ناس" تک پڑھا۔ کیا اس طرح فرض نمازوں میں سورتوں کا ملانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح ایک رکعت میں متعدد سورتوں کو فرض نماز میں جمع کرنا ثابت نہیں، اس لئے خلافِ سنت ہے، لیکن نماز پھر بھی ادا ہوگئی (۱)، سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا، کیونکہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۸ھ۔

= "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه: أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یسّر ببسم الله الرحمٰن الرحیم وأبو بکر وعمر رضي الله تعالیٰ عنهما". رواه الطبراني في الکبیر والأوسط ورجاله موثقون، مجمع الزوائد".

"وعن أنس بن مالک قال: صلیت خلف النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وأبي بکر وعمر وعثمان رضي الله تعالیٰ عنهم، فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العلمین لایذکرون بسم الله الرحمن الرحیم في أول قراءة ولا في آخرها". رواه مسلم". (إعلاء السنن، باب سنیة التعوذ والتسمیة وترک الجهر بهما: ۱۸۵/۲، إدارة القرآن، کراچي)

"(قوله: لاتسن) وقال محمد: تسن إن خافت، لا إن جهر .... وذکر في المصفی أن الفتویٰ علی قول أبي یوسف أنه یسمي في أول کل رکعة ویخفیها .... وإنما اختیر قول أبي یوسف؛ لأن لفظة الفتویٰ آکد وأبلغ من لفظة المختار، ولأن قول أبي یوسف وسطٌ، وخیر الأمور أوسطها، کذا في شرح عمدة المصلي.

(قوله: ولا تکره اتفاقاً) وبهذا صرح في الذخیرة والمجتبیٰ بأنه سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً، کان حسناً عند أبي حنیفة، ورجحه المحقق ابن الهمام". (ردالمحتار، فصل في بیان تالیف الصلاة إلی إنتهائها: ۴۹۰/۱، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۵۴۵/۱، رشیدیه)

(۱) "وإذا جمع بین سورتین سور أو سورة واحدة في رکعة واحدة، یکره، أما في رکعتین إن کان بینهما =

ایک رکعت میں متعدد سورتیں درمیان میں چھوڑ کر پڑھنا

سوال[۳۱۹۳]: ایک شخص ایک ہی رکعت میں "والضحیٰ، ألم نشرح، والتین" پڑھ کر درمیان کی سورتیں چھوڑ کر "الم ترکیف" سے شروع کردیتا ہے اور "والناس" پر ختم کردیتا ہے، سب کچھ ایک ہی رکعت میں کرتا ہے۔ اس میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ ہے: "لو انتقل فی الرکعة الواحدة من اٰیة إلی اٰیة یکره وإن کان بینهما اٰیات بلاضرورة، فإن سها ثم تذکر یعود مراعات ترتیب الاٰیات، شرح المنیة. أما فی رکعة .... فیکره الجمع بین سورتین بینهما سور أو سورة، فتح، اه". ردالمحتار: ۱/۵۷، قبیل باب الإمامة(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ربیع الاول/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الأول/ ۵۹ھ۔

ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا

سوال[۳۱۹۴]: ہر رکعت میں اگر ایک ہی سورت پڑھی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اگر مجبوری کے سبب ایسا کرے تو کیا حکم ہے؟

= سور، لایکره". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، مکتبه إمدادیه ملتان)

(۱) (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

"وإذا جمع بین سورتین بینهما سور أو سورة واحدة فی رکعة واحدة، یکره، أما فی رکعتین إن کان بینهما سور، لایکره". (الفتاویٰ العالمکیریة، القصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، مکتبه إمدادیه ملتان)

7

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی کو ایک ہی سورت یاد ہو تو وہ اسی سورت کو پڑھے گا اور اس میں کوئی کراہت نہیں، اگر اَور سورت بھی یاد ہو تو فرض نماز میں قصداً ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا مکروہ ہے، بھولے سے ایسا کرنا مکروہ نہیں، نوافل میں مطلقاً مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا

سوال[۳۱۹۵]: ایک امام نے صبح کی نماز میں "سورۂ دھر" کا پہلا رکوع پہلی رکعت میں پڑھا اور دوسرا رکوع دوسری رکعت میں پڑھا، یعنی ایک ہی سورت کے دونوں رکوع سے دونوں رکعت پڑھا دی اور یہ نہیں کہ ہر رکعت میں مستقل پوری سورت پڑھے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑی ایک سورت میں دو رکعت پوری کردے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس طرح نماز نہیں ہوئی اور وہ ایک سورت کو ایک ہی رکعت میں تمام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے مگر صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی، جو شخص فاسد کہتا ہے اس کا یہ خیال خود فاسد ہے، اس طرح تو خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ سے دو رکعت پڑھائی، کچھ حصہ پہلی رکعت

---

(۱) "ولا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية". (الدرالمختار). "أفاد أنه يكره تنزيهاً .... هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم، نهر؛ لأن التكرار أهون من القراءة منكوساً، بزازية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۶، دارالكتب العلميه، بيروت)

میں کچھ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھنے والا دوسری رکعت میں کیا پڑھے؟

سوال[۳۱۹۶]: کسی نماز کی پہلی ہی رکعت میں بھول کر ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ پڑھ دی تو اب دوسری، تیسری اور چوتھی میں کون سی سورت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی سورت کو ہر رکعت میں پڑھ کر نماز پوری کرے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن معاذ ابن عبدالله الجهني أن رجلاً من جهينة –رضي الله تعالىٰ عنه –أخبره أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ في الصبح: (إذا زلزلت الأرض) في الركعتين كلتيهما، فلا أدري أنسي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أم قرأ ذلك عمداً". (سنن أبي داؤد، باب القراءة في العشاء: ۱/۱۱۸، دارالحديث، ملتان)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ في صلوة المغرب بسورة الأعراف، فرقها في ركعتين". (سنن النسائي، القراءة في المغرب بآلٓمّٓصٓ: ۱/۱۵۴، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن، ص: ۴۹۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "فإن اضطرّ بأن قرأ في الأولىٰ ﴿قل أعوذ برب الناس﴾. أعادها في الثانية إن لم يختم، نهر؛ لأن التكرار أهون من القرآءة منكوساً". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"ولا بأس بأن يقرأ سورةً ويعيدها في الثانية، كما روى من فعله عليه الصلاة والسلام، كذا في الشرح. وجزم في القنية بالكراهة، والظاهر أنها تنزيهية .... هذا إذا لم يضطرّ، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة، فإن فصل، قرأ في الثانية من البقرة، كذا في المجتبى". (النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتار خانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في كل ركعة بفاتحة الكتاب: ۱/۴۵۳، إدارة القرآن كراچی)

ایک رکعت میں ایک آیت یا سورت کو مکرر پڑھنا

سوال[۳۱۹۷]: کیا نماز میں ایک رکعت میں ایک سورت یا ایک آیت مکرر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اگر کوئی سورت یا آیت ایک ہی رکعت میں مکرر سہ کرر پڑھی جاوے تو کیا نماز میں حرج واقع ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہو جاتی ہے، لیکن فرض نماز میں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، نفل میں مکروہ نہیں:

"ویکره تكرار السورة فی ركعة واحدة من الفرض، وقيد بالفرض؛ لأنه لايكره فی النفل؛ لأن شانه أوسع؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قام إلى الصباح بآية واحدة يكررها فی تهجد، اه". مراقی الفلاح، ص: ۲۰۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

جس کو صرف دو سورتیں یاد ہوں اس کی نماز کا حکم

سوال[۳۱۹۸]: ایک بوڑھی عورت ہے، اس کو صرف دو سورتیں یاد ہیں: ﴿إنا أعطينا﴾ اور ﴿قل هو الله﴾ کوئی اَور سورت یاد نہیں۔ کیا اس سے اس کی نماز ہو جائے گی؟ دعائے قنوت بھی یاد نہیں، اس کی

---

(۱) (مراقی الفلاح، فصل فی المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمی)

"عن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة رضی الله تعالىٰ عنها أكان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يجمع بين السور؟ قالت: نعم من المفصل". رواه أبوداؤد وصححه ابن حزيمة".

"(قوله: عن عبدالله بن شقيق) قلت: حديث عائشة هذا، وكذا ابن مسعود الآتی: لقد عرفت النظائر التی كان النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرن بينهن الخ، كلاهما وَارِدَان فی صلاة التهجد، كما يشعر به سياقهما، فلا دلالة فيهما على جواز ذلک فی الفرض بلا كراهة تنزيهية، نعم! يؤخذ منهما أن الجمع بين السور فی ركعة من النوافل لايكره أصلاً، وهو قولنا معشر الحنفية". (إعلاء السنن، باب استحباب سورة فی ركعة، وجواز سورتين فصاعداً فيها الخ: ۱۱۸/۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۵۴۶/۱، سعيد)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثانی فيما يكره الصلاة ومالا يكره: ۱۰۷/۱، رشيديه)

جگہ ﴿قل ھو اللہ﴾ پڑھتی ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کوئی چھوٹی دعا تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز میں ﴿إنا أعطینا﴾ اور ﴿قل ھو اللہ﴾ پڑھنے سے بھی آپ کی نماز ہو جاتی ہے(۱)۔قنوت کی جگہ وتر میں ﴿إھدنا الصراط المستقیم﴾ آخر تک پڑھ لیا کرے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/ ۵/ ۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

تکرارِ آیت

سوال[۳۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ ذیل میں:

جو امام فرض نمازوں میں آیتوں کا تکرار کرے سہواً یا شبہتاً یا عادۃً لوٹا لوٹا کر پڑھے تو یہ کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه أخبرنی أخی قتادة بن نعمان أن رجلاً قام فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقرأ من السحر ﴿قل ھو اللہ أحد﴾ لایزید علیھا، فلما أصبحنا أتی الرجل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نحوه. أخرجه البخاری".

"(قوله: عن أبی سعید) .... قال فی مراقی الفلاح: ویکره تکرار السورة فی رکعة واحدة من الفرض، وکذا تکرارھا فی الرکعتین إن حفظ غیرھا وتعمده لعدم وُروده، وإن لم یحفظه وجب قراء تھا لوجوب ضم السورة للفاتحة، وإن نسی لایترک". (إعلاء السنن، باب قراء ة القرآن منکوساً فی الصلاة وغیرھا الخ: ۴/۱۲۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی)

(۲) "(قوله: وھو مطلق الدعاء): أی قنوت الواجب یحصل بأیّ دعاء کان. فی النھر: وأما خصوص "اللھم إنا نستعینک" فسنةٌ فقط، حتی لو أتی بغیره، جاز إجماعاً". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: واجبات الصلاة: ۱/۴۶۸، سعید)

"ومن لایحسن القنوت یقول: "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة" الآیة. وقال أبواللیث: یقول: "اللھم اغفرلی" یکررھا ثلاثاً، وقیل؛ یقول: "یارب"، ثلاثاً، ذکره فی الذخیرة". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۶، رشیدیه)

مکروہ ہے یا مفسد؟ اور مفسد اور مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نماز میں قصداً بلا عذر آیت کا تکرار کرنا مکروہ تنزیہی ہے، سہواً یا شبہتاً مکروہ نہیں ہے:

"وإذا كرّر آيةً واحدةً مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي واحدةً، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلوة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان، فلا بأس، هكذا في المحيط". عالمگیری: ۱۰۶/۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۰/۲۵ھ۔

جواب صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔

"اهدنا الصراط المستقيم" کو دوبارہ پڑھنا

سوال [۳۲۰۰]: ۱......زید نے سورۂ فاتحہ "مستقیم" تک پڑھا اور پھر زید نے صرف ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ دوبارہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ کو مکمل کیا تو ایسی صورت میں جب کہ ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ کو مکرر پڑھ لیا گیا تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوئی یا نہیں؟ جب کہ سجدۂ سہو وغیرہ نہیں کیا گیا، آپ دونوں طرح کا جواب لکھئے، یا عمداً کیا ہوا ہو یا شک کی وجہ سے؟

۲......بعض آدمی نماز میں رکوع سے کھڑے ہو کر سجدہ میں جاتے وقت دونوں زانوں سے کپڑا اٹھاتے ہوئے یا سمیٹتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں، دونوں ہاتھوں سے کیا۔ اس سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......عمداً ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ کو دوبارہ پڑھا ہو یا شک کی وجہ سے، بہر صورت سجدۂ سہو

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة ومالا يكره: ۱۰۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالايكره الخ، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

واجب نہیں نماز ہوگئی (۱)۔

۲......اگر معمولی حرکت سے کپڑے کو درست کرتے ہیں تا کہ سجدہ آسانی سے ہو جائے کوئی تنگی نہ ہوتو بھی نماز ہو جائے گی، ناجائز نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نماز میں پوری سورت سے کچھ کم پڑھنا

سوال[۳۲۰۱]: نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سورتیں ہی پڑھنا ثابت ہے یا کہیں مختلف بھی پڑھنا ثابت ہے، یعنی کوئی رکوع کسی سورت کا اور کوئی رکوع کسی سورت کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا بھی ثابت ہے(۳) اور ایک سورت سے کم پڑھنا بھی ثابت ہے(۴)۔ بخاری شریف:۱/۱۰۶میں ہے:

---

(۱) "وإذا كرر آيةً واحدةً مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحدة، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلاة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان، فلا بأس، هكذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالا يكره: ۱/۱۰۷، رشيديه)
(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالا يكره الخ، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(۲) "(و) كره (كفه): أى رفعه (وعبثه به): أى بثوبه (و بجسده) للنهي إلا لحاجة". (الدر المختار).
"(قوله: إلا لحاجة) كحك بدنه لشيئٍ أكله وأضره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه، وهذا لوبدون عمل كثير". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

(۳) "عن زياد بن علاقة عن عمه قطبة بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ في الفجر "والنخل باسقات" في الركعة الأولى". (سنن الترمذى، باب ماجاء في القراءة في الصبح: ۱/۶۷، سعيد)

(۴) "عن معاذ ابن عبدالله الجهني أن رجلاً من جهينة –رضي الله تعالىٰ عنه– أخبره أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ في الصبح: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ في الركعتين كلتيهما، فلا أدري أنسي رسول=

"عن عبداللّٰه بن السائب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قرأ النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم "المؤمنون" فی الصبح، حتی إذا جاء ذکر موسیٰ وهارون أو ذکر عیسیٰ، أخذته سعلة، الخ"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمود عفی عنہ۔

عبداللطیف عفا اللہ عنہ، بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ۔

پہلی رکعت میں سورت کا آخر اور دوسری میں سورت کا اول حصہ پڑھنا

سوال[۳۲۰۲]: ایک امام صاحب نے صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورۂ یٰسین" کا آخری رکوع پڑھ کر اس کے متصل دوسری سورت "والصافات" کا پہلا رکوع پورا پڑھا۔ ایسے کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ درست ہوتی ہے، لیکن ایک رکعت میں پوری سورت

= الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أم قرأ ذلک عمداً". (سنن أبی داؤد، باب القراءة فی العشاء: ۱/۱۱۸، دارالحدیث، ملتان)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قرأ فی صلوة المغرب بسورة الأعراف، فرقها فی رکعتین". (سنن النسائی، القراءة فی المغرب بآلمٓص: ۱/۱۵۴، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، تتمات فیما یکره من القرآن، ص: ۴۹۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

"الأفضل أن یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورةً کاملةً فی المکتوبة، ولو قرأ بعض السورة فی الرکعة والبعض فی رکعة، قیل: یکره، وقیل: لا، وهو الصحیح". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه، کتاب الصلاة، الفرائض، نوع آخر: ۱/۴۵۱، إدارة القرآن)

(۱) (صحیح البخاری، باب الجمع بین السورتین فی رکعة والقراءة بالخواتیم وبسورة قبل سورة وبأوّل سورة: ۱/۱۰۶، قدیمی)

(وسنن ابن ماجه، باب فی صلوة الفجر، ص: ۵۹، میر محمد کتب خانه، کراچی)

پڑھنا افضل ہے:

"الأفضل أن يقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورةً کاملةً فی المکتوبة، وقيل : لايکره، وهو الصحيح .... ولو قرأ فی رکعة من وسط سورة أو من اخر سورة، وقرأ فی الرکعة الأخریٰ من وسط سورة أخریٰ أو من اخر سورة أخری، لاينبغی له أن يعمل ذلك علی ماهو ظاهر الرواية، ولکن لو فعل ذلك لا بأس به .... لو قرأ فی الرکعة الأولی آخر سورة وفی الرکعة الثانية رکعةً قصيرةً کمالوقرأ: ﴿امن الرسول﴾ فی رکعة و﴿وقل هو الله أحد﴾ فی رکعة، لا يکره، کذا فی التاتار خانية، اھ". فتاویٰ عالمگیری: ۱/۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا بہتر ہے

سوال [۳۲۰۳] : فرض نماز میں اگر امام ایک سورت کا ٹکڑا جس کی مقدار تین آیت سے زائد ہوا ایک رکعت میں اور دوسری سورت کا ٹکڑا دوسری میں پڑھے، یا ایک سورت کے دو ٹکڑے کرے نصف ایک رکعت میں نصف دوسری میں، یا ایک پوری سورت ایک رکعت میں اور دوسری رکعت میں دوسری سورت پڑھے۔ ان تینوں طریقوں میں بہتر کونسا طریقہ ہے؟ نوافل بھی انہیں سورتوں سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت جداگانہ پڑھی جائے، نماز تینوں طرح ہوجائے گی، نوافل کا بھی یہی حکم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیرية، الفصل الرابع فی القراءة : ۱/۷۸، رشيديه)

"الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورة تامة .... والجملة فيه أنه ينبغی للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف علی القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يکون علی التمام، هکذا فی الخلاصة". (ردالمحتار، فصل فی القراءة : ۱/۵۴۱، سعيد)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الصلاة، الفرائض، نوع آخر : ۱/۴۵۱، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "أی فی کل رکعة سورةً مما ذُکر، ذکره الحلبی، واختار فی البدائع عدم التقدير، وأنه يختلف =

نماز میں مختلف مقامات سے قراءت کرنا

سوال[۳۲۰۴]: مختلف پاروں سے نماز میں ایک ایک آیت پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں اس طرح پڑھنا کہ ایک آیت ایک پارہ کی، پھر دوسری آیت کسی اَور پارہ کی، تیسری آیت کسی اَور پارہ کی پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۷ھ۔

= بالوقت والقوم والإمام، مع أنهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعةٍ الفاتحة وسورة تامة الخ ". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۱، سعيد)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان: "پہلی رکعت میں سورت کا آخر اور دوسری میں سورت کا اول حصہ پڑھنا")

(۱) "عن سعيد بن المسيب رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مرّ ببلال رضي الله تعالىٰ عنه وهو يقرأ من هذه السورة ومن هذه السورة، فقال: "يا بلال! مررت بک وأنت تقرأ من هذه السورة ومن هذه السورة"؟ فقال: أخلطت الطيّب بالطيّب، فقال: "اقرأ السورة على وجهها" أو قال: "على نحوها". أخرجه أبوداؤد (وهو) مرسل صحيح، كذا في الإتقان".

"(قوله: عن سعيد بن المسيب) قلت: الظاهر من قول بلال رضي الله تعالىٰ عنه: "أخلطت الطيب بالطيب" أنه كان يجمع الآيات من سورٍ مختلفة، فأنكر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على ذلک، وقال: "اقرأ السورة على وجهها": أي لا تخلط السورة بغيرها في ركعة واحدة. وهذا هو قولنا معشر الحنفية. .... والحاصل أن الانتقال من آية من سورة إلى آية من سورة أخرى، أو من هذه السورة في ركعة واحدة مكروه مطلقاً، فرضاً كان أو نفلاً .... اهـ". (إعلاء السنن، باب استحباب سورة في ركعة، وجواز سورتين فصاعداً فيها الخ: ۴/۱۲۲، ۱۲۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(وكذا في ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيديه)

ایک سورت شروع کی پھر دوسری سورت کی طرف منتقل ہوگیا

سوال[۳۲۰۵]: اگر کوئی نماز میں ایک سورت یا ایک رکوع شروع کرے اور پھر فوراً ہی دوسری سورت یا رکوع شروع کردے ترتیب وغیرہ کا خیال کرکے۔کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیب کا خیال تو رکھنا چاہیے لیکن اگر بھول اور غلطی سے کوئی سورت یا رکوع خلافِ ترتیب شروع کردے تو اس کو چھوڑ کر ترتیب وار سورت اور رکوع پڑھنے کی ضرورت نہیں، یہ مکروہ ہے:

"وفي القنية: قرأ في الأولى: ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ وفي الثانية: " ألم تر كيف": أي نكس وفصل بسورة قصيرة. (قوله: ثم ذكريتم) أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصدٍ، فلو سهواً فلا، كما في شرح المنية. وإذا انتفت الكراهة، فإعراضه عن التي شرع فيها لاينبغي. وفي الخلاصة: افتتح سورةً وقصدُه سورةٌ أخرى، فلما قرأ ايةً أو ايتين أراد أن يترك تلك السورة، ويفتتح التي أرادها، يكره، اهـ. وفي الفتح: ولوكان : أي المقروّ حرفاً واحداً". شامی: ۱/۵۷۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۴/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

دوسورتوں میں فصل

سوال[۳۲۰۶]: امام نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں "إذا جآء" پڑھی اور دوسری میں "قل هو الله"۔ایسا کرنا منع تو نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

"افتتح سورةً، وقصد سورةً أخرى، فلما قرأ آيةً أو آيتين، أراد أن يترك السورة ويفتتح التي أرادها، يكره، وكذا لوقرأ أقل من آية وإن كان حرفاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، إمداديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قصداً ایسا کیا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، اگر بھول کر ایسا ہوگیا تو مکروہ بھی نہیں (۱)۔ فقط۔

دوسورتوں کے درمیان فصل

سوال[۳۲۰۷]: پہلی رکعت میں "قل یا أیہا الکافرون" دوسری میں "قل ھو اللّٰہ" تیسری میں "فلق" چوتھی میں "ناس" جائز ہے یا نہیں، مکروہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا کراہت جائز ہے، شامی: ۱/ ۳۶۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

چھوٹی سورت کو درمیان میں چھوڑنا

سوال[۳۲۰۸]: امام صاحب نے مغرب کی پہلی رکعت میں "ألم تر" پڑھا اور دوسری میں "لإیلف" چھوڑ کر "ارأیت الذی" پڑھا تو اس طرح نماز ہوگئی یا نہیں؟ کوئی کہتا ہے ہوگئی، کوئی کہتا ہے نہیں ہوئی۔

---

(۱) "(و) یکره (فصله بسورة بین السورتین قرأهما فی رکعتین) لما فیه من شبهة التفضیل والهجر، وقال بعضهم: لایکره إذا کانت السورة طویلةً الخ". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی مکروهات الصلاة، ص: ۳۵۲، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(۲) "(قوله: ویکره بسورة قصیرة) أما بسورة طویله بحیث یلزم منه إطالة الرکعة الثانیة إطالةً کثیرةً، فلا یکره، شرح المنیة، کما إذا کانت سورتان قصیر تان، وهذا لو فی رکعتین". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه، کتاب الصلاة، الفرائض فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة تامة: ۱/ ۳۵۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مغرب کی پہلی رکعت میں "ألـم تـر کیف" پڑھ کر دوسری رکعت میں "لإیلف" چھوڑ کر "أرأیت الذی" پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پہلی رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھ دی تو پھر کیا کرے؟

سوال[۳۲۰۹]: کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں پہلی رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھ دے تو اس کے لئے بقیہ تینوں رکعتوں میں کون سی سورت پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بقیہ میں بھی "قل أعوذ برب الناس" ہی پڑھے (۲) اگر یہ فرض نماز ہے تو صرف دوسری میں پڑھے

---

(۱) "ویکره الفصل بسورة قصیرة". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، قبیل باب الإمامة: ۱/۵۴۶، سعید)

"وهذا إذا كان بين السورتين سورتان أو أكثر، فإن كان بينهما سورة واحدة، يكره، إلا من ضرورة". (الحلبي الكبير، ص: ۴۹۳، تتمات فيما يكره من القرآن وما لايكره اهـ، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۷۸، رشيديه)

(۲) "فإن اضطرّ بأن قرأ في الأولىٰ: ﴿قل أعوذ برب الناس﴾، أعادها في الثانية إن لم يختم............ ؛لأن التكرار أهون من القرآءة منكوساً". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"ولابأس بأن يقرأ سورةً ويعيدها في الثانية كما روى من فعله عليه الصلاة والسلام، كذا في الشرح. وجزم في القنية بالكراهة، والظاهر أنها تنزيهية، .... هذا إذا لم يضطرّ، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة، فإن فصل قرأ في الثانية من البقرة، كذا في المجتبى". (النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في كل ركعة بفاتحة الكتاب: ۱/۴۵۳، إدارة القرآن، كراچي)

گا، اگر نفل یا سنت یا واجب ہے تو بقیہ سب رکعت میں پڑھے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

خلافِ ترتیب قرأت اور فتاویٰ دار العلوم کا ایک فتویٰ

سوال[۳۲۱۰]: نماز فرض وواجب میں خلافِ ترتیب قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ کتبِ معتبرہ میں سے کس میں اس کی تصریح ہے؟ شامی (۱)، شرح منیہ (۲) میں تو مطلقاً مکروہ لکھا ہے، لیکن بعض اردو فتاویٰ کی عبارت سے مکروہ تنزیہی معلوم ہوتا ہے (۳)۔

اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند جدید: ۲/۲۲۴، ''سوال: امام یا منفرد نماز فرض، سنت ونفل میں پہلی رکعت میں ''لإیلاف'' الخ دوسری رکعت میں سورۂ فیل'' کے جواب میں لکھا ہے کہ ''نماز فرض وواجب میں اس طرح برعکس ترتیب یعنی منکوس پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ واجب ہے'' (یعنی نماز) (۴)۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر درست

---

(۱) ''ویکره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً، إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة .... ولايكره في النفل شئى من ذلك''. (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۶، سعيد)

(۲) ''وفي فتاوىٰ النسفي: سئل أبو الفضل عمن قرأ في النفل في الأولىٰ ﴿تبت يدا أبي لهب﴾ وفي الثانية: ﴿إذا جاء نصر الله﴾ قال: ان يعتمد ذلك، يكره. وذكر القاضي الإمام أبوبكر أنه يكره في الفريضة ولا يكره في النفل، انتهى''. (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(۳) سوال میں ذکر کردہ عبارت ''بعض اردو فتاویٰ کی عبارت سے مکروہ تنزیہی معلوم ہوتا ہے'' تلاش بسیار کے بعد اردو فتاویٰ میں نہیں ملی، البتہ اردو فتاویٰ میں مطلق مکروہ لکھا ہے۔ دیکھئے: فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۲۴۶، کفایت المفتی: ۳/ ۴۵۲، عزیز الفتاویٰ: ۱/ ۱۷۱، امداد الفتاویٰ: ۱/ ۱۷۰، احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۴۴، اور زبدۃ الفقہ، کتاب الصلاۃ، ص: ۹۲۔ البتہ علم الفقہ، حصہ دوم، ص: ۲۷۰، میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

(۴) ''سوال: امام یا منفرد نماز فرض یا سنت ونفل پہلی رکعت میں ''لإیلاف'' اور دوسری رکعت میں سورۃ فیل یا پہلی میں سورۃ فیل اور دوسری میں ''ألم نشرح'' پڑھیں تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی یا مکروہ تنزیہی اور نماز قابلِ اعادہ ہے یا نہیں''؟

''جواب: نماز فرض وواجب میں اس طرح برعکس ترتیب یعنی معکوس پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور حسبِ قاعدہ: ''كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها'' اعادہ اس کا واجب ہے اور نوافل میں مکروہ نہیں ''وأن يقرأ منكوساً =

ہے تو اس کا ماخذ کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"یکرہ قراءة سورة منکوساً، قال ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ : " من قرأ القران منکوساً فھو منکوس" وما شرع لتعلیم الأطفال لیتیسّر الحفظ بقصر السور، اھ". مراقی الفلاح۔

"واستثنیٰ فی الأشباہ النافلة، فلا یکرہ فیھا ذلک، وأقرّ علیہ الغزوی والحموی، ونقلہ عن أبی الیسر، وجزم بہ فی البحر والدر وغیرھما. قال بعض الفضلاء : فیہ تأمل؛ لأن النکس إذاً کرہ خارج الصلوة، کمامرّ قولُہ: وما شرع لتعلیم الأطفال الخ، لکون الترتیب من واجبات التلاوة، ففی النافلة أولی، وکون باب النفل واسعاً لایستلزم العموم، بل فی بعض الأحکام، اھ". طحطاوی ،ص: ٢١٢ (١)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ خلافِ ترتیب نفل میں پڑھنے کو الأشباہ میں کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے اور غزوی وحموی نے اس کو برقرار رکھا ہے رد نہیں کیا، اور ابوالیسر سے اسے نقل کیا ہے، بحر، ورد وغیرہ نے اس پر جزم کیا ہے۔ الحاصل: یہ صاحب الاشباہ کا قول شاذ نہیں اور وہ اس میں منفرد نہیں، ہاں! بعض فضلاء نے اس پر تأمل کیا ہے جن کا نام ونشان کچھ مذکور نہیں۔

طحطاوی، ص: ٢٠٦، ٢٠٧، میں مکروہ تحریمی وتنزیہی کے درمیان فرق متعدد طُرق سے لکھا ہے:

"وقال ابن أمیر حاج: وکثیراً ما تطلق الکراھة علی کراھة التنزیہ: أی والأصل فی إطلاقھا التحریم، وحینئذٍ فلا بدمن النظر فی الدلیل الفارق بینھما، کما فی البحر والنھر، وحاصلہ أن الفعل إن تضمن ترک واجبٍ فمکروہ تحریماً، وإن تضمن ترک سنة فمکروہ تنزیھاً

= الخ، ولا یکرہ فی النفل شئ من ذلک الخ" درمختار، اورامام اور منفرد کا حکم اس بارے میں برابر ہے"۔
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٢/ ٢٢٣، مکتبہ إمدادیہ، ملتان)

(١) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروھات ،ص: ٣٥٢، قدیمی)

اھ، وتعاد الصلوۃ مع کونھا صحیحةً لترك واجب وجوباً، اھ". (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترکِ واجب سے جو کراہت ہوتی ہے وہ تحریمی ہے، اور کراہتِ تحریمی کی صورت میں اعادۂ نماز واجب ہوتا ہے، لیکن جس واجب کا تعلق صُلبِ صلوۃ سے ہے وہ اَقویٰ ہے اور جس کا تعلق صلبِ صلوۃ سے نہ ہو، اس کے حکم میں فرق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

دوسورتوں کے درمیان ترتیب میں غلطی

سوال[۳۲۱۱]: امام صاحب نے ﴿والضحی واللیل إذا سجیٰ﴾ پڑھا اور پھر اس سے جو پہلی سورت ہے اس کی ایک آیت چھوڑی اور قرأت یہاں سے شروع کی: ﴿والنھار إذا تجلی وما خلق﴾ الخ یعنی یہی سورت آخر تک پڑھی۔ اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں اور سجدۂ سہو ہوگا یا نماز لوٹانی پڑے گی یا پھر کچھ کئے بغیر ہی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی، سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا، اعادہ بھی لازم نہیں، اس غلطی کی وجہ

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروھات، ص: ۳۴۴، قدیمی)

"(قوله: ولایکره فی النفل شئ من ذلک) عزاه فی الفتح إلى الخلاصة .... واعترض بأنهم نصوا بأن القراء ة على الترتیب من واجبات القراء ة، فلو عكسه خارج الصلاة، يكره، فكيف لایکره في النفل؟ تأمل وأجاب ط: بأن النفل لاتّساع بابه نزلت كل ركعة منه فعلاً مستقلاً، فيكون كما لو قرأ إنسان سورةً، ثم سكت، ثم قرأما فوقها، فلا كراهة فيه". (ردالمحتار، فصل فی القراء ة: ۱/۵۴۷، سعید)

"قال فی فتح القدیر: والحق التفصیل بین کون تلک الکراهة کراهةَ تحریمٍ، فتجب الإعادة، أو تنزيهٍ فتستحب". (ردالمحتار، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی مایکره فعله فی الصلاة ومالایکره، ص: ۳۴۵، سهیل اکیڈمی، لاهور)

سے معنیٰ نہیں بگڑے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۰ھ۔



(۱) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد، كما لو قرأ ﴿والعصر إن الإنسان﴾ ثم قال: ﴿إن الأبرار لفى نعيم﴾، أو قرأ: ﴿والتين .... وهذا البلد الأمين﴾ ووقف، ثم قرأ: "لقد خلقنا الإنسان فى كبد" .... لا تفسد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فى زلة القارى : ۱/ ۸۰، رشيديه)

(وكذا فى خلاصة الفتاوىٰ ، الفصل الثانى فى زلة القارى، جنس آخر: لو ذكر آيةً مكان آية : ۱/ ۱۱۷، امجد اكيڈمى ، لاهور)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية، الفصل الرابع فى ذكر آية مكان آية : ۱/ ۴۸۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشى)

7

باب فی مسائل زلة القاری

(قراءت میں غلطی کرنے کا بیان)

"أولئك هم خير البرية" کے بجائے "لهم جنّت تجری الخ" پڑھنا

سوال[۳۲۱۲]: امر ذیل دریافت طلب ہے کہ ایک شخص نماز پڑھا رہا ہے اور اول رکعت میں سورۃ البینہ کے پہلے حصہ کو ﴿أولئك هم شر البرية﴾ تک صحیح پڑھتا ہے اور دوسری رکعت میں باقی حصہ سورۂ مذکورہ کا سمجھ کر پڑھ جاتا ہے: ﴿إن الذين امنوا وعملوا الصلحت، لهم جنت تجری من تحتها الأنهار، خلدين فيها أبداً، رضی الله عنهم ورضوا عنه، ذلك لمن خشی ربه﴾(۱) اور باقی نماز حسبِ ضرورت پوری کر کے سلام پھیر لیتا ہے اور کسی نمازی نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور خود پڑھانے والا بھی شک ہی میں ہے کہ اگر یہ غلطی اس طرح ہوتی تو اعتراض ضرور ہوتا۔ ایسی حالت میں نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں، اگر نہیں تو کیا چارۂ کار ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح پڑھنے سے معنی نہیں بگڑے، لہٰذا نماز خراب نہیں ہوئی بلکہ صحیح ہوگئی (۲)۔ ہر رکعت میں

---

(۱) (البينة : ۸)

(۲) "لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

"أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغيّر المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملو الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: ﴿كانت جنات الفردوس نزلاً﴾ لاتفسد". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر: لو ذكر آيةً مكان اية: ۱/۱۱۷، امجد اكيڈمی، لاهور)

مستقل سورت پڑھنا افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/محرم/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/ ۵۹ھ۔

نماز میں معروف کو مجہول پڑھنا

سوال[۳۲۱۳]: اگر کسی نے نماز کے اندر بجائے معروف کے مجہول پڑھا دیا یعنی سورۂ والعادیات کے اندر ﴿أفلا یَعلم إذا بعثر ما فی القبور وحصل مافی الصدور، إن ربهم بهم یومئذ لخبیر﴾ آیت مذکورہ کے اندر جو لفظ "یَعْلَمُ" معروف کے ساتھ ہے اس کو "یُعْلَم" مجہول کے ساتھ پڑھا دیا۔ آیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت مذکورہ میں نماز درست ہوگئی لیکن ہر معروف کو مجہول پڑھنے کا یہ حکم نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "(قوله: سورة) أشار إلی أن الأفضل قراءة سورة واحدة". (ردالمحتار، فصل فی بیان تالیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۴۹۲، سعید)

"(قوله: أی فی کل رکعة سورة مما ذُکر) .... انهم صرحوا بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورةٌ تامةٌ". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الصلوة، نوع آخر، الأفضل أن یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وسورةً تامةً: ۱/۴۵۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی)

(۲) "إذا لحن فی الإعراب لحناً لا یغیر المعنی بأن قرأ ﴿لا ترفعوا أصواتکم﴾ برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها اللحن فی الإعراب: ۱/۸۱، رشیدیه).......................... =

قرأت میں صیغۂ واحد مؤنث کی جگہ صیغۂ واحد متکلم کا پڑھنا

سوال[۳۲۱۴]: امام نے فجر میں ﴿یوم نقول لجهنم هل امتلأت﴾ کی جگہ ہل "امتلأتُ" پڑھ دیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرأتِ نماز میں اگر کوئی لفظ غلط زبان سے نکل گیا تو نماز کو فساد سے بچانے کے لئے فقہاء دوردراز کی تاویل سے بھی کام لے کر جواز نماز کا حکم فرمادیتے ہیں، جیسا کہ زلۃ القاری کے مسائل عالمگیری (۱)، بزازیہ (۲)، خانیہ (۳)، کبیری (۴)، وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں خطاب جہنم کو ہے اور صیغہ واحد مؤنث کا ہے، پڑھنے میں غلطی یہ ہوئی کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہوگیا۔ اگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصول کہ "خطائے اعراب مفسدِ صلوۃ نہیں" سے صَرفِ نظر بھی کرلیا جائے تب بھی ایک تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ جہنم مظہرِ غضب ہے، جتنا غضب الٰہی شدید ہوتا ہے اسی قدر جہنم پر اثر ہوتا ہے، "هل امتلأتُ" کا مطلب یہ ہوگا کہ "هل امتلأتُ غضباً" یعنی کیا میرا غضب شدید ہوگیا ہے جس کے نتیجہ میں تجھ کو بھر جانا چاہئے تو کیا تو بھر گئی ہے۔ یہ مطلب مقصد قرآن کے خلاف نہیں، اس لئے فساد نماز کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر قصداً اس طرح

=(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في قرأة القرآن خطأ، و في الأحكام المتعلقة بالقرأة: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى .... لا تفسد صلاته بالإجماع وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً إذا قد أخطأ، فسدت صلاته في قول المتقدمين، واختلف المتأخرون: قال محمد بن مقاتل و أبو نصر محمد بن سلام .... لا تفسد صلاته، و ما قاله المتقدمون أحوط .... و ما قاله المتأخرون أوسع؛ لأن الناس لا يميزون بين إعراب وإعراب، كذا في فتاوى قاضي خان. و هو الأشبه، كذا في المحيط. و به يفتى، كذا في العتابية. وهكذا في الظهيرية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(۲) (الفتاوى البزازية، كتاب الصلاة، الثاني عشر في زلة القاري: ۱/۴۵، رشيديه)

(۳) (الفتاوى قاضي خان، فصل في قرأة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۴) (الحلبي الكبير، فصل في بيان أحكام زلة القاري، ص: ۴۷۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

پڑھنے کی ہرگز اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

جمع متکلم کے الف کو گرانا

سوال[۳۲۱۵]: اگر قاری نے ﴿لو أنزلنا هذا القرآن﴾ کے بجائے "أنزلن" پڑھا یعنی جمع متکلم کو جمع مؤنث غائب سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمع متکلم کے اس الف کو اس جگہ گرا دینا درست نہیں، پورا خیال رکھیں، لیکن دیگر مقامات پر اجتماعِ ساکنین کی صورت میں یہ الف گر جاتا ہے جیسے ﴿و أنزلنا الحديد﴾ ﴿نزلنا الذكر﴾ اس لئے ایسی حالت میں نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا، فساد سے بچانے کے لئے اتنا بھی کافی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۱ھ۔

"قل هو الله أحد، الله الصمد" کو ملا کر نونِ قطنی کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۱۶]: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے

---

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ ﴿لاترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء، لاتفسد صلاته بالإجماع". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس، ومنها في اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۳۷۹، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۴۹۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب مايفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۱/۴۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشى)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، و منها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا، نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا، کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں۔ غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہونچی، نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گڑبڑ ہوتی ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیوں کہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس کا فتوی منگائیے، متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب نے یہ قواعدِ تجوید کے موافق پڑھا ہے، کتبِ تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بے محل وقف اور مد کرنا

سوال[۳۲۱۷]: ہمارے یہاں کے امام صاحب قرأت کے اندر جہاں آیت ہوتی ہے وہاں پر نہیں رکتے، اور جہاں آیت نہیں ہوتی وہاں رک جاتے ہیں۔ جہاں مد یا کھڑا الف ہوتا ہے وہاں پر ٹھہرتے ہیں، جہاں نہ مد ہو نہ الف وہاں ٹھہرتے ہیں، الف کو نہیں کھینچتے اور جہاں الف نہیں ہوتا وہاں کھینچتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں آیت ہو وہاں آیت کرنا اچھا ہے، جہاں آیت نہ ہو وہاں آیت نہ کرنا اچھا ہے، سانس بے جگہ ٹوٹ

---

(۱) "فائدہ: کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دوزبر یا دوزیر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اس کو نونِ تنوین کہتے ہیں، یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دوزبر ہوں تو اس کو الف سے بدلتے ہیں اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلافِ قیاس چھوٹا سا نون لکھ دیتے ہیں مثل: (بزینة ن الکواب، خیرن الوية الخ)" (فوائد مكيه، تیسرا باب، ص: ۳۱، قديمی)

جائے تو آیت کرسکتا ہے، بلا وجہ بے موقع آیت نہ کی جائے (۱)۔ مد کی جگہ مد پڑھیں، جہاں مد نہ ہو وہاں مد نہ کیا جائے، معنی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسے ہی جہاں الف نہ ہو وہاں کھینچ کر الف بنانے اور جہاں الف ہو وہاں الف نہ پڑھنے سے بھی معنی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے (۲)، امام صاحب کو بہت احتیاط لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/ ۷/ ۹۴ھ۔

"إنا أعطينا" بغیر مد کے پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے

سوال [۳۲۱۸]: تجوید کے لحاظ سے "إنا أعطينا" کے اندر کھینچنا لازم آتے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نماز میں بغیر کھینچے پڑھ دے تو نماز ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی مگر صحیح پڑھنے کی کوشش لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع وقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء أوأنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً، نحو: إن وقف على الشرط قبل ذكر الجزاء، ثم ابتدأ في الجزاء، فقرأ ﴿إن الذين آمنوا و عملوا الصالحات﴾ و وقف ثم ابتدأ بقوله: ﴿أولئک هم خير البرية﴾ ، لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا . الثاني : أن يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ: ﴿شهد الله أنه لا إله﴾ و وقف ثم" قرأ: ﴿إلا هو﴾، وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته عند علمائنا .... لأن القاري عسى لا يجد بداً عن الوقف في مثل هذا الموضع إما لانقطاع النفس أو غيره". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء : ۱/ ۳۷۷، مكتبه غفاريه)

(۲) "ترک المدّ والتشديد في موضعها، والإتيان بهما في غير موضعهما إن كان لا يغير المعني و لا يقبح الكلام، لا يوجب فساد الصلاة ، وإن كان يغير المعنى و يقبح الكلام، اختلف المشايخ: قال بعضهم : لا تفسد صلاته دفعاً للحرج ، و قال عامتهم: تفسد صلاته ". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل التاسع في ترک المدّ والتشديد في موضعهما: ۱/ ۳۸۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها ترک التشديد والمد في موضعها : ۱/ ۸۱، رشيديه)

(۳) "وأما ترک المدّ إن كان لا يغير بأن قرأ: ﴿أولئک﴾ بلا مدّ، و: ﴿إنا أعطيناک﴾ بدون المد، لا تفسد". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۸۱، الفصل الخامس في زلة القاري ، رشيديه) .... =

"فقد ضل" میں "دال" کو "ضاد" میں ادغام کرکے پڑھنا

سوال[۳۲۱۹]: ایک شخص فرض نماز میں: ﴿ومن یتبدل الکفر بالإیمان﴾ پر وقف کرکے ابتداء مابعد کے لفظ "فقد ضل" سے کرتا ہے، "فقد" کی "دال" کو "ضاد" میں ادغام بھی کرتا ہے، ایسا کرنے سے نماز میں نقص آتا ہے یا نہیں؟ اور امام جزریؒ یہ فرماتے ہیں: "وغیر ماتم قبیح وله یوقف "(۱)۔

والسلام:

سائل: احقر شریف احمد، محلّہ لکھی دروازہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز میں کوئی فساد نہیں آتا، نہ اس وقف سے نہ اس ادغام سے، البتہ اختیاراً ایسی جگہ وقف نہ کرنا چاہیے، جزری کا مطلب بھی یہی ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۷/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/ رجب/ ۵۶ھ۔

= (وكذا في التاتارخانية: ۱/۴۹۲، الفصل التاسع في الترك والتشديد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۲۸۱، فصل في القرأة، رشيديه)

(۱) پورا شعر: "وغير ما تم قبيحٌ وله 　يوقف مضطراً و يبدأ قبله".

(متن المقدمة الجزرية، باب معرفة الوقف والابتداء، ص: ۳۹، مكتبه القراء ة لاهور)

(۲) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ في غير موضع الابتداء، إن لم يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو أن يقرأ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتداء بقوله: ﴿أولئك هم خير البرية﴾ لاتفسد بالإجماع بين علمائنا، هكذا في المحيط. .... وإن أتى بإدغام في موضع لم يدغمه أحدٌ، إلا أن المعنى لا يتغير به، ويفهم ما يفهم مع الإظهار نحو أن يقرأ: ﴿قل سيروا﴾ بإدغام اللام في السين، لا تفسد صلاته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، منها الوقف والوصل، ومنها ترك الإدغام والإتيان به: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۸۹، والفصل الحادي عشر في ترك الإدغام والإتيان به: ۱/۴۹۲، إدارة القرآن، كراچی)

سانس ٹوٹنے کے بعد لوٹ کر نہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۲۲۰]: اگر کچھ آیت پر سانس ٹوٹ جائے اور اس کی طرف لوٹ کر نہیں پڑھا تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

"مذکوراً" اور "کفوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفور" (بغیر الف کے) پڑھنا

سوال[۳۲۲۱]: امام صاحب نے نمازِ جمعہ میں سورۂ دہر پڑھی، اس میں "مذکوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفوراً" کی جگہ "کفور" پڑھا۔ یعنی "راء" کو ساکن کر کے پڑھا، ایک مقتدی نے لقمہ بھی دیا، لیکن امام صاحب نے لقمہ نہیں لیا۔ اب عرض ہے کہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اعرابی غلطی سے معنی نہیں بگڑے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)، لقمہ دینے کی بھی ضرورت نہیں

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، وأنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً........ فقرأ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتدأ بقوله: ﴿أولئک هم خير البريّة﴾ .... لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمهم الله".

(المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، الغفارية)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۷۹، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "ق والقرآن المجيد کا اعراب")

تھی، جس نے لقمہ دیا اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوئی، والبسط فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۸٦ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

''زبر'' کی جگہ ''زیر'' یا برعکس پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال [۳۲۲۲]: زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، بموجب فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴/۸۹ (۲)۔ کیا اعادہ کرتے وقت نیا آدمی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑیں گے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں (۳) اور جب تک معنی بگڑنے کی تحقیق نہ ہو جائے اعادہ واجب نہیں۔ ایسی صورت میں اعادہ والی نماز میں نئے آدمی کو شرکت کرنی درست نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "ويكره للمقتدي أن يعجّل بالفتح ؛ لأن الإمام ربما يتذكر ، فيكون التلقين من غير حاجة، ويكره للإمام أن يلجئهم إليه بأن يقف ساكناً بعد الحصر ، أو يكرر الآية، بل ينتقل إلى آية أخرى أو يركع إن قرأ القدر المستحب، وقيل : قدر الفرض ، والأول هو الظاهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب مايفسد الصلوة، ص: ۳۳۴، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار ، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها : ۱/۶۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها : ۲/۱۰، رشيديه)

(۲) ''سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مصلی نماز میں ''زیر'' کی جگہ ''زبر'' یا برعکس پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے، یہ صحیح ہے یا کیا؟

جواب: ''کافر نہیں ہوتا، مگر نماز فاسد ہو جاتی ہے''۔ (فتاوىٰ دار العلوم ديوبند: ۴/۸۹، مكتبه إمداديه)

(۳) (سيأتي تخريجه تحت عنوان : ''سمع الله لمن حمده'' میں ''ع'' کو زیر کے ساتھ ''بمصانیح'' کی ''ح'' کو زیر کے ساتھ پڑھنا'')

(۴) ''كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، والمختار أنه جابرٌ للأول''. (الدرالمختار).

''(قوله: والمختار أنه): أي الفعل الثاني جابرٌ للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو، وبالأول يخرج عن =

غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ دینا

سوال[۳۲۲۳] : امام نے جمعہ کی فرض نماز میں قراءت میں ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾ کی جگہ "إن الأبرار لفی جحیم" پڑھا۔ مگر پھر دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھ لیا تو کیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں اوراعادہ کی ضرورت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وإن تغیر المعنیٰ بأن قرأ: "إن الأبرار لفی جحیم، وإن الفجار لفی نعیم" أو قرأ: "إن الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحت، أولٰئك هم شر البریة" أو قرأ: "وجوه یومئذ علیها غبرة، أولٰئك هم المؤمنون حقاً" تفسد صلوٰته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر اللّٰه تعالیٰ به. وقال بعضهم: لا تفسد صلوٰته لعموم البلوی، والأول أصح، اهـ". فتاویٰ قاضی خان : ۱/۱۵۳(۱)۔

= العهدة وإن کان علی وجه الکراهة علی الأصح". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۷، رشیدیه)

(۱) (فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قراءة القرآن خطأً، وفی الأحکام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری : ۱/۸۰، ۸۱، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر: لو ذکر اٰیةً مکان اٰیة : ۱/۱۱۸، امجد اکیڈمی لاهور)

تنبیہ: غلطی فاحش کے بعد فوراً تصحیح کر دی، تو نماز صحیح ہو جائے گی، جیسا کہ فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ: "سوال: کوئی شخص نماز میں قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کر جائے اور بعد میں علم ہوتے پر فوراً اس کا ازالہ کر دے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے، تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب: نماز میں قرأت کی غلطی ہو جانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی۔

"ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطا فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزة وکذالک الاعراب". [الفتاویٰ الهندیة: ۱/۸۲، الباب الرابع فی صفة الصلوة، فصل فی زلة القاری]". (فتاویٰ حقانیه ، باب القرأة : ۳/۱۷۷، المطبع العربیه، لاهور)

(وکذا فی احسن الفتاویٰ، مسائل زلة القاری: ۳/۴۴۵، سعید)

(وکذا فی امداد الفتاویٰ، باب شروط الصلوة وصفتها: ۱/۱۶۸، مکتبه دارالعلوم کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مسائل زلة القاری: ۴/۸۱، دارالاشاعت)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصح قول کی بناء پر ایسی غلطی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جب فاسد ہوگئی تو دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھنے سے درست نہ ہوگی، لہٰذا اس کا اعادہ کرنا چاہیے اور چونکہ یہ نماز جمعہ کی ہے اس لئے بجائے جمعہ کے اس روز کی ظہر کی نماز قضاء پڑھی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم/ ربیع الاول/ ۵۹ھ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الأول/ ۵۹ھ۔

غلط پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ

سوال [۳۲۲۴]: اگر امام پہلی رکعت میں کسی آیت کی تلاوت اس طرح کرے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن دوسری رکعت میں اس کی تصحیح کرے تو ایسی صورت میں نماز فاسد رہے گی، یا اس کا فساد جاتا رہے گا اور نماز درست ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فاسد ہی رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"لليسرى" کی جگہ "للعسرى" پڑھنے کے بعد صحیح پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۲۵]: اگر امام نماز فرض میں غلط آیت پڑھ دے پھر صحیح کر کے لوٹا لے تو کیا نماز درست ہو جائے گی، مثلاً پہلے: "وصدق بالحسنى فسنيسره للعسرى" غلطی سے پڑھ دیا، پھر لوٹا کر ﴿فسنيسره لليسرى﴾ پڑھ دیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس لوٹانے سے نماز درست نہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۱)

(۲) (راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۱)

قراءت میں غلطی کے بعد اس کو صحیح پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۲۶]: نماز میں کس طرح کی غلطی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ اگر معنی بدل گئے پھر صحیح کر کے اعادہ کر لیا تو اس طرح سے نماز صحیح ہو گئی؟ کبھی وسطِ جملہ میں سانس ٹوٹ جاتا ہے اس سے کچھ حرج ہے یا نہیں؟ اور تشہد وغیرہ اور قراءت میں کچھ فرق ہے یا ایک حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو غلطی منافیٔ صلوۃ ہے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اگر معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہو گئی تھی تو اس لفظ کا صحیح طور پر اعادہ کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوئی بلکہ نماز کا اعادہ ضروری ہوگا (۱)، البتہ عالمگیری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز صحیح ہو جائے گی (۲)، ہمارے اکابر اس کو نفل وتراویح وغیرہ پر حمل کرتے ہیں۔ وسطِ کلمہ پر سانس توڑنے سے خواہ تشہد وغیرہ میں معنی صحیح رہیں یا بگڑیں، سب کا ایک حکم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد۔

فرض نماز میں اگر غلطی فاحش کی تو اصلاح سے بھی نماز نہ ہوگی

سوال[۳۲۲۷]: ایک امام صاحب نے فجر کی نماز میں درمیانِ قراءت پارہ نمبر:۲۴ ﴿أو تقول حين ترى العذاب لو أن لي كرةً فأكون من المحسنين﴾ اس آیت میں (فأكون من المحسنين) پڑھا اور پھر خود ہی (فأكون من المحسنين) پڑھ لیا، اسی رکعت میں آگے چل کر ﴿بل الله فاعبد وكن من الشاكرين﴾ اس آیت میں "وكن من الخاسرين" پڑھ دیا۔ مقتدی نے لقمہ دیا اور اس کو امام نے ﴿وكن من الشاكرين﴾ پڑھ کر اصلاح کر لی۔ آیا ان اغلاط کی تصحیح کرنے پر نماز ہو گئی یا نہیں؟ نماز کے اندر غلطی فاحش سے مراد کون سی غلطی ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

---

(۱) (راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "ذكر في الفوائد: لو قرأ في الصلاة بخطأ فاحش، ثم رجع وقرأ صحيحاً، قال: عندي صلاته جائزة، وكذلك الإعراب". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري: ۱/۸۲، رشيديه)

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قراءت کے اندر غلطی فاحش ہوگئی خواہ اس کی اصلاح بھی کرلی گئی ہو، ازخود یا بتلانے سے، تو نماز فاسد ہوگئی اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تراویح کے اندر اگر قراءت میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے، لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کرلی ہو تو گنجائش نہیں (۱) اور درمختار کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہیں: "كما لو بدّل كلمةً بكلمة وغيّر المعنى، إلى آخره". درمختار: ۱/۳۳۳(۲)۔

براہِ کرم اس عبارت کا مطالعہ فرماکر مدلل بحوالۂ کتاب جواب ارسال فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

غلطی فاحش وہ ہے جس سے معنی بگڑ جائیں، مقصودِ قرآن کے خلاف ہوجائیں جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے، ایسی غلطی سے فرض نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اصلاح کرلینے پر بھی درست نہیں ہوگی، كذا في منظومة ابن وهبان: "وإن لحن القاري وأصلح بعده إذا غير المعنىٰ، الفسادُ مقررٌ"(۳)۔ ایسی نماز کو دوبارہ پڑھا جائے۔ تراویح میں ختمِ قرآن کریم مقصود ہوتا ہے، اس میں ایسی غلطی کا ہوجانا نادر نہیں اس لئے وہاں توسّع ہے، یہی محمل ہے فتاویٰ درمختار کی عبارت کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۱ھ۔

غلطی فاحش سے مراد

سوال[۳۲۲۸]: امام نے سورۂ انفطار پڑھی ﴿الذي خلقك فسوّاك فعدلك، في أيّ صورةٍ

---

(۱) تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانویؒ کی طرف جو حوالہ منسوب کیا گیا ہے کہ "تراویح کے اندر قراءۃ میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے، لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کرلی تو گنجائش نہیں"، نہیں ملا، البتہ امداد الفتاویٰ میں "صحت صلاۃ بعد تدارک زلۃ القاری" کے عنوان کے تحت تصحیح کرنے پر نماز صحیح ہوجائے گی، مذکور ہے دیکھئے: (امداد الفتاویٰ: ۱/۱۲۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

(۳) (مقدمة نور الإيضاح رسالة منظومة للشيخ العلامة الهمام ابن وهبان، فصل من كتاب الصلاة، ص:۱۳، سعيد)
(وأيضاً راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۱)

ماشاء ركبك﴾ کے بعد "كلا بلا" پھر معاً امام کو احساس ہوا اور بغیر اس لفظ کی تصحیح کے بقدر تین سیکنڈ کے بعد ﴿بل تكذبون بالدين﴾ پڑھ کر رکوع کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ آیت تلاوت میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نماز ہوئی یا نہیں؟ مع حوالہ جواب سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"في أيّ صورة ماشاء ركبك، كلا بل" پڑھ کر یعنی غلطی سے لفظ "بلا" زائد پڑھ کر غلطی کا احساس ہوا اور بغیر اس لفظ کی تصحیح کئے تقریباً تین سیکنڈ کے بعد "بل تكذبون بالدين" پڑھ کر نماز پوری کردی، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی، فساد کا مدار معنیٰ بگڑنے پر ہے، یہاں یہ بات نہیں ہوئی۔ لفظ "بلا" لفظ "كلا" کی تاکید بن جائے گا اور معنیٰ درست ہو جائیں گے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۴/۱۸ھ۔

خطائے فاحش سے فسادِ نماز کا حکم

سوال [۳۲۲۹]: حافظ اگر غلط پڑھ کر نماز ختم کر دے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ایسی غلطی کی جس سے معنیٰ میں تغیرِ فاحش ہو گیا اور کسی قاعدۂ عربیہ سے معنیٰ کی تصحیح نہیں ہو سکتی تو نماز فاسد ہو گئی، اعادہ لازم ہے:

"وإن غير المعنىٰ تغيراً فاحشاً، فإن قرأ: ﴿وعصى آدم ربه فغوى﴾ بنصب ميم "آدم" ورفع باء "ربه" .... وما أشبه ذلك، لو تعمد به يكفر إذا قرأ خطأً، فسدت صلوته، الخ".

---

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها زيادة كلمة لاعلى الوجه البدل: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، النوع الثاني عشر في زلة القارى، نوع منه: إن زاد كلمة: ۱/۱۱۷، امجد اكيڈمى، لاهور)

قاضی خان: ۱/۱٦۸(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن، صحیح: عبداللطیف، ۱۷/محرم الحرام/۵۱ھ۔

نماز میں ایک آیت کا چھوٹنا

سوال[۳۲۳۰]: فجر میں امام صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ والفجر شروع کی تو پڑھتے پڑھتے ایک آیت ﴿والليل إذا يسر﴾ چھوڑ دی اور آگے پھر سورہ شریف پڑھ لی، اس طرح اب نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ آدمیوں نے جو مقتدی شامل تھے، مشکوک حالت میں انفرادی طور پر دوبارہ الگ الگ نماز پڑھی، دوسری دفعہ پھر ایسی ہی غلطی ہوئی، "والشمس" پڑھی لیکن حسبِ سابق پڑھتے پڑھتے ﴿والأرض وماطحها﴾ چھوڑ دی اور باقی سورہ مکمل کر کے نماز پڑھی۔ اس طرح سہواً یا بوجہ یاد نہ ہونے کے قصداً نماز پڑھانے سے ادا ہوجاتی ہے اور اعراب کی غلطیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے جب کہ وہ معنی نہیں جانتے۔ یہ دور افتادہ علاقہ ہے، کوئی دینی ادارہ یا مفتی کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے رجوع کیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان دونوں جگہوں کو بھول کر امام نے جو آیتیں چھوڑی ہیں اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۲)۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قراءة القرآن خطأ وفی الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۳۹، رشیدیه)

"واختلف المتأخرون في ذلك .... لا تفسد صلاته وما قاله المتقدمون أحوط ....

وما قاله المتأخرون أوسع؛ لأن الناس لا يميزون بين إعواب وإعراب، فلا تفسد الصلاة". (فتاویٰ قاضی خان، المصدر السابق: ۱/۱۴۰، رشیدیه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشیدیه)

(وكذا في ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۱، سعید)

(۲) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد .... أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملو الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: ﴿كانت لهم جنات الفردوس نزلاً﴾، لاتفسد". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشیدیه)

اگر کوئی صحیح العقیدہ مسائل سے واقف امام مل جائے تو وہ بڑی نعمت ہے، لیکن جب سارا علاقہ یہی دور افتادہ ہے اور کوئی بھی معنی معانی کا سمجھنے والا نہ ہو تو ان میں سے جو بہتر حالت میں ہو اسی کو امام بنالیا جائے (۱)، ایسی حالت میں امام کو چاہیے کہ چند سورتیں صحیح اور پختہ یاد کرلے (۲) اور ان کو ہی نماز میں پڑھا کرے تاکہ غلطی نہ ہو۔ معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اس لئے جب تک غلطی کا علم نہ ہو تو کیا حکم لگایا جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

آیت کا کچھ حصہ حذف کردینے سے نماز کا حکم

سوال [۳۲۳۱]: امام صاحب نے سورۂ بینہ میں ﴿إن الذين امنوا وعملوا الصالحات﴾ کے بعد ﴿لهم جنت تجری﴾ شروع کردیا اور اسی پر نماز ختم کردی، نماز لوٹائی نہیں گئی کیا نماز ہوگئی؟ امام صاحب کا خیال ہے کہ نماز صحیح ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا خیال درست ہے، نماز صحیح ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں: "وإن لم يكن (الحذف) على وجه الإيجاز والترخيم، فإن كان لا يغير المعنى، لاتفسد صلوته". عالمگیری: ۱/۳۱، مطبوعہ کانپور (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

= (وكذا فی الفتاویٰ قاضی خان، كتاب الصلوة، فصل فی قراء ة القرآن خطأ: ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(۱) "(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل: واجب، وقيل: سنة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس فی الإمامة: ۱/۸۳، رشیدیه)

(وكذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، داراحياء التراث العربی)

(۲) "(وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجبٌ على كل مسلم)، ويكره نقص شئی من الواجب".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، فصل فی القراء ة: ۱/۵۳۸، سعيد)

(وكذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۲، رشیدیه)

(۳) (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشیدیه)..... =

سورۂ"والطارق" کے کچھ اجزاء چھوٹ جانے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۳۲] : ایک شخص نے جمعہ کی نماز پڑھائی، اس میں انہوں نے سورۂ"و الطارق" پڑھی اس کے اندر دو جگہ پر کچھ بھول گیا: پہلی جگہ "مم خلق" میں "عم خلق" پڑھا اور سانس کو برابر جاری رکھا، اور "خلق" کو چھوڑ کر ﴿من ماءٍ دافق -إلی- والسماء ذات الرجع﴾ صحیح پڑھتا چلا گیا، پھر ﴿إنه لقول فصل﴾ پڑھتا چلا گیا اور درمیان میں ﴿وماهو بالهزل﴾ چھوڑ دیا یعنی ﴿إنه لقول فصل﴾ پر بغیر وقف تام کئے ہوئے ﴿إنهم يكيدون﴾ پڑھا۔ تو کیا ایسی صورت میں نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۶/۱۲/۱۷ھ۔

دو آیتوں کا چھوٹ جانا

سوال[۳۲۳۳] : نماز میں سورۂ "عمّ يتساء لون" میں ﴿إلا حميماً وغساقاً، جزاءً وفاقاً، إنهم كانوا لايرجون حساباً﴾(۲) کے بعد کی آیتوں کو چھوڑ کر ﴿فذوقوا فلن نزيد كم إلاعذاباً﴾(۳) پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة : ۱/ ۳۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشي)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، نوع منه، نقصان حرف : ۱/ ۱۱۲، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۱) "لو ذكر آية مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية لاتفسد، كما لوقرأ: ﴿والعصر، إن الإنسان﴾، ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/ ۸۰، رشيديه)

(۲) (سورة النباء، رقم الآيات: ۲۵، ۲۶، ۲۷)

(۳) (سورة النباء، رقم الآية: ۳۰)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۹ھ۔

"ق، والقرآن المجید" کا اعراب

سوال[۳۲۳۴]: ۱...... ﴿ق، والقرآن المجید﴾ اس آیت کریمہ میں لفظ "مجید" کو "دال" کے کسرہ اور ضمہ اور سکون کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بضم الدال پڑھا گیا تو نماز کیا مکروہ ہوجائے گی؟

دو آیتیں درمیان سے چھوٹ گئیں

۲...... ﴿قال لا تختصموا﴾ کے بجائے ﴿وما أنا بظلام للعبید﴾ پڑھتا ہے، اس کے بارے میں بھی مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ﴿ق، والقرآن المجید﴾ میں "دال" پر کسرہ ہے، وقف کرنے کی وجہ سے دال پر سکون ہوجائے گا، دال پر قصداً ضمہ پڑھنا درست نہیں، ضمہ پڑھا گیا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔

۲...... اگر غلطی سے دو آیتیں چھوٹ گئیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (مر تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم")

(۲) "(قوله: ومنها زلة القاری)............ فاتفقوا علی أن الخطأ فی الإعراب لایفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لا یمیّزون بین وجوه الإعراب". (ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القاری: ۱/۶۳۱، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، منها اللحن فی الإعراب: ۱/۸۱، رشیدیه)

(وكذا فی النهر الفائق، باب مایفسد الصلوة ومایكره فیها: ۱/۲۷۴، إمدادیه)

(۳) "لو ذكر آیةً مكان آیة، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآیة أخری أو ببعض آیة، لاتفسد كما لو قرأ: ﴿والعصر إن الإنسان﴾، ثم قال: ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾". (الفتاویٰ العالمكیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها ذكر آیة مكان آیة: ۱/۸۰، رشیدیه) .... =

بھول جانے سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم

سوال[۳۲۳۵]: ایک شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملاتا ہے اور ایک آیت پڑھنے کے بعد بھول جاتا ہے، پھر تین چار آیتیں چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے، اس طرح شروع واخیر میں تین یا تین سے زائد آیتیں پڑھیں، درمیان میں تین آیتیں بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اگر آیت پر سانس ختم کر کے دوسرے سانس میں تین چار آیت کے بعد پڑھتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ضاد کا مخرج

سوال[۳۲۳۶]: نماز میں لفظ "ض" کو کس طرح ادا کیا جائے بعض لوگ اس کے اصل مخرج سے واقف نہ ہوتے ہوئے کبھی "ظ" پڑھ دیتے ہیں کبھی "ز" کبھی "ذ" کبھی "د"، اصل مخرج اس لفظ کا کیا ہے؟ نماز اس طرح پڑھنے سے ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ض" مستقلاً حرف ہے، اس کا مخرج حافۂ لسان اور اَضراسِ عُلیا ہے (۲)، اس کی صفات مستقل ہیں

= (وكذا في التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في ذكر آية مكان آية: ۱/۴۷۴، إدارة القرآن)

(۱) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد، كما لو قرأ: ﴿والعصر إن الإنسان﴾ ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، جنس آخر: لوذكر آيةً مكان آية: ۱/۱۱۷، امجد اكيڈمى، لاهور)

(۲) "فمن حافة اللسان من أقصاها إلى الأضراس الضاد" (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في كيفيتها: ۱/۳۶۲، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

"والضاد من حافته إذ وليا: الأضراس من أيسر أو يمناها" (متن المقدمة الجزرية، باب مخارج الحروف، ص: ۱۲، مكتبه القرأة لاهور)

مجہورہ (۱) مستطیلہ (۲) رخوہ (۳) اس کوادا کرنا تمام حروف سے زیادہ مشکل ہے، اس کے لئے بڑی مشق کی ضرورت ہے، کوشش یہ کی جائے کہ اپنے اصل مخرج سے اپنی پوری صفات کے ساتھ ادا ہو اور ممیّز ہو جائے، قصداً اس کو "دال" یا "زا" یا "ظ" نہ پڑھے، کوشش کے باوجود جس طرح بھی ادا ہوگا نماز درست ہو جائے گی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"ضاد" کو "ذال" وغیرہ پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۳۷]: اگر کوئی امام ضاد کی ادائیگی مخرج سے نہ کرسکے تو وہ کس کے مشابہ اس کو ادا کرے،

---

(۱) "الجهر لغةً: الإعلان، واصطلاحاً: انحباس جرى النفس عند النطق بالحرف لقوة الاعتماد على المخرج وحروفها تسعة عشر، و هي ما سوى حروف الهمس". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات المتضادة، ص: ۷۰، مكتبه إحياء التراث الإسلامي)

(۲) "الاستطالة: و لها حرف واحد، وهو: الضاد، سميت بذلك لاستطالتها". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات التي لا ضد لها، ص: ۷۴، مكتبة إحياء التراث الإسلامي)

(۳) "الرخاوة لغةً: اللين، واصطلاحاً: جريان الصوت مع الحروف لضعف الاعتماد على المخرج، و حروفها ستة عشر، و هي ما عدا حروف الشدة والتوسط". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات المتضادة، ص: ۷۱، مكتبه إحياء التراث الاسلامي، بيروت)

(و كذا في متن المقدمة الجزرية، باب الصفات، ص: ۱۴، ۱۶، مكتبه القرأة لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (جمال القرآن، ص: ۹، ۱۳، دارالإشاعت) (وفوائد مكية، ص: ۱۴، ۱۹، قديمى)

(۴) " وإن ذكر حرفاً مكان حرف و غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، تفسد صلاته عند الكل، وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، والصاد مع السين، والطاء مع التاء، اختلف المشايخ فيه قال: أكثرهم لا تفسد صلاته .... ولو قرأ الظالمين بالظاء أو بالذال، لاتفسد صلاته، ولو قرأ الدالين بالدال تفسد صلاته". (فتاوى قاضى خان، فصل في القرأة في القرآن خطأً الخ: ۱/ ۱۴۱، ۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلةالقارئ، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/ ۴۶۵، إدارة القرآن كراچى) .... =

آیا ذال کے یا دال کے یا ظا کے، ہر ایک کے جواز وعدم جواز کی دلیل کہ اگر ذال کے ساتھ مثلاً ناجائز ہے تو کیوں اور دوسرے کیساتھ کیوں جائز ہے اور نماز کن کن صورتوں میں فاسد ہوگی اور کن کن میں نہیں فاسد ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

''ضاد'' مستقل حرف ہے اس کو کسی دوسرے حرف کے مشابہ قصداً نہیں پڑھنا چاہئے (۱) ''ظ'' کے ساتھ صفات میں زیادہ اشتراک ہے۔ نماز کی صحت وفساد معنی کی صحت وفساد اور قدرت ادا پر موقوف ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"ضاد" کو بلفظ "دال" پڑھنا

سوال [۳۲۳۸]: نماز میں ''ولا الضالین'' کو بلفظ دال پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص ''ض'' کو صحیح ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ ''ذ'' پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري: ۱/۴۲، رشيديه)

(۱) (مر تخريجه تحت عنوان المسئلة ''ضاد کا مخرج'')

(۲) قال في الخانية: "وإن ذكر حرفاً مكان حرف و غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، فقرأ الطالحات مكان الصالحات، تفسد صلاته عند الكل. وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء، اختلف المشايخ فيه قال: أكثرهم لا تفسد صلاته .... ولو قرأ الظالمين بالظاء أو بالذال، لاتفسد صلاته. و لو قرأ الدالين بالدال، تفسد صلاته". (فتاویٰ قاضي خان، فصل في القرأة في القرآن خطأً الخ: ۱/۱۴۱، ۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القارئ، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۶۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري: ۱/۴۲، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة)

قواعد تجوید کے مطابق لفظ ''اللہ'' کا تلفظ

سوال[۳۲۳۹] : أيها السادة! ما ذا تقولون فی قراءة بعض الإخوان فی بلادنا، لفظ الجلالة "الله" بعد دين : "الأم" فيه "ضاداً" و"ظاء" بالتفخيم بلا ترقيق، ويقولون: إن التفخيم سنة عقب الضم والفتح. هل تصح صلوتهم أم لا؟ ولما تبين لهم هذا الخطاء لم يرجعوا عن ذالك، لكن يداومون علىٰ غلطهم عناداً أو سهواً أو جسارةً، فهل يصح الاقتداء بهم فی الصلوة أم لا؟ وهل ينبغی إعادة الصلوة إذا لم يصح الاقتداء؟ بينوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لفظ الجلالة "الله" باللام ليس فيه الرائحة من الضادوا الظاء، فمن يقرأ بالضاد والظاء .... متعمداً لا يصح الاقتداء به، بل تجب إعادة الصلوة بهذا التحريف (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"الحمد" کی جگہ "الهمد" پڑھنا

سوال[۳۲۴۰] : اگر امام "الحمد" کے بجائے "الهمد" پڑھے اسی طرح دوسرے الفاظ میں بھی غلطی کرے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

جو شخص "الحمد" پڑھنے پر قادر نہیں بلکہ اس کی جگہ "الهمد" پڑھتا ہے یعنی "حاء" کی جگہ "ہاء" پڑھتا ہے نماز اس کی بھی صحیح ہوجائے گی، کذا فی الکبیری (۲)، مگر ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے جب کہ صحیح پڑھنے

---

(۱) "وإن غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، فقرأ "الطالحات" مكان "الصالحات" تفسد صلاته عند الكل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فی زلة القاری: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوىٰ قاضی خان : ۱/۱۴۱، رشيديه)

(وكذا فی التاتارخانيه : ۱/۴۶۷، إدارة القرآن)

(۲) قال العلامة الحلبی :"(وذكر فی الملتقط أنه لو قرأ فی الصلاة "الحمد لله" بالهاء مكان الحاء أو قرأ =

والا امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

"الحمد" کے "دال" کے پیش کو بڑھانے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۴۱]: امام نے سورۂ فاتحہ میں "الحمد" کے بجائے "الحمد وللّٰہ" پڑھا معنی میں کوئی تبدیلی ہوئی یا نہیں؟ نماز میں کوئی فساد لازم آیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الحمد" کی دال کا پیش کچھ بڑھا دیا، یا دال کے فوراًبعد "للّٰہ" پڑھا تو بھی نماز درست ہوگئی، اس سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۹/ ۵/ ۹۲ھ۔

نستعین میں "الف" کا اضافہ

سوال[۳۲۴۲]: سورۂ فاتحہ میں "نستعین" کی جگہ "نستاعین" "سورۂ" "والضحیٰ" کی آخری آیت:

= "كل هو الله أحد" بالكاف مكان القاف (و) الحال أنه (لا يقدر على غيره تجوز صلاته) و لا تفسد". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في بيان أحكام زلة القارى، ص: ۴۸۱، سهيل اكيڈمى لاهور)

" و إذا قال: "الهمد لله" بالهاء، تفسد إذا كان لا يجتهد لتصحيحه، و ينبغي أن لا تفسد؛ لأن الهاء تبدل من الحاء يقال "مدحته" و "مدهته" ...... و لا يقدر عليه، فصلاته جائزة". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض، الفصل الأول فى ذكر حرف مكان حرف: ۱/ ۴۶۲، إدارة القرآن كراچى)

(۱) " والذى ينبغي أن يكون الحكم فيه كالحكم في الألثغ أنه يجتهد في إصلاح لفظه و لا تفسد صلاته ما دام على الاجتهاد، و لكن لا يجوز لغيره الاقتداء به" (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في بيان أحكام زلة القارى، ص: ۴۸۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/ ۸۶، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "ولنبلونكم" کی جگہ "ولا نبلونكم............ اهـ")

﴿وأما بنعمة ربك فحدث﴾ پڑھنے میں "ربك" کے بعد الف کا اضافہ کردیتے ہیں اور سورۂ ماعون میں "طعام" کو "طُعام" پڑھنے میں نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم اصلاح ان کی بھی لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

"رب العلمین" اور "یوم الدین" کی جگہ "راب العلمین" اور "یا وم الدین" اور "مستقیم" کی جگہ "مستقَیم" پڑھنا

سوال[۳۲۴۳]: ایک امام "رب العالمین" کی جگہ "راب العالمین"، "یوم الدین" کی جگہ "یاوم الدین"، "مستقیم" کی جگہ "مستقَیم" پڑھے تو اس صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان الفاظ کو اس طرح پڑھا کہ "رب العالمین" کی "راء" کو مفخم پڑھا جس سے سننے والے کو اس کے ساتھ الف کا شبہ ہوگیا اور "یوم الدین" کے "واؤ" کو بطریق لین پڑھا اور اس کے ماقبل فتحہ کو انفتاحِ فم اور انفتاحِ صوت کے ساتھ پڑھا جس سے شبہ ہوگیا کہ "یاوم الدین" ہوگیا اور "مستقیم" کے "قاف" کو صفتِ استعلاء کے ساتھ ادا کیا جس سے شبہ ہوا کہ "مستقَیم" پڑھا ہے، تو نماز ادا ہوگئی اور اس کے ساتھ اقتداء بھی درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ صفر/ ۸۹ھ۔

---

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۳۲، سعيد)

"الخطأ إذا دخل في الحرف، لا تفسد؛ لأن في هذا بلوى عامة الناس، لا يقيمون الحرف، و لا يمكنهم إقامتها إلا بمشقة". (التاتارخانيه، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الأول: ۱/ ۴۷۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في مسائل زلة القارى: ۱/ ۶۳۳، سعيد)

(۲) "الخطاء إذا دخل في الحرف، لا تفسد؛ لأن في هذا بلوى عامة الناس، لا يقيمون الحرف ولا =

"لا یوقنون" کی جگہ "لا یؤمنون" پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۴]: اپنے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے سورہ الطّور شریف میں رکوع نمبر:۲ میں "بل لایوقنون" کے بجائے "بل لا یؤمنون" پڑھ لے تو نماز ہوجاوے گی یا نہیں؟ فقط۔

محمد امام محلہ سرائے فیض علی سہارنپور، ۳/محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھول کر اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/محرم/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/ ۵۹ھ۔

"کافرون" کی جگہ "ظالمون" پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۵]: اگر کوئی شخص نماز میں "إنه لایفلح الکافرون" کے بجائے "إنه لایفلح الظالمون" پڑھ دے تو اس کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

= یمکنهم إقامتها إلابمشقة". (التاتارخانیه ، کتاب الصلوة، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الأول فی ذکر حرف مکان حرف: ۱/۴۷۸، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار، مطلب فی مسائل زلة القاری: ۱/۶۳۳، سعید)

(۱) "ولو زاد کلمةً أو نقص کلمةً أو نقص حرفاً، أو قدمه أو بدله بآخر نحو............ "انفرجت" بدل "انفجرت"، "ایاب" بدل "أواب" لم تفسد مالم یتغیر المعنی". (الدرالمختار، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها: ۱/۶۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، منها ذکر کلمة مکان کلمة: ۱/۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر فی الکلمة مکان کلمة: ۱/۱۱۵، امجد اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصداً ایسا پڑھنا جائز نہیں اور سہواً اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"لِلْیُسْریٰ" کی جگہ "لِلْعُسْریٰ" پڑھ دیا

سوال [۳۲۴۶]: سائل نے بھول کر "والّیل إذا یغشی" میں "فسنیسّرہ للعُسریٰ" پڑھا تو کیا حکم ہے؟ پھر یاد آنے کی صورت میں دوسری سورت پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑ گئے، نماز فاسد ہوگئی (۲)، دوسری سورت پڑھنے سے بھی نماز صحیح نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "لایوقنون کی جگہ لایؤمنون پڑھ دیا"۔)

(۲) "وإن غیر المعنی بأن قرأ: "إن الأبرار لفی جحیم، وإن الفجار لفی نعیم". أو قرأ: "إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات، أولئک هم شر البریة" .... تفسد صلاته ؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالیٰ به. وقال بعضهم: لا تفسد صلاته لعموم البلوی، والأول أصح". (فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قراءة القرآن خطأً .... إن ذکر آیةً مکان آیة : ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ذکر آیة مکان آیة : ۱/۸۱، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر فی ذکر آیة مکان آیة : ۱/۱۱۸، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۳) تنبیہ: البتہ اگر غلطی فاحش کے بعد فوراً تصحیح کردی، تو نماز صحیح ہوجائے گی، جیسا کہ فتاویٰ حقانیہ میں ہے: "سوال: کوئی شخص نماز میں قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کر جائے اور بعد میں علم ہونے پر فوراً اس کا ازالہ کردے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے، تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب: نماز میں قرأت کی غلطی ہوجانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی:

"ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش، ثم رجع وقرء صحیحاً، قال عندی صلاته جائزة وکذالک الإعراب". [الفتاویٰ الهندیة: ۱/۸۲، الباب الرابع فی صفة الصلوة، فصل فی زلة القاری]". =

"ولم يجدوا" کی جگہ "ولا يجدوا" پڑھنا

سوال[۳۲۴۷]: اگر امام صاحب نے قراءت پڑھی ایک بڑی آیت کی مقدار، یا اس سے زائد یعنی واجب قراءت کی مقدار یا زائد صحیح پڑھ گیا تو نماز درست ہوئی یا نہیں (جب کہ آخر میں جا کر غلطی کرے) جیسے "ولم یجدو" کی بجائے "ولا یجدوا"۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اتنا ہی تغیر ہوا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"لربه" کی جگہ "للإنسان" پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۸]: امام نے "وکان الشیطن لربہ کفوراً" کے بجائے "وکان الشیطن للإنسان کفوراً" پڑھا، تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (فتاویٰ حقانیہ، باب القرأة: ۱۷۷/۳، المطبع العربیہ، لاهور)

(وكذا فی احسن الفتاویٰ، مسائل زلة القاری: ۴۴۵/۳، سعید)

(وكذا فی امداد الفتاویٰ، باب شروط الصلوة وصفتها: ۱۶۸/۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(وكذا فی الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مسائل زلة القاری: ۸۱/۴، دارالاشاعت)

(۱) "(ومنها) ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل، إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة، يقرب معناها وهي في القرآن، لا تفسد صلاته نحو: إن قرأ مكان العليم الحكيمَ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها ذكر كلمة مكان كلمة: ۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر، جنس آخر فی ذكر كلمة مكان كلمة: ۱۱۵/۱، امجد اكیڈمی، لاهور)

(وكذا فی الدر المختار، باب مايفسد الصلوه ومايكره فيها: ۶۳۳/۱، سعيد)

(۲) "وان كان اختلافاً متباعداً نحو أن يختم آية الرحمة بآية العذاب أو آية العذاب بآية الرحمة أو أراد =

"عَمَلَ عَامِلٍ" کی جگہ "عَمَلَ عَمَلٍ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۹]: اگرامام نے ﴿فاستجاب لهم ربهم إنی لا أضیع عمل عاملٍ منکم﴾ کے بجائے "عَمَلَ عَمَلٍ منکم" پڑھ دیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(مولانا) مرتضیٰ حسین صاحب کانپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"یتلون علیکم آیات ربکم" میں "آیات" کی جگہ "آیاتی" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۰]: پارہ نمبر۲۴، میں ﴿یتلون علیکم آیات ربکم﴾ میں اگر "آیاتی" پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

﴿ایات ربکم﴾ کی جگہ اگر "آیاتی" پڑھا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن آیت کو صحیح

= أن يقرأ: "الرحمن علم القرآن" فجرى على لسانه "الشيطان" أو أراد أن يقرأ: "الشيطان يعدكم الفقر" فجرى على لسانه "الرحمن" فعلى قول أبي حنيفة ومحمد تفسد، وأما على قول أبي يوسف لاتفسد صلاته إذا لم يقصد ذلک ومرّ على لسانه غلطاً .... وبه كان يفتي الشيخ الإمام أبو الحسن، وهو اختيار محمد بن مقاتل الرازي". (الفتاویٰ التاتارخانیه، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الثانی فی ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۳۸۰، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الرابع .....فرع في ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۳۶۸، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً أو قدمه أوبدله بآخر .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانیه، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القاری، الفصل الخامس: ۱/۳۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

پڑھنا چاہیے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"إذا جآء أجلهم" میں صرف "جاء أجلهم" یا "وكان سعيكم" میں صرف "سعيكم" پڑھنا

سوال[۳۲۵۱]: جو امام نماز میں کوئی حرف بھول کر چھوڑ دے جیسا کہ ﴿إذا جاء أجلهم﴾ میں "جاء أجلهم" یا ﴿وكان سعيكم مشكوراً﴾ میں "وکان" چھوڑ کر صرف "سعیکم" پڑھ جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں اور ہر صورت کا حکم یکساں نہیں، جیسی صورت ہوگی ویسا ہی حکم ہوگا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/۵/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/۶۰ھ۔

---

(۱) "(ومنها) زيادة حرف، إن زاد حرفاً، فإن كان لا يُغيّر المعنى، لاتفسد صلاته عند عامة المشايخ، نحو: أن يقرأ: "وانهى عن المنكر" بزيادة الياء، هكذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها زيادة حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، نوع منه فإن زاد حرفاً: ۱/۱۱۱، امجد اكيڈمی، لاهور)

(۲) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الخامس: ۱/۴۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشي)

"جزاءً وفاقاً" کی جگہ "جزآءً من ربك" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۲]: فجر کی نماز میں امام نے سورۂ نباء پڑھی ﴿إلا حمیماً وغساقاً﴾ کے بعد بجائے ﴿جزاءً وفاقاً﴾ کے ﴿جزاءً من ربك عطاءً حساباً﴾ الخ، پڑھا۔ ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ یہاں دونوں قسم کی رائے ہوگئی، بعض نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ معنی خراب ہوگئے، بعض نے کہا کہ معنی خراب نہیں ہوئے بلکہ مضمون بدل گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مذکورہ میں اگر "وغساقاً" پر آیت کردی تھی تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۸۸ھ۔

"وجوهٌ یومئذ خاشعة" کے بجائے "وجوهٌ یومئذ ناعمة" پڑھنا

سوال[۳۲۵۳]: فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں امام نے سورۃ الغاشیہ پڑھی ﴿وجوه یومئذ خاشعة﴾ کے بجائے سہواً "وجوه یومئذ ناعمة" پڑھا اور چھ آیات درمیان سے چھوٹ گئیں اور سورت ختم کی، سجدۂ سہو بھی نہ کیا۔ آیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورۃ الغاشیہ میں ﴿وجوهٌ یومئذ خاشعة﴾ کے بعد چند آیات سہواً چھوٹ گئیں اور "وجوهٌ یومئذ ناعمة" پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں، نماز درست ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۵/ ۹۲ھ۔

"إنما ینهٰکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین" کی جگہ "لم یقاتلوکم فی الدین" پڑھنا

سوال[۳۲۵۴]: سورۂ ممتحنہ پارہ: ۲۸، رکوع: ۲، آیت: ۳، یعنی ﴿إنما ینهاکم الله عن الذین

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم")

قاتلوکم فی الدین﴾ کی جگہ "لم یقاتلوکم فی الدین، ولم یخرجوکم" تا "ھم الظالمون"(۱) پڑھا گیا، نماز ہوگئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس کی تلاوت کو ایک ماہ گزر گیا ہے، کوئی مقتدی پردیسی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی (۲)۔ دن تاریخ یاد نہ ہو تو نیت اس طرح کی جائے کہ جس دن سورۂ ممتحنہ کی فلاں آیت غلط پڑھنے سے فلاں نماز خراب ہوئی تھی اس کا اعادہ کرتا ہوں (۳)۔ جہاں تک مقتدیوں کو اطلاع کرنا اپنے قابو میں ہو اطلاع کردی جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۲ھ۔

"فأدخِلو ناراً" کی جگہ "فأدَخلوا"، "الذین ضل سعیھم" میں "اللّظین" پڑھ دیا

سوال [۳۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

---

(۱) (سورۃ الممتحنۃ:۷)

(۲) "أما إذا غیّر المعنی بأن قرأ: "إن الذین آمنوا وعملو الصالحات، أولئک ھم شرّالبریۃ، إن الذین کفروا من أھل الکتاب" .... "خالدین فیھا، أولئک ھم خیر البرّیۃ" تفسد عند عامۃ علمائنا، وھو الصحیح، ھکذا فی الخلاصۃ". (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل الخامس فی زلۃ القاری، ومنھا ذکر آیۃ مکان آیۃ: ۱/۸۱، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قراءۃ القرآن خطأً .... إن ذکر آیۃً مکان آیۃ: ۱/۱۵۳، رشیدیہ)

(۳) "(قولہ: والأصح اشتراط التعین الخ) .... وفی الصلاۃ أن یعین الصلاۃ ویومھا بأن یعین ظھریوم کذا، ولو نوی أول ظھر علیہ أو آخرہ، جاز، وھذا مخلص من لم یعرف الأوقات التی فاتتہ أو اشتبھت علیہ أو أراد التسھیل علی نفسہ". (ردالمحتار، مسائل شتی: ۶/۷۳۴، سعید)

(۴) (وإذا ظھر حدث إمامہ) وکذا کل مفسد فی رأی مقتد (بطلت فیلزم إعادتھا .... کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمّھم وھو محدث أو جنب) أوفا قد شرط أو رکن .... (بالقدر الممکن) بلسانہ أو (بکتاب أو رسول علی الأصح) لو معینین وإلّا لایلزمہ، بحر عن المعراج". (الدرالمختار، باب الإمامۃ: ۱/۵۹۱، ۵۹۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الإمامۃ: ۱/۶۳۸، رشیدیہ)

۱......نماز میں امام نے سورۂ نوح کی آیت:﴿مما خطيئتهم أغرقوا فأُدخِلوا ناراً﴾ کی جگہ "فأُدخَلوا" پڑھا، چونکہ معنی بدل گئے اس لئے عرض ہے کہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

۲......صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ قیامہ (پارہ تبارك الذی) ورکعتِ ثانیہ میں بقرہ (پارہ تلك الرسل) رکوع آکر ﴿لله مافی السموٰتِ﴾ الخ پڑھا۔ چونکہ ترتیب بدل گئی اس لئے نماز ہوگئی یانہیں؟

۳......نماز کی نیت باندھنے سے پہلے "بسم الله الرحمن الرحيم" پڑھنا بدعت بتلاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، بسم اللہ نہ پڑھنی چاہیے؟

۴......نماز میں سورۂ کہف پارہ:۱۶، آیت:﴿قل هل أنبّئكم بالأخسرين أعمالاً، الذين ضل سعيهم﴾ الخ "اللّظين" یعنی بجائے "ذ" کے "ظ" پڑھی گئی، نماز میں تو کوئی شک نہیں یا لوٹائی جائے؟

محمد ادریس سہارنپوری، از بڑوت ضلع میرٹھ، ۱۰/شعبان/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......نماز ہوگئی، معنی ایسے نہیں بدلے کہ جس سے نماز فاسد ہوجائے (۱)۔

۲......نماز ہوگئی، لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے:"ويكره الفصل بسورة قصيرة، وأن يقرأ منكوساً". درمختار(۲)۔ "هذا إذا كان قصداً، وأما سهواً، فلا". كبيرى، ص:٤٦٢(۳).

۳......نیت باندھنے سے پہلے "بسم الله" پڑھنا ثابت نہیں (۴)۔

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "سمع الله لمن حمده" میں "ع" کی زیر کے ساتھ "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا")

(۲) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(۳) العبارة بأسرها: "ويكره أن يقرأ في الثانية سورةً فوق التي قرأها في الأولى؛ لأن فيه ترك الترتيب الذي أجمع عليه الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، هذا إذا كان قصداً، وأما سهواً، فلا". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالايكره، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهورد". (الصحيح للإمام مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد =

7

۴...... یہ لفظ مہمل ہوگیا، نماز لوٹائی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ شعبان/ ۵۷ھ۔

"الإنسان" منصوب کی جگہ "الإنسان" مرفوع اور "فی أحسن تقویم" کو "ما أحسن تقویم" پڑھنا

سوال [۳۲۵۶]: اگر نماز میں قرأۃ کرتے ہوئے ﴿لقد خلقنا الإنسان﴾ کے بجائے "لقد خلقنا الإنسانُ" پیش کے ساتھ پڑھ دے اور "فی أحسن تقویم" کے بجائے "ما أحسن تقویم" پڑھ دے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں! اس طرح بھی معنیٰ نہیں بگڑیں گے، بلکہ صحیح بن جائیں گے، نماز درست ہوجائے گی مگر قصداً ایسا نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= محدثات الأمور: ۲/ ۷۷، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/ ۳۷۱، قدیمی)

(۱) "وإن اختلف المعنی ولم یکن فی القرآن نحو أن یقرأ: .... ﴿ما أنا بظلام للعبید﴾ بالذال، تفسد صلاته". (الفتاویٰ التاتارخانیه، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الأول فی ذکر حرف مکان حرف: ۱/ ۴۶۸، ۴۷۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراچی)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، فصل فی القراءة خطأً بذکر حرف مکان حرف: ۱/ ۱۴۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری .... منها ذکر حرف مکان حرف: ۱/ ۷۹، رشیدیه)

(۲) "قوله: (کما لو بدل) هذا علی أربعة أوجه؛ لأن الکلمة التی أتی بها، إما أن یتغیر المعنی أو لا .... وإذا لم تغیر، لا تفسد الخ". (رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب فی مسائل زلة القاری: ۱/ ۶۳۲، ۶۳۴، سعید) .... =

"مأکول" بغیر "ل" کے پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۷]: سورۂ"الم ترکیف" میں "مأکول" کے بجائے "مأکو" بغیر لام کے پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سانس کم ہونے کی وجہ سے اخیر کا حرف بعض دفعہ آہستہ ادا ہوتا ہے، اگر بالکل ادا نہیں ہوا تب بھی نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا(۱)، فساد سے بچانے کے لئے تاویلِ بعید کی بھی کبھی نوبت آجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"تحضُوْن" کے بجائے "تحضَوْن" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۸]: اگر امام نے قراءت میں "تحضُون" پیش کے بجائے زبر پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٨٠، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى، رشيديه)

"وأما الإعراب، فإن لم يغير المعنى لا تفسد .... (وقال أيضاً) و في الحروف إما بوضع حرف مكان آخر أو تقديمه أو تاخيره أو زيادته أو نقصه .... فإذا وضع حرفاً مكان غيره فإما خطأً وإما عجز، فالأول إن لم يغير المعنى .... لا يفسد و إن غير فسدت .... فالعبرة عدم الفساد عدم تغيير المعنى". (فتح القدير: ١/٢٨١، ٢٨٢، فصل في القرأة، رشيديه)

(١) "و لو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب في مسائل زلة القارى: ١/٦٣٢، سعيد)

"(ومنها) حذف الحرف، فإن كان على سبيل الإيجاز و الترخيم .... وإن لم يكن على وجه الإيجاز والترخيم، فإن كان لا يغير المعنى، لا تفسد صلاته الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٧٩، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ١/٤٨٥، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة، إدارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی، اس سے معنی نہیں بگڑے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۶/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۹۲ھ۔

"أنفُسُکم" مرفوع کی بجائے "أنفُسَکم" منصوب پڑھنا

سوال[۳۲۵۹]: اگر "أنفسُکم" کے "س" پر پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے تو اس حالت میں نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۶/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۹۲ھ۔

"ہ" کی جگہ "ح" یا برعکس پڑھنا

سوال[۳۲۶۰]: اگر نماز میں لفظ صحیح پڑھا مگر ادا زبان سے چھوٹی "ہ" کے بجائے بڑی "ح" کی آواز معلوم ہوئی، یا بڑی "ح" کے بجائے چھوٹی "ہ" کی آواز معلوم ہوئی تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "إذا لحن فی الإعراب لحناً لایغیر المعنی بأن قرأ: "لا ترفعوا أصواتُکم" برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، و منها اللحن فی الإعراب: ۱/ ۸۱، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الصلوة، الفصل العاشر فی اللحن فی الإعراب: ۱/ ۳۷۹، مکتبه غفاریه، کوئٹه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: " 'تحضُون' کے بجائے 'تحضَون' پڑھ دیا")

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

"ولنبلونکم" کی جگہ "ولا نبلونکم" اور "ماأغنی عنه مالُه" کی جگہ "مالَه" پڑھ دیا

سوال[۳۲۶۱]: زید نے عشاء کی نماز کے اندر تین دن میں تین غلطیاں کیں:

۱...... پارہ، نمبر۲: رکوع، نمبر۳: میں آیت ﴿ولنبلونکم بشئی من الخوف﴾ الخ میں لامِ تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھ دیا جس کی وجہ سے معنی بالکل الٹ ہوگئے۔

۲......سورۂ "تبت یدا" میں ﴿ما أغنی عنه مالُه﴾ بضم اللام کے بجائے بفتح اللام پڑھ دیا۔

۳...... پارہ نمبر: ۲۷، سورۂ رحمٰن میں ﴿خلق الإنسان من صلصال﴾ الخ کے بعد آیت ﴿رب المشرقین ورب المغربین﴾ کو پڑھنا چاہیے تھا لیکن ثانی آیت چھوڑ کر آگے والی آیت ﴿یخرج منهما اللؤلؤ﴾ پڑھ دیا، اس کے بعد ﴿رب المشرقین﴾ کو پڑھا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں کون سی حالتوں میں نماز ہوئی اور کون سی صورت میں فاسد ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......بعض علاقوں میں لوگ فتحہ کو کچھ کھینچ کر ہی پڑھتے ہیں، یہ غلطی ان سے غیر شعوری طور پر ہو ہی جاتی ہے جس کی وجہ سے سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ لامِ تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھا گیا ہے۔ غلبۂ جہل کی وجہ سے متأخرین ایسی صورت میں نماز کے فساد کا حکم نہیں لگاتے (۲)۔

---

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً، أو قدّمه أو بدّله بآخر .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومالايكره فيها : ۱/۶۳۳، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلوة نوع آخر فى زلة القارى ، الفصل الأول فى ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۶۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشى)

(۲) "(قوله: ومنها زلة القارى) .... فاتفقوا على أن الخطأ فى الإعراب لايفسد مطلقاً ولو اعتقاده =

۲......سورۂ تبت میں جو حرکت لام کی غلطی ہوئی اس سے معنی فاسد نہیں ہوئے (۱)۔

۳......سورۂ رحمٰن میں جو آیت کی تقدیم و تاخیر ہوئی اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ تاہم امام صاحب کو پوری احتیاط سے نماز پڑھانے کی ضرورت ہے، چند سورتیں خوب صحیح یاد کرلیں، ان کو ہی پڑھا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۵ھ۔

"مالُہ" کی جگہ "مالَہ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۶۲]: ایک شخص نے مغرب کی نماز میں سورہ لہب پڑھا اور "مالُہ" کی جگہ سہواً "مالَہ" پڑھ دیا تو کیا نماز ہوجائے گی یا نماز کا لوٹانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی، معنیٰ نہیں بگڑے (۳) صحیح پڑھنے کا خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۱/۱/۹۲ھ۔

= كفراً؛ لأن أكثر الناس لايميّزون بين وجوه الإعراب. قال قاضي خان: ماقاله المتأخرون أو سع، وماقاله المتقدمون أحوط". (ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القارى: ۱/۶۳۱، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فى زلة القارى، ومنها: اللحن فى الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية، نوع آخر فى زلة القارى، الفصل العاشر فى اللحن فى الإعراب: ۱/۴۹۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراچى)

(۱) (راجع، ص: ۱۴۴، الحاشية رقمها: ۲)

(۲) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد، كمالو قرأ: "والعصر إن الإنسان" ثم قال: "إن الأبرار لفى نعيم" .... أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغيّر المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنىٰ" مكان قوله: "كانت لهم جنات الفردوس نزلاً" لا تفسد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فى زلة القارى، منها: ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا فى التاتارخانيه، نوع فى زلة القارى، الفصل الثانى فى ذكر آية مكان آية: ۱/۴۷۹، إدارة القرآن)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: " 'ولنبلونكم" کی جگہ 'ولانبلونكم' اور 'ماأغنى عنه مالُه' کی جگہ 'مالَه' پڑھ دیا")

سورۂ جمعہ میں "انفضّوا" کی جگہ "انفضّ" پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۶۳] : امام صاحب نے درحالتِ صلوۃ سورۂ جمعہ کا آخری رکوع تلاوت فرمایا: ﴿وإذا رأو تجارةً أو لهوا انفضوا﴾ کے بجائے "انفض" کہہ پائے تھے کہ سانس بھرآئی اور "انفضوا" کو پورا نہ کرسکے، پھر جب قراءت شروع کی تو بجائے "انفضوا" کے "فضوا" پڑھا۔ کیا ایسی صورت میں نماز درست ہوگئی؟ اگر نہیں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ ایسے ہی "التکاثر" پورا نہیں کیا بلکہ "ألهكم التكاثر" کہہ کر سانس توڑی یا نہیں توڑی مگر کچھ اس طرح الگ الگ پڑھا جس سے دھوکہ ہونے لگا، اس کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ تو اس طرح نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح نہیں پڑھنا چاہیے، تاہم نماز ہوگئی، اعادہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"خیراً یرہ" کی جگہ "شرًّا یرہ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۶۴] : سورۃ "إذا زلزلت" میں ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾ کی جگہ ﴿ومن يعمل ذرة شراً يره﴾ یا اس کے عکس اگر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف، أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، فإنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً .... لاتفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمهم الله .... ولو قرأ: "أأنت قلت للناس" ووقف عليه .... أو "فحشر فنادى فقال" ووقف عليه، إن وقف لانقطاع النفس في هذه الموضع، لاتفسد صلاته". (الفتاوىٰ التاتارخانيه، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۷۹، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها الوقف والوصل والابتداء في غير موضعها: ۱/۸۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"لا یملکون منه خطاباً" میں "إلا خطاباً" پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۶۵]: اگر کوئی شخص نماز میں ﴿لا یملکون منه خطاباً﴾ کے بجائے "لا یملکون منه إلا خطاباً" پڑھ جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں معنی میں تغیر فاحش ہوگیا جو کہ مقصودِ قرآن کریم کے خلاف ہے، لہٰذا نماز فاسد ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

"سمع الله لمن حمده" میں "ع" کو زیر کے ساتھ اور "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۶۶]: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب میں ہے کہ "زیر" کی جگہ "زبر" یا

---

(۱) "أحدها: أن يقدم بجملة على جملة، ويفهم بالتقديم مايفهم بالتأخير، نحو أن يقرأ: "يوم تسودّ وجوه وتبيضّ وجوه" أو يقرأ: "وكتبنا عليهم فيها أن العين بالعين والنفس بالنفس" .... ونحو ذلك، لاتفسد". (المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل السابع فى الخطأ فى التقديم والتأخير: ۱/۳۷۶، المكتبة الغفارية، كوئٹه)

(وكذا فى التاتارخانيه، نوع في زلة القارى، الفصل السابع فى الخطأ فى التقديم والتأخير: ۱/۴۸۸، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها الخطأ فى التقديم والتأخير: ۱/۸۰، رشيديه)

(۲) "اعلم أن الكلمة الزائدة إما أن تكون في القرآن أولا، وعلى كلٍّ: إما أن تغير أولا، فإن غيرت، أفسدت مطلقاً". (ردالمحتار، مطلب: مسائل فى زلة القارى: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فى زلة القارى، ومنها زيادة كلمة: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية، فصل فى قراءة القرآن: ۱/۵۴۱، رشيديه)

برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی''(۱)۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی غلطی سے صرف قراءت میں نماز فاسد ہوگی؟ ایک امام مقررہ "سمع الله لمن حمده" میں "ع" کو''زیر'' کے ساتھ پڑھنے کے عادی ہیں، اس سے نماز تو فاسد نہ ہوگی؟ اگر ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے بعد ایسی غلطی ہوجائے کہ''زیر'' کی جگہ ''زبر'' پڑھا جائے یا کوئی اَور ایسی غلطی ہوجائے جس سے معنی بگڑ جائیں تو کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟

الف......سورۂ ملک میں "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ اور سورۂ بروج میں "إن بطش ربك" میں "ربك" کو اگر کوئی ''زبر'' کے ساتھ پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

ب......اگر قراءت میں کوئی سہواً ''زبر'' کی جگہ ''زیر'' یا برعکس پڑھا جائے اور فوراً درست کرلے خواہ لقمہ پانے پر، تو کیا تب بھی نماز فاسد ہوگی؟

ج......وتر پڑھ کر معلوم ہوا کہ عشاء کی فرض نماز فاسد ہوگئی، تو اب صرف عشاء دہرائیں یا وتر وسنن بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدار معنی بگڑنے پر ہے، بعض جگہ ''زیر زبر'' کی غلطی سے معنی بگڑ جاتے ہیں (۲)، تشہد اور تکبیرِ انتقال میں ''زیر زبر'' میں غلطی ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۳)۔ قراءت میں تین آیات سے پہلے غلطی ہو یا بعد میں سب کا حکم ایک ہے۔

---

(۱) **سوال**: ''ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مصلی نماز میں زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھے تو کافر ہوجاتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا کیا''؟

جواب: ''کافر نہیں ہوتا مگر نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ فقط''۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۹/۴، مکتبہ إمدادیہ، ملتان)

(۲) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ: "لا ترفعوا أصواتُكم" برفع التاء، لاتفسد صلاته بالإجماع، وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ: "وعصى آدمَ ربُه" بنصب الميم ورفع الرب، وما أشبه ذلك مما لوتعمّد به يكفر إذا قرأ خطأً، فسدت صلاته في قول المتقدمين". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب: ۸۱/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأً وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱۳۹/۱، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

الف......اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔

ب......قراءت کی غلطی سے اگر معنیٰ بگڑ گیا تو نماز فاسد ہوگئی (۲)، تو پھر لقمہ یا بغیر لقمہ کے درست کر لینے سے صحیح نہ ہوگی (۳)۔

ج......فرضِ عشاء اور سنت دہرائے، وتر نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (راجع، ص: ۱۴۸، رقم الحاشية: ۱)

(۲) (راجع، ص: ۱۴۸، رقم الحاشية: ۱)

(۳) ''[تنبیہ]: غلطی فاحش کے بعد اگر فوراً اس کی تصحیح کر دی جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "في العالمگيرية: ذكر في الفوائد لو قرأ في الصلوة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحيحاً قال عندي صلوته جائزة وكذالك الاعراب اه : ۱/۸۱، قلت وكذالك سمعت شيخي مولانا محمد يعقوب رحمه الله تعالىٰ. پس بناءً علیہ نماز این کس صحیح باشد''۔ (امداد الفتاوىٰ: ۱/۱۶۸)

(امداد الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، باب القرأة: ۱/۱۶۸، مكتبه دارالعلوم كراچى)

سوال: اگر کسی نے غلطی سے امّا من ثقلت موازينه فامّه هاوية پڑھ لیا، مگر فوراً ہی صحیح کر لیا تو نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملهم الصواب: نماز ہوگئی، وفي الهندية......... فقط واللہ اعلم۔ (احسن الفتاوىٰ، مسائل زلّة القارى: ۳/۴۴۵، سعيد)

نماز میں قرأت کی غلطی ہو جانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی۔

(فتاوىٰ حقانيه، كتاب الصلوة، باب القرأت: ۳/۱۷۷، المطبعه العربيه، لاهور)

(وفتاوىٰ دارالعلوم ديوبند: ۴/۸۱)

(۴) "لو صلى الوتر ناسياً أنه لم يصل العشاء ثم صلاها، لايعيد الوتر، لقولهم: إنه لو صلى العشاء بلا وضوء والوتر والسنة به، يعيد العشاء والسنة لا الوتر؛ لأنه أدّاه ناسياً أن العشاء في ذمته فسقط الترتيب، أفاده ح". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۸، سعيد)

(وكذا في شرح الوقاية، باب قضاء الفوائت: ۱/۱۸۲، سعيد)

سورۂ فجر میں "أکرمن" کی بجائے "أھانن" پڑھنا

سوال[۳۲۶۷]: ایک روز نمازِ فجر میں متشابہ لگا، ایک جگہ "أھانن" ہے اور دوسری جگہ "أکرمن" ہے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ٹھیک پڑھا، مگر ہمارے دو مقتدی رمضانی اور حافظ عبدالحمید صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ "أھانن" پڑھا ہے، تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کو پختہ یقین نہیں بلکہ شک ہے اور دو معتبر مقتدی کہتے ہیں کہ غلط پڑھا ہے تو ان دونوں کا قول معتبر مانتے ہوئے نماز کو لوٹانا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۹/ ۸۹ھ۔



---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إحدى صلاتي العشي الظهر أو العصر .... فقام رجل -كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يسميه ذواليدين-، فقال: يارسول الله! أنسيت أم قُصرت الصلاة؟ قال: "لم أنس، ولم تقصر الصلاة". بل نسيت يارسول الله! فأقبل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على القوم فقال: "أصدق ذو اليدين"؟ فأوموا أي نعم، فرجع رسول الله إلى مقامه فصلى ركعتين الباقيتين ثم سلم الخ". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في سجدتي السهو : ۱/ ۱۴۴، دارالحديث ، ملتان)

"لو قرأ: "وعداً علينا إنا كنا غافلين" مكان "فاعلين" .... أو ما أشبه ذلک أو ختم آية الرحمة بآية العذاب أو على العكس، قال عامة المشايخ رحمهم الله تعالىٰ: تفسد صلاته .... ؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالىٰ به". (فتاوىٰ قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأً .... بذكر كلمة مكان كلمة : ۱/ ۱۵۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثاني في ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل : ۱/ ۴۸۰، إدارة القرآن، كراچی)

فصل فی الفتح علی الإمام

(امام کولقمہ دینے کا بیان)

امام کے بھولنے پرلقمہ دینے کی تفصیل

سوال[۳۲۶۸]: امام نماز پڑھاتے ہوئے کسی آیت پر اٹک گیا اب مقتدی اس کولقمہ دے تو نماز صحیح ہوگی یا فاسد ہوجائے گی یا قراءت تین آیات کی مقدار ہوچکنے کے بعد لقمہ نہ دیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام اگر اتنی مقدار پڑھنے کے بعد اٹکا ہے کہ جس کے بعد رکوع کردینا مناسب تھا تب تو امام کو رکوع کردینا چاہئے اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی اٹک گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے وہیں اٹکا نہ رہے، امام کے لئے اسی اٹکی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے اور مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ توقف کرے کہ شاید امام رکوع کردے، یا دوسری سورت پڑھ دے، یا خود ہی اٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے جلدی لقمہ دینا مقتدی کے حق میں مکروہ ہے، جب امام نہ رکوع کرے نہ دوسری سورت پڑھے نہ خود نکال پائے تو لقمہ دیدے۔خواہ تین آیت پڑھ چکا ہو یا اس سے کم، نماز کسی کی بھی فاسد نہ ہوگی نہ امام کی نہ مقتدی کی۔طحطاوی،ص:۱۸۳(۱)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) "قوله: (وفتحه على إمامه جائز) بما روى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ فى الصلاة سورة المؤمنين، فترک كلمةً، فلما فرغ قال: "ألم يكن فيكم أبيّ" قال: بلى، قال:"هلا فتحت عليّ"؟ قال: ظننت أنها نسخت، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" لو نسخت لأعلمتكم" و قال : "إذا استطعمک الإمام فأطعمه": أى إذا استفتحک الإمام فافتح عليه .... ويكره للمقتدى أن يعجّل بالفتح؛ لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة. و يكره للإمام أن يُلجئهم إليه بأن يقف ساكناً بعد الحصر، أو يكرر الآية، بل ينتقل إلى آية أخرى، أو يركع إن قرأ القدر المستحب، و قيل : قدر الفرض والأول هو الظاهر. .... =

سہو پر امام کو مطلع کرنے کے لئے "سبحان اللّٰہ" کہا جائے یا "اللّٰہ اکبر"؟

سوال [۳۲۶۹]: ہماری مسجد کے امام نے عصر کی نماز پڑھی اور چوتھی رکعت میں بجائے کھڑے ہونے کے سہواً بیٹھ گئے تو کسی مقتدی نے "اللّٰہ أکبر" کہدیا تا کہ وہ اپنے سہو پر مطلع ہو جائیں۔ نماز پوری کر لینے کے بعد امام صاحب نے بتایا کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام سہو کرے تو اس کو "سبحان اللّٰہ" کے ذریعہ تنبیہ کرنا چاہئے اور "اللّٰہ أکبر" کہنا جائز ہے اور انہوں نے ترمذی شریف میں مذکور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو دلیل میں پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان سے سہواً ہوتو "فسبح به من خلفه" روایت میں ہے: "هكذا صنع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" (۱) اور دوسری دلیل عالمگیری کی، ص:۱۰۴ پر: "ولو عرض للإمام شيء، فسبح المأموم، لا بأس به؛ لأن القصد به إصلاح الصلوة" (۲)۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں اور ان پر تحویل کیا گیا ہے۔

نیز امام کو اس کی سہو پر "اللّٰہ أکبر" کے ذریعہ تنبیہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هي التسبيح والتكبير و قرأة القرآن". رواه مسلم (۳) اور عالمگیری، ص:۱۰۴ میں مذکور ہے: "وإذا أخبر بما يعجبه،

= قوله: (لإصلاح صلاتهما)؛ لأنه لو لم يفتح ربما يجرى على لسانه ما يكون مفسداً، فيكون فيه إصلاح صلاة الإمام، و بإصلاحها تصلح صلاة المقتدى". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۳۴، قديمى)

(وكذا فى رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۲۲، ۶۲۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/ ۱۰، رشيديه)

(۱) "عن زياد بن علاقة قال: صلى بنا المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه فلما صلى ركعتين قام و لم يجلس، فسبح به من خلفه فأشار إليهم أن قوموا، فلما فرغ من صلاته، سلم فسجد سجدتى السهو وسلم، وقال: هكذا صنع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن الترمذى، باب ما جاء فى الإمام ينهض فى الركعتين ناسياً: ۱/ ۸۳، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۹۹، رشيديه)

(۳) (الصحيح لمسلم، باب تحريم الكلام فى الصلاة و نسخ ما كان من إباحته: ۱/ ۲۰۳، قديمى)

فقال: سبحان الله، أو لا إله إلا الله، أو الله أكبر إن لم يرد به الجواب، لا تفسد صلوته عند الكل"(۱) اور اسی کتاب میں مذکور ہے: "لو أخطأ الإمام، ففتح المقتدی علی الامام، لا تفسد صلوته"(۲)۔

پھر ایک مقامی عالم نے مجھے بتایا کہ جس رکعت میں امام کو کھڑا ہونا چاہئے تھا اور وہ سہواً بیٹھ گئے تو مقتدی کو چاہئے کہ "الله أكبر" کے ذریعہ امام کو اس کی سہو پر تنبیہ کرے اور جس رکعت میں امام کو بیٹھنا چاہئے اور سہواً کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں "سبحان الله" کے ذریعہ امام کو تنبیہ کرنا چاہئے۔

آپ سے گزارش ہے کہ "الله أكبر" کے جواز وعدم جواز پر اور "سبحان الله، الحمد لله" کی افضلیت، پھر ایک مقامی عالم دین کا فرمان کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کریں تا کہ آئندہ سے ہم لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے میں سہولت ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ دیگر طُرق سے بھی یہ روایت مروی ہے جن میں وجہ ضُعف موجود ہے اور خود اس کا ضعف بھی ہو جاتا ہے، ترمذی شریف کے صفحہ محولہ پر ملاحظہ ہو (۳)۔

امام سے اگر سہو ہو جائے تو اس کو یاد دلانا چاہئے اور یاد کے لئے "سبحان الله" کہنا چاہئے خواہ قیام کی جگہ قعود ہو یا برعکس ہو، لیکن اگر امام دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا تو اب اس کو یاد نہ دلائے (۴)۔"لو

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(۲) لم أجد العبارة فيها بهذا اللفظ، ولكن ذكرها بلفظ: "لو أخطأ الإمام، فتنحنح المقتدی يهتدی الإمام، لا تفسد صلاته". (الفتاوی العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۱۰۱ رشيديه)

(۳) سوال میں ذکر کردہ حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ نے "حديث حسن صحيح" فرمایا۔ (جامع الترمذی، باب ماجاء فی الإمام ينهض فی الركعتين ناسياً: ۱/۸۳، سعيد)

(۴): "لو عرض للإمام شيء فسبح المأموم، لا بأس به؛ لأن المقصود به إصلاح الصلاة .... و لا يسبح للإمام إذا قام إلی الأخريين؛ لأنه لا يجوز له الرجوع إذا كان إلی القيام أقرب، فلم يكن التسبيح مفيداً .... وإنما ترك للحديث الصحيح "من نابه شيء فی صلاته فليسبح". فللحاجة لم يعمل بالقياس". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۲، رشيديه)

فتح علی إمامه، فلا فساد؛ لأنه تعلق به إصلاح صلوته". البحر الرائق: ٢/٦ (١)، اس میں لفظ "شیء" عام ہے یہی لفظ "شیء" حدیث میں بھی ہے: "نابه شيء في صلوة فليسبح". كذا في البحر الرائق (٢)۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ قیام وقعود کے لئے یکساں تنبیہ کی جائے، دونوں کا فرق مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں، تاہم "الله أكبر" کہہ کر تنبیہ کی جائے تب بھی فسادِ نماز کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

لقمہ دینا

سوال [۳۲۷۰]: امام صاحب جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہیں، نہ تو وہ عالم ہیں نہ ہی حافظ قرآن، محض چند سورتیں یاد کرلی ہیں۔ امام صاحب نے جمعہ کی نماز میں آخری رکعت میں ایک سورت تیسویں پارہ کی ملائی جو تین آیتوں سے زیادہ آیتوں کی تھی، ان کو تین آیتوں کے بعد تشابہ ہونے لگا، تین بار کے بعد ایک مقتدی جو حافظِ قرآن تھے انہوں نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے آگے پڑھ کر نماز پوری کی۔ دو عالم اس جماعت میں تھے، انہوں نے اپنی دلیلیں پیش کرنا شروع کیں، ایک صاحب نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ بالکل ہوئی نہیں، دلیل بھی انہوں نے پیش کی کہ ناحق نمازوں میں لقمہ جائز نہیں۔ دوسرے عالم نے نماز کے غلط ہونے کی دعویٰ میں دلیل پیش کی کہ امام نے چونکہ لقمہ لے لیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا، اس لئے نماز درست نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے اپنی نماز کے ہونے کا اعلان کردیا بعدہ سنت بھی ادا کرلی۔

الجواب حامداًومصلياً:

امام اگر اٹک جائے یا اس کو تشابہ لگ جائے تو مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے تاکہ امام خود نکال لے یا رکوع کردے، یا دوسری جگہ سے پڑھ دے، جلدی میں لقمہ دینا مکروہ ہے۔ امام کو بھی چاہئے کہ وہیں اٹکا نہ رہے کسی اَور جگہ سے پڑھ دے، وہیں اٹکے رہنا اور بار بار اسی کو پڑھنا امام کے لئے مکروہ ہے، یہ اصل مسئلہ ہے۔ اس کے باوجود جب مقتدی لقمہ دے تو مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی، امام لقمہ لے تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، خواہ تین آیت کے مقدار پڑھی ہو یا کم زیادہ سب کا یہی حکم ہے اور اس لقمہ دینے اور لینے سے سجدۂ سہو

(١) (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ٢/١٠، رشيديه)

(٢) (البحر الرائق، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ٢/١٢، رشيديه)

واجب نہ ہوگا فرض نماز ہو یا عید وتراویح سب کا حال اس مسئلہ میں یکساں ہے۔ جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر لوگوں کو روکنا اور جمعہ وجۂ مذکورہ کی بنا پر دوبارہ پڑھنا غلط ہوا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۲ھ۔

قعدہ اُولیٰ میں قعدہ اُولیٰ کے طویل ہونے میں لقمہ دینا

سوال[۳۲۷۱]: امام قعدۂ اولی اور تشہد میں جتنا روز بیٹھتا ہے آج اس سے زیادہ بیٹھا تو مقتدی کو شبہ ہوگیا کہ امام کو سہو ہوگیا، اس نے "سبحان اللّٰہ" کہہ دیا اور امام کھڑا ہوگیا اور اس نے سجدۂ سہو بھی کرلیا۔ نماز کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ امام جب تک سلام شروع نہ کرے لقمہ نہ دینا چاہئے۔ تو اس شخص کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اور محض شبہ کی بنیاد پر لقمہ نہ دے، کما فی الطحطاوی(۲)۔ محض معمول سے کسی قدر تشہد کے ختم ہونے میں تاخیر ہوجانے سے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ امام کو سہو ہوگیا اور اس نے تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ معنی کی طرف دھیان کرنے سے یا کسی دوسری حضوری کیفیت کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو، لیکن جب وہ سلام پھیرنے لگے تو البتہ یقینی بات ہے کہ اس نے اس قعدہ کو قعدۂ اخیرہ تصور کیا تب لقمہ دینا لازم ہے، تاہم اگر کسی نے شبہ کی بنا پر لقمہ دیدیا تو نماز تب بھی فاسد نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان المسئلة: "امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل")

(۲) " قوله: (وفتحه على إمامه جائز) ويكره للمقتدى أن يعجّل بالفتح؛ لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة". (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۳۴، قدیمی)
(وكذا فی رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۲۲، ۶۲۳، سعيد)

(۳) "لو فتح على إمامه، فلا فساد؛ لأنه تعلق به إصلاح صلاته؛ أما إن كان الإمام لم يقرأ الفرض فظاهر .... والصحيح عدم الفساد؛ لأنه لو لم يفتح ربما يجرى على لسانه مايكون مفسداً، فكان فيه إصلاح صلاته". (البحر الرائق باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۲/ ۱۰، رشيديه)

نابالغ کا امام کو لقمہ دینا

سوال[۳۲۷۲]: ہمارے یہاں مدرسہ میں بہت سے طلباء نابالغ درجۂ حفظ میں پڑھتے ہیں، نماز میں یہ لقمہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ سمجھدار جو کہ مفسداتِ صلوٰۃ سے بچتا ہو، امام کو لقمہ دے سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۸/ ۸۹ھ۔

غلط لقمہ دینا

سوال[۳۲۷۳]: مقتدی نے امام کو تعدادِ رکعات کے اندر غلط لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہیں لیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟ یا کسی اَور قسم کا غلط لقمہ دیا اگر ما یجوز به الصلوة کے مطابق قرأت کر چکا ہے، پھر قصداً دوسری جگہ سے قرأت کرنے لگتا ہے یا نسیاناً دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ اگر ما یجوز به الصلوة کے مطابق قرأت نہیں کی ہے اور قصداً یا سہواً منتقل ہو گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقتدی نے عمداً غلط لقمہ نہیں دیا تو اس کی بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ مایجوز به الصلوة قرأت

---

(۱) "وإن فتح على إمامه لم تفسد .... وفتح المراهق كالبالغ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيمايفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۹۹، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۵۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/ ۱۱، رشيديه)

(۲) "(بخلاف فتحه على إمامه)، فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بكل حال". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/ ۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيمايفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۹۹، رشيديه)

کے مطابق یا اس سے پہلے اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ میں قرأت کی، قصداً یا نسیاناً تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی الّا یہ کہ معنی بگڑ جائیں، مثلاً: "إن الذین امنوا وعملوا الصالحات" کے بعد بغیر وقف کئے دوسری جگہ سے "أولئك أصحاب النار، هم فیها خالدون" پڑھ دیا تو معنی بگڑ گئے اور نماز فاسد ہوگئی (۱)، بلا مجبوری کے قصداً دوسری جگہ منتقل ہونا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔



(۱) "أما إذا لم يقف و وصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ "إن الذين آمنوا و عملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: "كانت لهم جنات الفردوس نزلاً" لا تفسد، أما إذا غيّر المعنى بأن قرأ "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات اولئک هم شر البرية" .... تفسد عند عامة علمائنا، وهو الصحيح، هكذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، و منها ذكر آية مكان آية: ۱/ ۸۰، ۸۱، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى الخانية، فصل في القرأة في القرآن خطأً إن ذكر آية مكان آية: ۱/ ۱۵۳، رشيديه)

باب الوتر و القنوت

الفصل الأول فی الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

تعدادِ رکعاتِ وتر

سوال[۳۲۷۴]: زید وتر کی تین رکعات کا قائل ہے اور علمائے دیو بند اور امام اعظمؒ کا اس پر عمل تھا اور ہے، بکر یہ کہتا ہے کہ میں کسی کا مقلد نہیں ہوں نہ ائمہ کا اور نہ کسی کا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، افعال سے ثابت کرو۔ اہلِ حدیث یعنی غیر مقلد کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو علمائے مقلدین سے معلوم کرتے ہیں۔ اب وہ ان کے مقلد ہوئے یا نہیں، جب کہ اور کسی سے دریافت نہیں کرتے؟ تقلید کی تعریفِ لغوی اور اصطلاحی بھی تحریر فرمادیں۔

المستفتی: عظیم اللہ بنوری۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:"قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یوتر بثلاث، لا یسلّم إلا فی اٰخرهن"(۱)۔

---

(۱) (المستدرک مع التلخیص، کتاب الوتر: ۱/۳۰۴، دار الفکر، بیروت)

"عن مسور بن مخرمة قال: دفنّا أبا بکر رضی الله تعالیٰ عنه لیلاً فقال: عمر رضی الله تعالیٰ عنه إنی لم أوتر، فقام و صففنا وراءه، فصلی بنا ثلث رکعات، لم یسلم إلا فی آخرهن". (شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۲، سعید)

"عن أبیّ بن کعب رضی الله تعالیٰ عنه: قال: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: یقرأ=

دوسری روایت ہے:"أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعة الأولیٰ والوتر "بفاتحة الکتاب، و سبح اسم ربك الأعلی" و فی الثانیة:" قل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة:" قل هو اللّٰه أحد، والمعوذتین، اهـ" (۱)۔

اس کو اصحابِ سننِ اربعہ (۲)، ابن حبان (۳)، حاکم، طحاوی (۴) نے روایت کیا ہے۔

مسئلۂ تقلید پر بہت سے رسائل شائع ہو چکے ہیں، اس مختصر سے کاغذ میں تفصیل کی گنجائش نہیں، اصل مسئلہ کا جواب ہی بہت اختصار کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے۔ پس اس مسئلہ کے لئے رسالہ "الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد" وغیرہ کوئی رسالہ مطالعہ کر لیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/۳/۶۴ھ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الثانی /۶۴ھ۔

= فی الوتر "بسبح اسم ربک الاعلی" و فی الرکعة الثانیة "بقل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة "بقل هو الله أحد" و لا یسلم إلا فی آخرهن، و یقول: -یعنی بعد التسلیم- "سبحان الملک القدوس" ثلثاً". (سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار: ۱/۲۴۹، قدیمی)

(۱) (المستدرک مع التلخیص، کتاب الوتر: ۱/۳۰۵، دار الفکر، بیروت)

(۲)" عن عبد العزیز بن جریج قال: سألت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: بأیّ شیء کان یوتر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم؟ قالت: کان یقرأ فی الأولیٰ: "بسبح اسم ربک الأعلی" و فی الثانیة: "بقل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة "بقل هو الله أحد، والمعوذتین". (سنن الترمذی، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء ما یقرأ فی الوتر: ۱/۱۰۶، سعید)

(وسنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الوتر، ص: ۸۳، میر محمد کتب خانه)

"عن ابن عبد الرحمن ابن أبزیٰ عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کا ن یوتر "بسبح اسم ربک الأعلی" و "قل یا أیها الکافرون" و "قل هو الله أحد الخ". (سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار: ۱/۲۵۱، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یقرأ فی الوتر: ۱/۲۰۸، مکتبه إمدادیه ملتان)

(۳) (الصحیح لابن حبان، ذکر الإباحة للمرء أن یضم لقراءة المعوذتین إلی قرائة قل هو الله أحد" الخ: ۵/۷۴، المکتبة الأثریة شانگله هل)

(۴) (وشرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۹، سعید)

وتر میں سورتوں کی تعیین

سوال[۳۲۷۵]: بعض حفاظ وتر میں ہمیشہ "إنا أنزلناه" اور "سورۂ کافرون" اور آخر رکعت میں "سورۂ اخلاص" پڑھتے ہیں حالانکہ ہمیشہ ایک سورت پڑھنے کو فقہاء نے منع کیا ہے۔ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء نے جو منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہو جائے کہ اس مخصوص سورت کے علاوہ دوسری سورت پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی، یا اس کے عمل سے دوسروں کو اس کا خیال نہ ہو جائے، لیکن جن سورتوں کا کثرت سے پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان کو کثرت سے پڑھنا اتباعِ سنت کی نیت سے درست ہے بلکہ ثواب ہے(۱)، البتہ کبھی کبھی مصلحت بالا کی وجہ سے دوسری سورت بھی پڑھ لے۔

وتر میں "سبح اسم ربك الأعلى، قل یا أیها الکافرون، و قل هو الله" کا پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتبِ احادیث میں مذکور ہے مگر اس پر مداومت ثابت نہیں، لہٰذا اکثر ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے، کذا فی الطحطاوی (۲)۔ "إنا أنزلناه" کا پڑھنا میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا (۳)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یقرأ فی الوتر" بسبح اسم ربک الأعلی" و "قل یا أیها الکافرون" و "قل هو الله أحد" فی رکعة رکعة". (سنن الترمذی، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء ما یقرأ فی الوتر: ۱/۱۰۶، سعید)

(۲) و فی مراقی الفلاح: "(ویقرأ) وجوباً (فی کل رکعة منه الفاتحة و سورة) لما روی أنه علیه الصلاة والسلام قرأ فی الأولی منه: أی بعد الفاتحة "بسبح اسم ربک الأعلی" و فی الثانیة: "بقل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة: "بقل هو الله أحد" و قنت قبل الرکوع". (باب الوتر و أحکامه، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(۳) قال العلامة الشامی: "والسنة السور الثلاث: أی الأعلی، والکافرون والإخلاص، لکن فی النهایة: أن التعیین یفضی إلی اعتقاد بعض الناس أنه واجب، و هو لایجوز، فلو بماورد به الآثار أحیاناً بلا مواظبة، یکون حسناً، بحر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۶، رشیدیه)

رمضان کی وتر میں سورۂ قدر

سوال[۳۲۷۶]: سورۂ "إنا أنزلناه" رمضان میں وتروں میں پڑھنا سنت ہے یانہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سنت ہے، دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں سنت اس کونہیں مانتا۔ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سورہ"إنا أنزلنا" کاوتر میں پڑھنا متعین طور پراحادیث سے ثابت نہیں،اورسورتوں کی طرح یہ بھی ایک سورت ہے،وتر میں پڑھنا بھی درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

عشاء کی نمازتنہا پڑھ کروتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۷۷]: رمضان شریف میں زید نے عشاء کی نمازمنفرد ہوکر پڑھی اورتراویح میں شریک ہوگیاتو وتر کی نماز زید جماعت کے ساتھ پڑھ سکتاہے یانہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جماعت کے ساتھ وتر پڑھنااس کودرست ہے:

"إن فاتته مع الإمام ترويحة أوتر ويحتان أوأكثر، هل يقضيها قبل الوتر، أو يوتر ثم يقضيها؟ ذكره في الذخيرة فقال: اختلف مشايخ زماننا قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي ما فاته من التراويح. وقال بعضهم: يصلي التراويح المتروكة ثم يوتر". كبيرى، ص:٣٨٦(٢).

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فاقرؤ اما تيسر من القرآن﴾ (المزمل : ۲۰)

" (قوله:و يكره التعيين الخ) هذه المسألة مفرّعة على ما قبلها؛ لأن الشارع إذا لم يعيّن عليه شيئاً تيسيراً عليه، كره له أن يعين و علله في الهداية بقوله : لما فيه من هجر الباقي و إيهام التفضيل .... و أيضاً في وتر البحر عن النهاية: أنه لا ينبغي أن يقرأ سورةً متعينةً على الدوام لئلا يظن بعض الناس أنه واجب". (رد المحتار، فصل في القرأة: ۱/۵۴۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۹۸، رشيديه)

(۲) (الحلبي الكبير، ومن السنن المؤكدة: التراويح، ص: ۴۰۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

"صلی العشاء وحده، فله أن يصلى التراويح مع الإمام. و لو تركوا الجماعة فى الفرض، ليس لهم أن يصلوا التراويح بجماعة. وإذا صلى معه شيئاً من التراويح أو لم يدرك شيئاً منها أوصلاها مع غيره، له أن يصلى الوتر معه، هو الصحيح". فتاوی عالمگیری مصری: ۱/۱۱۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

جس نے فرضِ عشاء جماعت سے نہیں پڑھا کیا وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے؟

سوال [۳۲۷۸]: یہاں ایک مدرسہ والوں نے اپنے اشتہار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو عشاء کی جماعت نہیں ملی وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ جب کہ ہمارے تمام اسلاف نے اجازت دی ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے صاف صاف الفاظ میں اجازت دی ہے اور اشتہار میں حوالہ شامی کا ہے، خصوصیت سے اس مسئلہ کو حوالہ کی بہت ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ہوگئی اور کوئی شخص دیر میں پہونچا اس کو چاہئے کہ فرض عشاء پڑھ کر تراویح میں شرکت کرے، پھر وتر بھی جماعت سے پڑھے، یہی صحیح ہے، کذا فی شرح المنية كبيرى، ص: ۳۹۱ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۲) "قال أبو يوسف: البانى إذا صلى مع الإمام شيئًا من التراويح، يصلى معه الوتر، و كذا إذا لم يدرك معه شيئًا منها، و كذا ظهير الدين المرغينانى: لو صلى العشاء وحده، فله أن يصلى التراويح مع الإمام، و هو الصحيح". (غنية المستملى شرح منية المصلى للحلبى الكبير، فروع: فاتته ترويحة أو ترويحتان، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه) =

قنوت کے لئے کانوں تک رفعِ یدین

سوال[۳۲۷۹]: **الاستفتاء**: وتر نماز میں دعائے قنوت سے قبل ہاتھ کاندھوں تک اٹھانے چاہئے یا کانوں تک؟ کونسا طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کانوں تک (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

وتر میں قنوت کے لئے رفعِ یدین

سوال[۳۲۸۰]: ایک شخص رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا تو وہ مسبوق رفع یدین کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام وتر میں جب دعائے قنوت پڑھنے کے لئے رفع یدین کرے، تکبیر کہے تو ہر مقتدی مسبوق وغیرہ کو بھی اسی طرح کرنا چاہئے، یہ رفع یدین فرض یا واجب نہیں، سنت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۱) "ويكبر قبل ركوع الثالثة رافعاً يديه إلى حذاء أذنيه كتكبيرة الإحرام". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

"إذا فرغ من القرأة في الركعة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع السنة، و مقدار القيام في القنوت قدر ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۱/۶۷۲، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "إذا فرغ من القرأة في الركعة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع =

قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد "سبحان الملك القدوس" کہنا

سوال [۳۲۸۱]: وتر میں ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ اور "سبوح قدوس" بلندآواز سے کیوں کہتے ہیں، یاآہستہ کہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وتر میں ایک واجب سے دوسرے واجب کی طرف انتقال ہے، اس لئے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں (۱)۔

وتر کے بعد "سبحان الملك القدوس" کہنا تین دفعہ اور تیسری دفعہ آواز بلند کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

= السُّنَة، ومقدار القيام في القنوت قدر إذا: (السماء انشقت) هكذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، صلاة الوتر: ۴۲۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعيد)

(۱) "عن الأسود عن عبد الله (ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه) أنه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر "قل هو الله أحد"، ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة". رواه الإمام البخاري في "جزء رفع اليدين" له، و قال: صحيح". (إعلاء السنن، باب وجوب القنوت في جميع السَّنة كلها و سنية رفع اليدين الخ: ۶/۷۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"إذا فرغ من القرأة في الركعة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع السنة ومقدار القيام في القنوت قدر: ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۱/۶۷۲، ادارة القرآن كراچی)

(۲) "عن سعيد بن عبد الرحمن ابن أبزیٰ عن أبيه رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: =

دعائے قنوت احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

سوال[۳۲۸۲]: دعائے قنوتِ وتر "اللهم إنا نستعينك الخ" بسندِ صحیح کس کتاب میں منقول ہے؟ حصنِ حصین میں: "نؤمن بك و نتوكل عليك و نشكرك" منقول نہیں، یہ الفاظ کس حدیث میں منقول ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دعائے قنوت کے یہ الفاظِ مشہورہ ایسے حتمی نہیں کہ ان کے ترک یا تبدل سے نماز فاسد ہو جائے جیسا کہ کتبِ فقہ زیلعی (۱) شامی (۲) طحطاوی (۳) وغیرہ میں صراحۃً مذکور ہے۔ دعاء "اللهم إنا نستعينك الخ" ابوداود (۴) کے حوالہ سے رسائل الأركان اور فتح القدير (۵) میں منقول ہے، اس میں لفظ "نؤمن

= كا ن يوتر "بسبح اسم ربک الأعلى و قل يا أيها الكافرون و قل هو الله أحد". وإذا سلّم قال: "سبحان الملک القدوس". ثلث مرات، يمدّ صوته في الثالثة، ثم يرفع". (سنن النسائي، كتاب قيام الليل و تطوع النهار : ۱/۲۵۳، قديمي)

(وشرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۱، سعيد)

(۱) "وليس في القنوت دعاء مؤقت؛ لأنه يذهب برقة القلب، هكذا ذكره محمد". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۲۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "(قوله: وليس الدعاء المشهور) .... وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

(۳) "قوله: (إنه لا توقيت فيه) الأفضل أن يكون الدعاء مؤقتاً؛ لأن الداعي ربما يكون جاهلاً فيدعو بما يقطع الصلاة، و لا يعلمه، كذا في غاية البيان. وقول محمد: ليس في القنوت دعاء مؤقت، يعني غير "اللهم إنا نستعينک" الخ". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۲، قديمي)

(۴) "عن خالد بن عمران قال: بينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدعو على مُضَرَ إذ جاءه جبرئيل عليه السلام، فأومأ إليه أن اسكت فسكت .... قال: ثمّ علّمه هذا القنوت: "اللهم إنا نستعينک و نستغفرک ونؤمن بک ونخضع لک، ونخلع و نترک من يكفرک ، اللهم إياک نعبد و لک نصلي و نسجد وإليک نسعیٰ و نحفد و نرجو رحمتک و نخاف عذابک، إن عذابک الجد بالكافرين ملحق". (مراسيل أبي داؤد، ص: ۸ ، سعيد)

(۵) (فتح القدير ، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر : ۱/۴۳۰، مطبعة المصطفى البابي الحلبي)

بك" بھی مذکور ہے۔شرح سفر السعادۃ اور اعلاء السنن (۱) میں طبرانی، مدونۃ، بیہقی، ابن ابی شیبہ وغیرہ سے بھی اس دعاء کو نقل کیا ہے (۲) اور اس کے اور الفاظ میں بھی کچھ فرق ہے۔شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ لفظ "نشکرك" اس دعاء میں روایۃً ثابت نہیں۔لفظ "نتوکل علیك" بھی کسی روایت میں نہیں ملا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/ جمادی الاولی/ ۶۹ھ۔

دعائے قنوت کی جگہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال [۳۲۸۳]: نماز وتر میں جو لوگ بجائے دعائے قنوت کے سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے قنوت میں کوئی بھی دعاء پڑھی جائے نماز ہوجائے گی، مشہور ومعروف دعاء پر موقوف نہیں، بس

---

(۱) "عن ابن وهب .... عن خالد بن أبي عمران قال (إلى آخر الحديث، كما مر آنفاً في الحاشية الماضية أخرجه سحنون في "المدونة الكبرى .... و قال الحازمي في "الاعتبار": أخرجه أبو داؤد في المراسيل، و هو حسن في المتابعات".

"وعن عبد الرحمن بن أبزى :قال: صليت خلف عمر بن خطاب الصبح، فلما فرغ من السورة في الركعة الثانية، قال قبل الركوع -وفي رواية الطحاوي بعد الركوع- : "اللهم إنا نستعينك و نستغفرك ونثني عليك الخير كله، و لا نكفرك، و نخلع و نترك من يفجرك". ثم ذكر نحوه سواءً غير أنه لم يذكر الجد". رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" و رواه البيهقي في "سننه" و صححه. كنز العمال". (إعلاء السنن، باب إخفاء القنوت في الوتر و ذكر ألفاظه الخ : ۶/ ۸۹، ۹۰، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (المدونة الكبرى، كتاب الصلوة، القنوت في الصبح والدعاء في الصلوة: ۱/۲۲۷، مكتبه نزاد مصطفىٰ الباز)

(والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلوة، باب قنوت الوتر : ۲/ ۲۰۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(والمصنف لابن ابي شيبه، كتاب الصلوة، في قنوت الوتر من الدعاء: ۲/ ۹۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

دعا ہونی چاہئے (۱) سورۂ اخلاص دعا نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قنوتِ وتر میں تشہد کا پڑھنا

سوال [۳۲۸۴]: اگر وتر میں دعائے قنوت کے بجائے سہواً تشہد پڑھی گئی، یا قرآن پاک میں سے چند آیات پڑھی تو نماز وتر درست ہو جائے گی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں، قنوت کے لئے کوئی مخصوص دعاء لازم نہیں کہ اس کے ترک کرنے سے سجدۂ سہو لازم آتا، یا نماز فاسد ہو جاتی، تشہد میں بھی ایک قسم کی دعاء ہے جو کہ قنوت کے لئے کافی ہو سکتی ہے:

"وذكر في البحر عن الكرخي: أن القنوت ليس فيه دعاء موقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة، و لأن المؤقت من الدعاء يذهب برقةالقلب، الخ".: ۱/۴۴۸ (۳)۔

---

(۱) "(قوله: و يسن الدعاء المشهور)، و ذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيها دعاء مؤقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۱/۶۷۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) یہ حکم عام حالات کا ہے اگر کسی کو دعائے قنوت یا کوئی اور دعا یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص قنوت کی جگہ پڑھ سکتا ہے: "وفي المقدمة الغزنوية: إن كان لا يحسن القنوت يقرأ ثلاث مرات: "قل هو الله أحد" أو ثلاث مرات "اللهم اغفر لنا و للمؤمنين والمؤمنات". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، باب صفة الصلاة: ۲/۱۳۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة الوتر: ۱/۶۷۳، إدارة القرآن، كراچی)

دعائے قنوت کے ترک پر لقمہ دینا

سوال[۳۲۸۵]: **الاستفتاء**: عشاء میں نماز تراویح کے بعد جو وتر جماعت سے پڑھے جاتے ہیں ان میں اگر امام دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو ان کو اشارہ دینا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ اگر اشارہ نہیں دیا گیا تو ممکن ہے وہ سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور پھر نماز نہیں ہوگی، کیونکہ واجب ترک ہوجاتا ہے اور پھر اشارہ نہیں دیا جاتا تو بہت مقتدی رکوع میں نہیں جاتے ہیں اور ان کا رکوع ترک ہوجاتا ہے اور فرض ترک ہونے سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ جواب جلد دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام بجائے دعائے قنوت پڑھنے کے رکوع میں جانے کے لئے تیاری کر رہا ہو تو اس کو یاد دلایا جائے، لیکن اگر امام رکوع میں پہونچ گیا ہے تو پھر قنوت کے لئے کھڑا نہ ہو، اخیر میں سجدۂ سہو کرے، اسی طرح نماز وتر صحیح ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۷ھ۔

شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا

سوال[۳۲۸۶]: ہمارے یہاں رمضان کی تراویح میں کچھ شافعی بھی رہتے ہیں، تراویح کے ختم پر شافعی لوگ الگ ہوکر اپنی وتر کی نماز الگ پڑھتے ہیں۔ یہ فعل شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولو نسيه: أي القنوت، ثم تذكره في الركوع، لا يقنت فيه، لفوات محله، و لا يعود إلى القيام، وسجد للسهو اهـ". (الدرالمختار باب الوتر والنوافل: ۹/۲، **سعيد**)

"و لو ترك القنوت فذكر في القعدة أو بعد ماقام من الركوع، لا يقنت، وعليه السهو".
(الفتاوى الخانية، فصل فيما يوجب السهو و ما لا يوجب السهو: ۱۲۱/۱، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في الوتر: ۱۱۱/۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ ان کو کچھ نہ کہیں، وہ اپنے امام کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۸/ ۹۱ھ۔

وتر کے بعد دعاء

سوال[۳۲۸۷]: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعاء کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

وتر میں امامت امام کرائے یا حافظ صاحب؟

سوال[۳۲۸۸]: ہماری مسجد میں مقیم امام فاضلِ دارالعلوم دیوبند ہیں فرض نماز عشاء پڑھانے کے بعد تراویح حافظ صاحب جن کو رمضان شریف میں تراویح پڑھانے کے لئے رکھا گیا پڑھاتے ہیں، وتر جماعت کے لئے امامت کا مستحق امام مقیم ہے یا حافظ صاحب؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس امام نے عشاء کی فرض پڑھائی، وتر بھی وہی پڑھائے، لیکن تراویح پڑھانیوالا وتر پڑھائیگا تب بھی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿أدعوا ربكم تضرعاً و خفيةً، إنه لا يحب المعتدين﴾

"قيل: معناه تذللاً و استكانةً و خفيةً كقوله: ﴿واذكر ربك في نفسك﴾ الآية. و في الصحيحين عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه قال: رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أيها الناس! اربعوا على أنفسكم، فإنكم لا تدعون أصمَّ و لا غائباً، إن الذي تدعون سميعٌ قريبٌ". الحديث. (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن (سورة الاعراف): ۲/ ۲۹۶، مكتبه دار السلام الرياض)

درست ہے، کوئی کراہت نہیں، اس میں تنازع نہ کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۲ھ۔



(۱) ''بظاہر قواعد سے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا، البتہ عالمگیریہ میں ''السراج الوہاج'' سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر خود پڑھاتے تھے اور تراویح حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے پڑھواتے تھے''، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامِ فرض کو امامِ وتر بنانا بہتر ہے، ہاں اگر امامِ فرض وتر کی جماعت میں شریک ہی نہ ہو (خواہ کسی عذر کے باعث یا خود قرآن شریف دوسری جگہ پڑھنے وغیرہ کے سبب) تو پھر کسی دوسرے کو امام وتر بنانا خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہے''۔ (إمداد الأحكام، فصل فی الوتر ودعاء القنوت: ۱/ ۲۰۳، ۲۰۴، مكتبه دارالعلوم كراچی)

''وقد كان عمر رضی الله تعالیٰ عنه يؤمهم فی الفريضة والوتر، وكان أبیّ رضی الله تعالیٰ عنه يؤمهم فی التراويح، كذا فی السراج الوهاج''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ۱/ ۱۱۶، رشيديه)

(وكذا فی فتاویٰ دارالعلوم ديوبند، الباب الثامن فی الوتر والنوافل: ۴/ ۱۵۸، مكتبه إمداديه، ملتان)

الفصل الثانی فی قنوت النازلة

(قنوتِ نازلہ کا بیان)

قنوتِ نازلہ

سوال[۳۲۸۹]: قنوتِ نازلہ روزانہ نمازِ فجر میں پابندی سے پڑھی جاوے جب کہ اس کا موجب علی التواتر پایا جاتا ہے یعنی جنگ وقتال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، لہٰذا ہر ماہ کے بعد چند روز چھوڑ دیا جائے، کیا ہونا چاہئے: علی الاتصال یا ہر ماہ کے بعد کچھ انفصال کیا جاوے؟ جواب مدلل سے مشرف فرمادیں۔

ابوحامد محمد نصر اللہ حیدرآباد دکن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی مستقل اور اصلی چیز نہیں بلکہ وقوعِ نازلہ اس کا سبب ہے، بس جب سبب پایا جائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے، جب سبب منقطع ہوجائے تو قنوت نازلہ کی ضرورت نہیں، اس کو ترک کردیا جائے، جو فقہاء اور محدثین اس کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے ایک ماہ یا کچھ کم وبیش کی تحدید نہیں فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ایک واقعہ کے ذیل میں قنوتِ نازلہ پڑھی ہے۔

زیلعی شرح کبیر میں لکھا ہے:"وروی فی الخبر أنه علیه الصلوة والسلام قنت شهراً أو أربعین یوماً، اهـ".(۱)۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی آثار میں لکھا ہے :" عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :عشرین یوماً، اهـ" (۲)۔

---

(۱) (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۲۶، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) (شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب القنوت فی الفجر وغیره، ص:۱۶۸، سعید)

معلوم ہوا کہ تین قسم کی روایتیں ہیں: بیس یوم، ایک ماہ، چالیس روز۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قنوتِ نازلہ کو موقوف فرما دینا ایک ماہ کی تحدید کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی: "قنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم شهراً يدعو على عُصيّة و ذكوان، فلما ظهر عليهم، ترك القنوت، اهـ" (۱) عقود الجواهر الحنفية: ۱/۸۸(۲)۔

لہٰذا استمرارِ نازلہ کی حالت میں ایک ماہ سے زائد مدت تک مسلسل پڑھتے رہنا بھی خلاف شرع نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

قنوتِ نازلہ

سوال[۳۲۹۰]: "عن أنس رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قنت شهراً، ثم تركه". رواه أبو داؤد (۳) والنسائي (٤)۔ "ثم تركه" سے مراد قنوت کا پڑھنا امت کے لئے مسنون ہے یا متروک؟

"وعن أبي مالك الأشجعي قال: قلت لأبي: يا أبت! إنّك قد صليت خلف رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وعمر و عثمان وعليّ رضي اللّٰه تعالىٰ عنه ههنا بالكوفة

(۱) (شرح معاني الآثار، باب القنوت في الفجر، ص: ۱۲۸، سعيد)

(۲) لم أظفر على هذا الكتاب وقد قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قوله: فيقنت الإمام في الجهرية) لكن في الأشباه عن الغاية: قنت في صلوة الفجر، و يؤيده في شرح المنية حيث قال بعد كلام: فتكون شرعيته أي شرعية القنوت في النوافل مستمرةً، و هو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته عليه الصلوة والسلام، و هو مذهبنا، و عليه الجمهور. و قال الحافظ أبو جعفر الطحاوي: إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعيد)

(۳) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب القنوت في الصلوة: ۱/۲۰۴، سعيد)

(۴) (سنن النسائي، كتاب الافتتاح ترك القنوت: ۱/۱۶۴، قديمي)

7

نحو من خمس سنين، وكانوا يقنتون. قال: أى بُنيّ! مُحْدَثٌ". رواه الترمذى (١) والنسائى (٢) وابن ماجة (٣)۔

حدیثِ مذکور میں لفظ "محدث" سے کیا مراد ہے؟ اور حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اگر کوئی امام مسجد نماز صبح کے بعد اور نماز جمعہ جو بدل نماز ظہر ہے کثرت جماعت اور قبولیت کی امید وخیال میں قنوت نازلہ پڑھتا ہے تو اس کا یہ عمل مستحسن اور محمود ہے یا معیوب اور متروک؟ اس امر کی تصریح فرما کر بصیرت کا موقع دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

استمرار متروک ہے، بلیہ شدیدہ عامہ کے وقت مشروع ہے، اس کا محل راجح قول پر صلوۃِ فجر ہے، خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں وقت ضرورت نماز فجر میں پڑھی ہے:

"والقنوت فى الفجر لا يشرع لمطلق الحرب عندنا، وإنما يشرع لبلية شديدة تبلغ بها القلوب الحناجر. ولو لا ذلك، للزم الصحابة القائلين بالقنوت للنازلة أن يقنتوا أبداً، ولا يتركوه يوماً لعدم خلو المسلمين عن نازلةٍ مّا غالباً، لاسيما فى زمن الخلفاء الأربعة. قلت: وهذا هو الذى يحصل به الجمع بين الأحاديث المختلفة فى الباب، وأما دعوىٰ نسخ القنوت فى الفجر مطلقا فتردها اثار الصحابة وقنوتهم بعد وفاة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أحياناً" (٤).

یعنی اگر قنوت رأساً ہی منسوخ ہوجاتی تو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کبھی نہ پڑھتے، اگر اس کا استمرار رہتا

(١) (سنن الترمذى، ابواب الصلوة، باب فى ترك القنوت: ١/١٩، سعيد)

(٢) وقال النسائى: "عن أبى مالك الأشجعى عن أبيه قال: صليت خلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلم يقنت، وصليت خلف أبى بكر رضى الله تعالىٰ عنه، فلم يقنت، وصليت خلف عمر رضى الله تعالىٰ عنه فلم يقنت، وصليت خلف عثمان رضى الله تعالىٰ عنه فلم يقنت، وصليت خلف علىّ رضى الله تعالىٰ عنه فلم يقنت، ثم قال: يا بُنيّ! إنها بدعة". (سنن النسائى، كتاب الافتتاح، ترك القنوت: ١/١٦٤، قديمى)

(٣) (سنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، باب ماجاء فى القنوت فى صلاة الفجر، ص: ٨٩، مير محمد كتب خانه، كراچى)

(٤) (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الوتر، تتمة فى بقية أحكام قنوت النازلة: ٦/٩٢، إدارة القرآن، كراچى)

یعنی ہرلڑائی کے وقت پڑھنا مشروع رہتا تو ہمیشہ پڑھتے رہتے اس لئے کہ جہاد کا سلسلہ تو مستمر رہا ہی ہے، مگر ان حضرات کا معمول یہ تھا کہ بلیۂ شدیدہ عامہ کے وقت پڑھتے تھے، بغیر اس کے نہیں پڑھتے تھے، اور یہ پڑھنا صرف فجر کی نماز میں تھا، دیگر نمازوں میں نہیں تھا۔ لہذا کہا جائے گا کہ نسخ بھی دو جہت سے ہے: ایک استمرار، دوسرے ماعدا فجر۔ پس فجر کے علاوہ دیگر صلوۃ میں قنوت نہیں، خواہ سریۃ ہو خواہ جہریۃ ہو۔

بعض کتبِ فقہ میں جہریہ میں مشروعیت درج ہے اس کی توضیح علامہ شامیؒ نے اس طرح کی ہے کہ یہ لفظ ''صلوۃ الفجر'' تھا نقل میں تحریف ہو کر ''صلوۃ الجہر'' ہوگیا، للہذا صرف فجر میں مشروعیت ہے، کل صلوۃِ جہریہ میں نہیں، نہ جمعہ نہ کسی اَور نماز میں۔ ہاں! اگر وقتِ ضرورت خطبۂ جمعہ میں قنوتِ نازلہ پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ قنوت کی مفصل بحث جس میں دس جہات سے کلام کیا ہے اور احادیثِ مختلفہ نیز عباراتِ فقہیہ کو پورے حوالوں سے نقل کر کے تعارض رفع کیا ہے اور روایات پر جرحاً وتعدیلاً بحث کر کے امرِ راجح کو محقق کیا ہے ''اعلاء السنن'' کی جلدِ سادس میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱)" (قوله: فيقنت الإمام في الجهرية) : أي شرعية القنوت في النوازل مستمرةً، وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته عليه السلام ، وهو مذهبنا، وعليه الجمهور. وقال الحافظ أبو جعفر الطحاوي: إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... و هو صريح في أن قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلاة الجهرية أو السرية". (رد المحتار، مطلب في قنوت النازلة : ۲/ ۱۱، سعيد)

(و كذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الوتر و النوافل : ۲/ ۲۸، رشيديه)

(۲) "اعلم أن الكلام في قنوت النازلة في مواضع: الأول أن محله صلاة الفجر خاصةً، أم الجهرية أو الصلوات كلها؟ الثاني: كونه بعد الركوع أو قبله ؟ والثالث: كونه سراً أو جهراً؟ والرابع: هل يقنت المؤتمون أو يؤمنون ؟ الخامس: هل يؤمنون سراً أو جهراً؟ السادس: هل ترفع الأيدى قبله أم لا ؟ السابع: هل يكبر له أم لا؟ الثامن: هل يضع اليدين حال قرأته أو يرسلهما ؟ التاسع :هل يرفع اليدين حال قرأته كرفعهما في الدعاء خارج الصلاة؟ العاشر :هل القنوت عند النازلة مشروع عندنا أم لا؟ والكلام في هذا المقام بسيط". من شاء فليراجع. (إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة : ۶/ ۹۴، ۱۰۳ ، إدارة القرآن كراچی)

قنوتِ نازلہ کے متعلق

سوال[۳۲۹۱]: مورخہ ۳/اپریل/۱۹۴۱ء بروز یکشنبہ سائل کا موقع اتفاقیہ نماز فجر با جماعت پڑھنے کا بڑی جامع مسجد سہارنپور میں ہوا، دوسری رکعت کی قرأت کے بعد رکوع کیا گیا، رکوع سے کھڑے ہو کر ہاتھ چھوڑے ہوئے امام صاحب نے کچھ دعاء بالجہر پڑھی، کچھ مقتدی بجہر اور کچھ باخفاء آمین کہتے رہے، یہ فعل تخمیناً دس منٹ تک ہوا، اس دعاء کے ختم کرنے کے بعد نماز کے دو سجدے کر کے التحیات وغیرہ پڑھ کر نماز ختم کی۔ کیونکہ سائل نے اپنی ساٹھ سالہ عمر میں ایسا فعل جماعت احناف نماز فرض میں اول ہی مرتبہ دیکھا، چنانچہ بڑے بڑے علماء جیسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف وتالیف کردہ کتب کا بہت مطالعہ کیا اور بڑے بڑے علماء کی صحبت میں رہا، مگر اس مسئلہ کا اتفاق نہیں پڑا، اس لئے سائل کو تعجب سا معلوم ہوتا ہے۔ سائل نے وہیں ایک عالم صاحب-جو بھی موجود تھے- سے پوچھا کہ ایسا فعل کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مصیبت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں یہ فعل کیا ہے اور سنت ہے، بدعت نہیں، چونکہ زبانی میں سائل کو پوری تسلی نہ ہوئی اس لئے عرض ہے کہ مسئلہ ہذا کو مشرح فرما دیا جائے، تا کہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہونچے کس مقام پر، کس مصیبت پر اور مصیبت امام صاحب کی ہو یا کہ جمیع مسلمین کی، یہ فعل جماعت میں ہوسکتا ہے یا نہیں اور کوئی تنہا بھی کرسکتا ہے اور تاخیر وتقدیم کی حالت میں سجدۂ سہو تو نہ لازم آئے گا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ کفار کی طرف سے عام مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم وتشدد ہوتا ہو کہ مسلمان عام طور پر پریشان ہو رہے ہوں، اس وقت اگر کوئی امام نماز فرض فجر میں دعائے قنوتِ نازلہ بعد رکوع گاہے گاہے پڑھ لے تو گنجائش ہے، استحباب بھی ثابت ہوتا ہے، مگر یہ پڑھنا اتفاقیہ ہی ہوسکتا ہے یہ نہیں کہ اس کا معمول ہی کرلیا جائے، ایسے ہی اگر کوئی اکیلا رات میں کسی نوافل میں کبھی پڑھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے اور مقتدی امام کے سکتات میں آمین کہتے رہیں، اس پر کوئی اعتراض جائز نہ ہوگا:

"قال أبو جعفر الطحاوی: إنما لا یقنت عندنا فی صلوة الفجر من غیر بلیة، فإن وقعت

فتنة أو بلية، فلا بأس به". شامی: ۱/۴۵۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

قنوت نازلہ میں "دمّر دِیَارَھم" کی جگہ دوسرا لفظ

سوال [۳۲۹۲]: قنوتِ نازلہ میں ایک لفظ "دمّر دیارھم" ہے، اس کے متعلق ایک مولوی صاحب کا خیال ہے کہ جس دیار میں کفار رہتے ہیں اسی دیار میں ہم بھی مقیم ہیں، جب ان کے دیار برباد ہونگے تو ساتھ ساتھ ہم بھی برباد ہونگے، فی الحال قنوتِ نازلہ گودھرا اور مرادآباد وغیرہ کے لئے پڑھا جاتا ہے اور ان شہروں میں مسلمان اور کفار مخلوط رہتے ہیں، لہٰذا "دیارھم" کے بدل "أشرارھم" پڑھنا چاہئے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، اس طرح تبدیلی کرنے سے نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مقصد سے یہ تغیر مناسب ہے، نماز میں خرابی نہیں آئے گی (۲)۔

قنوتِ نازلہ میں ہاتھوں کے اٹھانے اور آمین پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۹۳]: قنوتِ نازلہ فجر میں امام دوسری رکعت کے قومہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ امام کے قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟ کیا شوافع حضرات قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت امام کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ قنوت نازلہ پڑھتے وقت آمین جہر سے کہے یا آہستہ کہے، مقتدی زور سے آمین کہے یا آہستہ کہے؟ مقتدی حضرات حنفی ہوں اور امام شافعی مسلک کا ہو تو حنفی حضرات قنوت نازلہ سننے پر آمین جہر سے کہیں یا آہستہ سے؟ امام صاحب ہمارے یہاں شافعی مسلک کے ہیں۔

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعید)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ۶/۹۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(۲) قنوتِ نازلہ میں زیادہ توسع ہونے کی بنیاد پر اس طرح کے الفاظ جائز ہیں، لہٰذا "دمر دیارھم" کی جگہ "أشرارھم" پڑھنے سے کسی فحش غلطی کا ارتکاب نہیں ہوا کہ نماز فاسد ہو جائے لہٰذا مذکورہ تبدیلی درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

مصائب عامہ شدیدہ کے وقت فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے:"قال الحافظ أبو جعفر الطحاوی رحمه الله تعالیٰ إنما لا یقنت عندنا فی صلوة الفجر من غیر بلیة، فإن وقعت فتنة أو بلیة فلا بأس، به فعله رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". شامی (۱)۔

شوافع قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں، حنفیہ ہاتھ نہیں اٹھاتے، اگر کوئی حنفی کسی شافعی امام کی اقتدا کرے تو ہاتھ چھوڑ کر کھڑا رہے اور دعاؤں کے آخر میں آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے:

قال الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "بل یقف ساکتاً علی الأظهر مرسِلاً یدیه". الدرالمختار علی هامش ردالمحتار(۲)۔ "وهل المقتدی مثله (أی مثل الإمام) أم لا؟ وهل القنوت هنا قبل الرکوع أم بعده؟ لم أره، والذی یظهر لی أن المقتدی یتابع إمامه إلا إذا جهر، فیؤمّن وأنه یقنت بعد الرکوع لا قبله.......... ثم رأیت الشرنبلالیة فی مراقی الفلاح: صرح بأنه بعده، اهـ". شامی: ۱/۲۰۷ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، مطلب فی قنوت النازلة : ۲/۱۱، سعید)

(وکذا فی اعلاء السنن، تتمة فی بقیة أحکام قنوت النازلة : ۶/۹۵، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۷۸، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار، مطلب فی قنوت النازلة : ۲/۹، سعید)

(۳) (راجع الحاشیة المتقدمة، آنفاً)

"وقال محمد: لا یقرأ بل یؤمّن، کما فی رد المحتار، والمختار للنازلة عند الشامی أنه یقرأ إسرَ الإمام، ویؤمّن إذا جهر به". (إعلاء السنن، تتمة فی بقیة أحکام قنوت النازلة : ۶/۱۰۱، إدارة القرآن کراچی)

قنوتِ نازلہ میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے؟

سوال[۳۲۹۴]: قنوتِ نازلہ کے وقت ہاتھ باندھ لینا چاہئے یا چھوڑ دینا چاہئے، مسئلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اس میں دونوں قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ قیام کی طرح ہاتھ باندھ لے، دوسرا یہ ہے کہ قومہ کی طرح ہاتھ چھوڑے رکھے، لہٰذا کسی پر اعتراض نہ کیا جائے: "والحاصل أنه يضع عند الشيخين في القنوت سواء كان قبل الركوع أو بعده"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۹/۱۴۰۶ھ۔

قنوتِ نازلہ اور ختم یٰسین کب تک پڑھنی چاہیے؟

سوال[۳۲۹۵]: جب سے گودھرا میں فساد ہوا ہے آج تک قنوتِ نازلہ پڑھی جاتی ہے، بعد نماز عشاء سورۂ یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے پھر دعاء ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ قنوت نازلہ اور ختم یٰسین شریف کی کوئی حد بھی ہے، کب تک پڑھی جائے؟ ختم یٰسین شریف کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

قنوتِ نازلہ بمنزلۂ علاج کے ہے، جب تک مرض ہے علاج جاری رہتا ہے(۲) اور یٰسین شریف کے فضائل احادیث میں موجود ہیں، دفعِ مصائب میں یہ بہت نافع اور مجرب ہے(۳)۔ اور دعاؤں کا امر قرآن

---

(۱) (إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة : ۶/۱۰۲، إدارة القرآن كراچی)

" (و يأتي المأموم بقنوت الوتر لا الفجر)؛ لأنه منسوخ (بل يقف ساكتاً على الأظهر) مرسلاً يديه". (الدر المختار). "(قوله: مرسلا يديه)؛ لأن الوضع سنة قيام طويل فيه مسنون، وهذا الذكر ليس مسنون عندنا". (ردالمحتار، مطلب في قنوت النازلة : ۲/۹، سعيد)

(۲) "و قال الحافظ أبو جعفر الطحاوي : إنما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ". (ردالمحتار، مطلب في قنوت النازلة : ۲/۱۱، سعيد)

(۳) "وقال عليه السلام : "من قرأ يس أمام الحاجة، قُضيت له .. .. وتدعى الدافعة والقاضية تدفع =

کریم میں ہے(۱) اس کو "مخ العبادۃ" فرمایا گیا ہے (۲) البتہ اس ختم اور اجتماعی دعاء کو مستقل واجب یا سنت کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والے کو عاصی قرار دیا جائے درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔

عام بدامنی کے موقع پر بعد نمازِ فجر آیتِ کریمہ کا ختم

سوال[۳۲۹۶]: جب بدامنی عام ہو جائے اور اہلِ اسلام کی جان و اموال کو غیروں کی طرف سے خطرات لاحق ہو جائیں تو ایسی صورت میں اہلِ اسلام کو کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے یہاں بعض مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ بعد صلوۃ فجر لوگوں کو روک دیا جاتا ہے اور بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ گٹھلیوں پر آیت کریمہ: ﴿لا إلـه إلا أنـت سبحانك إني كنت من الظالمين﴾ پڑھ کر دعا کرتے ہیں، ایسے حوادث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی پیش آئے تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے ایسا عمل ثابت ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

= عنه كل سوء وتقضى له كل حاجة ". (تفسير المدارك، سورة يٰس : ۴۰۸/۲، قديمى)

(۱) "عـن الـنـعـمـان بـن بشير رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدعاء هو العبادة ثـم قـرأ: ﴿وقـال ربـكم أدعوني استجب لكم، إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾ هذا حديث حسن". (سنن الترمذى، باب ماجاء فى فضل الدعاء: ۱۷۵/۲، سعيد)

(۲) "عـن أنـس بـن مالك رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدعاء مخ العبادة" هـذا حـديـث غـريـب". (سنـن التـرمـذى، أبواب الدعوات، باب ما جاء فى فضل الدعاء : ۱۷۵/۲، سعيد)

(۳) "قال الطيبى رحـمه الله تعالىٰ : "وفيه أن من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً و لم يعمل بالرخصة ، فـقـد أصـاب مـنـه الشيـطـان مـن الإضـلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر . وجاء فى حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه : "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصة كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد : ۳۱/۳، رشيديه)

(وكـذا فـى السعـاية فى كشف ما فى شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة : ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

مصیبتِ عامہ کے وقت جب بدامنی پھیل جائے، قتل وغارت کی وجہ سے جان، ومال اولاد محفوظ نہ رہے تو قنوتِ نازلہ پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے(۱)، آیتِ کریمہ کا عمل بھی مفید ومجرب ہے(۲) توبہ واستغفار کی کثرت کی جائے۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب کوئی اہم امر پیش آتا: "بادر إلی الصلوة"(۳) اس لئے آیت کریمہ کی توفیق ہوجائے تو اعتراض کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قال: قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهراً يدعو على عُصَيّة و ذكوان، فلما ظهر عليهم ترك القنوت. و كان ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا يقنت في صلاة الغداة". (شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب القنوت في الصلاة، ص: ۱۶۸، سعید)

"وقال أبو جعفر الطحاوی رحمه الله تعالیٰ: إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعید)

(۲) "عن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "دعوة ذی النون إذا دعا ربه وهو في بطن الحوت: ﴿لا إله إلا أنت سبحانک إنی كنت من الظالمين﴾ لم يدع بها رجل مسلم في شيء، إلا استجاب له". رواه أحمد والترمذی". (مشکوة المصابیح، کتاب أسماء الله تعالیٰ، الفصل الثانی، ص: ۲۰۰، قدیمی)

(وكذا في الأذكار للنووی، باب دعاء الكرب والدعاء عند الأمور المهمة، ص: ۸۸، مكتبه دار ابن حزم)

(۳) "كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: إذا حزبه أمر، صلى" (مسند إمام أحمد بن حنبل: ۲/۵۳۷، دار إحياء التراث العربی)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب التطوع، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۱۳۲۵): ۱/۲۵۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب التطوع، الفصل الثانی: ۱/۱۱۷، قديمی)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول في السنن المؤكدة

(سننِ مؤکدہ کا بیان)

کیا فجر کی سنتوں کو پڑھے بغیر فرض نماز جائز نہیں؟

سوال[۳۲۹۷]: ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز، سنت نماز پڑھنے کے بغیر فرض نماز کے لئے جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ وہ فرض نماز جائز ہے، آیا یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فجر کی سنت کی زیادہ تاکید آئی ہے(۱) تاہم اگر کوئی ایسے وقت مسجد میں پہونچے کہ سنت پڑھنے کا وقت نہیں رہا، اگر پڑھے گا تو جماعت میں شرکت نہیں کر سکے گا تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، پھر آفتاب ذرا بلند ہو جانے پر سنت پڑھ لے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱۹ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تَدَعوهما وإن طردتكم الخيل". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ۱/۱۸۶، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: شهد عندي رجالٌ مرضيّون فيهم عمر بن الخطاب، وأرضاهم عندي عمر أن نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، ولا صلاة بعد صلاة العصر، حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۸، مكتبه إمداديه ملتان)

"(قوله: و لا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) .... وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضىٰ قبل =

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنت کہاں پڑھے؟

سوال[۳۲۹۸]: بوقتِ اقامت جماعتِ فجر در صفِ ثانی سنتِ فجر خواندن مکروہ است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا حائل مکروہ است:

"ثم السنة المؤكدة التي يكره خلافها في سنة الفجر، وكذا في سائر السنن، هو أن لا يأتي بها مخالطاً للصف بعد شروع القيام في الفريضة و لا خلف الصف من غير حائل، و أن يأتي بها إما في بيته وهو الأفضل، أو عند باب المسجد إن أمكنه ذلك بأن كان، ثم موضع يليق للصلوة، وإن لم يمكنه ذلك، ففي المسجد الخارج إن كانوا يصلون في الداخل، أوفي الداخل إن كانوا في الخارج إن كان هناك مسجدان: صيفيّ و شتويّ، وإن كان المسجد واحداً فخلف استوانة، ونحو ذلك كالعمود والشجر وما أشبههما في كونهما حائلاً. والإتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروهٌ، و مخالطاً للصف كما يفعله كثير من الجهال أشد كراهة لمافيه من مخالفة الجماعة، اهـ". كبيرى، ص: ۳۷۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۴/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

= طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح، وأمابعد طلوع الشمس فكذلك عندهما. و قال محمد: أحب إلىّ أن يقضيها إلى الزوال، كما في الدر .... وقالا: لا يقضي، وإن قضى، فلا بأس به". (ردالمحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۷، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض و بعده و فواته عن وقته وتركه: ۱/۱۵۱، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۱) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لو ترك، ص: ۳۹۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۱، رشيديه)

جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی سنتوں کا حکم

سوال[۳۲۹۹]: بسم اللہ الرحمن الرحیم:

روایت ہے محمد بن ابراہیم سے، اس نے نقل کی قیس بن عمرو سے، کہا: دیکھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ پڑھتا تھا بعد نماز فرض صبح کی دو رکعتیں، پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''نماز صبح کی دو رکعتیں ہیں'' پس کہا: میں نے نہیں پڑھی تھی دو رکعتیں سنت، یہ پہلی دو رکعتیں سنت ہیں، پس پڑھا ان کو اب۔ پس چپ رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اور روایات کیا ترمذی نے۔

۱- یہ حدیث ابوداؤد چھاپہ اول، دہلی کے، ص: ۱۷۰، میں ہے(۱)۔

۲- یہ ہی حدیث ابن ماجہ چھاپہ اول، دہلی کے، ص: ۱۹۵۰، میں ہے(۲)۔

۳- یہ ہی حدیث ترمذی چھاپہ احمدی، دہلی کے، ص: ۹۰۷، میں ہے(۳)۔

فائدہ: اس شخص نے جو بعد نماز فرض صبح کی سنتیں پڑھیں تو وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص

---

(۱) ''حدثنی محمد بن إبراهيم عن قيس بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: رأى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رجلاً يصلي بعد صلاة الصبح ركعتين، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''صلوة الصبح ركعتان''. فقال الرجل: إني لم أكن صليت الركعتين اللتين قبلهما، فصليتهما الآن، فسكت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب: إذا أدرك الإمام و لم يصل ركعتي الفجر: ۱۸۷/۱، مكتبه إمداديه، ملتان)

(۲) (سنن ابن ماجة، أبواب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل صلاة الفجر متى يقضيهما، ص: ۸۲، مير محمد كتب خانه)

(۳) ''عن محمد بن إبراهيم عن جدّه قيس رضي الله تعالىٰ عنه، قال: خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأقيمت الصلاة فصليت معه الصبح، ثم انصرف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فوجدني أصلي، فقال: ''مهلاً ياقيس أصلاتان معاً''؟ قلت: يا رسول الله! إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: ''فلا إذاً''. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في من تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح: ۹۶/۱، سعيد)

بعد تکبیر کہنے مؤذن کے آیا ہوگا اور بغیر پڑھے سنتوں کے۔ بموجب حکم اس حدیث کے جو کہ مسلم میں روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعنی: ''جس وقت کہ کھڑی کی جاوے نماز یعنی تکبیر ہو فرضوں کی پس نہیں ہے کوئی نماز سوائے نماز فرض کے''۔ جماعت میں شامل ہو گیا ہوگا۔

ا- یہ حدیث مسلم میں جو کہ مع نئی شرح نووی چھاپہ گیا اس کے ص: ۲۴۷، میں ہے(۱)۔

یعنی حدیث کی ہم کو محمد بن اسحٰق، خزیمہ اور وصف بن عبداللہ حافظ نے بیچ انطا کیہ کے کہا ان دونوں نے حدیث کی ہم کو ربیع بن سلیمان نے، کہا اس نے حدیث کی ہم کو یحییٰ بن سعید نے، اس نے نقل کی اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے قیس بن فہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تحقیق اس نے پڑھی نماز ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبح کی اور نہ پڑھی تھی اس نے دو رکعت فجر کی سنتیں، پس جب سلام پھیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑا ہوا، پس پڑھی دو رکعتیں فجر کی سنتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تھے طرف اس کے، پس نہ انکار کیا۔ اس کو روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان نے بیچ صحیح اپنی کے(۲)۔

---

(۱) ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلاة، فلا صلاة إلا المكتوبة'' (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافر و قصرها، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن في إقامة الصلاة الخ: ۱/۲۴۷، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة: ۱/۹۶، سعيد)

(وشرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلوة، باب أداء سنة الفجر: ۱/۲۵۵، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، إذا أدرك الإمام ولم يصل ركعتي الفجر: ۱/۱۸۰، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الصلوة، باب مايكره من الصلوة عند الإقامة: ۱/۱۳۹، قديمي)

(۲) ''أخبرنا .... ومحمد بن إسحق بن خزيمة، قالوا: أخبرنا الربيع بن سليمان، قال: حدثنا أسد بن موسىٰ، قال: حدثنا الليث ابن سعد عن يحيى بن سعيد عن أبيه عن جده قيس بن فهد أنه صلى مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الصبح و لم يكن ركع ركعتي الفجر، فلماسلم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معه، ثم قام فركع ركعتي الفجر و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينظر إليه، فلم ينكر ذلك عليه''. (صحيح ابن حبان، ذكر الإباحة لمن أدرك الجماعة و لم يصل ركعتي الفجر أن يصليهما في عقب صلاة الغداة: ۵/۸۲، المكتبة الأثرية)

۱- حدیث طبرانی کبیر میں بھی ہے، کہا شوکانی نے نیل الاوطار میں چھاپہ مصر کے جلد دوم، ص: ۱۷۰، میں ہے(۱)۔

۲- کوئی شخص آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا چاہے تو درست ہے، آفتاب کے نکلنے کے بعد بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔ حدیث ترمذی چھاپہ احمدی کے ص: ۸۰ میں ہے(۲)۔

اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ بعد نکلنے آفتاب کے فجر کی سنتیں جائز نہیں ہیں بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ جو چاہے بعد فرض صبح کے اس وقت پڑھ لے اور جو چاہے بعد نکلنے آفتاب کے پڑھے، ان دونوں وقتوں میں منع کرنا کسی کا کسی کو بھی نہیں پہنچتا۔

عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے میں اَور ثبوت نہ لکھ سکا ورنہ ابھی بہت کچھ لکھتا۔

خاکسار: مشتاق احمد، ۲۳/ اکتوبر ۱۹۷۲ء، محمدی محلّہ قاضی پاڑہ شہر متھرا (یوپی)۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جب کہ:

ماقبل میں ثابت کیا گیا ہے کہ: فجر کی سنتیں سورج طلوع ہونے سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں جب کہ فرض پہلے پڑھ لئے ہوں حالانکہ مسلکِ احناف کے مطابق اگر جماعت فجر ہورہی ہے اور مصلی کو اعتماد ہے کہ وہ جماعت صبح کا قعدۂ اخیرہ پالے گا تو پہلے اس کو فجر کی سنتیں ادا کرنی چاہئیں اور ایک صاحب اس بات پر مُصر ہیں

---

(۱) (المعجم الكبير للطبراني، قيس ابن فهد الأنصاري: ۱۸/ ۳٦۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت).

"حديث ثابت بن قيس بن شماس رضي الله تعالىٰ عنه عند الطبراني في الكبير قال: "أتيت المسجد والنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الصلوة، فلما سلم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، التفت إليّ و أنا أصلي، فجعل ينظر إليّ و أنا أصلي، فلما فرغت قال: "ألم تصل معنا؟" قلت: نعم! قال: "فما هذه الصلاة"؟ قلت: يارسول الله! ركعتا الفجر خرجت من منزلي و لم أكن صليتها قال: فلم يعب ذلك عليّ". (نيل الأوطار، باب تأكيد ركعتي الفجر و قضائها إذا فاتتا: ۳/ ۳۱، دار الباز للنشر)

(۲) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من لم يصل ركعتي الفجر، فليصلهما بعد ما تطلع الشمس ....اهـ". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس: ۱/ ۹٦، سعيد)

کہ اگر جماعت کھڑی ہوجائے تو فوراً جماعت میں شریک ہوجاؤ بغیر ادا کئے سنت، فجر، اور اگر اندیشہ ہو کہ جماعت چھوٹ جائے گی تو جماعت میں شامل ہوجائے اور سورج طلوع ہونے کے بعد سنتیں پڑھے، حالانکہ ایک صاحب بضد ہیں کہ فجر کی سنتوں میں نماز صبح با جماعت پڑھنے کے بعد مصلی کو اختیار ہے چاہے فرضِ صبح کے ادا کرنے کے فوراً بعد سنتِ فجر پڑھ لے یا بعد طلوعِ شمس پڑھے ان دونوں وقتوں میں اس کو کوئی ممانعت نہیں۔ان صاحب نے اپنے اس اصرار پر مصر ہونے کے باوجود معلوم نہیں یہ حدیثیں کہاں سے نقل کی ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنتِ فجر اگر فجر کی جماعت ہوجائے تو یہ ضروری نہیں کہ ان سنتوں کو طلوعِ شمس کے بعد ہی پڑھے۔لہٰذا ماقبل میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان کا جواب کیا ہوگا؟ جواب بالوضاحت مطلوب ہے، ان پر ان احادیث کا کیا جواب ہوگا۔بینواو توجروا۔

حافظ مظہر محمود، قاضی شہر قائم گنج ضلع فرخ آباد (یوپی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے متعدد مضامین کی احادیث کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، پھر معلوم ہوگا کہ حنفیہ کا مذہب کس قدر جامع ہے اور کس قدر حدیث کے مطابق ہے۔

۱-حدیث شریف میں ہے کہ "فجر سے پہلے کی دو رکعت مت چھوڑو اگر چہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں" (۱) اس لئے حنفیہ ان سنتوں کی زیادہ تاکید کرتے ہیں۔

۲-حدیث شریف میں ہے جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید ہے (۲)، اس لئے حنفیہ کہتے ہیں اگر

---

(۱) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تدعُوهما وإن طردتكم الخيل". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ۱/۱۸۶، مكتبه إمداديه ملتان)
(وشرح معاني الآثار للطحاوي، باب أداء سنة الفجر: ۱/۲۵۸، سعيد)
(وسنن أبي داؤد، باب في تخفيفها: ۱/۱۷۹، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لقد هممت أن آمر بالصلوة فتقام، ثم آمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم انطلق معي برجال معهم حزمٌ من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلاة، فاحرق عليهم بيوتهم بالنار". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ۱/۸۸، مكتبه إمداديه، ملتان) .... =

جماعت میں شرکت سے یہ سنتیں مانع ہوں تو جماعت میں شریک ہوجائے، ان کی وجہ سے شرکت جماعت سے محروم نہ رہے۔

۳-حدیث شریف میں ہے کہ ''جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں''(۱)۔ اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ سنتیں اس جگہ نہ پڑھے بلکہ حجرۂ مسجد میں یا کسی دوسری جگہ آڑ میں پڑھے(۲)۔

۴-حدیث شریف میں ہے کہ ''بعد نماز صبح کوئی نماز نہیں طلوع شمس سے پہلے''(۳) اس لئے حنفیہ

= "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "صلوة الجماعة أفضل من صلوة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزءً" .... قال: "صلوة الجماعة أفضل من صلوة الفذّ بسبع وعشرين درجةً". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۲۳۱، ۲۳۲، كتاب المساجد، باب فضل صلوة الجماعة وبيان التشديد فی التخلف عنها اهـ، قديمی)

(وجامع الترمذی: ۱/ ۵۲، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی فضل الجماعة، وباب ماجاء فيمن سمع النداء فلا يجيب، سعيد)

(وصحيح البخاری: ۱/ ۸۹، كتاب الصلوة، باب وجوب صلوة الجماعة وباب فضل صلوة الجماعة، قديمی)

(وسنن النسائی: ۱/ ۱۳۵، كتاب الصلوة، باب التشديد فی ترك الجماعة والتخلف عن الجماعة، قديمی)

(۱) "وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلاة، فلا صلاة إلا المكتوبة". (سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلاالمكتوبة: ۱/ ۹۶، سعيد)

(۲) "الأفضل فی السنن والنوافل المنزل؛ لقوله عليه السلام: "صلاة الرجل فی المنزل أفضل إلا المكتوبة، ثم باب المسجد إن كان الإمام يصلی فی المسجد، ثم المسجد الخارج إن كان الإمام فی الداخل، والداخل إن كان فی الخارج وإن كان المسجد واحداً فخلف أسطوانة، وكره خلف الصفوف بلا حائل، وأشدها كراهةً أن يصلی فی الصف مخالطاً للقوم وهذا كله إذا كان الإمام فی الصلوة".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۱۱۳، كتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل، رشيديه)

(۳) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: شهد عندی رجالٌ مرضيون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندی عمر رضی الله تعالیٰ عنه وعنهم أن نبی الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "لاصلاة بعد=

کہتے ہیں کہ بعد نماز صبح طلوع شمس سے پہلے ان کو نہ پڑھے(۱)۔

۵-حدیث شریف میں ہے کہ ’’جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے‘‘(۲)۔اس لئے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے(۳)۔یہ حدیثیں کتب حدیث: آثار السنن (٤)، نصب الرایہ للزیلعی(٥)، شرح

= صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، و لا صلوة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ١٨٨/١، مكتبه إمداديه، ملتان)

"عن أبي ذرّ رضي الله تعالىٰ عنه قال: .... سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاصلوة بعد الصبح، حتى تطلع الشمس". الحديث. (مشكوة المصابيح، ص: ٩٥، كتاب الصلوة، باب أوقات النهي، قديمي)

(وسنن النسائي: ٩٦/١، كتاب الصلوة، باب النهي عن الصلوة بعد الصبح والعصر، قديمي)

(١) "وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع؛ لكراهة النفل بعد الصبح". (ردالمحتار: ٥٧/٢، كتاب الصلوة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو فحش، باب إدراك الفريضة، سعيد)

(٢) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من لم يصل ركعتي الفجر، فليصلهما بعد ماتطلع الشمس". (جامع الترمذي: ٩٦/١، أبواب الصلوة، باب ماجاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس، سعيد)

(٣) "وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس، فكذلك عندهما، وقال محمد: أحبّ إليّ أن يقضيها إلى الزوال، كما في الدرر. قيل: هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله: "أحبّ إليّ" دليلٌ على أنه لو لم يفعل لالوم عليه". (ردالمحتار: ٥٧/٢، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش، سعيد)

"وقال محمد: يقضيهما بعد طلوع الشمس قبل الزوال، وهو المختار، فإن أبا حنيفة وأبا يوسف أيضاً لايمنعان من القضاء بعد طلوع الشمس". (العرف الشذي على حاشية جامع الترمذي: ٩٧/١، باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر الخ، سعيد)

(٤) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "نهى عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس، وعن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس". رواه الشيخان". (آثار السنن، كتاب الصلاة باب كراهة قضاء ركعتي الفجر قبل طلوع الشمس، ص: ٢٣٤، مكتبه إمداديه ملتان)

(٥) "روى أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضى ركعتي الفجر بعد ارتفاع الشمس غداة ليلة التعريس". ثم قال المصنف والحديث و رد بقضائها، تبعاً للفرض. قلت: روى من حديث أبي قتادة و من حدثني ذي مخبر الخ" (نصب الراية لأحاديث الهداية، باب إدراك الفريضة: ١٥٦/٢، المكتبة المكية)

معانی الآثار (۱) اوجز المسالك (۲) بذل المجهود (۳) معارف السنن (۴) میں موجود

(۱) "عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنه كان فى سفر فنام عن صلوة الصبح، حتى طلعت الشمس، فأمر فأذن، ثم انتظر حتى اشتعلت الشمس، ثم أمر فأقام، فصلى الصبح". (شرح معانى الآثار، باب الصلاة عند طلوع الشمس، ص: ۲۷۳، سعيد)

(۲) "مالک، أنه بلغه أن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه فاتته ركعتا الفجر فقضاهما بعد أن طلعت الشمس". "وفى أوجز المسالک ...... و أبى ذلک مالک و أكثر العلماء للنهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس، قاله الزرقانى، وقال ابن العربى: أما من لم يصلهما حتى صلى الصبح، فقال مالک: يصليهما إذا طلعت الشمس". (أوجز المسالک إلى موطأ الإمام مالک، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى ركعتى الفجر: ۲/۳۸۲، إداره تاليفات اشرفيه)

(۳) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: شهد عندى رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندى عمر أن نبى الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، ولا صلوة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب من رخص فيها إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۸، إمداديه ملتان)

"وقد روى كثيرٌ من الصحابة عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلک: منهم أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها و ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، ولكن ذكر ذلک بلاغاً و لم يذكره سماعاً، فإنه قال مرةً: شهد عندى رجال ...... و مرةً قال: حدثنا غير واحد من أصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و على ابن أبى طالب و عائشة و معاذ بن عفراء رضى الله تعالىٰ عنهم وأبو سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه و ابن عمر و معاوية بن سفيان و أبو هريرة رضى الله تعالىٰ عنهم. أخرج رواياتهم الطحاوى". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، باب من رخّص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۲/۲٦۸، معهد الخليل الإسلامى)

(۴) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من لم يصل ركعتى الفجر، فليصلهما بعد ما تطلع الشمس". و فى معارف السنن: "و فيه أثر ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما عند ابن أبى شيبة: "أنه صلى ركعتى الفجر بعد ما أضحى" وإسناده حسن كما فى آثار السنن، و رواه مالک بلاغاً وعند الطحاوى أثر آخر عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما، وعن مالک فى المؤطأ وابن أبى شيبة فى المصنف أثر القاسم: أى ابن محمد يقول: "إذا لم أصلهما حتى أصلى الفجر، صليتهما بعد طلوع الشمس". وحديث الباب قوى صححه الحاكم فى "المستدرک". (معارف السنن، أبواب الصلاة، باب ما جاء فى إعادتهما بعد طلوع الشمس: ۳/۱۰۰، سعيد)

ہیں۔ضرورت ہوتو ان سب کو حدیث پاک کے عربی الفاظ میں نقل کردیا جائے گا۔

اب غور کیا جائے جولوگ ان سنتوں کو (شرکت جماعت کی وجہ سے) بالکل چھوڑ دیتے ہیں وہ حدیث نمبر:ا کے خلاف کرتے ہیں۔جولوگ ان سنتوں میں مشغول ہوکر جماعت میں شرکت نہیں کرتے وہ حدیث نمبر:۲ کے خلاف کرتے ہیں۔جولوگ جماعت کھڑی ہوجانے پربھی اس جگہ سنتیں پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر:۳ کے خلاف کرتے ہیں۔جولوگ جماعت کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے ان سنتوں کو پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر:۴و۵ کے خلاف کرتے ہیں۔

حنفیہ کی تائید میں آثارِ صحابہ بہت کثرت سے منقول ہیں(۱)،جس صحابی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنتیں بعد نماز فجر قبل طلوع الشمس پڑھتے دیکھا ان کو صریح الفاظ میں اجازت نہیں دی،ورنہ دوسرے صحابہ بھی اس اجازت پرعمل کرلیا کرتے،پس ممانعت اپنے حال پر ہے(۲)۔بعض روایات میں ہے کہ ان کو دیکھ کراور جواب سن کرفرمایا:"فــــــلا إذاً"، جس کا مطلب شرحِ ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر یہ سنتیں پہلے نہیں پڑھی

---

(۱) "عن أبي اسحق، قال: حدثني عبدالله بن أبي موسىٰ عن أبيه حين دعاهم سعيد بن العاص، دعا أبا موسىٰ وحذيفة وعبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنهم، قبل أن يصلي الغداة، ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلوة، فجلس عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه إلى أسطوانة من المسجد، فصلى ركعتين، ثم دخل في الصلوة، فهذا عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه قد فعل، ومعه حذيفة وأبو موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنهما لاينكران ذلك عليه، فدل ذلك على موافقتهما إياه" .... "عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلوة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهم ، والإمام يصلي، فأما ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه، فدخل في الصف وأما ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما فصلى ركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس، فقام، فركع ركعتين، الخ". (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱/۲۵۷، كتاب الصلوة، باب أداء سنة الفجر، سعيد)

(۲) "وتبعه ابن حجر فقال: أي أتصلي صلوة الصبح وتصلي بعدها ركعتين وقد علمت أنه لا صلوة بعدها؟ فالاستفهام مقدرٌ للإنكار .... وثانياً لما ثبت نهي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس فسكوته عليه السلام لا يحمل على التقرير". (بذل المجهود: ۲/۲۶۴، باب من فاتته حتى يقضيها، إمداديه، ملتان)

تھیں تب بھی ان کے پڑھنے کا یہ وقت نہیں (۱)، پس اس سے استدلال کرنا اور صریح ممانعت والی حدیث کو چھوڑنا اصولاً صحیح نہیں (۲)۔

نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو لکھ کر فرمایا، "إسناد هذا الحديث ليس بمتصل" یعنی اس حدیث کی سند متصل نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۲ھ۔

جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں

سوال[۳۳۰۰]: فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد نماز دو رکعت سنت پڑھتے ہیں پھر جماعت میں شریک ہوتے ہیں حالانکہ جماعت شروع ہونے اور قرأت کے بعد حکم یہ ہے کہ جماعت میں شریک ہوجائے، مگر لوگ پہلے سنت پڑھنا مقدم سمجھتے ہیں جس سے ان کی تکبیرِ اولیٰ بھی فوت ہوجاتی ہے، لیکن اگر سنت

---

(۱) "عن محمد بن إبراهيم عن جده قيس رضى الله تعالىٰ عنه قال: خرج رسول الله .... قلت: يارسول! إنى لم أكن ركعت ركعتى الفجر، قال: "فلا إذاً". إنّ "إذَنْ" التى هى ناصبة المضارع، ويقال: إنها من الحروف مُغيَّرةٌ من "إذا" الشرطية، ويجوز كتابتهما بالنون: أى "إذن". (جامع الترمذى مع العرف الشذى: ۱/۹۶، ۹۹، أبواب الصلوة، باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلوة الصبح، سعيد)

(۲) "واختلف الحنفية والشافعية فى مراده، فقال الحنفية: معناه: فلا تصل إذَنْ، وإن لم تصلهما، فكان قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للإنكار".

وقال الشافعية: معناه فلا بأس إذن: أى جاز أن تصليهما، فكان للإقرار دون الإنكار، ثم إن استعمال قوله: "فلا إذَنَ" للإنكار كثير منها مافى صحيح مسلم. قال شيخنا: لما سبق إنكاره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فسكوته بعده لا يدل على الإذن". (معارف السنن، ص: ۹۳-۹۶، تحقيق قوله "فلا إذن" هل هو للإقرار أوللإنكار، باب ما جاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعدصلاة الصبح: ۴/۹۳، ۹۶، سعيد)

(۳) (سنن الترمذى، أبواب الصلاة، باب ماجاء فى من تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاةالصبح: ۱/۹۶، سعيد)

پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہوں تو پھر سنت کب پڑھیں جب کہ سنت کی قضا نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سلسلے میں چند احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے: اول: جماعت کی شرکت کے اہتمام کے متعلق، دوسرے: سنت فجر کے اہتمام کے متعلق، سوم: جماعت شروع ہوجانے پر کسی اَور نماز میں مشغول ہونے کے متعلق، چہارم: بعد نماز فجر کسی نماز نہ پڑھنے سے متعلق، پنجم: ارتفاعِ شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضاء سنت کے متعلق۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکان سے بغیر سنتِ فجر پڑھے مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ جماعت شروع ہوچکی تو وہ غور کرے، اگر سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہوجانے کا ظن ہے تو جماعت میں شریک ہوجائے، پھر طلوعِ شمس سے کچھ دیر بعد سنتیں پڑھ لے اس سے قبل نہ پڑھے، اگر سنتیں پڑھ کر شریکِ جماعت ہوسکتا ہے جماعت فوت نہیں ہوگی تو مسجد کے قریب حجرہ، سہ دری، وضو خانہ کوئی جگہ ہو تو وہاں سنتیں پڑھ لے، ایسی جگہ نہ ہو اور امام و جماعت اندرونِ مسجد ہوں تو یہ صحن مسجد میں کسی ایک طرف کسی ستون کی آڑ میں پڑھ لے، امام جماعت صحن میں ہوں اور اندرونِ مسجد کا کوئی دوسرا راستہ بھی ہو کہ مرور بین یدی المصلی لازم نہ آئے تو اندر جا کر پڑھ لے، غرض صفوف سے متصل نہ پڑھے، جس قدر صفوف سے متصل پڑھے گا تو اسی قدر کراہت بھی ہوگی (۱)۔

شرح معانی الآثار میں دونوں قسم کے آثار موجود ہیں، دو صحابی مسجد میں گئے، ایک نے باب مسجد میں

---

(۱) "(وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، وقيل التشهد (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً، وإلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة". (الدر المختار).

"(قوله: وإلا تركها) فإن كان الإمام في الصيفي فصلاته إياها في الشتوي أخف من صلاتها في الصيفي وعكسه، وأشد ما يكون كراهةً أن يصليها مخالطاً للصف كما يفعله كثيرٌ من الجهلة". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶،۵۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع لو ترك، ص: ۳۹۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۱، رشيديه)

سنتیں پڑھی، دوسرے صحابی جماعت میں شریک ہو گئے پھر طلوع کے کچھ دیر کے بعد انہوں نے سنتیں پڑھی(۱)، اسی طرح جملہ احادیث وآثار کی رعایت ہوگی، کما لا یخفی علی من له مهارة في الحديث والفقه، اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی شائع شدہ ہے جس میں تفصیل مذکور ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت شروع ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال[۳۳۰۱]: اگر کوئی شخص اگلی صف میں سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جاوے تو کیا سنت یا نفل پڑھنے والوں کی نماز نہ ہوگی، جیسا کہ مشہور ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز تو فاسد نہیں ہوگی، لیکن اس کو چاہئے کہ تخفیف کے ساتھ اپنی سنت ونفل پوری کر کے جماعت میں شریک ہو جاوے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) "عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما وعنهم والإمام يصلي، فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى الركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى تطلع الشمس، فقام فركع ركعتين. فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين في المسجد والإمام في صلوة الصبح". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلوة الفجر، ص:۲۵۷، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۱/۳۷۸، سعيد)

(۲) مستقل رسالہ نہ مل سکا البتہ تفصیل کے لئے دیکھئے، عنوان: "جماعت شروع ہو جانے پر فجر کی سنتوں کا حکم"۔

(۳) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، و ليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال". (الدر المختار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۴۸، دار الكتب العلمية بيروت)

اقامت کے بعد فجر کی سنتوں کا حکم

سوال[۳۰۴۲]: فجر کی جماعت شروع ہوچکی ہے اب فجر کی سنت پڑھنا درست ہے یانہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں ایسے وقت میں سنت پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں، حنفی لوگ جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ حدیث کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح معانی الآثار میں ایک جلیل القدر صحابی کا اثر نقل کیا ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد پہونچے کہ نماز فجر شروع ہوچکی تھی، انہوں نے دروازہ مسجد پر سنتیں پڑھیں پھر جا کر جماعت میں شریک ہوگئے (۱)، جو صاحب اس کو غلط کہتے ہیں شاید ان کی نظر سے یہ چیز نہ گزری ہو۔ اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس میں حنفیہ کی تائید میں حدیث اور اس کے معارض سے پوری بحث کرکے مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "حدثني عبد الله بن أبي موسى عن أبيه حين دعاهم سعيد بن العاص: دعا أبا موسى و حذيفة و عبد الله بن مسعود رضي الله عنهم قبل أن يصلي الغداة، ثم خرجوا من عنده و قد أقيمت الصلوة، فجلس عبد الله إلى أسطوانة من المسجد فصلى الركعتين، ثم دخل في الصلوة،، فهذا عبد الله قد فعل هذا و معه حذيفة و أبو موسى لا ينكران ذلك عليه، فدل ذلك على موافقتهما إياه".

"عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه والإمام يصلي، فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى الركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى تطلع الشمس، فقام فركع ركعتين. فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين في المسجد والإمام في صلوة الصبح". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلوة الفجر، ص:۲۵۷، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۱/۳۷۸، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لو ترك، ص:۳۹۷، سهيل اكيڈمی)

(۲) (لم أجد الرسالة المشار إليها، وأما التفصيل فراجع له عنوان: "جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی سنتوں کا حکم"۔)

سنتِ فجر کی قضا

سوال[۳۳۰۲]: ۱...... کسی مقتدی کی فجر کی سنتیں باقی رہ گئیں، کیونکہ تکبیرِ اُولیٰ شروع ہوگئی اور وہ سنتیں تکبیر شروع ہونے سے پہلے ادا نہیں کرسکا۔ اب جماعت ختم ہونے کے بعد وہ ان سنتوں کو جماعت کے بعد ہی ادا کرسکتا ہے، یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے؟

۲...... امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جماعت کے بعد سنتِ فجر کی قضا درست نہیں، سورج نکلنے کے بعد بلند ہونے پر پڑھ لے، اگرچہ سنت مؤکدہ نہ رہی:

"تقضى إذا فاتت بلا فرض بعد الطلوع قبل الزوال استحسانا؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضاها بعد ارتفاع الشمس"۔ مجمع الأنهر، ص: ۱٤۲(۱)۔ "قال محمد رحمه الله تعالىٰ: أحب إلىّ أن أقضيها إذا فاتت وحدها بعد طلوع الشمس قبل الزوال"۔ كبيرى، ص: ۳۸۰(۲).

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، باب إدراك الفريضة: ۱/۱۴۲، دار إحياء التراث العربي)

"عن أبي قتادة قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "إنكم تسيرون عشيتكم و ليلتكم"........... حتى اجتمعنا فكنا سبعة ركب، قال: فمال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الطريق فوضع رأسه ثم قال: "احفظوا علينا صلاتنا" فكان أول من استيقظ رسولُ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والشمس في ظهره قال: فقمنا فزعين، ثم قال: "اركبوا" فركبنا حتى إذا ارتفعت الشمس، نزل.......... ثم أذن بالصلاة، فصلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ركعتين، ثم صلى الغداة، فصنع كما كان يصنع كل يوم الخ" (الصحيح لمسلم، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها: ۱/۲۳۹، قديمى)

(۲) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لوترك، ص: ۳۹۷، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، ۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في قضاء السنن: ۲/۲۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

۲......امام کے پیچھے سورہ فاتحہ عندالحنفیہ جائز نہیں: "والمؤتم لا یقرأ، فإن قرأ کره تحریماً، بل یسمع وینصت". در مختار: ۱/۸۱(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

سنت فجر کو جماعت کے بعد پڑھنا

سوال[۳۳۰۴]: صبح کی سنت جماعت میں شرکت کی وجہ سے جو ترک ہوجائیں کسی مجبوری سے طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلوعِ آفتاب سے پہلے سنت قضاء پڑھنا مکروہ ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في القرأة: ۱/۵۴۴، سعيد)

"عن أبي موسى رضي الله تعالىٰ عنه قال: علّمنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا قمتم إلى الصلاة، فليؤمكم أحدكم، وإذا قرأ الإمام، فأنصتوا". (مسند أحمد بن حنبل، حديث أبي موسى الأشعري: ۵/۵۶۹، (رقم الحديث: ۱۹۲۳۴)، المكتب الإسلامي بيروت)

(وسنن النسائي، باب: ﴿وإذا قرأ القرآن فأنصتوا﴾: ۱/۱۴۶، قديمي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: شهد عندي رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب، و أرضاهم عندي عمر رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم، أن نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، و لا صلاة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۸، مكتبه إمداديه ملتان)

"(قوله: و لا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) .... وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضىٰ قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۵۷، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض و بعده و فواته عن وقته و تركه: ۱/۵۱۱، المكتبه الغفارية كوئٹه)

سنت پڑھنے کے دوران خطبہ شروع ہوجائے تو کیا کِیا جائے؟

سوال[۳۳۰۵]: خطبۂ جمعہ کے شروع ہونے سے پہلے کسی نے سنت شروع کردی تو اب وہ کیا کرے جب کہ خطبہ شروع ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت شروع کرنے کے بعد اگر خطبۂ جمعہ شروع ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ ہلکی ہلکی رکعتیں پوری کرکے سلام پھیر دے، ایسے ہی نماز نہ توڑے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۸ھ۔

ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرانا

سوال[۳۳۰۶]: آیا امام نماز ظہر سنتیں پڑھنے سے پہلے پڑھا سکتا ہے؟ کیا نماز ہوجائے گی نماز میں تو کوئی حرج واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں فرضِ ظہر ادا ہوجائیگا لیکن بلاعذر ایسا کرنا خلاف سنت ہے، کیونکہ ظہر کی چار سنتیں مؤکدہ ہیں اوران کا وقت فرض سے پہلے ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، 　　صحیح: عبداللطیف، یکم/ربیع الاول/۵۶ھ۔

---

(۱) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، و ليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال".

(الدرالمختار، باب إدراك الفريضة : ۵۳/۲، سعيد)

(و كذا في البحرالرائق، باب إدراك الفريضة : ۱۲۵/۲، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة : ۴۴۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن شقيق قال: سالت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه، فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلي بالناس، ثم يدخل =

ظہر سے پہلے کی چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم

سوال[۳۳۰۷]: ایک شخص نے سنتِ مؤکدہ ظہر کے لئے چار رکعت کی نیت باندھی کہ فرض شروع ہوگیا، وہ شخص دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوگیا۔ اب اسے جماعت کے بعد باقی دو رکعت پڑھنا چاہئے یا دو رکعتیں تو پڑھی ہوئی نفل بن گئیں، دوبارہ چار رکعت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں چار رکعت پڑھے، جو نیت باندھی تھی وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے نفل بن گئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= فیصلی رکعتین". إلی آخر الحدیث. رواہ مسلم وأبوداؤد". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب السنن وفضائلها: ۱/۱۰۴، قدیمی)

"وسن مؤکداً أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة الخ". (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ۱/۴۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۲، رشیدیہ)

(۱) "(وکذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقیمت أو خطب الإمام) یتمّها أربعاً (علی) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، و لیس القطع للإکمال بل للإبطال". (الدر المختار، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۳، سعید)

"(وإن کان) قد شرع (فی سنة الجمعة فخرج الخطیب أو) شرع (فی سنة الظهر، فأقیمت) الجماعة (سلم) بعد الجلوس (علی رأس رکعتین)، کذا روی عن أبی یوسف والإمام، (وهو الأوجه، ثم قضی السنة) أربعاً لتمکنه منه (بعد) أداء (الفرض) مع ما بعده فلا یفوت فرض الاستماع والأداء علی وجه أکمل، و لا إبطال. وصحح جماعة من المشایخ أنه یتمها أربعاً؛ لأنها کصلاة واحدة". (مراقی الفلاح).

"قوله: (لأنها کصلاة واحدة) و لیس القطع للإکمال بل للإبطال صورةً و معنیً؛ إذ فیه إبطال وصف السنة لا إکمالها". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب إدراک الفریضة، ص: ۴۵۱ قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، باب إدراک الفریضة: ۲/۱۲۵، رشیدیہ)

ظہر کی پہلی سنتیں دو سلام سے پڑھنا

سوال[۳۳۰۸]: چار رکعت سنتِ مؤکدۂ ظہر دو دو رکعت علیحدہ خواندن جائز است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......نہ "والسنة قبل فرض الظهر والجمعة و بعدها أربعٌ بتسليمةٍ، فلو صلى بتسلمتين لم يعدّ من السنة، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/ ۱۳۰ (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

ظہر کی چار سنتوں کی قضاء

سوال[۳۳۰۹]: قبل از فرض ظہر چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہے، ایک شخص مقیم مسجد میں داخل ہوا اور نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی وہ شخص جماعت میں شریک ہو گیا۔ اب بعد فرض ادا کرنے کے وہ چار رکعت سنتِ مؤکدہ اس شخص کو بعد فرض کے پڑھنا چاہئے یا نہیں جب کہ وقت بھی باقی ہو، یا اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئی؟

احقر نورالہدیٰ، یہدی اللہ بنورہ من یشآء۔

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۱۹۴، غفاريه كوئٹه)

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: أدمن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أربع ركعات بعد زوال الشمس فقلت: يا رسول الله! إنك تدمن هولاء الأربع ركعات، فقال: "يا أبا أيوب! إذا زالت الشمس، فتحت أبواب السماء، فلن ترتج حتى يصلى الظهر، فأحبّ أن يصعد لي فيهن عملٌ صالح قبل أن ترتج". فقلت: يا رسول الله! في كلهن قرأة؟ قال: "نعم" قلت: بينهن تسليمٌ فاصلٌ؟ قال: "لا، إلا التشهد". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو، ص: ۲۳۱، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، ۱۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

علمائے احناف نے فرمایا اور ان کا فتویٰ ہے کہ وہ چار رکعت سنتِ مؤکدہ ضرور پڑھنا چاہئے اگر ظہر کا وقت باقی ہو، اور بوجہ شامل ہوجانے کے اگرچہ ان چار رکعت سنت مؤکدہ میں تاخیر ہوگئی لیکن وہ ہرگز ساقط نہیں ہوں گی اس کا ادا کرنا لازمی ہے، چنانچہ شرح وقایہ میں اس کی تفصیل موجود ہے(۱)، فارجع إلیه، أو إلی غیره وَجدتَّ کما قال علمائنا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ظہر میں فرض کے بعد پہلی دو رکعت سنت پڑھی جائے یا فوت شدہ چار؟

سوال[۱۰۲۲۱]: قبل ظہر کی سنت اگر چھوٹ جائے، بعد فرض چار سنتوں کو پڑھے یا دو سنت اور پھر چار سنت؟ ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے چار سنت پڑھتے تھے پھر دو سنت اور حضرت والا کے متعلق سنا ہے کہ اس کے خلاف عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(ویترک سنة الظهر فی الحالین): أی یدرک الفرض إن أداها أولاً (ویتم ثم قضاها قبل شفعة): أی قبل الرکعتین اللتین بعد الفرض". (شرح الوقایة، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۱/۱۸۰، سعید)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان إذا لم یصل أربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها". (سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب آخر: ۱/۹۷، سعید)

"(بخلاف سنة الظهر) و کذا الجمعة (فإنه یترکها) و یقتدی (ثم یأتی بها) علی أنها سنة (فی وقته): أی الظهر (قبل شفعه) عند محمد". (الدر المختار). "(قوله: فی وقته) فلا تقضی بعده، لا تبعاً و لا مقصوداً بخلاف سنة الفجر". (ردالمحتار، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۸، سعید)

(۲) "(وبخلاف سنة الظهر، فإنه) إن خاف فوت رکعة .... (ثم یأتی بها) (فی وقته) و به یفتی". (الدر المختار) "(قوله: به یفتی) أقول: وعلیه المتون، لکن رجح فی الفتح تقدیم الرکعتین، قال فی الإمداد: و فی فتاوی العتابی: إنه المختار، و فی مبسوط شیخ الإسلام: إنه الأصح لحدیث =

امام کا مصلیٰ پر ہی سنن ونوافل پڑھنا

سوال[۳۳۱۱]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام کو مصلّی پر جماعت کی نماز پڑھانے کے بعد خود کی سنت ونوافل پڑھنا مکروہ فعل ہے، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک قول یہ بھی ہے مگر غیر مفتی بہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد میں سنت کا ادا کرنا

سوال[۳۳۱۲]: گھروں میں جو مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے اس میں نمازِ اوّابین وتہجد وغیرہ بھی پڑھی جائے یا پنجگانہ سنن مؤکدہ یا غیر مؤکدہ اور نفل بھی پڑھنی چاہئے؟

= عائشة رضي الله تعالىٰ عنها "أنه عليه الصلوة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر، يصليهن بعد الركعتين. وهو قول أبي حنيفة، وكذا في جامع قاضي خان". (ردالمحتار، باب إدراك الفريضة: ۵۸/۲، ۵۹، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر، صلاهن بعدها". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب آخر: ۹۷/۱، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض و بعده الخ: ۵۱۲/۱، غفاريه كوئٹه)

(۱) "اصل علت ارتفاع اشتباہ ہے اور یہ بہتر ہے کہ بصورت اشتباہ علیحدہ ہو کر سنن ونوافل پڑھے لیکن اگر اس مصلی پر پڑھے تو یہ بھی درست ہے"۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، باب مسائل سنن مؤکدہ: ۲۱۲/۴، مکتبہ امدادیہ)

"و يكره للإمام التنفل في مكانه لا المؤتم". (الدر المختار). "(قوله: ويكره الخ)، بل يتحول وكذا يكره مكثه قاعداً في مكانه مستقبل القبلة في صلاةٍ لا تطوعَ بعدها، والكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانية، وقال: لأن المقصود من الانحراف وهو زوال الاشتباه: أي اشتباه أنه في الصلاة".

(ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۵۳۱/۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير صفة الصلاة، ص: ۳۴۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ سنن مؤکدہ خاص کر قبلیہ بھی مکان پر پڑھیں، لیکن اگر فوت ہونے کا احتمال ہو تو مسجد میں پڑھیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔



(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم، و لا تتخذوها قبوراً". (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب التطوع فی البیت: ۱/ ۱۵۸، قدیمی)

"عن زید بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أفضل صلاتکم فی بیوتکم إلا المکتوبة". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت: ۱/ ۱۰۲، سعید)

"(قوله والأفضل فی النفل الخ) وأخرج أبو داود: "صلاة المرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی هذا، إلا المکتوبة". و تمامه فی شرح المنیة، و حیث کان هذا أفضل یراعی مالم یلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبیته، أو کان فی بیته ما یشغل باله و یقلل خشوعه، فیصلها حینئذٍ فی المسجد؛ لأن اعتبار الخشوع أرجح". (رد المحتار، باب الوتر و النوافل: ۲/ ۲۲، سعید)

الفصل الثانی فی سنن غیر مؤکدة

(سننِ غیر مؤکدہ کا بیان)

مغرب، عشاء، ظہر کے بعد کی نفلیں

سوال[۳۳۱۳]: مغرب، عشاء اور ظہر کے بعد عوام دو، دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں، کیا اس کی بھی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت بھی ثابت ہیں، چار بھی ثابت ہیں، چھ بھی اور مغرب میں بیس تک بھی ثابت ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یصلی فی أثر کل صلاة مکتوبة رکعتین، إلا الفجر والعصر". (سنن أبی داؤد، باب من رخص فیهما إذا کانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۱، مکتبه إمدادیه ملتان)

"عن عنبسة بن أبی سفیان قال: قالت أم حبیبة رضی اللہ تعالیٰ عنها زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من حافظ علی أربع رکعات قبل الظهر و أربع بعدها، حرم علی النار". (سنن أبی داؤد، باب الأربع قبل الظهر وبعدها: ۱/۱۸۷، مکتبه إمدادیه ملتان)

"عن شریح بن هانئ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قال: سألتها عن صلاة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فقالت: ما صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم العشاء قط، فدخل علیّ، إلاصلّی أربع رکعات أو ست رکعات". الحدیث. (سنن أبی داؤد، باب الصلاة بعد العشاء: ۱/۱۹۲، إمدادیه)

"وعن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من =

ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد دو نفلیں

سوال[۴۱۳۳]: بعض لوگ دو رکعت نفل بعد سنتِ ظہر اور دو نفل بعد سنتِ مغرب اور دو نفل بعد سنتِ عشاء کے پڑھتے ہیں، جو نہیں پڑھتے ان پر اعتراض کرتے ہیں، نہ پڑھنے والے کہتے ہیں کہ ان نوافل کا ثبوت حدیث وفقہ میں نہیں ہے۔لہذا ان کا ثبوت مدلل تحریر فرماویں۔

سائل: رشید احمد، سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل مذکورہ کا ثبوت کتب معتبرہ سے ہے:

فی المراقی :"ومنها ركعتان بعد الظهر يندب أن يضمّ إليهما ركعتين فتصير أربعاً".

قال الطحطاوی: "وهو مخيّر إن شاء جعلها بسلام واحد، وإن شاء جعلها بسلامين، اهـ"(۱)۔

بعد مغرب روایات میں دو نفلیں بھی ہیں، چار بھی چھ بھی حتی کہ بیس بھی وارد ہیں:

"عن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من صلى أربع ركعات بعد المغرب قبل أن يكلم أحداً، رُفعت له فی عليين، وكان كمن أدرك ليلة القدر فی المسجد الأقصىٰ، وهو خيرٌ من قيام نصف ليلة". الحديث(۲) كبيری: ص:٣٣٤ (۳)۔

وفی المبسوط:"وإن تطوع بعد المغرب بست ركعات، فهو أفضل"(٤) وفی الطحطاوی: "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من صلى بعد المغرب

= صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوءٍ، عُدِلنَ له بعبادة ثنتی عشرة سنةً".

"وعن عائشة عن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من صلى بعد المغرب عشرين ركعةً، بنی الله له بيتاً فی الجنة". (سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب : ۹۸/۱، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بيان النوافل، ص:۳۸۸، ۳۹۰، قديمی)

(۲) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بيان النوافل، ص:۳۸۸، ۳۹۰، قديمی)

(۳) (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، ص:۳۸۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (المبسوط للسرخسی، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱۴۵/۱، مكتبه حبيبية، كوئٹه)

7

عشرین رکعةً، بَنی اللّٰہ له بیتاً فی الجنة"(۱)۔

درمختار میں ہے: "ویستحب أربع قبلَ العصر وقبل العشاء وبعدها بتسلیمة، وإن شاء رکعتین، وکذا بعدالظهر لحدیث الترمذی: "من حافظ علی أربع قبل الظهر وأربع بعدها حرمه اللّٰه علی النار". و ست بعد المغرب لیکتب من الأوابین بتسلیمة أو ثنتین أو ثلاث، والأول أدوم وأشق. و هل تحسب المؤکدة من المستحب، ویؤدی الکل بتسلیمة واحدة؟ اختار الکمال: نعم"۔ قال الشامی تحت: "(قوله: وإن شاء رکعتین): کذا عبر فی منیة المصلی و فی الإمداد عن الاختیار، یستحب أن یصلی قبل العشاء أربعاً، وقیل: رکعتین وبعدها أربعاً، وقیل: رکعتین اهـ. والظاهر أن الرکعتین المذکورتین غیرالمؤکدتین. و قال تحت: "(قوله اختار الکمال: نعم) ذکر الکمال فی فتح القدیر أنه وقع اختلاف بین أهل عصره فی أن الأربع المستحبة هل هی أربع مستقلةبغیر رکعتی الراتبة أو أربع بهما؟ وعلی الثانی هل تؤدی معهما بتسلیمة واحدة أولا؟ فقال جماعة: لا، و اختار هو أنه إذا صلی أربعاً بتسلیمة أو تسلیمتین، وقع عن السنة والمندوب، الخ"(۲)۔

لہٰذا نوافلِ مذکورہ کا انکار ناواقفیت پرمبنی ہے، البتہ نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات کا سا معاملہ کرنا ناجائز اور بُرا ہے اس سے اجتناب چاہئے اور ایسی حالت میں کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہئے اور ان نوافل کے نہ پڑھنے والوں پر اعتراض نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ان کے پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھنے سے کوئی عذاب نہیں ہوتا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۱/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۵/محرم الحرام/۵۳ھ۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۸۸-۳۹۰، قدیمی)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، ۱۴، سعید)

(۳) قال الملا علی القاری: "قال الطیبی: و فیه أن من أصر علی أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعةٍ أو منکر، و جاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه: "إن اللہ عزوجل یحب أن تؤتی رُخَصُه، کما یحب أن تؤتی عزائمه".

(مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/۱۳، رشیدیه)

نوافل مغرب میں اوابین کی نیت

سوال[۳۳۱۵]: مغرب کے وقت سنتوں کے بعد دو رکعت نفل کی نیت اگر وقتِ مغرب کر کے کی جاوے تو ٹھیک ہے۔ یا اوابین کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت مغرب ٹھیک ہے گو ضروری نہیں:"وكفى مطلق نية الصلوة كنفل و سنة". درمختار مع ردالمحتار (۱)۔فقط۔

اوابین کی تعداد

سوال[۳۳۱۶]: اوابین کی چھ رکعتیں دو نفل مغرب کے علاوہ ہیں یا ان سمیت؟ اگر نفلِ مغرب سمیت ہیں تو کیا اوابین کی چار رکعتیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح کی ایک روایت میں چار نفل بھی مذکور ہیں، اس لحاظ سے دونوں ملا کر چھ ہو جائیں گی، عام روایت میں چھ ہیں اور دو سنتِ مؤکدہ مستقل ہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

= (وكذا في السعاية للكنوي ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القرآءة :۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) (الدر المختار، باب شروط الصلاة : ۱/۴۱۷، سعيد)

"قوله: (ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح) أما في النفل فمتفق عليه؛ لأن مطلق الصلاة ينصرف إلى النفل؛ لأنه الأدنى، فهو متيقن، والزيادة مشكوك فيها، و لا فرق بين أن ينوى الصلاة أو الصلاة لله؛ لأن المصلى لا يصلى لغير الله". (البحر الرائق ، باب شروط الصلاة : ۱/۴۸۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة : ۱/۲۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه أنه عليه السلام قال:"من صلى أربع ركعات بعد المغرب قبل أن =

عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

سوال[۳۳۱۷]: عشاء سے پہلے جو چار رکعت سنت سمجھ کر لوگ پڑھتے ہیں یہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً اس کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا، اس کو سنتِ مؤکدہ کہنا صحیح نہیں، ایک روایت عمومی ہے کہ ہر دو اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، اس عام روایت کے ذیل میں یہ سنتیں بھی داخل ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۳ھ۔

= يتكلم أحداً، رُفعت له في عليين، وكان كمن أدرك ليلة القدر في المسجد الأقصىٰ، وهو خيرٌ له من قيام نصف ليلة".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى ست ركعات بعدالمغرب قبل أن يتكلم، غفرله بها ذنوبُ خمسين سنةً". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۹۰، قديمي)

"وعن أبي هريرة –رضي الله تعالىٰ عنه– قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوءٍ، عُدِلن له بعبادة ثنتي عشرة سنةً". (سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱، سعيد)

(۱) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "بين كل أذانين صلاةٌ، بين كل أذانين صلاةٌ، ثم قال في الثالثة: لمن شاء" رواه البخاري".

"قوله: عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه" .... قال المؤلف: "الأول: يفسره الثاني: أي يبين قدر ركعات الصلاة، فثبت بمجموعتها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء، وفي "غنية المستملي": وأما الأربع قبلها (أي قبل العشاء) فلم يذكر في خصوصها حديث لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ .... فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۱۶/۷، إدارة القرآن كراچي)

عشاء سے قبل سنت

سوال[۳۳۱۸]: فرض عشاء سے قبل عام طور پر چار رکعت بہ نیت سنت لوگ پڑھتے ہیں، سنت مؤکدہ تو یہ ہے نہیں، آیا سنتِ غیر مؤکدہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سنت کی نیت کر کے پڑھی جاوے یا نفل کی تاکہ عوام مستفید ہوسکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز سنتِ غیر مؤکدہ ہے، اس کو نفل بھی کہتے ہیں، نیت دونوں طرح کی جاسکتی ہے، شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عشاء سے پہلے سنت کی رکعات کی تعداد

سوال[۳۳۱۹]: عشاء کی نماز میں جو چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہے، وقت کم ہونے کی بنا پر چار کے بجائے صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو درست ہیں یا نہیں؟ اگر حوالہ دے دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہاں پر جاہلوں کی آبادی ہے تاکہ ان کو سمجھا سکوں۔

ڈاکٹر عقیل احمد مشک آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ نہیں بلکہ یہ مستحب ہیں، دو پڑھ لے تو یہ بھی کافی ہے۔

"و یستحب أن یصلی قبل العشاء أربعاً، و قیل: رکعتین". درمختار (۲)، مگر چار میں زیادہ ثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و کفی مطلق نیة الصلاة وإن لم یقل لله (لنفل و سنة) راتبة (وتراویح) علی المعتمد". (الدر المختار). "(قوله: و کفی الخ): أی بأن یقصد الصلاة بلاقید نفل أو سنة أو عدد. (قوله: لنفل) هذا بالاتفاق (قوله: و سنة ولو سنة فجر". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۷، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۴، رشیدیه)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۲ دار الکتب العلمیة)

(۲) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، سعید) ....=

عشاء سے پہلے چار سنت

سوال[۳۳۲۰]: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اذان واقامت کے بیچ میں نماز ہے''۔ کہا یہ جاتا ہے کہ عشاء کی چار سنتیں فقہاء نے اس حدیث کی بنا پر داخل کی ہیں(۱)۔ کیا اس حدیث شریف کی بنا پر کسی سنت کا جب کہ نماز کا وقت ہو چکا ہو، اذان کے قبل پڑھنا غیر افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا جس سے یہ سنتیں ثابت کی جاتی ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= ''قوله: (ولم ينقلوا حديثاً فيه بخصوصه) نقل في الاختيار ''عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أنه عليه السلام كان يصلى قبل العشاء أربعاً، ثم يصلى بعدها أربعاً، ثم يضطجع''. ونقله عنه أيضا في إمداد الفتاح ثم قال: وذكر في المحيط إن تطوع قبل العصر بأربع وقبل العشاء بأربع فحسن؛ لأن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يواظب عليها''. (منحة الخالق هامش البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۸۸/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۴۳۳/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) ''عن عبد الله بن مغفل رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ''بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء'' رواه البخارى''.

(۲) قوله: ''عن عبد الله بن مغفل رضى الله تعالىٰ عنه .... قال المؤلف: الأول: يفسره الثانى: أى يبين قدر ركعات الصلاة، فثبت بمجموعتها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء، وفي غنية المستملى: وأما الأربع قبلها (أى قبل العشاء) فلم يُذكر في خصوصها حديثٌ، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ .... فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده''. (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۱۶/۷، ادارة القرآن كراچى)

عشاء سے پہلے چار رکعات

سوال[۳۳۲۱]: ایک حدیث کی تلاش میں چند ماہ گزر گئے مگر دستیاب نہ ہوسکی، حدیث عشاء کی چار رکعت کے بارے میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی چار فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی ہے تو کتنی مرتبہ؟ آپ نے پڑھی، نفسِ پڑھنے کا بھی ثبوت مل جائے تو زہے قسمت۔ وہ حدیث نقل فرما کر کرم فرمائی کریں گے۔

مولانا عبدالحنان صاحب دار العلوم چھاپی بناس کانٹھا، گجرات۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے پہلے چار سنت کا پڑھنا یا فرمانا کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا، ہر دو اذان کے درمیان نماز کا ہونا ضرور حدیث شریف میں موجود ہے، اس عموم میں نمازِ عشاء بھی داخل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

عشاء سے قبل چار رکعت

سوال[۳۳۲۲]: قبل العشاء چار رکعت سنت کے بارے میں حضور والا کی رائے معلوم ہوئی، حضور والا سے مراجعت کے بعد ہدایہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت نظر آئی، ارسالِ خدمت کر رہا ہوں کہ صحیح اور سقم کا حق حضور والا ہی کو حاصل ہے اگرچہ مراراً حضرت کی نظر پڑی ہوگی:

"سنن سعيد بن منصور من حديث البراء رفعه: "من صلى قبل العشاء أربعاً، كان كأنما تهجد من ليلة، ومن صلاهن بعد العشاء كمن صلاهن من ليلة القدر". أخرجه البيهقي من حديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها موقوفاً، وأخرجه الدار قطني والنسائي موقوفاً على كعب".

هداية، ص: ۱۲۹، حاشية الدارية(۲).

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "عشاء سے پہلے چار سنت")

(۲) (الدراية في تخريج أحاديث الهداية، باب النوافل: ۱/ ۱۴۹، مكتبه شركة علميه)

البتہ نصب الرایۃ میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، دیکھئے: (نصب الرایۃ: ۲/ ۱۳۹)

حضرت والا! نسائی میں روایت نظر نہیں آئی ، دیگر کتابیں نصیب ہی نہیں کہ تلاش کروں۔ اب ۸/شعبان کو فرصت ہورہی ہے، اس لئے گھر کا پتہ جوابی پوسٹ کارڈ پر درج ہے، امید ہے بے ادبی معاف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عشاء سے قبل چار رکعت پڑھنے کی روایت کتبِ حدیث میں مجھے نہیں ملی، آپ کے فرستادہ حوالہ کو میں نے تلاش کیا، متونِ حدیث میں کہیں نہیں پایا۔ فقہاء ومحدثین نے لکھا ہے:

"وأما الأربع قبل العشاء، فذكروا في بيانه إن لم يثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة، فكان حسناً؛ لأن العشاء نظير الظهر في أنه يجوز التطوع قبلها وبعدها، كذا في البدائع. ولم ينقلوا حديثاً فيه بخصوصه لاستحبابه". بحر الرائق: ۲/ ۵۰(۱).

البتہ حاشیۂ البحر میں بحوالہ الاختیار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے: "انه عليه الصلوة والسلام كان يصلي قبل العشاء أربعاً، اه". ص: ۳۱۵ (۲).

ایک نقل کردہ عبارت میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

"وهوما عزى إلى سعيد بن منصور من حديث براء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلى قبل الظهر أربعاً كان كأنما تهجد من ليلة، ومن صلاّ هن بعد العشاء كمن صلاهن من ليلة القدر". رواه البيهقي من قول عائشة، والنسائي والدار قطني من قول كعب"(۳).

---

(۱) (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۸، رشيديه)

(۲) (البحرالرائق، المصدر السابق)

(۳) (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل: ۱/ ۴۴۲، مصطفىٰ البابي الحلبي)

(وكذا في كنز العمال، سنة الظهر من الإكمال، أوقات الصلاة مفصلة على الترتيب: ۷/ ۳۷۹، البلاغة، بيروت)

الحاصل قبل العشاء چار سنت کا ذکر کتب حدیث میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۳/ ۷/ ۹۳ھ۔

عشاء سے قبل اور بعد سنت

سوال [۳۳۲۳]: ا......عشاء کی فرض سے قبل عام طور سے لوگ ۴/ رکعت بہ نیتِ سنت ادا کرتے ہیں، کتبِ احادیث میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے یا نہیں؟

کبیری کی عبارت سے تو اس کی سند نہیں ملتی، ملاحظہ ہو: ''و ذکر فی المحیط: أن التطوع قبل العصر بالأربع، وقبل العشاء، فحَسَن؛ لأن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یواظب علیھما، أما عدم مواظبتہ علیہ السلام علی ماقبل العشاء فمقرر، بل لم یرو أنہ صلاھا فضلاً عن المواظبة''. کبیری، ص: ۳۸۸ (۲)۔ ''أما الأربع قبلھا، فلم یذکر فی خصوصھا''. أیضاً، ص: ٤٣٤ (۳)۔ اور اسی پر میرا عمل ہے لہٰذا اگر اس کی کوئی اور سند ہو تو تحریر فرمائیں۔

۲......وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑا ہو کر پڑھنا سنت ہے، مشکوۃ شریف کی حسب ذیل عبارت پر میرا عمل ہے۔ اب حضرت والا مستند حدیث تحریر فرمائیں:

۱-''عن أبی أمامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی ما بعد الوتر، و ھو جالس یقرأ فیھما: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ و ﴿قل یأیھا الکافرون﴾۔

۲-''عن أم سلمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین''. رواہ الترمذی، وزاد ابن ماجة: ''خفیفتین و ھو جالس''۔

---

(۱) البتہ کتب فقہ میں ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

''عن عائشة رضی اللہ تعالی عنھا أنہ علیہ الصلاة و السلام کان یصلی قبل العشاء أربعاً، ثم یصلی بعدھا أربعاً ثم یضطجع''. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۹۰، قدیمی)

(۲) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، ص: ۳۸۸، سھیل اکیدمی)

(۳) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، ص: ۳۸۵، سھیل اکیدمی)

۳–"وعن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يوتر بواحد، ثم يركع ركعتين يقرء فيهما و هو جالس"(۱)۔

حضور والا! آپس میں بہت اختلاف ہورہا ہے، فتنہ وفساد کا خوف ہے، اس لئے مذکورہ بالا سوالوں کا جواب بحوالہ کتب مستند اور ٹھوس تحریر فرمائیں، تاکہ مصالحت ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......عشاء سے قبل چار رکعت کا ثبوت تلاش کے باوجود حدیث شریف میں نہیں ملا، درایۃ ہدایہ کے بعض نسخوں پر حاشیہ پر مطبوع ہے اس میں روایت موجود ہے مگر اس میں وہم ہے کہ اصلی روایت ظہر سے قبل کے متعلق ہے مگر اس میں عشاء سے قبل بھی بیان کردیا گیا ہے یہ اضافہ "عشائهم" ہے، اس وجہ سے یہ اضافہ نصب الرایہ، فتح القدیر وغیرہ میں موجود نہیں۔ صاحبِ کبیری تلمیذ ہیں صاحبِ فتح القدیر کے۔ سنن وجوامع ومعاجم میں بھی کہیں نہیں ملا اس وجہ سے عموماً "بين كل أذانين صلوة" سے استدلال کرتے ہیں (۲)۔

۲......عادتِ مبارکہ عام طور پر یہ تھی کہ شب کا ایک حصہ گزرنے کے بعد بیدار ہوکر طویل تہجد پڑھتے، مثلاً سورۂ بقرہ، آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ چار رکعت میں پڑھتے، کبھی ان چاروں سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے حتی کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا، پھٹن ظاہر ہوجاتی، پھر وتر ادا فرماتے اس کے بعد دو رکعت جالساً پڑھتے، کبھی یہ دو رکعت بحالت قیام شروع کی اور قدرے قرأت کرکے بیٹھ گئے پھر بقیہ قرأت طویلہ پڑھ کر

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب القنوت، الفصل الثالث، ص: ۱۱۳، قديمي)

(۲) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة"، ثم قال في الثالثة :"لمن شاء". رواه البخاري".

قوله : "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه .... قال المؤلف : "الأول يفسره الثاني: أي يبين قدر ركعات الصلاة، فثبت بمجموعتها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء. وفي غنية المستملي: وأما الأربع قبلها(أي قبل العشاء) فلم يُذكر في خصوصها حديثٌ، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ، فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب ، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن : ۱۶/۷ ، إدارة القرآن كراچي)

کھڑے ہوکر رکوع کیا۔ اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل داعیہ تو کھڑے ہوکر ہی پڑھنے کا تھا، لیکن تعب وضعف کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے تھے، اس طریقے کو اختیار کرنے میں پورا اتباع ہے۔ علاوہ ازیں صلوۃ قائماً کا اجر دو چند ہونا احادیث میں موجود ہے اور بعد وتر کی دونفلوں کا استثناء نہیں ہے، نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر ادا فرمانے میں بھی وہی اجر ہے جو کھڑے ہوکر پڑھنے میں ہے، یہ خصوصیت ہے:

"عن ابن عمر و بن العاص رضی اللّٰه تعالی عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة" فأتیته فوجدته یصلی جالساً، فوضعت یدیّ علی رأسه. و فی روایةٍ: فوضعت یدیّ علی رأسی فقال: "مالَك یا عبد اللّٰه بن عمرو!"؟ قلت: حُدِّثتُ أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً علی نصف الصلوة". وأنت تصلی قاعداً؟ قال: "و لکنی لست کأحدکم". مالك (۱) والنسائی (۲) ومسلم (۳) وأبو داؤد بلفظهما، الخ(٤)"۔

"(عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها) سئلت کیف کان یصنع رسول اللّٰه فی الرکعتین وهو جالس؟ قالت: کان یقرأ فیهما، فإذا أراد أن یرکع قام فرکع" وفی أخریٰ: "کان یصلی جالساً فیقرأ جالساً، فإذا بقی نحو ثلثین أو أربعین آیةً، قام فقرأهن قائماً، ثم رکع، ثم سجد، ففعل فی الرکعة الثانیة مثل ذلك، فإذا قضی صلوته، فإن کنتُ مستیقظةً یحدث معی، وإن نائمةً اضطجع للسنة". جمع الفوائد: ۱/ ۷٤ (٥)۔

---

(۱) "عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: " صلوة أحدکم وهو قاعد مثل نصف صلوته وهو قائم". (مؤطا الإمام مالک، کتاب صلوة الجماعة، فضل صلوة القائم علی القاعد، ص: ۱۱۹، میر محمد کتب خانه)

(۲) (سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، فضل صلوة القائم علی صلوة القاعد: ۱/ ۲۴۵، قدیمی)

(۳) (الصحیح لمسلم، کتاب المسافرین وقصرها: ۱/ ۲۵۳، قدیمی)

(۴) (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی صلوة القاعد: ۱/ ۱۴۴، إمدادیه ملتان)

(۵) (جمع الفوائد، کتاب الصلوة، کیفیة الصلوة وأرکانها: ۱/ ۱۹۳، (رقم الحدیث: ۱۳۵۴، ۱۳۵۵)، إدارة القرآن کراچی)

بایں ہمہ اگر کوئی شخص محض اتباع کی نیت سے بیٹھ کر ہی پڑھے اور دو چند ثواب سے قطع نظر کرے تو کیا بعید ہے کہ اتباع کا ثواب بھی زیادہ ہوجائے؛ لأن "الأعمال بالنیات" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصر کے وقت سنت ونفل

سوال[۳۳۲۴]: عصر کی سنتیں پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنتیں بھی نوافل ہی ہیں کیونکہ غیر مؤکدہ ہیں، جس قدر دل چاہے پڑھے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت

سوال[۳۳۲۵]: سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت کی اور قیام جماعت عصر کی بنا پر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ چار جو اپنے ذمے واجب کرلی تھیں ان کا کس وقت اتمام ضروری ہے، یا مسنون ہے، یا دو پڑھنے سے ساقط ہوگئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض چار کی نیت کر کے شروع کرنے سے چار واجب نہیں ہوئیں، دو ہی واجب ہوئیں، جب دو پر

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب کیف کان بدء الوحی: ۱/۲، قدیمی)

(۲) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "رحم اللہ امرءً صلی قبل العصر أربعاً".

"وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی قبل العصر رکعتین". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ قبل العصر: ۱/۱۸۷، إمدادیہ)

"(قولہ: ویستحب أربع قبل العصر) لم یجعل للعصر سنۃً راتبۃً؛ لأنہ لم یذکر فی حدیث عائشۃ المارّ، بحر. قال فی الإمداد: و خیّر محمد بن الحسن والقدوری المصلی بین أن یصلی أربعاً أو رکعتین قبل العصر لاختلاف الآثار". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سلام پھیر دیا تو واجب ادا ہوگیا اس کے لئے دو اَور پڑھنا لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عین اذان کے وقت تحیۃ الوضوء

سوال [۳۳۲۶]: اگر کوئی شخص ایسے وقت جامع مسجد میں پہونچتا ہے کہ اذان ہورہی ہے، اس وقت تحیۃ المسجد کی نیت کر کے نماز شروع کرسکتا ہے یا اذان کے ختم کا انتظار کر کے پڑھے؟ اسی طرح اگر کوئی وقتِ ظہر کے شروع ہوجانے کے بعد اذان سے پہلے مسجد میں پہونچتا ہے تو سنتوں کو پڑھ سکتا ہے یا اذان کے بعد ہی پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحیۃ المسجد پڑھنے کے لئے بیٹھ کر ختمِ اذان کا انتظار کرے (۲)۔ جب ظہر کا وقت شروع ہوگیا تو سنتوں کا پڑھنا درست ہوگا اگرچہ اذان نہ ہوئی ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: لأن كل شفع منه صلاة)، فإذا قام إلى شفع آخر، كان بانياً صلاةً على تحريمة صلاة، و من ثمة صرحوا بأنه لو نوى أربعاً، لا يجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن أصحابنا، وأن القيام إلى الثالثة بمنزلة تحريمة مبتدأة". (رد المحتار، مطلب: كل شفع من النفل صلاة: ۱/۴۵۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، ما يفعل المنفرد إذا أقيمت الصلاة: ۱/۶۵۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "(ويجيب) وجوباً .... (من سمع الأذان بأن يقول) بلسانه كمقالته الخ". (الدر المختار: ۱/۳۹۶، ۳۹۷، باب الأذان، سعيد)

"وليسن تحية المسجد". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲/۱۸، مطلب في تحية المسجد، باب الوتر والنوافل، كتاب الصلوة، سعيد)

(۳) "(وهو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها ولو قضاءً، لا) يسنّ (لغيرها) كعيد". (الدر المختار). "(قوله: لايسن لغيرها): أي من الصلوات .... (وقوله: كعيد) أي ووتر وجنازة .... وسنن رواتب". (رد المحتار: ۱/۳۸۴، ۳۸۵، باب الأذان، سعيد)

تحیۃ الوضوء میں مختلف نفل نمازوں کی نیت

سوال[۳۳۲۷]: تحیۃ الوضوء میں استغفار، حاجت وغیرہ کا تعددِ نیّات جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



---

(۱) "قال الحنفية: إما أن يكون الجمع بين العبادتين في الوسائل أو في المقاصد، فإن كان في الوسائل فإن الكل صحيح، كمالو اغتسل الجنب يوم الجمعة للجمعة ولرفع الجنابة، ارتفعت جنابته، وحصل له ثواب غسل الجمعة، ومثله لونوى الغسل للجمعة والعيد فإنهما يحصلان. وإن كان في المقاصد، فإما أن ينوي فرضين أو نفلين أو فرضاً ونفلاً .... وأما إذا نوى نافلتين، كما إذا نوى بركعتي الفجر التحية والسنة، أجزأت عنهما". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۱۸۵، ۱۸٦، مقدمة ضرورية عن الفقه، المطلب الثاني عشر: النية والباعث في العبادات، رشيديه)

الفصل الثالث فی النوافل

(نوافل کا بیان)

دن میں دو دو نفل کی نیت باندھے یا چار کی؟

سوال[۳۳۲۸]: اگر کوئی شخص دن میں نوافل پڑھے اس کو کتنی کتنی رکعت کی نیت باندھنی چاہئے، دو دو کی یا چار چار کی اور مغرب کے وقت یا مغرب کے بعد نوافل پڑھی جائیں تو کتنی کتنی نیت باندھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دن اور رات میں ہر طرح اختیار ہے کہ دو دو کی نیت باندھے یا چار چار کی (۱)، امام صاحب کے نزدیک چار چار کی افضل ہے، صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو دو کی افضل ہے، بعض فقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دن میں چار سے زائد ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے، رات میں آٹھ تک کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه سأل عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في رمضان؟ قالت: ماكان يزيد في رمضان و لا في غيره على إحدى عشر ركعةً، يصلي أربعاً فلا تسأل عن حسنهن و طولهن، ثم يصلي أربعاً فلا تسأل عن حسنهن و طولهن، ثم يصلي ثلاثاً. فقالت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: فقلت: يا رسول الله! أتنام قبل أن توتر؟ فقال: "يا عائشة! إن عيني تنامان و لا ينام قلبي". (الصحيح للإمام مسلم، باب صلوة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

"إن عبد الله بن عمر قال: إن رجلاً قال: يا رسول الله! كيف صلاة الليل؟ قال: مثنى مثنى، فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدة". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب كيف صلوة الليل و كيف كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي بالليل: ۱/۱۵۳، قديمي)

(۲) "(وتكره الزيادة على أربع في نفل النهار، وعلى ثمان ليلاً بتسليمة)؛ لأنه لم يرد، (والأفضل فيهما =

چار رکعت نفل کی نیت کر کے دو رکعت پر سلام پھیرنے سے کیا دو رکعت کی قضاء لازم ہے؟

سوال[۳۳۲۹] : اگر ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی تو وہ دو ہی رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو گیا تو دو رکعت کی قضاء لازم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت نفل کی نیت کرنے سے چاروں لازم نہیں ہوئی، صرف دو لازم ہوئی، لہذا دو پر سلام پھیرنے سے دوسری دو کی قضاء لازم نہیں، بغیر لازم سمجھے اگر پڑھے گا تو اجر ملے گا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دو دو رکعت نفل کی قضاء چار رکعت سے

سوال[۳۳۳۰] : (الف) اگر کسی شخص نے بہت رکعت نماز، دو رکعت کر کے پڑھنا شروع کیں مگر توڑ دی تو اگر ایک دفعہ چار چار، یا آٹھ کی نیت سے قضاء کر لیوے تو درست ہے یا نہیں؟

(ب) اسی طرح اگر چار نفل یا سننِ غیر مؤکدہ اکھٹے پڑھے مگر بعد میں فساد ظاہر ہوا، یا چار رکعت نماز کی نذر کی مگر اداء دو دو کی تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

= الرباع بتسليمة) وقالا: في الليل المثنى أفضل، قيل: و به يفتى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۱۵/۲، ۱٦، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹۳/۲، رشيديه)

(۱) "نعم اعتبروا كون كل شفع عليحدة في حق القرآءة احتياطاً، وكذا في عدم لزوم الشفع الثاني قبل القيام إليه، لتردده بين اللزوم و عدمه، فلا يلزم بالشك، و لذا يقطع على رأس الشفع إذا أقيمت الصلوة أو خرج الخطيب". (ردالمحتار، مطلبٌ: قولهم: كل شفع من النفل صلاة ليس مفرداً: ۱۷/۲، سعيد)

"قوله: (وقضى ركعتين لو نوى أربعاً وأفسده بعد القعود الأول أو قبله) يعني فيلزمه الشفع الثاني إن أفسده بعد القعود الأول والشروع في الثاني والشفع الأول فقط إن أفسده قبل القعود، بناءً على أنه لا يلزمه بتحريمة النفل أكثر من الركعتين وإن نوى أكثر منهما، وهو ظاهر الرواية عن أصحابنا، إلا بعارض الاقتداء". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۰۴/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۴۳۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(ج) تراویح کی نیت کر کے توڑ دی یا سنن موکدہ کی نیت کر کے توڑ دی تو بعد گزرنے وقت کے قضاء لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر وقت میں پڑھے تو نیت واجب کی کرے یا کس کی؟

(د) متصلاً ظہر کے بعد دو نفلوں کی نیت کی مگر نیت کر کے توڑ دی پھر اسی وقت نفل اسی نیت سے پڑھ لئے کہ جو ظہر کے بعد کے پڑھے جاتے ہیں پڑھتا ہوں مگر واجب کی نیت نہ کی تو شروع فی النفل کی وجہ سے نفل لازم ہوئے تھے، ادا ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) بہتر یہ ہے کہ دو دو کی قضاء کرے، چار چار کی بھی درست ہے، رات میں چھ چھ، آٹھ آٹھ کی بھی درست ہے۔

(ب) اس میں چار چار پڑھنا بہتر ہے، دو دو بھی صحیح ہے (۱)۔

(ج) سنن مؤکدہ کی صورتِ مسئولہ میں قضاء نہیں (۲)۔ تراویح کو بغیر جماعت کے

---

(۱) "الإعادة فعل مثله: أی مثل الواجب، ویدخل فیه النفل بعد الشروع به کما مر". (الدر المختار مع رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشیدیه)

(۲) قال العلامة ابن عابدینؒ: "(قوله: فی وقتها) فلا تقضی بعده لا تبعاً و لا مقصوداً، بخلاف سنة الفجر لاختصاص القضاء خارج الوقت بالواجبات، إلا ما ورد به الشرع". (رد المحتار، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۸، سعید)

"والشرع إنما ورد فی قضاء رکعتی الفجر عند فوتها مع الفرض قبل الزوال کما فی غداة لیلة التعریس". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، فروع لو ترک اهـ، ص: ۳۹۸، سهیل اکیڈمی، لاهور)

"و لا خلاف فی سائر السنن سوی سنة الفجر أنها لا تقضی بعد الوقت إن فاتت وحدها، و اختلف فیما إذا فاتت مع الفرض، والأصح أنها لا تقضی أیضاً لعدم ورود الشرع به الخ". (الحلبی الکبیر، المصدر السابق، ص: ۳۹۹، سهیل اکیڈمی، لاهور)

قضاء پڑھے (۱) وقت میں نیت اعادہ کرے، بعد وقت کے نیت قضاء فاسدہ کرے۔

(د) ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/۲/ ۶۴ھ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شفعہ کسے کہتے ہیں؟

سوال [۳۳۳۱]: ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے تو جواب طلب امور یہ کہ شفعہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دو رکعت کو (۲)۔ فقط۔

بلا عذر بیٹھ کر نوافل پڑھنا

سوال [۳۳۳۲]: نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ دو رکعت نفل بلا عذر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، کیا بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں؟ اور بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کرتے ہیں جس وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ماہ رمضان میں بعد وتر نماز پڑھتے ہیں اور بعض بغیر پڑھے چلے جاتے ہیں، اس معاملے میں تفصیلی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

---

(۱) "إذا فاتت التراويح، لا تقضى بجماعة، و هل تقضى بلا جماعة ؟ فقيل : نعم ، مالم يدخل وقت تراويح أخرى، و قيل : مالم يمض رمضان ، و قيل: لا تقضى ، وهو الصحيح، اهـ". (الحلبي الكبير ، فصل في النوافل، فروع: لوترك، اهـ، ص: ۳۹۹، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار ، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۴۴، ۴۵، سعيد)

(۲) في المنجد : "الشفعة من الضحى" چاشت کی دو رکعتیں"۔ (المنجد عربی اردو، مادہ "شفع" ص: ۵۳۴، دار الإشاعت کراچی)

وفي القاموس الوحيد: "الشفعة" چاشت کی دو رکعتیں"۔ (القاموس الوحيد، ماده "شفع" ص: ۸۷۴" اداره اسلاميات)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے(۱) لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے(۲)۔ وتر کے بعد دونفل پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے، جو پڑھے گا ثواب پائے گا، نہیں پڑھے گا تو گناہ نہیں، اس پر اعتراض نہ کیا جائے، ترغیب دینا درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۳۳۳۳]: نوافل بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ اور وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟ اس میں

---

(۱) "قوله: (يجوز النفل قاعداً) مطلقاً من غير كراهة، كما في مجمع الأنهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۲، قديمي)

(۲) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه أنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الرجل يصلي قاعداً؟ قال: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلى نائماً، فله نصف أجر القاعد". (سنن ابن ماجة، باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم، ص: ۸۷، مير محمد كتب خانه)

(۳) "عن أبي سلمة سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، فقالت: كان يصلي ثلاث ركعات، ثم يصلي ثمان ركعات، ثم يؤتر، ثم يصلي ركعتين وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلاة الصبح". (الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ۱/۲۵۴، قديمي)

اس پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "والصواب أن هاتين الركعتين فعلهما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر و بيان جواز النفل جالساً، و لم يواظب على ذلك بل فعله مرةً أو مرتين أو مرات قليلةً". (الكامل للنووي على الصحيح للإمام مسلم : ۱/۲۵۴، قديمي)

"أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر قاعداً .... ولكن له: أي للمتنفل جالساً نصف أجر القائم".

"يستثنى منه صاحب الشرع -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- كماورد عنه، فإن أجر صلاته قاعداً كأجر صلاته قائماً، فهو من خصوصياته". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قديمي)

کتنا ثواب ہے؟ رکن الدین میں مستحب لکھا ہے۔ یہ کتاب کیسی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نوافل بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب نصف ملتا ہے بہ نسبت کھڑے ہوکر پڑھنے کے، اس قاعدہ کلیہ سے وتر کے بعد کی نفلیں مستثنیٰ نہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں (۱)۔ رکن الدین میں کچھ مسائل ایسے ی ہیں جو کہ فقہ حنفی اور اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں، اس کتاب کی اصلاح بھی شائع ہوئی تھی اس کا نام ہے "اصلاح رکن الدین"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/ ۸۵ھ۔

بعد الوتر نفل کا حکم

سوال [۳۳۳۴]: نماز عشاء میں جو سب سے بعد کی نفل نماز ہے اس کو کھڑے ہوکر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے یا بیٹھ کر؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

کھڑے ہوکر نفل پڑھنے میں جس قدر ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے میں اس سے نصف ملتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قانون امت کے لئے بیان فرمایا ہے (۲)، نوافل مسئولہ کو اس سے مستثنیٰ نہیں

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "نوافل بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا")

(۲) "عن عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه أنه سأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن الرجل یصلی قاعداً قال: "من صلی قائماً فهو أفضل، و من صلی قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلی نائماً فله نصف أجر القاعد". (سنن ابن ماجة، باب صلاة القاعد علی النصف من صلاة القائم، ص: ۸۷، میر محمد کتب خانه)

"وعن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه قال: حدثت أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلاة". قال: فأتیته فوجدته یصلی جالساً، فوضعت یدی علی رأسه فقال: "مالکَ یا عبد الله بن عمرو"؟ قلت: حُدِّثتُ یا رسول الله أنک قلت: "صلوة الرجل قاعداً علی نصف الصلاة وأنت تصلی قاعداً؟ قال: "أجل! و لکنی لست کأحد منکم". (الصحیح لمسلم، کتاب صلوة المسافرین و قصرها: ۱/۲۵۳، قدیمی)

فرمایا، لہٰذا ان میں بھی یہی قانون رہے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وتر کے بعد زائد نفلیں پڑھنا

سوال[۳۳۳۵]: چندروز ہوئے ایک مولوی صاحب نے مسئلہ بیان فرمایا کہ بعد نماز وتر سوائے دو رکعت نفل کے دیگر کوئی نوافل نہیں، اس لئے جس کو جس قدر نفل نماز پڑھنا ہو قبل نماز وتر پڑھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر کے بعد دو سے زائد نفل پڑھنا جائز ہے(۲) جن مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے ان سے دلیل پوچھی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

---

(۱) "(قوله: أجر غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم)، أما النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فمن خصائصه أن نافلته قاعداً مع القدرة على القيام كنافلته قائماً. ففي صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو قلت: حُدّثتُ -يا رسول الله! أنك قلت الخ .... بحر ملخصاً: أي لأنه تشريعٌ لبيان الجواز، وهو واجب عليه. (قوله: على النصف إلا لعذر) أما مع العذر فلا ينقص ثوابه عن ثوابه قائماً .... و يؤيده حديث البخاري: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، و من صلى نائماً فله نصف أجر القاعد". فإن عموم "من" يدخل فيه العاجز . و لأن الصلاة نائماً لا تصح عندنا بلاعذر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۳۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۱۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "أخبرنا مالك أخبرنا زيد بن أسلم عن أبي مرة أنه سأل أبا هريرة رضي الله تعالىٰ عنه كيف كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر .... فقال: إن شئت أخبرتك كيف أصنع أنا، قال: أخبرني قال: إذا صليتُ العشاء صليتُ بعدها خمس ركعات، ثم أنام، فإن قمتُ من الليل صليت مثنى =

وتر کے بعد نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال[۳۳۳۶]: وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا موجبِ زیادۃِ اجر ہے یا کھڑے ہوکر؟ چونکہ اس مسئلہ میں صرف عوام ہی مختلف نہیں بلکہ اہلِ علم کا بھی اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس حکم کو مدلل اور بحوالہ کتب احادیث شریفہ یا فتاویٰ سے وضاحت فرمائیں اور اگر خیر القرون وائمہ مجتہدین سے کسی کا قول وعمل بھی ثابت ہوتو تحریر فرما کر مشکور فرمایا جائے، موجب اجر عظیم ہوگا۔

الجواب و بيده أزمة الحق والصواب:

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما حدثت أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف صلوة القائم" فأتيته ، فوجدته يصلي جالساً، قال: حُدِّثتُ –يا رسول الله!– أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً على النصف من صلوة القائم". وأنت تصلي قاعداً؟ قال: "أجل! ولكني لست كأحدٍ منكم، اهـ". فتح القدير: ۱/۳۲۹(۱)۔

"أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر قاعداً .... ولكن له: أي للمتنفل جالساً نصف أجر القائم، اهـ". مراقي الفلاح(۲)۔ "يستثنىٰ منه صاحب الشرع –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– كما ورد عنه، فإن أجر صلوته قاعداً كأجر صلوته قائماً، فهو من خصوصياته، اهـ". طحطاوي، ص: ۲۲۰ (۳)۔

= مثنى، فإن أصبحت أصبحت على وتر".

"قال محمد: و بقول أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه نأخذ، لا نرى أن يشفع إلى الوتر بعد الفراغ من صلوة الوتر، ولكنه يصلي بعد وتره ما أحب و لا ينقض وتره وهو قول أبي حنيفة". (المؤطا للإمام محمد، باب الوتر، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، نور محمد)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (مجموعة الفتاوی اردو، کتاب الصلاة، ص: ۱۳۳۱، سعید) و (احسن الفتاوی: ۳/۴۰۵، سعید)

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافرين وقصرها: ۱/۲۵۳، قديمي)

(و كذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القرأة: ۱/۴۶۰، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قديمي)

(۳) (مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي، المصدر السابق)

"عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم كان يوتر بتسع ركعات، ثم لما ضعف أوتر بسبع ركعات، و ركع ركعتين وهو جالس بعد الوتر يقرأ فيهما القرآن، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم سجد". هذا الكلام إن تعلق بالركعتين فإذا كان يقرأ فی الركعتين سوراً طوالًا تقرا قاعداً، ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع ويسجد وهو قائم. وأما إذا قرأ فيها السور القصار، يقرأ وهو قاعد و يركع ويسجد وهو قاعد۔ اهـ. قال أبو داؤد -كما فی بعض النسخ-: أصحابنا لا يرون الركعتين بعد الوتر، اهـ". بذل المجهود: ۲/ ۲۹٤، ۲۹۵(۱)۔

"هذا الحديث أخذ بظاهره الأوزاعی وأحمد فيما حكاه القاضی عنهما، فأباحا ركعتين بعد الوتر جالساً، وقال أحمد: لا أفعله ولا أمنع من قوله. قال: وأنكره مالك. قلت: الصواب أن هاتين الركعتين فَعَلَهما صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر و بيان جواز النفل جالساً، ولم يواظب علی ذلك بل فعله مرةً أو مرتين أو مرات قليلةً، اهـ". نووی شرح مسلم: ۱/ ۲۵٤(۲)۔

"والصواب أن يقال: إن هاتين الركعتين تجری مجری السنة وتكميل الوتر، فإن الوتر عبادة مستقلة و لا سيماً إن قيل بوجوبه، فتجری الركعتان بعده مجری سنة المغرب من المغرب فإنها وتر النهار، والركعتان بعدها تكميلٌ لها، فكذلك الركعتان بعد وتر الليل، اهـ". زاد المعاد: ۱/ ۸٦ (۳)۔ "أكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم علی تركهما اهـ، والمحققون من أكابرنا علی أن إتيانهما قياماً أفضل، اهـ". إعلاء السنن: ٦/ ۸۲ (٤)۔

(۱) (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب فی صلاة الليل: ۲/ ۲۹٤، ۲۹۵، إمداديه، ملتان)

(۲) (شرح الكامل للنووی علی الصحيح للإمام مسلم، كتاب صلوة المسافرين و قصرها، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الخ: ۱/ ۲۵٤، قديمی)

(۳) (زاد المعاد، فصل فی سياق صلاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالليل ووتره وذكر صلاة أول الليل، ص: ۱۲۳، دار الفكر بيروت)

(٤) (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، حكم الركعتين بعد الوتر: ٦/ ۱۰۹، إدارة القرآن، كراچی)

عباراتِ منقولہ میں نوافل بعد الوتر کے متعلق تمام پہلو اور دلائل آ گئے، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر ان کو پڑھنا مستحب فرمایا ہے، کذا فی مالا بد منه (۱)۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے، کذا فی فیض الباری (۲)۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھنا موجبِ زیادۃِ اجر ہے (۳)۔ دونوں طرف علماء و محققین ہیں، ائمۂ مجتہدین: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابویوسف، امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے کوئی تصریح منقول نہیں دیکھی۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی سعی بے سود ہے، یہ کچھ اہم اختلاف نہیں۔ ضوابطِ کلیہ من الاحادیث کے مطابق قولِ ثانی ہے یعنی کھڑے ہوکر پڑھنا موجبِ زیادۃِ اجر ہے اور نفس اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ کر پڑھنے میں ہے، گو اس میں بھی دو قسم کی روایتیں ہیں، "أكثر الصحابه و من بعدهم من أهل العلم" کا مسلک "إعلاء السنن" کی عبارت میں منقول ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ذیقعدہ/ ۶۷ھ۔

---

(۱) "و بعد وتر دو رکعت نشسته خواندن مستحب است، در رکعتِ اُولیٰ ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ ودر رکعتِ ثانیه ﴿قل يأيها الكافرون﴾ خواند". (مالا بد منه، کتاب الصلاة، فصل در نوافل، ص: ۵۴، مکتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "و ركعتين جالساً .... إن الجلوس فيهما اتفاقيّ أو قصديّ، فاختار النووی رحمه الله تعالیٰ الأول، وعندی المختار هو الثاني؛ لأنهما لم تثبتا عنه قائماًقط، فحمل فعله في جميع عمره على الاتفاق مما يصادم البداهة". (فيض الباری، على صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب المداومة على ركعتی الفجر: ۲/۴۲۶، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

(۳) "اگر (وتر کے بعد نفل) کھڑے ہوکر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض دفعہ بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا"۔ (فتاوی رشیدیه، ص: ۷۷، قرآن منزل بابو بازار ڈھاکه)

(۴) (راجع، ص: ۲۲۶، رقم الحاشية: ۴)

وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال [۳۳۴۷]: ایک مسئلہ کتاب میں دیکھا ہے کہ نماز وتر کے بعد کی نفل بیٹھ کر پڑھنا مسنون ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ کیا یہی مسئلہ ہے۔

نور محمد زینی باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''کھڑے ہوکر پڑھنے سے دوگنا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے اس کا نصف ملتا ہے'' پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا گیا کہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو دریافت کیا گیا اس پر ارشاد فرمایا کہ ''مجھے بیٹھ کر بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے کم نہیں ہوتا''۔

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: حُدِّثْتُ أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة" فأتيته فوجدته يصلي جالساً، فوضعت يدي على رأسي فقال: مالَكَ يا عبد الله بن عمرو"؟ قلت: حُدِّثْتُ -يا رسول الله!- أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة" وأنت تصلي قاعداً؟ قال: "أجل! ولكني لست كأحد منكم". أبوداود شريف(۱)۔

وتر کے بعد کی نفلیں آپ سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے مگر عامۂ معمول یہ تھا کہ بہت طویل نماز تہجد کی پڑھتے تھے یہاں تک کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا، اس کے بعد صبح صادق کے قریب وتر پڑھتے تھے پھر بیٹھ کر دو نفل پڑھتے تھے۔ اب بھی اگر کوئی شخص یہی طریقہ اختیار کرے، طویل تہجد میں پانچ چھ پارے پڑھنے کے بعد وتر پڑھے اور تھک کر دو نفل بعد میں بیٹھ کر پڑھے تو اس میں اتباع زیادہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في صلاة القاعد: ۱/۱۴۴، إمداديه)

(وكذا في الصحيح للإمام مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يوتر بتسع ركعات، ثم لما ضعف أوتر بسبع ركعات، وركع ركعتين وهو جالس بعد الوتر يقرأ فيهما القرآن، فإذا أراد أن =

وتر کے بعد کی نفلیں بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۳۳۳۸]: بعد وتر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے اور اولیٰ کیا ہے؟ بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں رکوع کس طرح کرنا چاہئے، آیا سر اور سرین کو برابر کرنا ضروری ہے یا نہیں جیسا کہ کھڑے ہوکر پڑھنے میں ضروری اور لازم ہے؟ بینوا بالدلائل والحوالة توجروا عند الله تعالیٰ۔

العبد محمد عثمان عفا اللہ عنہ چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز دونوں طرح ہے کھڑے ہوکر بھی بیٹھ کر بھی لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے اسکا نصف ثواب ملتا ہے لہذا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے:

"ويتنفل قاعداً مع القدرة على القيام ابتداءً و بناءً، أما الابتداء فلقوله عليه السلام:"من صلى قائماً فهو أفضل، و من صلى قاعداً فله نصف أجر القائم". والمراد به النفل في غير حالة العذر، اهـ". زيلعي (۱)۔

اور وتر کے بعد کی نفلیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں طرح ثابت ہیں: "سئلت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: كان يصلي ثلاث ركعات، ثم يصلي ثمان ركعات، ثم يوتر، ثم يصلي ركعتين و هو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلوة الصبح". مسلم شريف(۲)۔

= يركع قام فركع، ثم سجد". هذا الكلام إن تعلق بالركعتين، فإذا كان يقرأ في الركعتين سُوَراً طوالاً يقرأ قاعداً، ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع و يسجد و هو قائم. و أما إذا قرأ فيهاالسور القصار يقرأ هو قاعداً و يركع و يسجد و هو قاعد". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في صلاة الليل: ۲/۲۹۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب صلوة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

اس پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

"الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر، و بيان جواز النفل جالساً، و لم يواظب على ذلك بل فعله مرةً أو مرتين أو مرات قليلة، اهـ"(۱)۔

اگر ہمیشہ بیٹھ کر بھی پڑھنا ثابت ہوتا تب بھی اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کامل ثواب تھا، اَوروں کے لئے کامل ثواب نہیں بلکہ ثواب ہوگا:

"ثم هو –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– مخصوص أن ذلك لما في حديث مسلم عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: حدثت أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف صلوة القائم" فأتيته فوجدته يصلي جالساً، قال: حُدّثتُ –يا رسول الله!– أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً على النصف من صلوة القائم". وأنت تصلي قاعداً؟ قال: "أجل! ولكن لست كأحدكم، اهـ". شلبي (۲)۔

سر کو گھٹنوں کے برابر کرنا بہتر اور افضل ہے لازم نہیں، سر اور کمر کو جھکانے سے بھی رکوع ادا ہوجاتا ہے،

قال ابن عابدين: "لو كان يصلي قاعداً ينبغي أن يحاذي جبهته قُدام ركبتيه، فيحصل الركوع، قلت: و لعله محمول على تمام الركوع، و إلا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس: أي مع

(۱) (الكامل للنووي على الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب صلوة الليل و عدد الركعات: ۱/۲۵۴، قديمي)

(۲) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(والصحيح لمسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ من كتاب الصلوة: ۱/۲۵۳، قديمي)

"(ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً) لا مضطجعاً، إلا بعذر (ابتداءً و بناءً)، و فيه أجر غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على النصف إلا بعذر". (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۷، سعيد)

انحناء الظهر". شامی: ٤٦٥ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۵/۱۲/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۲/ ذی الحجہ/ ۵۵ھ۔

وتر کے بعد دونفل بیٹھ کر پڑھنا

سوال [۳۳۳۹]: میں وتر کے بعد کی دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں، میرا دوست کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نیت باندھتے تھے، پیروں پر ورم آنے کی وجہ سے بیٹھ جاتے تھے بعد میں کھڑے ہو کر قرأت کر کے رکوع میں جاتے تھے۔ صحیح طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مستند حوالہ جات کے ساتھ ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کے دوست نے جو کچھ بتایا ہے ایسا ہی فیض الباری میں موجود ہے (۲)، جو شخص شروع رات میں بھی وتر کے بعد دونفل پڑھے اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے میں دوہرا ثواب ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود: ۱/۴۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۱، رشيديه)

(۲) قال في فيض الباري: "و أما صلاة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فتنقل على أنحاء كلها: قد صلى قائماً و ركع و سجد وهو قائم، و قد صلى قاعداً و ركع وسجد كذلك، و قد صلى قاعداً، فإذا بلغ قبيل الركوع قام و ركع و سجد وهو قائم. و هذا يشعر بأن الأحب عند الشارع أن يكون الركوع والسجود عقيب الكلام".

(أبواب تقصير الصلوة، باب إذا صلى قائماً ثم صح: ۲/۴۰۵، خضر راه بک ڈپو ديوبند)

(وصحيح البخاري، أبواب تقصير الصلاة، باب إذا صلى قائماً ثم صح: ۱/۱۵۱، قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ: ۱/۲۵۴، قديمي)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: سألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن صلاة الرجل وهو قاعد، فقال: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلاها قاعداً فله نصف أجر القائم، و من =

ایضاً

سوال[۳۳۴۰]: ہمارے ایک دوست کہتے ہیں کہ وتر کی نماز کے بعد دورکعت نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کو کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ کھڑے ہوکر نیت باندھتے تھے اور جب آپ تھک جاتے تھے تو نماز میں بیٹھ جاتے تھے۔ اس لئے ہم کو کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے یا بیٹھ کر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہوکر پڑھنے میں دوہرا اجر ہے، یہ بات حدیث، فقہ میں صاف صاف مذکور ہے، وتر کے بعد کی نفلیں اس سے مستثنیٰ نہیں (۱)، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عامۃً وتر اخیرِ شب میں طویل تہجد کے بعد پڑھا کرتے تھے جب کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ فیض الباری شرح بخاری شریف میں ہے کہ وتر کے بعد کی دو نفلیں بھی کھڑے ہوکر شروع فرماتے اور کچھ قرأت کرکے بیٹھ کر بقیہ قرأت کرتے تھے، پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہوکر کچھ قرأت کرکے رکوع فرماتے تھے، اس لئے آپ کے دوست صاحب کا کہنا صحیح ہے (۲)، درمختار وغیرہ میں بھی مطلقاً نوافل کو کھڑے ہوکر پڑھنا افضل لکھا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۹ھ۔

= صلاها نائماً فله نصف أجر القاعد". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء أن صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم: ۱/۸۵، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب جواز النفل قاعداً بلا عذر: ۷/۱۵، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا")

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا")

(۳) "(ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً) لا مضطجعاً إلا بعذر (ابتداءً وبناءً) وفيه أجر غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على النصف إلا بعذر". (الدر المختار).

"(أجر غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) أما النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فمن خصائصه أن نافلته قاعداً مع قدرته على القيام كنافلته قائماً .... ويؤيده حديث البخاري: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلى نائماً فله نصف أجر القاعد". فإن عموم "من" يدخل فيه العاجز، ولأن الصلاة نائماً لا تصح عندنا بلا عذر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل ۲/۳۶، ۳۷، سعيد)

الفصل الرابع فی التهجدِ

(تہجد کی نماز کا بیان)

نوافل میں سب سے افضل نماز

سوال[۳۳۴۱]: وہ نماز کونسی ہے جو سب سے افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نوافل میں تہجد افضل ہے(۱)۔فقط۔

تہجد کی رکعات

سوال[۳۳۴۲]: رکعاتِ تہجد کی مختلف روایتیں ہیں، صحیح روایت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عامۃً حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ آٹھ رکعات تہجد کی تھی مگر یہ تحدید فرض نماز کی طرح نہیں کہ کمی بیشی جائز نہ ہو(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلوة بعدالفريضة صلوة الليل". (سنن الترمذی، كتاب الصلوة، باب ماجاء فی فضل صلوة الليل: ۱/۹۹، سعيد)

(وكذا فی مشكوة المصابيح، باب التحريض على قيام الليل، الفصل الثالث: ۱/۱۱۰، قديمی)

(وكذا فی صحيح البخاری، باب قيام النبی صلی الله عليه وسلم الليل حتى ترم قدماه: ۱/۱۵۲، قديمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۵۸٦، مسند أبی هريرة، رقم الحدبث: ۷۹۲٦، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(۲) "عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم يصلی من الليل ثلث عشر ركعةً، منها: الوتر و ركعتا الفجر". .... =

وتر کے بعد دو رکعت تہجد کی نیت سے پڑھنا

سوال[۳۳۴۳]: کوئی شخص تہجد آخر شب میں پڑھنے کا عادی ہے لیکن عشاء کے وقت وتر کے بعد دو رکعت نفل بھی وہ تہجد کی نیت سے پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تہجد اصالۃً وہ ہے کہ سو کر اٹھ کر نصف شب گزرنے کے بعد پڑھے، وتر کے بعد دو نفل ہیں تہجد نہیں (۱) مگر ان دو نفلوں میں تہجد کی نیت کرنے سے بھی نماز خراب نہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "وعن مسروق قال: سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالليل فقالت: سبع و تسع وإحدى عشرة سوى ركعتي الفجر". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب كيف صلاة الليل و كيف كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي بالليل؟: ۱/۱۵۳، قديمي)

"وصلاة الليل و أقلها -على ما في الجوهرة- ثمان". (الدر المختار). "(قوله: و أقلها على مافي الجوهرة ثمان) قيد بقوله على ما في الجوهرة؛ لأنه في الحاوي القدسي قال: يصلي ماسهل عليه و لو ركعتين، والسنة فيها ثمان ركعات بأربع تسليمات". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۵، سعيد)

"أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أخبره أنه بات عند ميمونة زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهي خالته .... ثم قام يصلي، فصنعت مثله، و قمت إلى جنبه، فوضع يده اليمنى على رأسي وأخذ بأذني يفتلها، ثم صلى ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم خرج فصلى الصبح". (صحيح البخاري، أبواب الوتر والنوافل، باب ماجاء في الوتر: ۱/۱۳۵، قديمي)

(۱) "وروى الطبراني مرفوعاً: "لا بد من صلاة بليل ولو حلب شاة، و ما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل". وهذا يفيد أن هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم. في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". (رد المحتار، مطلب في صلاة الليل: ۲/۲۴، سعيد)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "عشاء کے بعد دو رکعت بہ نیت تہجد")

عشاء کے بعد دورکعت بہ نیت تہجد

سوال[۳۳۴۴]: اگر عشاء کے وقت وتر کے بعد دورکعت نفل کی نیت وقت عشاء کرکے کی جائے تو ٹھیک ہے یا بجائے اس کے تہجد کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت عشاء ٹھیک ہے گو ضروری نہیں (۱)۔ فقط ۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قضائے تہجد

سوال[۳۳۴۵]: عشاء کے وقت دورکعت نفل بجائے تہجد پڑھی اور صبح تہجد کی قضاء بھی پڑھ لی، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دوتو تہجد نہیں، جوشخص تہجد نہیں پڑھ سکا وہ زوال سے پہلے بارہ رکعت پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کا ثواب پالے گا:

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"من نام عن حزبه أو عن شيء منه، فقرأ ما بين صلوة الفجر وصلوة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل". أبوداؤد شريف (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(وكفى مطلق نية الصلاة) وإن لم يقل لله (لنفل و سنة) راتبة". (الدر المختار). "(قوله كفى الخ): أي بأن يقصد الصلاة بلا قيد نفل أو سنة أو عدد. (قوله : لنفل) هذا بالاتفاق (قوله: وسنة) ولو سنة الفجر، حتى لو تهجد بركعتين ثم تبين أنها بعد الفجر، نابتا عن السنة". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة : ۱/۴۸۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة : ۱/۲۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من نام عن حزبه : ۱/۱۸۶، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن نام عن حزبه من الليل، ص: ۹۵، قديمي)

(والصحيح للإمام المسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب صلاةالليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ : ۱/۲۵۶، قديمي)

ایضاً

سوال[۳۳۴۶]: کبھی کوئی اشراق وتہجد کی نماز قضاء کرسکتا ہے اورادا پڑھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بھی توفیق ہو پڑھ لیا کرے، پابندی کرنا اعلیٰ بات ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قضاء تہجد اور نفل نماز میں جہر

سوال[۳۳۴۷]: اگر تہجد فوت ہوجائے اور دن میں اس کے بجائے کچھ نفلیں پڑھ لے تو آیا جماعت بھی نفلوں کے لئے کرسکتا ہے یا نہیں اور جہراً بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوال سے پہلے بارہ نفلیں پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کی مکافات ہوجائے گی(۲)، مثلِ فرض کے جماعت

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنها كانت تقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سددوا و قاربوا و يسروا، فإنه لن يدخل الجنة أحداً عمله". قالوا: و لا أنت يا رسول الله؟ قال: "ولا أنا، إلا أن يتغمدني الله عزوجل منه برحمة، واعلموا أن أحب العمل إلى الله عزوجل أدومه وإن قلّ". (مسند أحمد، حديث السيدة عائشة: ۱۸۱/۷، رقم الحديث: ۲۴۴۰۲، دار إحياء التراث العربي)

(و صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب أحب الدين إلى الله عزوجل أدومه: ۱۱/۱، قديمي)

(۲) "عن عبد الرحمن بن عبد القاريّ قال: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من نام عن حزبه أو عن شيء منه، فقرأه فيما بين صلاة الفجر و صلاة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل". (الصحيح للإمام مسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲۵۶/۱، قديمي)

درست نہیں (۱)، دن میں نفلیں جہر سے پڑھنا مکروہ ہے، کذا فی الکبیری (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

تہجد کی جماعت

سوال [۳۳۴۸]: ہمارے علاقہ کی بعض مساجد میں تہجد کی جماعت ہوتی ہے اور اس میں بھی ایک قرآن مجید ہوتا ہے تو تہجد کی نماز با جماعت پڑھنا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض اکابر تہجد میں بھی بغیر اذان واقامت قرآن پاک سناتے اور سنتے رہے ہیں، مگر اس پر اہتمام نہیں چاہئے، تہجد تنہا تنہا ہی افضل ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۸۹ھ۔

تہجد کی نماز با جماعت ادا کرنا

سوال [۳۳۴۹]: تہجد کی نفلوں میں ایک حافظ صاحب قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں ایک

---

(۱) "واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۴۰، رشيديه)

(۲) "ويكره له الجهر في نوافل النهار أيضاً". (الحلبي الكبير، فصل في مسائل شتى، ص: ۶۱۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) قال في التاتارخانية: "وحكى عن شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالىٰ أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا تكره. وإن اقتدى ثلاثة بواحد ذكر هو رحمه الله أن فيه اختلاف المشايخ قال بعضهم: يكره، وقال بعضهم: لايكره. وإذا اقتدى أربع بواحد كره بلاخلاف". (كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات، ص: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۴۰، رشيديه)

مقتدی ہوتا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کو بھی اٹھا دیا کرو تو ہم بھی شریک ہوجائیں گے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مقتدیوں تک تو اجازت ہے، اگر اس سے زائد ہوں تو مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۰/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/ ۸۸ھ۔

ایضاً

سوال[۳۳۵۰]: تہجد کی نماز با جماعت ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی علی سبیل التداعی مکروہ ہے، کما مر (۲)۔ فقط۔

تہجد کی جماعت اور تداعی کا مطلب

سوال[۳۳۵۱]: اگر کوئی شخص رمضان میں تہجد کی نماز میں پورا قرآن شریف ترتیب سے پڑھے تو تہجد کی نماز با جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب لکھا تھا کہ ''تہجد کی نماز رمضان میں با جماعت پڑھی جاسکتی ہے لیکن تداعی نہیں ہونا چاہئے''۔

۱......تداعی کا مطلب واضح طور پر بیان فرمائیں۔

۲......اگر نماز میں اس جگہ تہجد کی نماز با جماعت ہورہی ہو اور اس میں قرآن شریف ترتیب سے پڑھا جارہا ہو، جماعت میں دس یا پندرہ، یا اس سے زیادہ آدمی روزانہ بغیر کسی دعوت و اعلان کے شریکِ جماعت ہوجاتے ہوں تو کیسا ہے؟

۳......جب تہجد کی نماز میں قرآن شریف ختم ہو تو اس ختم شریف میں کچھ علمائے کرام کو دعا کرانے کے لئے بلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا اعلان کیا جاسکتا ہے یا نہیں کہ آج قرآن شریف ختم ہے سب لوگ دعا

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان ''تہجد کی جماعت''۔)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان ''تہجد کی جماعت'')

میں شریک ہوجائیں۔اس طرح اعلان کرنا ختم کے روز کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ایک امام ہو، اس کے پیچھے ایک یا دو مقتدی ہوں تو بلا تکلف درست ہے، تین مقتدی ہوں تب بھی گنجائش ہے اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو یہی تداعی ہے(۱)۔

۲...... بلا دعوت واعلان کے بھی یہ صورت تداعی ہے(۲)۔

۳...... یہ بلانا اور اعلان کرنا بھی ثابت نہیں اس سے پرہیز کیا جائے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلوعِ فجر کے بعد ادائے فرض سے پہلے نفل پڑھنا

سوال[۳۳۵۲]: کیا فجر کا وقت شروع ہوجانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے بھی کوئی نوافل نہیں پڑھی جاسکتیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے، فجر کی سنتیں پڑھنا منع نہیں بلکہ ان کی تاکید آئی ہے (۴)

---

(۱)(قد مضی تخریجه تحت عنوان: ''تہجد کی جماعت'')

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''تہجد کی جماعت'')

(۳) "فهو رد"...... من أحدث فی الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۲، رشيديه)

"إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التی لا أصل لها فی الشرع، وعلى هذا فلا شک فی الكراهة". (السعاية فی شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل فی القرآءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) "عن حفصة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: "كان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلی إلا ركعتين خفيفتين". (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتی الفجر والحث عليهما وتخفيفهما: ۱/۲۵۰، قديمی)

ردالمحتار(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبِ عیدین میں نوافل

سوال[۳۳۵۳]: عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے؟ عیدین کی شب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ عیدینْ کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے(۲)، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گزری ہے جس میں آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی اور نہ دن میں اس کی قضا کی، جب کہ آپ مزدلفہ میں تھے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۲/۶۱ھ۔

واردحال مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ، پنجاب۔

---

(۱) "(وكذا) الحكم من كراهة نفل و واجب لغيره لا فرض و واجب لعينه (بعد طلوع فجر سوى سنته) لشغل الوقت به تقديراً، حتى لو نوى تطوعاً، كان سنة الفجر بلا تعيين". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۳۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(و) نـدب (إحياء ليلتي العيدين): الفطر والأضحى لحديث: "من أحيا ليلة العيد، أحيا الله قلبه يوم تـموت القلوب". و يستحب الإكثار من الاستغفار بالأسحار". (مراقي الفلاح، فصل في تحية المسجد و صلاة الضحى و إحياء الليالي، ص: ۴۰۰، قديمي)

"وعـن عبـادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "مـن أحـى لـيـلـة الـفـطـر و ليلة الأضحى، لم يمت قلبه يوم يموت القلوب" (رواه الطبراني في الكبير والأوسـط، ومـجـمـع الـزوائـد". (إعـلاء الـسـنـن، كـتـاب الـصـلـوة، استحباب إحياء ليلتي العيدين: ۷/۳۵، إدارة القرآن)

(۳) "النزول بمزدلفة: ثم دفع حتى أتى المزدلفة، فصلى بها المغرب والعشاء بأذان و إقامتين، و لم =

شبِ برات میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال[۳۳۵۴]: شب برات میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے پڑھی جاسکتی ہے؟ اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم ازکم اس بابرکت رات میں شریک ہوکر ثواب کے مستحق ہوجائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے(۱)، بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترکِ فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کے لئے جمع ہونا بھی منع ہے، کذا فی مراقی الفلاح (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۵/۲۵ھ۔



= يسبح بينهما، ثم اضطجع حتى طلع الفجر، فصلى الفجر .... لم يتهجد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ليلة مزدلفة : أقول: إنما لم يتهجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ليلة مزدلفة؛ لأنه كان لا يفعل كثيراً من الأشياء المستحبة في المجامع، لئلا يتخذها الناس سنةً". (حجة الله البالغة، من أبواب الحج، النزول بمزدلفة اهـ: ۱۶۸/۲، ۱۶۹، قديمي)

(۱) "قال الحلبي :"أن كلا من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، وصلاة البراءة ليلة النصف من شعبان، وصلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل: ص:۴۳۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۲۸۸/۱، دار المعرفة بيروت)

(۲)"(ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي) المتقدم ذكرها (في المساجد) وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز، منهم: عطاء وابن أبي مليكة فقهاء أهل المدينة ، وأصحاب مالك وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

الفصل الخامس فی صلوۃ النفل بالجماعة

(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

نفل کی جماعت

سوال[۳۳۵۵]: رمضان المبارک میں بعد التراویح صلوۃِ نافلہ مع الجماعۃ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ہمارے محلّہ کی مسجد میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس جماعت کے قیام سے باہم اختلاف بھی ہوگیا ہے مگر جہلاء اپنی ضد پر اڑے ہیں اور ہر شب میں ادا کرتے ہیں۔ آپ دلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جماعت علیٰ سبیل التداعی والاصرار ہے جوکہ مکروہ ہے:

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدی: أرادوا بالتاكيد الوجوب، إلا فی جمعة وعيد فشرط، وفی التراويح سنة كفاية، وفی وتر رمضان مستحبة على قول، وفی وتر غيره وتطوع على سبيل التداعی مكروهة اهـ". درمختار۔ "(قوله: على سبيل التداعی) راجع إليها، والتداعی أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا فی ناحية المسجد، كذا فی القهستانی، و نقله فی البحر عن الصدر الشهيد، و ظاهر إطلاقه الكراهة أنها التحريمية، اهـ". طحطاوی: ص: ۲٤۰(۱)۔ "وفی الأشباه من البزازية: يكره الاقتداء فی صلوة الرغائب و براءة و قدر، اهـ". درمختار. "وبراءة هی ليلة النصف من شعبان، اهـ". طحطاوی: ۱/۲۹۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دارالمعرفة، بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوی على الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۹۷، دارالمعرفة، بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی)

نوافل میں ختمِ قرآن باجماعت

سوال[۳۳۵۶]: چند اشخاص کی خواہش تھی کہ نماز نفل میں ایک قرآن شریف ختم کیا جاوے، حافظ نے بعد نماز مغرب وعشاء دو چار رکعت میں تھوڑا تھوڑا پڑھ کر قرآن شریف ختم کیا۔ اس دوران میں ایک شخص نے ٹوکا کہ اس طرح درست نہیں، نفل نماز باجماعت درست نہیں۔ اس حالت میں فعل مذکور حافظ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کے علاوہ چار شخص یا زیادہ مقتدی تھے تو یہ فعل مکروہ ہے، اگر امام کے علاوہ صرف دو تین آدمی مقتدی تھے تو مکروہ نہیں۔

فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح: "قال شمس الأئمة الحلوانی: إن اقتدیٰ به ثلاثة، لایکون تداعیاً، فلا یکره اتفاقاً، وإن اقتدیٰ به أربعة فالأصح الکراهة اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ، صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

جماعتِ نفل علی سبیل التداعی

سوال[۳۳۵۷]: ۱...... ہمارے یہاں قصبہ اورنگ آباد میں رمضان کے مبارک مہینہ میں تہجد کی نماز درود کے ساتھ باجماعت ادا کی جاتی ہے جس میں تین آدمیوں سے زیادہ کافی آدمی ہوتے ہیں۔

۲...... رمضان کے مبارک مہینہ کی طاق راتوں میں تراویح ختم ہونے کے بعد نفل نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اور تین آدمیوں سے بہت زیادہ آدمی ہوتے ہیں۔ تہجد کی نماز کا بھی ان طاق راتوں میں اعلان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جماعت میں بہت زیادہ لوگ ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قدیمی)

(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بیروت لبنان)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب صلاة التراویح، نوع آخر فی المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

۳......آج اس مسئلہ کو جو کہ بہشتی گوہر میں دیکھا گیا ہے تو جماعت کے احکام میں لکھا ہے کہ ۲ یا ۳ آدمی مل کر نفل جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور دوام نہ کریں، اگر دوام کریں تو مکروہ ہے۔

۴......کیا رمضان کے مبارک مہینہ میں ۳/ سے زیادہ آدمیوں کو نفل نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے؟

۵......دوام کے کیا معنی ہیں؟ تشریح کے ساتھ سمجھائیں تاکہ دوام کے معنی معلوم ہوجائیں۔

۶......قصبہ اورنگ آباد کے ایک امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں نوافل کا درجہ فرض جیسا ہوجاتا ہے اس لئے کافی آدمی مل کر تہجد کی جماعت ونفل کی جماعت کرسکتے ہیں۔

۷......ان تمام مسئلوں کو اطمینان بخش امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق حل کردیجئے تاکہ عوام کو تفصیلی معلومات ہوجائے اور فتویٰ پر عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......ایسا کرنا مکروہ ہے(۱)۔

۲......یہ بھی مکروہ ہے(۲)۔

۳......کتب فقہ درمختار وغیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے(۳)۔

---

(۱) "(قوله: على سبيل التداعى) راجع إليها، والتداعى أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لايكره إذا صلوا فى ناحية المسجد، كذا فى القهستانى". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة فى التراويح، نوع آخر فى المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچى)

وكذا فى البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۲۰۴، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۳) "(لا يصلى الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان): أى يكره ذلك على سبيل التداعى بأن يقتدى أربعة بواحد كما فى الدرر". (الدر المختار). "(قوله: أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد، فلا يكره، و ثلاثة بواحد فيه خلاف، بحر عن الكافى". (رد المحتار، مطلب فى كراهة الاقتداء فى النفل على سبيل التداعى وفى صلاة الرغائب: ۲/۴۸، ۴۹، سعيد) .... =

۴......مکروہ ہے(۱)۔

۵......دوام کے معنی ہمیشہ کے ہیں یعنی اتفاقیہ ایک دودفعہ نہیں بلکہ ہمیشہ کیا جائے خواہ ایک ماہ تک ہمیشہ ہو(۲)۔

۶......وہ کس دلیل کی بنا پر ایسا کہتے ہیں؟ کیا فقہ کی کسی کتاب میں ایسا لکھا ہے؟ کیا بعد مغرب و بعد عشاء کی سنت بھی جماعت سے پڑھیں گے؟

۷......امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے:

"والجماعة فی النفل غیر التراویح مکروهة، فالاحتیاط بترکها فی الوتر خارج رمضان. وعن شمس الأئمة: أن هذا فیما کان علیٰ سبیل التداعی، أما لو اقتدیٰ واحد بواحد و اثنان بواحد لا یکره، وإذا اقتدیٰ ثلاثة بواحد اختلف فیه، وإن اقتدیٰ أربعة بواحد کره اتفاقاً اهـ".

کذا فی مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص: ۲۳۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) (راجع، ص: ۲۴۴، الحاشية رقمها: ۱)

(۲) "(قوله: أي يكره ذلك) ...... الظاهر أن الجماعة فيه غير مستحبة، ثم إن كان ذلك أحياناً كما فعل عمر رضي الله تعالیٰ عنه، كان مباحاً غير مكروه، و إن كان على سبيل المواظبة، كان بدعةً مكروهةً؛ لأنه خلاف المتوارث ...... (قوله: على سبيل التداعي): هو أن يدعو بعضهم بعضاً، كما في المغرب، و فسره الوافي بالكثرة، و هو لازم معناه". (رد المحتار، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي اهـ: ۲/۴۸، ۴۹، سعيد)

(۳) (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۶، قديمي)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلوة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت)

رمضان میں نوافل کی جماعت

سوال[۳۳۵۸] : ۱...... تہجد کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ شامی جلد نمبر ۱ مصری کے اندر بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ مکروہ و بدعت ہے اور بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف رمضان المبارک کی اجازت ہے، مثلاً: "فی البدائع من قوله: إن الجماعة فی التطوع لیست بسنة إلا فی قیام رمضان" (۱) ۔اور تہجد بھی نوافل میں شمار ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفل میں شریک رہے ہیں، یعنی کان پکڑ کر داہنی طرف لانے والی روایات (۲)، تو ان سب عبارتوں سے اور بزرگانِ دین کے بعض افعال سے اجازت سمجھ میں آتی ہے۔ اگر جماعت کرے تو اس اقدام کو روکا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۲......اوّابین کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اگر تنہا آواز بلند پڑھے اور لوگ شریک ہو گئے، پھر دو رکعت کے بعد کسی حافظ کو بڑھا دیا جائے کہ زیادہ قرآن پڑھا جائے تو کوئی مضائقہ ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(قوله: أی یکره ذلک) .... أخرجه الطحاوی عن المسور بن مخرمة، قال: دفنا أبا بکر رضی الله عنه لیلاً، فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: إنی لم أوتر، فقال: و صففنا وراءه، فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم إلا فی آخرهن".

ثم قال: و یمکن أن یقال: الظاهر أن الجماعة غیر مستحبة، ثم إن کان ذلک أحیاناً کما فعل عمر رضی الله عنه کان مباحاً غیر مکروه، وإن کان علی سبیل المواظبة کان بدعةً مکروهةً؛ لأنه خلاف المتوارث، .... قلت: و یؤیده أیضاً ما فی البدائع من قوله: إن الجماعة فی التطوع لیست بسنة إلا فی قیام رمضان". (رد المحتار، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ: ۲/۴۸، سعید)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: صلیت مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذات لیلة، فقمت عن یساره، فأخذ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم برأسی من ورائی، فجعلنی عن یمینه، فصلی و رقد، فجاءه المؤذن، فقام یصلی و لم یتوضأ". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب إذا قام الرجل عن یسار الإمام اهـ: ۱/۱۰۰، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......حنفیہ کا مذہب مختار یہ ہے کہ نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہے رمضان ہو یا غیر رمضان، حکم عام ہے، ایک دو مقتدی ہوں تو تداعی نہیں، تین میں اختلاف ہے، چار ہوں تو تداعی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی مقتدی تھے، بدائع کی جو عبارت شامی سے آپ نے نقل کی ہے، اس کے بعد علامہ شامی نے لکھا ہے: "نعم! إن كان مع المواظبة، كان بدعةً، فيكره، اهـ" (۱)۔

نیز نوافل اور وتر دونوں کو بجماعت ادا کرنے کا مسئلہ ایک ہی ساتھ بیان کیا ہے: "أي يكره ذلك على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد، اهـ". درمختار (۲)۔ "أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنين بواحد، فلا يكره، و ثلاثة بواحد فيه خلاف". کبیری (۳)۔

بعض اکابر اپنی تحقیق کی بنا پر رمضان المبارک میں تراویح کے علاوہ نوافل میں بھی تمام رات قرآن کریم پڑھتے اور سناتے تھے، مگر یہ اصل مذہب امام ابوحنیفہ کا نہیں ہے، ان کے تبحر و تدین کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کیا جاتا اور نہ ان کے اتباع میں اصل مذہب سے عدول کیا جاتا ہے۔

۲......اس کا جواب بھی نمبر: ا سے واضح ہے یعنی علی سبیل التداعی نہیں چاہئے، یہ مکروہ ہے۔ تداعی کی تفصیل بھی آ گئی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (راجع، ص: ۲۴۶، رقم الحاشیہ: ۱)

(۲) (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) بعینہ مذکورہ عبارت شامی: ۲/۴۹ کی ہے، البتہ الحلبی الکبیر میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: "لو اقتدى واحد بواحد أو اثنين لا يكره، و في الثلاثة اختلاف المشايخ". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل .... التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة التراويح، نوع آخر في المتفرقات، ص: ۱/۴۷۰، إدارة القرآن، كراچي)

(۴) (راجع الحاشية رقمها: ۲) .... =

نوافل میں تداعی

سوال[۳۳۵۹]: اگرنفلوں کی جماعت میں شروع میں تین آدمی اورایک امام ہواور پھرزیادہ آدمی آکرشریک ہوجائیں تودرست ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین آدمی مقتدی ہوں، ایک امام ہوتو نفلوں کی جماعت درست ہے، جولوگ بعد میں آکرشریک ہوئے وہ مکروہ کے مرتکب ہوئے۔

"إن اقتدىٰ به ثلاثة، لا يكون تداعياً، فلا يكره اتفاقاً. وإن اقتدىٰ به أربعة، فالأصح الكراهة". طحطاوی(۱)۔ "لو اقتدىٰ واحدٌ بواحد أو اثنان، ثم جاء ت جماعة اقتدوا به، قال الرحمتي: ينبغي أن تكون الكراهة على المتأخرين". ص:۲/۷٤۲(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نوافل جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۶۰]: شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ غالباً نوافل جماعت سے پڑھتے تھے، چنانچہ مکتوبات جلدسوم پرمکتوبات نمبر۸۷ کے اخیر میں تحریرفرماتے ہیں(۳):"(تراویح کے بعد) ایک بجے

= "(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليها، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، و دون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة : ۱/۲۴۰، دارالمعرفة بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الإمامة، ص:۲۸۶، قديمي)

(۲) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة في التراويح، نوع آخر في المتفرقات : ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة : ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت)

(۳) (لم أظفر عليه)

پھر نفلوں میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور پونے تین بجے فارغ ہوکر سحری میں مشغول ہوجاتے ہیں'' حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ شب میں نوافل با جماعت ادا فرماتے تھے اور لوگ مرشد کے پیچھے تبرکاً و تیمناً پڑھتے تھے۔ تو کیا حصول یُمن و برکت کے لئے ایسا کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مجھے اس کی اصل حقیقت معلوم نہیں لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر حدیث وفقہ پر پوری تھی اور وہ حتی الوسع سنت پر عمل فرماتے تھے، ممکن ہے کہ وہ تنہا نوافل کی نیت کرکے قرأت بالجہر کرتے ہوں، یا دو تین کو بھی اس میں شامل کرلیتے ہوں جس کی فقہاء کے کلام میں اجازت بھی ہے، اس صورت میں تداعی نہیں اور یہ صورت مکروہ بھی نہیں۔

"لولم ينو الإمامة لا كراهة على الإمام، فليحفظ اهـ". درمختار۔ "لأن الكراهة إنما يتحقق فيه بنية، أما إذا نوى النفل منفرداً فاقتدى به، لا تلزمه الكراهة بفعل غيره، اهـ". طحطاوی: ۱/۲۹۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔



(۱) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب النوافل: ۱/۲۹۷، دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا فى رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعيد)

"(قوله: على سبيل التداعى) راجع إليها، والتداعى أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا فى ناحية المسجد، كذا فى القهستانى". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۲۰۴، رشيديه)

الفصل السادس فی صلوۃ التسبیح
(صلوۃ تسبیح کا بیان)

صلوۃ التسبیح کا طریقہ

سوال[۳۳۶۱]: صلوۃ التسبیح میں ہر رکعت میں قرأت سے فراغت پر تیسرا کلمہ پندرہ مرتبہ اور دوسری جگہ پر دس دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور اس کے علاوہ دوسری صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اگر پہلی رکعت میں ۲۵/ مرتبہ پڑھ لیا جائے تو پھر سجدۂ ثانیہ کے بعد تاخیر القیام کی ضرورت نہیں۔ایک بات تو یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ ۲۵/ مرتبہ کس طریقہ سے پڑھی جائے،قرأت سے فراغت پر یا ثناء کے بعد؟ اس کی صورت بیان فرمادی جاوے۔دوسری بات یہ ہے کہ ۲۵/ مرتبہ پڑھنا ہر رکعت میں ہوگا یا صرف پہلی رکعت میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثناء کے بعد ۱۵/ دفعہ، پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ۱۰/ دفعہ، یہ ۲۵/ عدد ہوگیا۔پھر دوسری، تیسری، چوتھی رکعت میں قرأت الحمد سے پہلے ۱۵/ مرتبہ،قرأت سورت کے بعد ۱۰/ مرتبہ، یہ طریقہ بھی ثابت ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۱ھ۔

---

(۱) "أخبرنا أبو وهب قال: سألت عبد الله بن المبارک عن الصلاة التی یسبح فیها، قال: یکبّر، ثم یقول: "سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا إله غیرک" ثم یقول: خمس عشرة مرةً: "سبحان الله والحمد لله و لا إله إلا الله والله أکبر" ثم یتعوذ، ویقرأ بسم الله الرحمن الرحیم، و فاتحة الکتاب و سورة، ثم یقول عشر مرات: "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أکبر .... : ثم یسجد الثانیة فیقولها عشراً. یصلی أربع رکعات علی هذا، فذلک خمس و سبعون =

ایضاً

سوال[۳۳۶۲]: صلوۃ التسبیح کا مفصل طریقہ کیا ہے، تسبیحات کے اعداد اور مکمل طریقہ اور تسبیحات کس کس مقام پر کتنی کتنی پڑھنی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت کی نیت باندھ کر اول "سبحانك اللهم" پڑھے پھر پندرہ دفعہ "سبحان الله والحمد لله و لا إله إلا الله والله أكبر" پھر "الحمد" اور سورت پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح، پھر رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پھر قومہ میں "سمع الله لمن حمده" کہہ کر "ربناك الحمد" کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر سجدہ میں "سبحان ربی الأعلی" کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر جلسہ میں دس مرتبہ تسبیح، پھر سجدہ ثانیہ میں دس مرتبہ تسبیح یہ ایک رکعت میں پچھتر دفعہ تسبیح ہوگی، پھر دوسری رکعت میں "الحمد" سے پہلے پندرہ دفعہ اور اسی ترتیب کے ساتھ چاروں رکعات پڑھی جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= تسبيحةً، يبتدأ في كل ركعة بخمس عشرة تسبيحةً، ثم يقرأ، ثم يسبح عشراً. فإن صلى ليلاً فأحب إليّ أن يسلّم في كل ركعتين. وإن صلى نهاراً، فإن شاء سلم، وإن شاء لم يسلم". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء في صلاة التسبيح: ۱/۱۰۹، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في صلاة التسبيح: ۲/۲۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "صلوۃ التسبیح کا طریقہ")

"عن أبي رافع قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ياعم! ألا أصلك ألا أحبوك، ألا أنفعك؟ قال: بلى يارسول الله! قال: "ياعم! صلّ أربع ركعات تقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة، فإذا انقضت القراءة فقل الله أكبر والحمدلله وسبحان الله خمس عشرة مرة قبل أن ركع، ثم اركع فقلها عشراً، ثم ارفع رأسك فقلها عشراً، ثم اسجد فقلها عشراً، ثم ارفع رأسك فقلها عشراً، ثم اسجد فقلها عشراً، ثم ارفع رأسك فقلها عشراً قبل أن تقوم، فذلك خمس وسبعون في كل ركعة، وهي ثلاث مائة في أربع ركعات ولو كانت ذنوبك مثل رمل عالج غفرها الله لك قال: يارسول الله! ومن يستطيع أن يقولها في يوم، قال إن لم يستطع أن تقولها في يوم فقلها في جمعة، فإن لم تستطع أن تقولها في جمعة فقلها في شهر" فلم يزل يقول له حتى قال: "فقلها في سنة". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء في صلاة التسبيح: ۱/۱۰۹، سعيد) .... =

صلوۃ التسبیح میں عورتوں کی جماعت

سوال[۳۳۶۳] : ہمارے گاؤں میں عورتیں صلوۃ التسبیح کی جماعت کرتی ہیں اور جماعت کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ان کا امام پیڑھا بچھا کر پیچھے بیٹھ جاتا ہے اور اگر بچہ روتا ہے تو اس کو چپکا کر دیا جاتا ہے اور کتا ہوتا ہے تو اس کو بھی دفع کر دیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کی جماعت فرض نماز میں مکروہ ہے (۱) اور صلوۃ التسبیح تو نفل ہے اس کی جماعت مردوں کے لئے بھی مکروہ ہے، عورتوں کے لئے اس کی کراہت میں زیادہ شدت ہوگی (۲)، اگر وہی نماز پڑھاتی ہے جو پیڑھا بچھا کے پیچھے بیٹھتی ہے اور کتے وغیرہ کو دفع کرتی ہے تو بالکل نماز نہیں ہوتی (۳) اور یہ حقیقۃً نماز ہی نہیں بلکہ جہالت کی پوٹ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۵ھ۔

جماعت کے ساتھ صلوۃ تسبیح

سوال[۳۳۶۴] : ا......صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پڑھانے والے کا مقصد صرف مقتدیوں کا اصرار بغرض تعلیم وترکیب ہو؟

= (وكذا في رد المحتار، مطلب في صلاة التسبيح : ۲/۲۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "ويكره تحريماً جماعة النسآء و لو في التراويح، أفاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً أو نفلاً". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة : ۱/۵۶۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة : ۱/۶۱۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة : ۱/۳۴۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال .... و في وتر رمضان مستحبة على قول، و في وتر غيره و تطوع على سبيل التداعي مكروهة". (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

(۳) "ولو تقدم على الإمام من غير عذر فسدت صلاته، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۱۰۳، رشيديه)

۲......اگر شقِ ثانی مراد ہے تو امام ومقتدیوں میں کس حد تک گناہ کے مرتکب ہیں؟

۳......امام اور مقتدی کی صلوۃ التسبیح ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ درمختار کی عبارت "السنة نافلة" موجود ہے، اگر شق اول مراد ہو تو ثواب میں کچھ کمی ہوجائے گی یا ثواب برابر ملے گا؟

۴......نمازِ تسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنے والوں کو بدعتی کہنا کیسا ہے جب کہ وہ موحد ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ منقول ومشروع نہیں (۱)۔

۲......التزام کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے (۲)۔

۳......کراہت کے ساتھ ہوگی (۳)۔

۴......اگر وہ اس کی جماعت کو ثواب سمجھ کر کریں تو یہ بدعت بھی ہے اور مکروہ بھی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۹ھ۔

---

(۱) "والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۶، قديمي)

(۲) "إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة". (السعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) "(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليها، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني ونقله في البحر عن الصدر الشهيد وظاهر إطلاقه الكراهة أنها تحريمية". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (الصحيح للإمام مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمي)

(و صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"(البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجُعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

باب التراویح

الفصل الأول فی صلوۃ التراویح

(تراویح کی نماز کا بیان)

تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟

سوال[۳۳۶۵]: تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنیاد ڈالی ہے اور پڑھی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن زيد بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اتخذ حجرةً فى المسجد من حصير، فصلى فيها ليالى، حتى اجتمع عليه ناس، ثم فقدوا صوته ليلة، و ظنوا أنه قد نام، فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج إليهم، فقال: "مازال بكم الذى رأيت من صنيعتكم، حتى خشيتُ أن يكتب عليكم، ولو كتب عليكم ما قمتم به، فصلوا أيهاالناس! فى بيوتكم، فإن أفضل صلاة المرء فى بيته إلا الصلاة المكتوبة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الأول، ص: ۱۱۴)

"(فصلى فيها): أى فى تلك الحجرة (ليالى): أى من رمضان (حتى اجتمع): أى فكان يخرج -عليه السلام- منها، ويصلى بالجماعة فى الفرائض والتراويح، حتى اجتمع (عليه الناس): أى وكثروا (ثم فقدوا صوته. ليلة) بأن الحجرة بعد ماصلى بهم الفريضة، و لم يخرج إليهم بعد ساعة للتراويح كما هو عادته، (وظنوا أنه قد نام، فجعل بعضهم يتنحنح .... ليخرج): أى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الحجرة (إليهم) لصلاة التراويح بعد أن دخل فيها كما فى الليالى الماضية، (فقال: ما زال بكم=

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال[۳۳۲۶]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ بیس رکعت تراویح پڑھنے کی صحیح حدیث تحریر کریں۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے؟ میں یہ نہیں معلوم کر رہا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کتنی رکعت تراویح پڑھی گئی، بلکہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی رکعت پڑھنے کا حکم دیا؟ حدیث صحیح تحریر کریں۔فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت موجود ہے:

"أحاديث العشرين ركعةً : روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبراني في معجمه، وعنه البيهقي من حديث إبراهيم بن عثمان أبي شعبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعةً سوى الوتر". انتهى". نصب الراية: ۱۵۳/۲(۱)۔

= **الذي رأيت ...... من صنيعتكم)** من شدة حرصكم في إقامة صلاة التراويح بالجماعة و من بيان للذي **(حتى خشيت أن يكتب)** : أي يفرض **(عليكم)**: أي لو واظبت على إقامتها بالجماعة لفُرضت عليكم **(ولو كتب عليكم .... ما قمتم به)** ولم يطيقوه بالجماعة كلكم بعجزكم. و فيه بيان رأفته لأمته، و دليل على أن التراويح سنة جماعةً ولفرداً، والأفضل في عهدنا الجماعة لكسل الناس". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الأول : ۳/۳٦۷، ۳٦۸، رشيديه)

(و كذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب التراويح : ۵۷/۷، ۵۸، إدارة القرآن ، كراچی)

(و كذا في بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب شهر رمضان : ۳۰/۲، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، فصل في قيام شهر رمضان : ۱۵۳/۲، مكتبه حقانيه، پشاور)

(والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان : ۴۹٦/۲، رقم الحديث: ۴٦۱۵، إدارہ تاليفات اشرفيه ملتان)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی تھی، چنانچہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

"کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ رمضان بثلاث و عشرین رکعةً". ص: ٤٠"(١)۔

اور یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہی تھا، چنانچہ مؤطا امام مالک ہی میں ہے:

"عن عبد الرحمن بن عبدٍ القاری أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه فی رمضان إلی المسجد، فإذا الناس أوزاعٌ متفرقون یصلی الرجل لنفسه، ویصلی الرجل ویصلی بصلوته الرهط. فقال عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه: "واللّٰہ! إنی لأ رانی لو جمعت هؤلاء علی قارئ واحد، لکان أمثل، فجمعهم علی أبیّ بن کعب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه". مؤطا إمام مالك، ص: ٤٠(٢)۔

"إن عمر بن لخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه جمع الناس فی رمضان علی أبیّ بن کعب و علی تمیم الداری، الخ". عمدة القاری: ٥/ ٣٥ (٣)۔

رہا خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیس رکعت پڑھنے کا ثبوت، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے، جن کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے: ﴿أتامرون الناس بالبر وتنسون أنفسکم﴾ الخ". (٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۸۸ھ۔

---

(١) (المؤطأ للإمام مالک، کتاب الصلاة فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان، ص: ٩٨، میر محمد کتب خانه)

(٢) (المؤطأ لمالک، المصدر السابق، ص: ٩٧)

(٣) (عمدة القاری للعلامة العینی، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان: ١١/ ١٧٧، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(٤) (البقرة: ٤٤)

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال[۳۳۶۷]: کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت أبی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رمضان شریف میں تراویح آٹھ رکعت بھی پڑھنے کا حکم دیا تھا یا صرف ۲۰/ رکعت ہی پڑھنے کا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"وللجمهور ما رواه البيهقي بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر رضي الله تعالىٰ عنه بعشرين ركعةً، وعلى عهد عثمان و على مثله"(۱). وفي الموطأ: عن يزيد ابن رومان قال: كان الناس في عهد عمر رضي الله تعالىٰ عنه يقومون في رمضان بثلاث و عشرين ركعةً (۲). وفي المغني: عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أنه أمر رجلاً أن يصلي بهم في رمضان بعشرين ركعةً، قال: و هذا كالإجماع. قال البيهقي: والثلث في حديث ابن رومان صلى الوتر"(۳)۔ كبيري، ص: ۳۸۸(٤)، ان روایات سے بیس رکعات ثابت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہے؟

سوال[۳۳۶۸]: تراویح میں بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ رکعت والی حدیث قوی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ان سے دریافت کیا جائے کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ

---

(۱) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ۴۹۶/۲، رقم الحديث: ۴۶۱۵، إدارہ تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) (موطأ الإمام مالك، كتاب الصلاة، ما جاء في قيام رمضان، ص: ۹۸، مير محمد كتب خانه)

(۳) (المغني، كتاب الصلاة، صلاة التراويح و عددها: ۴۵۶/۱، دار الفكر، بيروت)

(۴) (الحلبي الكبير، النوافل، التراويح، ص: ۴۰۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۵/۲، سعيد)

رکعت والی حدیث قوی ہے، مہربانی فرما کر دونوں حدیثیں پوری سند اور حوالہ کے ساتھ اصل کتابِ حدیث سے نقل کریں اور وجہ بتائیں کہ فلاں حدیث قوی اور فلاں حدیث ضعیف کیوں ہے؟ کس راوی کی وجہ سے ہے اور اس راوی پر کس نے کلام کیا ہے؟ اور یہ بھی لکھیں کہ پورے رمضان تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہے یا صرف چندرات؟ اور ہر سال پڑھی گئی ہے یا صرف ایک سال؟ پوری تفصیل لکھیں تب مسئلہ حل کیا جائے گا۔

ناواقف اور بےعلم آدمی کو تو "ہاں، نہیں، جائز، ناجائز" کا جواب کافی ہوتا ہے اور اہلِ علم حضرات کے لئے اتنا کافی نہیں ہوتا۔ آپ چونکہ حدیثِ قوی وضعیف کو پہچانتے ہیں اس لئے آپ کے سامنے "ہاں، نہیں" کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا رکعات تراویح آٹھ ہیں؟

سوال[۳۳۶۹]: بہت سے حنفی المذہب لوگوں نے اہلِ حدیث کا اتنا اثر قبول کیا کہ آٹھ رکعتیں تراویح کی پڑھنے لگے، اگر یہ احتمال ہو کہ منع کرنے کی صورت میں وہ آٹھ رکعتیں بھی چھوڑ دیں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک سنت بیس (۱)، آٹھ پڑھنے سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی، جن لوگوں کی طبیعت میں ضد ہو ان کو کچھ نہ کہا جائے، دعائے خیر کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح دو دو رکعت کرکے پڑھنا سنت ہے

سوال[۳۳۷۰]: جہاں تراویح "ألم تر کیف" سے پڑھی جاتی ہوں، وہاں لوگ چار چار رکعت

---

(۱) "وهي عشرون ركعةً، هو قول الجمهور، وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي في شهر رمضان في غير جماعة بعشرين ركعةً والوتر". (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ۲/۴۹۶، إدارہ تاليفات اشرفيه ملتان)

"وأما الكلام في كميتها فنقول: إنها مقدرة بعشرين ركعةً عندنا". (التاتارخانية، كتاب صلاة التراويح، الفصل الثالث عشر: ۱/۶۵۴، إدارة القرآن كراچی)

پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو دو رکعت پڑھنا سنت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ہر ترویحہ ایک نماز ہے یا مجموعہ تراویح ایک نماز ہے

سوال[۳۳۷۱]: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے، اس لئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعہ تراویح بمنزلہ ایک ہے، اس لئے اس کے ختم پر دعا مانگتے ہیں(۲)، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعا، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعا کا اہتمام ثابت نہیں، اس سے احتیاط کریں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "وهي خمس ترويحات: كل ترويحة أربع ركعات بتسلمتين، كذا في السراجية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۴، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ .... و قال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعا". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۱۳/۷، قديمى كتب خانه)

"وعن علي بن أبي طالب قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم من الصلوة قال: "أللهم اغفر لي ما قدمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت وما أسرفت، و ما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر لا اله إلا أنت". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، مكتبه امداديه ملتان)

(۳) "(ويجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها و كذا بين الخامسة والوتر) و يخيرون بين تسبيح و قراءة وسكوت و صلوة فرادى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھنا

جناب حضرت مولانا مفتی صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ادام اللہ فیوضکم و برکاتکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدازاں عرض ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل میں احناف کا مفتیٰ بہ قول نقل فرما کر جوابات سے مشرف فرمادیں:

سوال[۳۳۷۲]: دورکعت تراویح کی نیت باندھی، مگر التحیات کے واسطے دورکعت کے بعد امام نہیں بیٹھا، تیسری کے بعد بیٹھنے لگا تو مقتدی نے تکبیر کہہ کر اٹھادیا، پھر چوتھی کے بعد سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو نہیں کیا، اس صورت میں یہ امور دریافت طلب ہیں:

۱......دورکعت کے بجائے چار پڑھی گئیں بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ امام نے تو دو ہی پوری کیں مگر ہوگئیں چار، یہ چار ہوئیں یا دو باطل ہوگئیں اور اگر باطل ہوگئیں تو قضا دو کی آئے گی یا چار کی؟

۲......اس صورت مذکورہ میں سجدۂ سہو آوے گا یا نہیں؟ اگر آوے گا تو اس کی وجہ بیان فرمائی جائے۔

۳......اس صورت مذکورہ میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کو لوٹایا جائے گا یا نہیں؟

۴......صورت مذکورہ میں دوسرے شفعہ کی نیت نہیں کی، امام نے تیسری رکعت کو پہلی سمجھا جب کہ مقتدیوں نے تکبیر کہہ کر اٹھادیا، اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے چار پڑھی اور بیچ کی التحیات نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کرتا۔ کیا بلانیت نماز ہوجاتی ہے یا بلانیت کے بنا کرنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو بنائے صحیح فاسد پر لازم آوے گی یا نہیں؟

۵......دیوبند کے اشتہار میں لکھا ہے کہ تراویح میں دو کے بعد بیٹھنا بھول گیا اور چار پڑھ کر سلام پھیرا تو ان کو دو شمار کیا جائے اس کی کیا صورت ہے؟ اور صورت بالا میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ بینوا وتوجروا۔ فقط۔

میر سید جگادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... "وقدّرنا بالعشرين أن تكون بعشر تسليمات كما هو المتوارث على رأس كل ركعتين، فلو صلى الإمام أربعاً بتسليمة ولم يقعد في الثانية، فأظهرُ الروايتين عن أبي حنيفة

وأبی یوسف عدم الفساد، ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال أبو الليث: تنوب عن تسليمتين، و قال أبو جعفر وابن الفضل: تنوب عن واحدة، و هو الصحيح، كذا في الظهيرية، والخانية، وفي المجتبىٰ: وعليه الفتوى. و لو قعد على رأس الركعتين فالصحيح أنه يجوز عن تسليمتين، و هو قول العامة". بحر: ٦٧/٢ (١)۔ "(قوله: ثم اختلفواالخ) قال الرملي: أقول: على القولين يجب سجود السهو، فتأمل". منحة الخالق (٢)۔

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اظہر روایت شیخین کی یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوئی اور مفتی بہ قول کے مطابق یہ دو رکعتیں ہوئیں اور شفعۂ اولیٰ فاسد ہوگیا، اس کا اعادہ لازم ہے۔

۲..... سجدہ سہو لازم آئے گا، لما مر في الجواب الاول (٣)۔

۳...... پہلے شفعہ میں جو پڑھا گیا اس کا لوٹانا مستحب ہے کیونکہ پہلا فاسد ہوا ہے:

"إذا صلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة، ولم يقعد في الثانية، في القياس تفسد صلوته، وهو قول محمد و زفر رحمهما الله تعالىٰ، ويلزمه قضاء هذه التسليمة، و هو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. و في الإستحسان —و هو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ— لا تفسد وإذا لم تفسد، اختلفوا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنها تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال الفقيه أبو لليث رحمه الله تعالى: عن التسليمتين؛ لأن الأربع لما جاز، وجب أن ينوب عن تسليمتين، كمن أوجب على نفسه أن

---

(١) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ١١٨،١١٧/٢، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ٤١٤، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ١١٨/١، رشيديه)

(٢) (منحة الخالق على البحر الرائق، المصدر السابق)

(٣) (البحر الرائق، المصدر السابق)

"و مقتضاه أن تنوب عن تسليمتين، و يجب عليه السجود إن كان ساهياً". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ٤١٤، قديمي)

يصلى أربع ركعات بتسليمة، فصلى أربعاً بتسليمة واحدة، ذكر في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه يجوز، فكذا ههنا. و كذا لو صلى الأربع قبل الظهر، و لم يقعد على رأس الركعتين، جاز استحساناً.

وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمهما الله تعالىٰ: في التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح؛ لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلوته أصلاً كما هو وجه القياس، وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس، و قلنا بفساد الشفع الأول، وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمها، فجاز عن تسليمة واحدةً". فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۱۲(۱)۔

"وإذا فسد الشفع من التراويح و قد قرأ فيه هل يُعتدّ بما قرأ؟ قال بعضهم: لا يُعتدّ ليحصل الختم في الصلوات الجائزة، وقال بعضهم: يعتدّ بتلك القراءة؛ لأن المقصود هو القرآن ولا فساد في القراءة". خانیة: ۱/۱۱۲ (۲)۔

۴ ...... "عن أبي بكر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في التراويح، و لم يقعد في الثانية؟ قال: إن تذكر في القيام، ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم مالم يقيّد الثالثة بالسجدة، وإن تذكر بعدما ركع الثالثة وسجد، فإن أضاف إليها ركعةً أخرىٰ، فإن هذه الأربع عن ترويحة واحدة يعني عن الركعتين". خانیة: ۱/۱۱۳(۳)۔

(۱) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۳۹، ۲۴۰، رشیدیه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۲/۱۳، غفاریه کوئٹه)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشیدیه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشیدیه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر في بيان قدر القراءة في التراويح: ۲/۹، غفاریه کوئٹه)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۳۹، ۲۴۰، رشیدیه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشیدیه)...... =

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تراویح میں شفعۂ ثانیہ کے لئے کھڑا ہو جانا بغیر شفعہ کے قعدہ کئے اور بغیر شفعۂ ثانیہ کی نیت کئے ہوئے بھی شفعۂ ثانیہ کے شروع کے لئے صحیح ہے، اگر چہ قعدہ نہ ہونے کی وجہ سے شفعۂ اولیٰ فاسد ہو جائے گا، لیکن شفعۂ اولی کا تحریمہ باقی رہنے کی وجہ سے شفعۂ ثانیہ کی بنا صحیح ہوگی، کما هو مصرح فی الجواب الثالث(۱)۔ بحر: ۵۷/۲ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

۵...... دیوبند کا اشتہار میرے پاس نہیں اس لئے بغیر دیکھے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا، صورتِ مسئولہ کا حکم تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

تراویح ایک سلام سے چار رکعت پڑھنا

سوال[۳۳۷۳]: امام نے دو رکعت کی نیت کی اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور مقتدیوں نے یاد دلایا، لیکن امام نے کچھ نہیں سنا بلکہ قصداً پوری کر دی۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ امام نے قعدۂ اخیرہ جو کہ فرض تھا اس کو ترک کر دیا۔ دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ ایسی صورت میں تراویح کی دو رکعت شمار ہونگی یا چار رکعت شمار ہونگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت پر قعدہ نہ کرنے سے یہ دو رکعت فاسد ہوگئی مگر تحریمہ باقی ہے، اس پر دو رکعت کی بنا کی، یہ صحیح ہوگئی، لہٰذا ان چار رکعات میں سے اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۹/۱۹ھ۔

= (وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۱۳/۲، غفاريه كوئٹه)

(۱) (راجع، ص: ۲۶۲، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "إذا صلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة و لم يقعد في الثانية، في القياس تفسد صلوته، وهو قول محمد و زفر رحمهما الله تعالىٰ، ويلزمه قضاء هذه التسليمة، و هو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. =

فرض سے پہلے تراویح پڑھنا

سوال [۳۳۷۴]: اگرکوئی شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھے اور تراویح کی جماعت ہورہی ہوتو وہ شخص فرض پڑھنے سے پہلے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عشاء کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے تراویح پڑھنا درست نہیں، نہ تنہا پڑھے، نہ تراویح کی جماعت میں شریک ہو، کذا فی الدر المختار (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= و فی الاستحسان –و هو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ– لا تفسد، وإذا لم تفسد، اختلفوا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ أنها تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالىٰ : عن التسليمتين؛ لأن الأربع لما جاز، وجب أن ينوب عن تسليمتين، كمن أوجب على نفسه أن يصلي أربع ركعات بتسليمة، فصلى أربعاً بتسليمة واحدة، ذكر في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه يجوز، فكذا ههنا، و كذا لو صلى الأربع قبل الظهر و لم يقعد على رأس الركعتين جاز استحساناً . وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل: في التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح؛ لأن القعدة على رأس الثانية فرضٌ في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلوته أصلاً كما هو وجه القياس، وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس، و قلنا بفساد الشفع الأول، وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني، و قد أتمها، فجاز عن تسليمة واحدة". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل في السهو : ۱/ ۲۳۹، ۲۴۰، رشیدیه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر : ۲/ ۱۳، غفاریه کوئٹه)

(۱) "(ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر(قبل الوتر و بعده) في الأصح". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل : ۱/ ۱۱۵، رشیدیه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر : ۲/ ۷، غفاریه کوئٹه)

فرضِ عشاء اور تراویح گھر میں جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۷۵]: ایک شخص پابندِ صلوۃ وصوم ماہ رمضان المبارک میں اپنے گھر پر نماز تراویح کے اہتمام کے ساتھ بعض مجبوریوں کے تحت نماز عشاء جماعت کے ساتھ گھر پر ہی ادا کر لیتا ہے کیونکہ عام طور پر مسجد سے گھر واپس آنے میں تراویح ساتھ پڑھنے والے نمازی مسجد میں رہ جاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا ایسے شخص پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر پر نماز پڑھنے والوں کے لئے ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو فرمایا ہے وعید عائد ہوتی ہے؟ اور فرض عشاء گھر پر ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ وعید تو ایسے لوگوں کے حق میں ہے جو لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے جماعت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی مجبوری ایسی ہے جس کی وجہ سے شریعت نے ترکِ جماعت کی اجازت دی ہے تو یہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہوگا(۱)، بغیر مجبوری کے جماعت مسجد کو ترک کر دینا بڑی محرومی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۹۴ھ۔

---

(۱) "(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدی : أرادوا بالتأكيد الوجوب، إلا فی جمعة وعيد، فشرط (على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج........... فلا تجب على مريض و مُقعد و زَمِنٍ ومقطوع يد و رجل من خلاف ...... ومفلوج و شيخ كبير عاجز و أعمى، و لا على من حال بينه و بينها مطروطين و برد شديد و ظلمة كذلك". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الامامة : ۱/ ۵۵۲ - ۵۵٦، سعید)

(و كذا فی تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث فی الصلاة : ۱/ ۳۴۰ - ۳۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال العلامة الحلبی : "(وإن صلى فی بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة فی المسجد، و هكذا فی المكتوبات): أی الفرائض لو صلى جماعةً فی البيت على هيئة الجماعة فی المسجد نالوا فضيلة الجماعة و هی المضاعفة بسبع و عشرين درجةً، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة فی المسجد". (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل ...... التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی)

"و فی القنية : الأصح أن إقامتها فی البيت كإقامتها فی المسجد و إن تفاوتت الفضيلة".
(حاسية الطحطاوی على مراقی الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸٦، قديمی)

سخت گرمی کی وجہ سے خارج مسجد میں تراویح

سوال[۳۳۷۶]: جس مسجد کا صحن مسجد میں داخل نہ ہوتو اگر سخت گرمی کی وجہ سے مصلی پریشان ہوتے ہوں تو اس صورت میں صحنِ مسجد میں تراویح پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں اور موجودہ صورت میں ثواب میں کسی قسم کی کمی تو نہ ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو جگہ مسجد میں نہیں وہاں تراویح پڑھنے سے تراویح کی فضیلت تو حاصل ہوجائے گی لیکن سنتِ کفایہ مسجد میں حاصل نہ ہوگی اور مسجد میں پڑھنے کا ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا، کبیری (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ۹/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مقتدیوں کو آٹھ رکعت پڑھانے کے بعد امام کا اپنی تراویح پوری کرنا

سوال[۳۳۷۷]: ایک امام پہلے اہلِ حدیث کو تراویح آٹھ رکعت پڑھا کر وتر پڑھا دیتا ہے، اس کے بعد بارہ رکعت اپنی علیحدہ پوری کر لیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تراویح ان کو آٹھ رکعت پڑھ کر بقیہ بارہ رکعات خود پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۴/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۴/ ۹۲ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى في بيته بالجماعة، لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد و هكذا في المكتوبات): أي الفرائض، لو صلى جماعةً في البيت على هيئة الجماعة في المسجد، نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضاعفة بسبع و عشرين درجةً، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل ...... التراويح، ص: ۴۰۲، سہیل اکیڈمی)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل: ۱/ ۱۱۶، رشيديه)

(۲) "(ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر (قبل الوتر و بعده) في الأصح، فلو فاته بعضها و قام الإمام =

بیٹھ کر تراویح پڑھانے والے کے پیچھے تراویح پڑھنا

سوال[۳۳۷۸]: ایک حافظ صاحب بہ سبب کمزوری کے کھڑے ہوکر نماز تراویح میں قرآن شریف نہیں سنا سکتے اور ان کا دل چاہتا ہے کہ قرآن شریف سناؤں اور اکثر نمازی بھی ان کے پیچھے قرآن شریف سننا چاہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ صاحب بیٹھ کر تراویح یا فرض نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ پیچھے مقتدی کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ امام صاحب کھڑے ہوکر پڑھانے پر قادر نہیں ہیں تو ان کو بیٹھ کر ہی نماز پڑھانا شرعاً درست ہے اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ اگر ان سے بہتر امامت کے لائق یا کم از کم ان کے ہم رتبہ کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو کہ نماز کھڑا ہوکر پڑھادیا کرے اور فرض وہ پڑھادے اور تراویح یہ حافظ جی پڑھادیا کریں:

"و صح اقتداء متوضی بمتیمم ،و غاسل بماسح، و قائم بقاعد اھ". تنویر (۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح :عبد اللطیف ،یکم/ رجب/ ۶۰ھ۔

= إلى الوتر، أوتر معه، ثم صلى ما فاته ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح : ۲/ ۴۴، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۱۲۱، مكتبه رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/ ۱۱۷، رشيديه)

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة : ۱/ ۵۸۸، سعيد)

"(وقوله: و قائم بقاعد): أي قائم راكع ساجد أو مؤم، وهذا عندهما خلافاً لمحمد . قيد القاعد بكونه يركع و يسجد؛ لأنه لو كان مؤمياً لم يجز اتفاقاً . والخلاف أيضاً فيما عدا النفل ، أما فيه فيجوز اتفاقاً، و لو في التراويح في الأصح، كما في البحر ". (الدر المختار، باب الإمامة : ۱/ ۵۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۱۳۸، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/ ۸۵، رشيديه)

تراویح میں طویل قیام کی وجہ سے پیر پر سہارا لینا

جناب مفتی صاحب! مسئلہ ذیل میں جواب سے نوازا جائے:

سوال[۳۳۷۹]: عالمگیری میں قیام فی الصلوۃ کی بحث میں یہ عبارت منقول ہے: "ویکرہ التمایل علی یمناہ مرۃً، وعلی یسراہ أخری، کذا فی الذخیرۃ. ویکرہ التراوُح بین القدمین فی الصلوۃ إلا بعذر، وکذا القیام بإحدی القدمین، کذا فی الظھیریۃ". عالمگیری: ۱/۵۶(۱)۔

شامی میں یہ عبارت منقول ہے: "ویکرہ القیام علی إحدی القدمین فی الصلوۃ بلاعذر".

شامی: ۱/۱٤٤٤(۲)۔

اورمراقی الفلاح میں یہ عبارت ہے: "والتراوح أفضل من نصب القدمین، وتفسیر التراوح أن یعتمد علی قدم مرۃً وعلی الأخری مرۃً؛ لأنہ أیسر، وأمکن بطول القیام"۔ طحطاوی نے کہا ہے: "وروی عن الإمام التراوح فی الصلوۃ أحبّ: أی من أن ینصب قدمیہ نصباً"۔

نیز یہ بھی کہا ہے: "فما فی منیۃ المصلی من کراھۃ التمایل یمیناً ویساراً محمولٌ علی التمایل علی سبیل التعاقب من غیر تخلل سکونٍ کما یفعلہ بعض .... لاالمیل علی إحدی القدمین بالاعتماد ساعةً، ثم المیل علی الأخری کذالك، بل ھو سنۃ، الخ". طحطاوی، ص:۱۵۷(۳)۔

سوال: ۱......کیا بغیر طولِ قیام کی ضرورت کے مطلقاً نماز کے قیام میں تراوح مسنون ہے؟ مفتی بہ قول سے آگاہ فرمایا جائے۔

۲......عالمگیری اور طحطاوی کی عبارتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ ومالا یکرہ: ۱/۱۰۸، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۴۴۴، سعید)

(۳) (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننھا، ص: ۲۶۲، قدیمی)

۳......نصب القدمین کوسنت اور تراوُح بلاعذر کوخلافِ سنت اور مکروہ کہیں گے یانہیں؟

۴......تراوح، تمایل، قیام علی إحدی القدمین کی تعریف کیا ہےاورکون مکروہ ہےاورکون افضل اورمسنون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......تراوُح کوفقہاء نے افضل لکھا ہےاوراس کی علت بیان کی ہے:"لأنہ أیسر وأمکن بطول القیام الخ"(۱) اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر طولِ قیام نہ ہوتو عدمِ تراوُح اصل ہے، چنانچہ طحطاوی میں ہے:

"ثم إن ھذہ العلة لا تظھرفیما إذا کان القیام قصیراً"(۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ میں داخل ہوکر قیامِ طویل کیا یعنی دو رکعت میں قرآن پاک ختم فرمایا، پہلی رکعت میں ایک قدم پر بوجھ دیا، دوسری رکعت میں دوسرے قدم پر:

"قال السید فی الشرح: وھذا ھوما نقل عن الإمام حین دخل الکعبة، فصلی رکعتین بجمیع القراٰن واقفاً علی إحدی قدمیہ فی الرکعة الأولیٰ، وفی الثانیة علی القدم الأخریٰ الخ". طحطاوی(۳)۔

باربارتراوح، تمایل، قیامِ احدی القدمین میں شبہٴ تلعب ہے،بضرورت طولِ قیام افضل ہے۔اس تقریر سے آپ کے سوالات کا جواب ہوگیا۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رہی ہوئی تراویح کی نماز جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۸۰]: اگرتراویح کی جماعت ہوگئی اور کچھ آدمی رہ گئے تو وہ لوگ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ جماعت سے تراویح کی نماز پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟

---

(۱) (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننھا، ص: ۲۶۲، قدیمی)

(۲) (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی بیان سننھا، ص: ۲۶۳، قدیمی)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننھا، ص: ۲۶۲، ۲۶۳، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلياً :

جی ہاں! پڑھ سکتے ہیں، یہ جماعتِ ثانیہ نہیں جس کو منع کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۸/ ۹۰ھ۔

رہی ہوئی تراویح وتر کے بعد

سوال[۳۳۸۱]: جس شخص کی تراویح کی نماز دوچار رکعت رہ گئی وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھ لے اوراس کے بعد باقی تراویح نماز پڑھ لے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

اگر دوچار رکعت تراویح کی باقی رہ گئی اوروتر کی جماعت میں شرکت کر کے وتر کے بعد رہی ہوئی تراویح پڑھ لے تب بھی درست ہے، كذا في العالمگيرية (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۰ھ۔

تراویح کوایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا

سوال[۳۳۸۲]: إذا صلى رجل بالناس وهو إمام لصلوة التراويح، فهل يجوز له أن

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى في بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد، و هكذا في المكتوبات): أي الفرائض، لو صلى جماعةً في البيت على هيئة الجماعة في المسجد، نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضاعفة بسبع و عشرين درجةً، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل ...... التراويح ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل: ۱/ ۱۱۶، رشيديه)

(۲) "وإذا فاتته ترويحة أو ترويحتان، فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة، يشتغل بالوتر، ثم يصلي ما فاته من التراويح، و به كان يفتي الشيخ الإمام الاستاذ ظهير الدين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/ ۱۱۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۴، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۱۹، رشيديه)

یصلی تلك الصلوة فی مکان آخر بجماعة؟ .... وهذه العادة قد تجری فی مدراس فی بلاد الشافعین۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یجوز له الاقتداء فی مسجد آخر، و لیس له أن یؤم فیها إذا صلی مرةً (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وہ تراویح اور وتر کیسے پڑھے؟

سوال[۳۳۸۳]: جو شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھ سکا ہو تو کیا وہ تراویح اور وتر کی نماز باجماعت ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب رمضان میں بہت سے لوگ عذر کی وجہ سے مسجد میں تاخیر سے آتے ہیں اور فرض نماز جماعت ان کے آنے سے قبل ہوجاتی ہے، تو اب وہ فرض نماز علیحدہ سے پڑھے گا اور تراویح و وتر میں جماعت کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔

کسی ایک مدرسہ کا اشتہار آیا ہوا ہے اس میں یہ درج ہے کہ جو عشاء فرض باجماعت نہ پڑھ سکتا ہو وہ وتر کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور حوالہ شامی کا دے رکھا ہے، عبارت یہ ہے: "إذا لم یصل الفرض معه لم یتبعه فی الوتر". شامی مصری (۲)۔

یہ حوالہ اسی اشتہار میں درج ہے تو اس عبارت کا مطلب کیا ہے "معہ" کی ضمیر کا مرجع کیا ہے، کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے، اگر فرض نماز کوئی جماعت ادا کرے، وتر کو الگ سے پڑھا جائے اور اس کے جواز و عدمِ جواز بحوالہ کتب مع عبارت تحریر کریں۔

---

(۱) "وکره أن یؤم فی التراویح مرتین فی لیلة واحدة، وعلیه الفتوی؛ لأن السنة لا تتکرر فی الوقت الواحد، فتقع الثانیة نفلاً مضمرات، بخلاف مالو صلاها مأموماً مرتین، لا یکره کمالو أم فیها". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۱۲، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۶، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل التراویح: ۴۰۸، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

الجواب حامداًومصلیاً:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وتر نماز مستقل نماز ہے، اس کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع نہیں، جو شخص جماعتِ فرضِ عشاء میں شریک نہیں ہوسکا وہ جماعتِ وتر میں شریک ہوسکتا ہے، جب مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی گئی اور کوئی شخص متخلف رہ گیا بعد میں آیا تو وہ تنہا فرض پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شریک ہوجائے:

"ولو ترك الجماعة في الفرض، لم يصلوا التراويح جماعةً؛ لأنها تبعٌ، فمصليه وحده يصليها معه. و لو لم يصلها: أى التراويح بالإمام أو صلاها مع غيره، له أن يصلى الوتر معه. لو تركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة؟ فليراجع". درمختار(۱)۔

"(قوله : فليراجع) ففيه التعليل بقولهم:"لأنها تبع" أن يصلى الوتر بجماعة فى هذه الصورة؛ لأنه ليس بتبع للتراويح، ولا للعشاء عند الإمام رحمه الله تعالىٰ، انتهى"،حلبى". طحطاوى:۱/ ۲۹ (۲)۔

شامی کی رائے کے مقابلہ میں اس مسئلہ میں طحطاوی کی رائے مقدم ہے کیونکہ قواعدِ امام کے موافق ہے، مجموعۃ الفتاویٰ میں ہے:

"وفى مختصره: إذا لم يصل الفرض مع إمام، قيل: لا يتبعه فى التراويح و لا فى الوتر، وكذا إذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه الوتر، والصحيح أنه يجوز أن يتبعه فى ذاك كله"(۳)۔

كبيرى شرح منية المصلى،ص: ۳۹۱: "لو دخل بعد ما صلى الإمام الفرض، و شرع فى التراويح، فإنه يصلى الفرض أولاً وحده، ثم يتابعه فى التراويح"(٤)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۴۸، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۱/ ۲۹۷ دارالمعرفة بيروت)

(۳) (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة: ۱/ ۱۴۴ ، امجد اكيڈمى لاهور)

(۴) (الحلبى الكبير، فصل فى النوافل، فروع: ۴۰۸، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح : ۱/ ۱۱۲، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۱۲۳، رشيديه)

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعت، یا دو اماموں کا ملکر تراویح پڑھانا

سوال[۳۳۸۴]: ایک متوسط جامع مسجد جس میں دو حصے ہیں اوپر، نیچے، تو رمضان المبارک میں اوپر نیچے دونوں جگہ تراویح ہوسکتی ہے یعنی ہر حصہ کے علیحدہ امام ہیں دونوں ایک ہی مکتبہ فکر کے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا اجازت ہے جب کہ نیچے بہت جگہ ہے اور دونوں حافظوں کا کوئی سامع نہیں ہے، تو یہ صورت مناسب ہے کہ ایک حافظ پڑھے اور دوسرا سنے، یا یہ صورت بہتر ہے کہ اوپر نیچے تراویح علیحدہ علیحدہ ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح دو جگہ بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ آوازوں میں ٹکراؤ نہ ہو، مگر اچھا یہی ہے کہ امام کے پیچھے سب پڑھیں اور دوسرے حافظ سامع کی حیثیت سے پیچھے رہیں۔ تا کہ اگر لقمہ دینے کی ضرورت پیش آئے تو آسانی رہے۔ پھر چاہیں ایسا کریں کہ ایک شب ایک امام صاحب تراویح پڑھائیں اور دوسری شب دوسرے امام صاحب تراویح پڑھائیں، یا ۸/ رکعت ایک امام صاحب پڑھائیں اور بارہ رکعت دوسرے امام صاحب پڑھائیں تا کہ دونوں کو سنانے کا موقع مل جائے اور جماعت بھی ایک ہی رہے، حرم شریف میں ایسا ہی کرتے ہیں کہ دو امام پڑھاتے ہیں:

وفی الخلاصة: "إذا صلی التراویحَ الواحدَ إمامان كلٌّ إمام ركعتين، اختلف المشايخ، والصحيح أنه لا يستحب، لكن كل ترويحة يؤديها إمام واحد"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز تراویح ادا کرنا

سوال[۳۳۸۵]: ایک قصبہ ہے، چاروں طرف مسلم آبادی ہے، ہر محلّہ میں مسجد ہے، قصبہ کے درمیان عیدگاہ ہے، یہاں رمضان کے مہینہ میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ قصبہ کے بہت سے لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر

(۱) (خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الثالث فی التراويح: ۱/۶۴ امجد اکیڈمی لاهور)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(وكذا فی فتاوىٰ قاضی خان، كتاب الصوم باب التراويح: ۱/۲۳۳، رشيديه)

(وكذا فی التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فی التراويح: ۱/۶۵۵، إدارة القرآن، كراچی)

پنجوقتہ نماز اور تراویح اسی عید گاہ میں پڑھتے ہیں حالانکہ اس کے قرب و جوار میں چار چھ مسجدیں موجود ہیں اور مسجدوں کی اذان انہیں اچھی طرح سنائی دیتی ہے، پھر بھی وہ لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر کھلی عید گاہ میں ہی پورے رمضان نماز پڑھتے ہیں، اگر بارش ہوتو مسجدوں کو چھوڑ کر بازو کے اسکول میں نماز ادا کرتے ہیں۔ایسا کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مسجدوں کو چھوڑ کر عید گاہ میں پورے رمضان نماز ادا کرنا غلط طریقہ ہے، یہ مسجدوں کو ویران وغیرآباد کرنا ہے(۱)، ایسا نہ کریں سب اپنے اپنے محلّہ کی مسجدوں کو رمضان المبارک میں پنجگانہ اذان و جماعت سے آباد رکھیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کی تراویح کی امامت

سوال[۳۳۸۶]: زید ایک گاؤں میں امامت کرتا ہے،صوم وصلوۃ کا پابند ہے،اس سال بیماری کی وجہ سے وہ روزے نہیں رکھے،مگر امامت کرتا رہا اور تراویح بھی پڑھاتا رہا،کسی نے کہا کہ امام صاحب تراویح پڑھا نہیں سکتے کیونکہ روزہ نہیں رکھ رہے ہیں،اب اس گاؤں یا اطراف و جوانب میں اس لائق آدمی نہیں جو امامت کرے تو اس صورت میں زید کا امامت کرنا جائز ہوگا،یا اگر دوسرا کوئی امامت کے لائق ہے،مگر امام نہیں،یہی امام

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و من أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها، أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين﴾ ﴿وسعى في خرابها﴾: أى هدمها و تعطيلها ، وقال الواحدى : إنه عطف تفسير؛ لأن عمارتها بالعبادة فيها (أولئک) الظالمون المانعون الساعون في خرابها". (روح المعانى مبحث في (و من أظلم ممن منع مساجد الله) الآية : ۱/ ۳۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "(قوله: و مسجد حيه أفضل من الجامع): أى الذى جماعته أكثر من مسجد الحى ..... بل في الخانية: لو لم يكن لمسجد منزله مؤذن، فإنه يذهب إليه و يؤذن فيه و يصلى و لو كان وحده؛ لأن له حقاً عليه فيؤديه". (رد المحتار، مطلب في أفضل المساجد : ۱/ ۶۵۹، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

مقرر ہے، اس صورت میں.......... کہ زید روزہ سے نہیں ہے امامت کرسکیں گے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جوشخص مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، اللہ پاک نے اس کو مہلت دی ہے کہ پھر بعد میں رکھے، اس کو مجرم قرار نہیں دیا کہ اس کی امامت کو ناجائز قرار دیا جائے: ﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفرٍ، فعدة من أيام أخر﴾ الآية (۱) لہٰذا زید مذکور کی امامت فرض وتر وتراویح سب میں درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تراویح میں سنت طریقہ سے مقتدی ناخوش ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال [۳۳۸۷]: اگر کسی مسجد کے امام یا نگران کارو غیرہ سنت طریقہ پر تراویح یا کوئی دیگر دینی کام کرنا چاہیں مگر مصلی اور محلّہ کے لوگ ناراض ہوجائیں تو ایسی صورت میں امام اور متولی ونتظم مسجد وغیرہ کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت طریقہ پر عمل کیا جائے خلاف سنت کاموں کو رواج نہ دیا جائے جو مصلی سنت پر عمل کرنے سے ناراض ہوں ان کو شفقت اور نرمی سے سمجھایا جائے کہ اس کام سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوتے ہیں جو کہ مسلمان کے لئے کسی طرح زیبا نہیں، آپ کو ناراض کرکے قیامت میں کیسے شفاعت کی درخواست کرسکیں گے اور بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے کیسے نجات ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال [۳۳۸۸]: نابالغ کے پیچھے تراویح بقول معتبر بروئے مذہب حنفی جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ

---

(۱) (البقرة: ۱۸۴)

﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ الآية: أي المريض والمسافر لا يصومون في حال المرض والسفر، ولما في ذلك مشقة عليهما، بل يُفطرَانِ و يقضيان بعد ذلك من أيام أخر". (تفسير ابن كثير، الجزء الثاني، (سورة البقرة، الاية: ۱۸۴): ۱/۲۹۰، مكتبه دار السلام رياض)

ہے تو تنزیہی ہے یا تحریمی؟

المستفتی: غلام مصطفیٰ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مختار قول کی بناء پر مذہب حنفیہ میں نابالغ لڑکے کو بالغین کا امام بنانا جائز نہیں ہے: "ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو في جنازة ونفل على الأصح". درمختار قال الشامي: "والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها". ردالمحتار: ۱/۶۰۶(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شعبان/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/شعبان/۵۷ھ۔

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۸۹]: زید کے لڑکے کی عمر ۱۳/سال ہے، حافظِ قرآن ہے، تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے، نہ سنانے کی حالت میں قرآن پاک بھول جانے کا اندیشہ ہے، اس کی امامت فرض وتراویح میں درست ہے یا نہیں؟

مشتاق احمد، مظفر منزل، ہیڈ کلرک میونسپل بورڈ، سکندرآباد، ضلع بلندشہر، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ لڑکا بالغ ہے تب تو اس کے پیچھے فرض اور تراویح سب نمازیں صحیح ہیں، اگر وہ نابالغ ہے تو اس کے پیچھے نہ فرض نماز صحیح ہے نہ تراویح۔ فرض اور تراویح سب کی امامت کے لئے مفتی بہ قول پر بلوغ شرط ہے اور اس بارہ میں خود لڑکے کا قول معتبر ہوگا۔ قرآن شریف بھول جانے کے خوف سے نابالغ کا تراویح پڑھانا درست نہیں، البتہ اگر اس کے سب مقتدی بھی نابالغ ہوں تو امامت درست ہوگی۔

---

(۱) (ردالمحتار على الدر المختار: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، كتاب الصلوة، باب الإمامة، سعيد)

"والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها، كذا في الهداية. وهو الأصح، هكذافي المحيط. وهو قول العامة، وهو ظاهر الرواية، هكذا في البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الثالث: ۱/۸۵، رشيديه)

"ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى وصبي مطلقاً، ولو في جنازة ونفل على الأصح".
درمختار۔ قال الشامي: "والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها". ١/٦٠٤(١) كذا في الهنديه: ١/٨٤(٢)۔

"وفيه: إمامة الصبي المراهق للصبيان مثله يجوز، كذا في الخلاصة"(٣)۔ "وأدنى المدة في حقه اثنا عشرة سنةً، وفي حقها تسع سنين، يعني لو ادعيا البلوغ في هذه المدة، تقبل فيها". بحر: ٨/٨٥(٤)۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، کیم/شعبان/۵۳ھ۔
صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، ۲/شعبان/۵۳ھ۔

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۹۰]: دس بارہ سال کا لڑکا حافظ قرآن ہو جائے، نابالغ ہے تو کیا وہ ماہ رمضان شریف میں تراویح دیگر لوگوں کو سنا سکتا ہے؟ مقتدیوں کی تراویح اور ختم ہو جائے گی؟
مولوی غلام احمد صاحب شیخ الجامعہ مدرسہ عالیہ بہاولپور کا فتویٰ موجود ہے کہ "نابالغ حافظ تراویح میں قرآن شریف سنا سکتا ہے اور تراویح ہو جاتی ہے"۔ کیا مسئلہ مختلف فیہ ہے؟ اور اگر مختلف فیہ ہے تو فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

فتاویٰ قاضی خان فی امامة الصبیان فی التراویح میں ہے:

"اختلفوا فيه قال مشايخ العراق و بعض مشايخ بلخ: لا يجوز، و قال بعضهم: يجوز. وعن نصر بن يحيىٰ أنه سئل عنها؟ قال: يجوز إذاكان ابن عشر سنين، و قال شمس الأئمة

(١) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٧٧، ٥٧٨، سعيد)
(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الثالث: ١/٨٥، رشيديه)
(٣) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الثالث: ١/٨٥، رشيديه)
(٤) (البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ٨/١٥٤، رشيديه)
(وكذا في الدرالمختار، فصل، قبيل كتاب المأذون: ٦/١٥٤، سعيد)

السرخسي: الصحيح أنه لا يجوز؛ لأنه غير مخاطب، وصلاته ليست بصلوة على الحقيقة، فلا يجوز إمامته كإمامة المجنون. إن أم الصبيان يجوز؛ لأن صلوة الإمام مثل صلوة المقتدى الخ": ۱/۲٤۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال[۳۳۹۱]: ایک لڑکا حافظ قرآن ہے اس کی عمر اس سال شعبان المعظم ختم ہونے پر چودہ سال نو ماہ ہوگی، بظاہر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی جاتی۔ تو وہ اس سال رمضان میں تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس کو رمضان المبارک آنے سے پہلے احتلام شروع ہوجائے تو اس کو امام بنا کر تراویح اس کے پیچھے پڑھنا درست ہوگا (۲) ورنہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۸۹ھ۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبيان في التراويح: ۱/۲۴۳، رشيديه)

"(و لا يصح اقتداء رجل بامرأة و صبي مطلقاً) و لو في جنازة و نفل على الأصح". (الدرالمختار). "(قوله: ونفل على الأصح) قال في الهداية: و في التراويح و السنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، و لم يجوزه مشايخنا ..... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها، المراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب". (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، سعيد)

(۲) "(بلوغ الغلام بالاحتلام والإنزال .... فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتمّ لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى) لقصر أعمار أهل زماننا". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام بالاحتلام الخ: ۶/۱۵۳، سعيد)

(۳) "(لا يصح اقتداء رجل بامرأة و صبي مطلقاً) ولو في جنازة و نفل على الأصح". (الدرالمختار). "(قوله: ونفل على الأصح) قال في الهداية: و في التراويح و السنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، و لم يجوزه مشايخنا ..... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها، المراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب". (رد المحتار، باب الامامة: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، سعيد) .... =

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۹۲]: نابالغ کے پیچھے تراویح کی اقتداء کرنا صحیح ہے یانہیں؟ اور وہ ختم تراویح کراسکتا ہے یانہیں؟

اکبرعلی کچھاڑی، طالب علم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نابالغ کے پیچھے بالغین کی نماز فرض، وتر، تراویح وغیرہ کچھ بھی درست نہیں، جب وہ بالغ ہوجائے گا تو اس کی امامت درست ہوسکے گی بالغ ہونے کی علامت احتلام وانزال ہے ورنہ پندرہ سال کی عمر میں:

"و لایصح اقتداء الرجل بامرأة و صبی مطلقاً و لو فی جنازة و نفل علی الاصح، اهـ".

در مختار۔ "إنه لا یجوز فی الصلاة کلها، والمراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب، الخ".

شامی: ۱/۱ ٥ ٤ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۸/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح اور وتر میں عورتوں کی جماعت

سوال[۳۳۹۳]: میں نے اپنے بھائی سے قرآن حفظ کیا اور میں تراویح سنانا چاہتی ہوں، اس کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟ اور سامع کس کو بناؤں جب کہ کوئی حافظ نہ ملتا ہو، کیا نابالغ لڑکا سامع بن سکتا ہے؟ اور یہ بھی تحریر فرمادیں وتر کیسے پڑھی جائے گی اور اس کی کیا شکل ہوگی؟

= (وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی إمامة الصبیان فی التراویح: ۱/۲۴۳، رشیدیه)

(۱) (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی إمامة الصبیان فی التراویح: ۱/۲۴۳، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۸، سهیل اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ کا سامع بننا درست ہے جب کہ اس کو یاد ہو اور لقمہ دے سکے (۱)، مگر آپ کو امام بن کر جماعت کرانا اور تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چاہئے، تنہا تراویح میں یا نوافل میں جتنا چاہیں پڑھا کریں، بغیر نماز کے نابالغ حافظ کو سنا دیا کریں۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے فرض میں بھی، وتر میں بھی، تراویح میں بھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کی امامت تراویح میں

سوال [۳۳۹۴]: اگر کوئی عورت حافظ قرآن ہو تو مثل مردوں کے ختم فی التراویح بصورتِ امامت اور جماعتِ نساء اس کے لئے درست ہے یا کسی شرعی قباحت کو مستلزم ہے؟ اگر کوئی قباحت ہے، تو بقائے حفظ کی اہمیت وضرورت بقاعدہ "الضرورات تبیح المحظورات" وبقاعدہ "الکراهية ترتفع عند العذر والحاجة" اس قباحت پر غالب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وكره جماعة النساء بواحدة منهن". مراقي الفلاح. "(قوله: و كره جماعة النساء) تحريماً للزوم أحد المحظورين: قيام الإمام في الصف الأول وهو مكروه، أو تقدم الإمام و هو

(۱) "و فتح على إمامه لم تفسد .... وفتح المراهق كالبالغ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۱، رشيديه)

(۲) "ويكره تحريماً (جماعة النساء) ولو في التراويح". (الدر المختار). "(قوله: ولو في التراويح) أفاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً و نفلاً". (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۵، رشيديه)

أيضاً مكروه فى حقهن الخ". طحطاوى، ص: ١٦٦(١)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا امام بن کر عورتوں کو نماز پڑھانا............مکروہ تحریمی ہے۔ بقائے حفظ کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ خارج نماز میں روزانہ والدہ، والد، بھائی، بہن، شوہر، اولاد کسی کو سنادیا کرے اور جتنا سنائے اس کو تراویح یا دوسری نمازوں میں پڑھ لیا کرے، اس سے حفظ بھی باقی رہے گا، اور نمازوں میں طویل قرأت کی عادت بھی ہوجائے گی اور کوئی محظور بھی لازم نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح اور اس کے ضروری مسائل

سوال[۳۳۹۵]: مسئلہ:۱......کل تراویح حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت ہیں (۲) اوران کو جماعت سے پڑھنا سنت ہے، اگر تمام اہل محلّہ تراویح چھوڑ دیں تو سب ترکِ سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے، کبیری (۳)۔

مسئلہ:۲......اکثر اہلِ محلّہ نے تو تراویح جماعت سے پڑھی مگر اتفاقاً ایک دو شخص نے جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ اپنے مکان میں تنہا پڑھی تب بھی سنت ادا ہوگئی۔ کبیری (۴)۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۳۰۴، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار: ۱/۵۶۵، باب الإمامة، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق: ۱/۲۵۰، امداديه ملتان)

(۲) قال العلامة الحلبى: "(تنبيه) ...... ان التراويح عندنا عشرون ركعةً بعشر تسليمات، وهو مذهب الجمهور". (الحلبى الكبير، فصل فى النوافل، التراويح، ص: ۴۰۶، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى تنوير الأبصار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(۳) "إن الجماعة فيها سنة (على سبيل الكفاية، حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة) وصلوا فى بيوتهم، فقد تركوا السنة، وقد أساؤا فى ذلك". (الحلبى الكبير، فصل فى النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۴) قال العلامة الحلبى: "(وإن أقيمت التراويح) فى المسجد بالجماعة (وتخلف عنها) رجل (من أفراد الناس وصلى فى بيته، فقد ترك الفضيلة لا السنة)". (الحلبى الكبير، فصل فى النوافل، التراويح، =

مسئلہ:۳......گھر پر تراویح کی جماعت کرنے سے بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔ کبیری (۱)۔

مسئلہ:۴......تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے (لہذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں) اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی وہاں پر تراویح کو بھی جماعت سے پڑھنا درست نہیں۔ کبیری (۲)۔

مسئلہ:۵......ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہو کر، اب اسی شب میں اس کو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں، البتہ دوسری مسجد میں اگر تراویح کی جماعت ہو رہی ہو تو وہاں (بنیتِ نفل) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے۔ کبیری (۳)۔

مسئلہ:۶......ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ کبیری (۴)۔

= ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "(وإن صلى) أحد (في بيته بالجماعة) حصل لهم. ثوابها وأدركوا فضلها، ولكن (لم ينالوا فضل الجماعة) التي تكون (في المسجد) لزيادة فضيلة المسجد، و تكثير جماعته، وإظهار شعائر الإسلام". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال العلامة الحلبي: "وفي القنية: لوتركوا الجماعة في الفرض، ليس لهم أن يصلوا التراويح جماعةً؛ لأنها تبعٌ للجماعة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی)

(۳) "(ولوأم) رجل (في التراويح، ثم اقتدى بآخر في تراويح تلك الليلة) أيضاً (لا يكره) له ذلك، كما لو صلى المكتوبة إمامٌ ثم اقتدى فيها متنفلاً بإمام آخر، و هذا لأن صلاة النفل غير التراويح. ولو أم في التراويح مرتين في مسجد واحد كره، و كذا لو صلاها مرتين مأموماً في مسجد واحد، وإن في مسجدين اختلف فيه: حكي عن أبي بكر الإسكاف أنه لايجوز: يعني لا يجوز تراويح أهل المسجد الثاني، واختاره أبو الليث رحمه الله تعالىٰ. و قال أبو النصر: يجوز لأهل المسجدين جميعاً كما لو أذن وأقام و لم يصل، فكذا في التراويح، والظاهر أن هذا بناء على صحة التراويح بنية النفل المطلق و عدمها". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) لم أجد في الحلبي منطبقةً على هذه المسئلة، وقد ظفرت عليها في الفتاوىٰ العالمكيرية، قال فيها: "جاز أن يصلي الفريضةَ أحدهما والتراويح الآخر، وقد كان عمر رضي الله تعالىٰ عنه يؤمهم في =

مسئلہ:۷...... کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہوچکی تو دوسری مرتبہ ہی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔ بحر (۱)۔

مسئلہ:۸...... نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں۔ کبیری (۲)، البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ خانیہ (۳)۔

مسئلہ:۹...... اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہو تو دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ عالم گیری (۴)۔

مسئلہ:۱۰...... اجرت مقرر کر کے امام کو تراویح کے لئے بُلا نامکروہ ہے۔ عالم گیری (۵)۔

مسئلہ:۱۱...... ہر ترویحہ پر یعنی چار رکعت پڑھ کر اتنی ہی دیر یعنی چار رکعت کے موافق جلسۂ استراحت مستحب ہے، (اسی طرح پانچویں ترویحہ کے بعد وتر سے پہلے بھی جلسہ مستحب ہے، لیکن اگر مقتدیوں پر اس سے

= الفريضة والوتر، وكان أبيّ رضى الله تعالىٰ عنه يؤمهم فى التراويح، كذا فى السراج". (فصل فى التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(۱) "ولو صلوا التراويح، ثم أرادوا أن يصلوا ثانياً، يصلون فرادىٰ. انتهى". (البحرالرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحلبى: "(وإذا بلغ الصبى عشر سنين فأمّ) البالغين (فى التراويح يجوز، و ذكر فى بعض الفتاوى أنه لا يجوز، وهو المختار) وقال شمس الأئمة السرخسى: هو الصحيح". (الحلبى الكبير، فصل فى النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) "وإن أمّ (أى الصبىُّ) الصبيان يجوز؛ لأن صلاة الإمام مثل صلاة المقتدى". (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل فى إمامة الصبيان فى التراويح : ۱/۲۴۳،رشيديه)

(۴) "قال الإمام: إذا كان إمامه لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده ويطوف". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح :۱/۱۱۶، رشيديه)

(۵) "ويكره للرجال أن يستأجروا رجلاً يؤمهم فى بيتهم؛ لأن استئجار الإمام فاسد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع، فى النوافل، فصل فى التراويح : ۱/۱۱۶، رشيديه)

گرانی ہوتو نہ بیٹھے، عالم گیری (۱) اور اتنی دیر تک اختیار ہے کہ تسبیح، قرآن شریف، نفلیں جو دل چاہے پڑھتا رہے، اہلِ مکہ کا معمول طواف کرنے اور دو رکعت نفل پڑھنے کا ہے اور اہلِ مدینہ کا معمول چار رکعت پڑھنے کا۔ کبیری (۲)۔ اور یہ دعا بھی منقول ہے:

"سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء و الجبروت، سبحان الملك الحی الذی لا یموت، سبوح، قدوس، رب الملائكة والروح، لاإله إلا الله، نستغفر الله نسألك الجنة، و نعوذ بك من النار". شامی(۳)۔

مسئلہ:۱۲...... دس رکعت پر جلسۂ استراحت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ کبیری (۴)۔

مسئلہ:۱۳...... ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے۔ کبیری (۵)۔

مسئلہ:۱۴...... دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، آٹھ رکعت

---

(۱) **"ویستحب الجلوس بین الترویحتین قدر ترویحة، و كذا بین الخامسة والوتر، كذا فی الكافی، وهكذا فی الهداية. ولو علم أن الجلوس بين الخامسة والوتر يثقل على القوم، لا يجلس، هكذا فی السراجية".** (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(۲) **قال العلامة الحلبی: "(فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة) وهو مخير فيه إن شاء جلس ساكتاً وإن شاء هلّل أو سبح أو قرأ أو صلى نافلةً منفرداً .... فإن عادة أهل مكة أن يطوفوا بعد كل أربع أسبوعاً، ويصلوا ركعتی الطواف، و عادة أهل المدينة أن يصلوا أربع ركعات".** (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

(۴) "(وإن استراح على خمس تسليمات): أی عقب عشر ركعات (قال بعضهم: لا بأس به): أی لا يكره، (وقال أكثر المشايخ: لا يستحب) ذلک لمخالفة عمل أهل الحرمين. و قوله: (لا يستحب كنايةٌ عن الكراهة التنزيهية". (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۵) قال العلامة الحلبی: "و من المكروه ما يفعله بعض الجهال من صلوة ركعتين منفرداً بعد كل ركعتين؛ لأنها بدعة". (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

7 بھی ایک سلام سے پڑھنا مکروہ نہیں (مگر ہر ترویحہ پر جلسۂ استراحت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی)، البتہ اس سے زائد خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ کبیری (۱)۔

مسئلہ:۱۵...... کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوگئی تھی تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحوں کے درمیان جلسہ کے وقت پوری کرلے، اگر موقعہ نہ ملے تو وتروں کے بعد پڑھے اور وتروں یا تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے۔ کبیری (۲)۔

مسئلہ:۱۶...... اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے، مثلاً: امام نے بغیر وضو پڑھائے یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے، اگرچہ یہاں وہ وجہ موجود نہ ہو۔ کبیری (۳)۔

مسئلہ:۱۷...... قیامِ لیلِ رمضان یا تراویح یا سنتِ وقت یا صلوۃ امام کی نیت کرنے سے تراویح ادا

---

(۱) "من مذهب أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه كل ركعتين عن تسليمة، وعند البعض يجوز الكل عن تسليمة واحدة، و في ظاهر الرواية عنه: يجوز عن أربع تسليمات بناءً على أن الزيادة على الثمان بتسليمة واحدة يكره". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "لو دخل بعد ما صلى الإمام الفرض، و شرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أولاً و حده، ثم يتابعه في التراويح. (الحلبي، ص: ۴۰۱)..........(إن فاتته) مع الإمام (ترويحة أو ترويحتان) أو أكثر هل يقضيها قبل الوتر أو يوتر ثم يقضيها؟ (ذكره في الذخيرة) فقال: اختلف المشايخ في زماننا قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي) ما فاته من التراويح إحرازاً لفضيلة الوتر بالجماعة مع أن التراويح تجوز بعده. (وقال بعضهم: يصلي التراويح المتروكة ثم يوتر) بناءً على أن وقتها قبل الوتر، فيلزم تقديمها عليه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) قال العلامة الحلبي: "و لو صلى العشاء بإمام): أي مع إمام أو مقتدياً بإمام (وصلى التراويح بإمام آخر، ثم علم أن الإمام) الأول كان قد(صلى العشاء على غير وضوء) أو علم فسادها بوجه من الوجوه؛ فإنه (يعيد العشاء) لفسادها (و) يعيد (التراويح) تبعاً لها كما يعيد سنتها، ولا يلزمه إعادة الوتر". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

ہو جائیں گی۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۱۸......مطلقاً نماز یا نوافل کی نیت پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۱۹......اگر کسی نے عشا کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور امامِ تراویح کے پیچھے سنتِ عشاء کی نیت کر کے اقتدا کیا، تو یہ جائز ہے۔خانیہ(۳)۔

مسئلہ:۲۰......اگر امام دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے پہلے شفعہ کی نیت کی، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔خانیہ(۴)۔

مسئلہ:۲۱......اگر تراویح کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضاء نہیں، نہ جماعت کے ساتھ، نہ بغیر جماعت کے، اگر کسی نے قضاء کی تو تراویح نہ ہونگی، بلکہ نفلیں ہونگی۔بحر(۵)۔

مسئلہ:۲۲......اگر یاد آیا کہ گذشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہو گیا یا فاسد ہو گیا تھا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضاء کرنا مکروہ ہے۔خانیہ(۶)۔

---

(۱) "إن نوى التراويح أو سنة الوقت أو قيام الليل في رمضان، جاز". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح: ۱/۲۳۶، رشيديه)

(۲) "إن التراويح لا تتأدى إلا بنية التراويح أو بنية السنة في هذا الوقت". (الخانية على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح: ۱/۲۳۷، رشيديه)

(۳) "ولو اقتدى بإمام في التراويح، والمقتدي نوى سنة العشاء بأن لم يكن صلى السنة بعد العشاء حتى قام الإمام إلى التراويح، جاز". (فتاویٰ قاضی خان، المصدر السابق)

(۴) "لو اقتدى بإمام يصلي التسلمية الثانية أو العاشرة والمقتدي نوى التسليمة الأولىٰ أو الخامسة، جاز؛ لأن الصلوة واحدة، و ليس عليه أن ينوي التسلمية الأولى أو الثانية". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، فصل في نية التراويح: ۱/۲۳۷، رشيديه)

(۵) "وإذا فاتت التراويح لا تُقضى بجماعة، والأصح أنها لا تقضى أصلاً، فإن قضاها وحده، كان نفلاً مستحباً لا تراويح كسنة المغرب والعشاء". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۹، رشيديه)

(۶) "وإن تذكر في الليل أنه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فأراد القضاء بنية التراويح، يكره". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في وقت التراويح: ۱/۲۳۶، رشيديه)

مسئلہ:۲۳......اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا، بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ اخیر کی دو رکعت شمار ہوں گی۔کبیری (۱)۔

مسئلہ:۲۴......اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا، ایک شفعہ مثلاً رہ گیا، تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے (۲)۔

مسئلہ:۲۵......اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا نہیں ہوا اور کل تراویح انیس ہوتی ہیں تو دو رکعت اور پڑھ لی جائے، یعنی صرف شفعہ فاسدہ کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔کبیری (۳)۔

مسئلہ:۲۶......جب شفعۂ فاسدہ کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا تھا، اس کا بھی اعادہ کرنا چاہئے تا کہ تمام قرآن شریف صحیح نماز میں ختم ہو۔خانیہ (۴)۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة و) الحال (أنه لم يقعد على ركعتين) منها قدر التشهد (تجزى) الأربع (عن تسليمة واحدة): أى عن ركعتين عند أبي حنيفة و أبي يوسف (وهو المختار) فإذا تركها، كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً .... وهو القياس، وإنما جاز استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، و بالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، و قد أتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "(ولو تذكروا تسليمةً) كانوا قد سهوا عنها، فتذكروها (بعد) ما صلوا صلاة) الوتر، قال أبو بكر بن الفضل: لا يصلون بجماعة)؛ لأنها فاتت عن محلها، والجماعة إنما شرعت في التراويح إذا كانت في محلها، (وقال الصدر الشهيد: يجوز أن يقال: تصلى) تلك التسليمة (بجماعة)؛ لأن وقتها باق؛ لأنه الليل كله بعد العشاء وبعد الوتر". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) قال العلامة الحلبي: "(ولو سلم الإمام على رأس ركعة ساهياً في الشفع الأول) من التراويح (ثم صلى ما بقى) منها (على وجهها) قيل: أن يعيد ذلك الشفع (قال مشايخ بخارى: يقضى الشفع الأول لا غير)؛ لأن كل شفع صلوة على حدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) "وإذا فسد الشفع من التراويح و قد قرأ فيه هل يُعتدّ بما قرأ؟ قال بعضهم: لا يعتد، ليحصل الختم=

مسئلہ: ۲۷......ایک شخص تراویح سمجھ کر نماز میں شریک ہوا، پھر معلوم ہوا کہ امام وتر پڑھا رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت بھی اپنی رکعت میں ملا لے، لیکن اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا اور چوتھی رکعت نہیں ملائی تب بھی اس کے ذمہ اس کی قضاء نہیں (۱)۔

مسئلہ: ۲۸......اگر تمام نمازیوں اور امام کو شک ہوا کہ ۱۸/ تراویح ہوئی ہیں یا بیس پوری ہوگئیں تو دو رکعت بلا جماعت اَور پڑھ لی جائیں۔کبیری (۲)۔

مسئلہ: ۲۹......اگر تمام مقتدیوں کو تو شک ہوا، لیکن امام کو شک نہیں ہوا، بلکہ کسی ایک بات کا یقین ہے تو وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور مقتدیوں کے قول کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔کبیری (۳)۔

مسئلہ: ۳۰......اگر بعض کہتے ہیں کہ بیس پوری ہوگئیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ اٹھارہ ہوئی ہیں، تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔کبیری (۴)۔

مسئلہ: ۳۱......اگر اٹھارہ پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہوگئیں اور وتروں کی نیت باندھ لی، مگر دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ ایک شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے، جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا، تو یہ شفعہ تراویح کا شمار نہ

= فی الصلوات الجائزة". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراویح: ۱/ ۲۳۸، رشیدیه)

(۱) قال الحلبی: "اقتدی به علی ظن أنه فی التراویح، فإذا هو فی الوتر، یتمه معه و یضم إلیها رابعةً و لو أفسدها، لا شیء علیه". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) "(وإذا شکوا): أی الإمام والقوم (فی أنهم) هل (صلّوا تسع تسلیمات) ثمانی عشر رکعة (أو عشر تسلیمات؟ ففیه اختلاف: والصحیح أنهم یصلّون بتسلیمة) أخری (فرادی) للاحتیاط فی الموضعین إکمال التراویح بیقین والاحتراز عن التنفل الزائد علیها بالجماعة، هذا إذا اتفق الکل علی الشک". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۳) "إذا کان الإمام وحده فی طرف وهو متیقن، عمل بما عنده ولا یلتفت إلی قول الجماعة". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۶، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۴) "فإن اختلفوا و کان الإمام مع بعضهم، رجح إذا ادعی کل فریق الیقین". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

ہوگا۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۳۲......اگر کسی کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی تھی، اس کی نیت سے تراویح پڑھی، تو یہ تراویح ادا نہ ہوں گی۔خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۳۳......اگر تین رکعت پر سلام پھیر دیا تو دو رکعت پر اگر بیٹھ چکا تھا تب تو ایک شفعہ صحیح ہوگیا اور چونکہ دوسرا شفعہ شروع کر چکا تھا، اس لئے اس کی قضاء ہوگی (۳)۔

مسئلہ:۳۴......اگر دو رکعت پر نہیں بیٹھا تو پہلا شفعہ بھی صحیح نہیں ہوا، لہٰذا اس کی قضاء ضروری ہے۔ خانیہ(۴)۔

مسئلہ: ۳۵...... بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے تراویح ادا ہو جائے گی، مگر ثواب نصف ملے گا۔ عالمگیری (۵)۔

---

(۱) "ولو صلى من التراويح تسع تسليمات، و شرع في الوتر فاقتدى به رجل في الوتر، ثم علم الإمام أنه صلى تسع تسليمات، لم يجز للمقتدي ما نوى؛ لأنه نوى التراويح، والإمام نوى الوتر .... هذا بناء على أن التراويح لا تتأدى إلابنية التراويح أو بنية السنة في هذا الوقت ". (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح : ۱/۲۳۷، رشيديه)

(۲) "ولو صلى التراويح بنية الفوائت من صلاة الفجر، لم تكن محسوبةً عن التراويح". (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الهندية، فصل في نية التراويح : ۱/۲۳۷، رشيديه)

(۳) "وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين: إما إن قعد في الثانية أو لم يقعد، فإن قعد جاز عن تسليمة واحدة ويجب عليه قضاء ركعتين؛ لأنه شرع في الشفع الثاني بعد إكمال الشفع الأول، فإذا أفسد الشفع الثاني بترك الرابعة، كان عليه قضاء ركعتين". (فتاویٰ قاضي خان ،كتاب الصوم، فصل في السهو : ۱/۲۴۰، رشيديه)

(۴) "وإن لم يقعد في الثانية ساهياً أو عامداً .... تفسد صلاته، ويلزمه قضاء ركعتين لا غير". (فتاویٰ قاضي خان، فصل في السهو : ۱/۲۴۱، رشيديه)

(۵) "اتفقوا على أن أداء التراويح قاعداً لا يستحب بغير عذر، واختلفوا في الجواز، قال بعضهم: يجوز و هو الصحيح، إلا أن ثوابه يكون على النصف من صلاة القائم ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/۱۱۸، رشيديه)

مسئلہ:۳٦......اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھائے، تب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہوکر پڑھنا مستحب ہے۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۳۷......امام جب تشہد کے لئے بیٹھا تو ایک مقتدی سوگیا، امام نے سلام پھیر کر دوسرا شفعہ پڑھا اور جب تشہد کے لئے بیٹھا تب یہ سونے والا جاگا، پس اگر اس کو معلوم ہے کہ یہ دوسرا شفعہ ہے تو سلام پھیر کے دوسرے میں شریک ہوجائے اور امام کے سلام کے بعد کھڑا ہوکر مسبوق کی طرح دو رکعت پڑھے، پھر امام کے ساتھ تیسرے شفعہ میں شریک ہو۔عالم گیری(۲)۔

مسئلہ:۳۸......جماعت ہورہی ہے اور ایک شخص بیٹھا رہتا ہے، جب امام رکوع میں جاتا ہے تو فوراً یہ بھی نیت باندھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجاتا ہے، یہ فعل مکروہ ہے اور تشبہ بالمنافقین ہے۔کبیری(۳)۔

مسئلہ:۳۹......جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اس کو چاہیے کہ کچھ دیر سو رہے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔شامی(۴)۔

مسئلہ:۴۰......تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اُکتا جانے کی علامت ہے۔خانیہ(۵)۔

---

(۱) "يصح اقتداء القائم بالقاعد في التراويح عند الكل، وهو الصحيح .... الحاصل أن الإمام إذا كان قاعداً يستحب القيام للقوم". (فتاویٰ قاضي خان، کتاب الصوم، فصل في أداء التراويح قاعداً: ۱/۲۴۳، ۲۴۴، رشیدیه)

(۲) "رجل شرع في صلاة التراويح مع الإمام، فلما قعد الإمام، نام هو، وسلم الإمام، فأتى بالشفع الآخر وقعد يتشهد، فانتبه الرجل، إن علم ذلك، يسلم و يدخل مع الإمام و يوافقه في التشهد، فإذا سلم الإمام يقوم يأتي بالركعتين سريعاً، و يسلم ويدخل مع الإمام في الشفع الثالث، كذافي الخلاصة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۹، رشیدیه)

(۳) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع يقوم؛ لأن فيه إظهار التكاسل، والتشبه بالمنافقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) "قال في التاتارخانية: وكذا إذا غلبه النوم، يكره له أن يصلي، بل ينصرف حتى يستيقظ". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۸، سعيد)

(۵) "ويكره عدّ الركعات في التراويح لما فيه من إظهار الملابسة". (فتاویٰ قاضي خان، کتاب الصوم، فصل في أداء التراويح قاعداً: ۱/۲۴۴، رشیدیه)

مسئلہ:۴۱...... مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے۔بحر(۱)۔

مسئلہ:۴۲......ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سنکر) سنت ہے، دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے، لہٰذا اگر ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں، تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہوجائے گا اور مقتدیوں کو بھی گرانی نہ ہوگی۔خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۴۳...... جولوگ حافظ ہیں ان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آ کر بیس رکعت اور پڑھا کریں تاکہ دومرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہوجائے۔خانیہ(۳)۔

مسئلہ:۴۴...... ہرعشرہ میں ایک مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔بحر(۴)۔

مسئلہ:۴۵......اگر مقتدی اس قدر ضعیف اور کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو پھر جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھ لیا جائے، یا "ألــم تـركيف" سے پڑھ لیا جائے، بحر(۵)۔لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں

(۱) "ويستحب تأخير التراويح إلى ثلث الليل، والأفضل استيعاب أكثر الليل بالتراويح". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۹، رشيديه)

(۲) "وقال بعضهم -وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة-: يقرأ في كل ركعة عشر آيات، وهو الصحيح؛ لأن فيه تخفيفاً على الناس، وبه تحصل السنة، وهي الختم مرةً واحدةً .... فإذا قرأ في كل ركعة عشر آيات يحصل الختم في التراويح والفضيلة في الختم مرتين". (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۷، رشيديه)

"السنة في التراويح إنما هو الختم مرةً .... والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل، كذا في السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

(۳) قال في الخانية: "ينبغي للإمام وغيره إذا صلى التراويح وعاد إلى منزله، وهو يقرأ القرآن أن يصلي عشرين ركعةً في كل ركعة عشر آيات إحرازاً للفضيلة، وهي الختم مرتين". (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيديه)

(۴) "وثلاث مرات، في كل عشرٍ مرةً أفضل". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(۵) "وذكر في المحيط والاختيار أن الأفضل أن يقرأ فيها مقدار مالا يؤدي إلى تنفير القوم في زماننا؛ =

گے۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۴۶......ستائیسویں شب کوختم کرنا مستحب ہے۔بحر(۲)۔

مسئلہ:۴۷......اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسری مسجد میں جہاں پر ختم ہو، تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔کبیری(۳)، کیونکہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہوگی۔

مسئلہ:۴۸......تراویح میں ایک مرتبہ سورت کے شروع میں "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" کوبھی زور سے تمام قرآن شریف کی طرح پڑھنا چاہئے، آہستہ پڑھنے سے امام کا تو قرآن شریف پورا ہوجائے گا مگر مقتدیوں کا پورا نہ ہوگا۔احکام البسملۃ(۴)۔

مسئلہ:۴۹......اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے پڑھ کر یاد آیا کہ فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اس کے پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے۔عالمگیری(۵)۔

= لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة. و في المجتبى : والمتأخرون كانوا يفتون في زماننا بثلاث آيات قصاراً و آية طويلة حتى لا يملّ القوم و لا يلزم تعطيلها، وهذا حسن وبعضهم اختاروا قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن، وهذا حَسنٌ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱۲۱/۲، رشيديه)

(۱) قال في الخانية : "ولو قرأ بعض القرآن في سائر الصلوات بأن كان القوم يملّون من القراءة في التراويح، فلا بأس به، لكن يكون لهم ثواب الصلاة، لا ثواب الختم". (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح : ۲۳۸/۱، رشيديه)

(۲) "ويختم في ليلة السابعة والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱۲۰/۲، رشيديه)

(۳) "وإذا كان إمام مسجد حية لا يختم، فله أن يترك إلى غيره، انتهى". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "لو قرأ تمام القرآن في التراويح و لم يقرأ البسلمة في ابتداء سورةٍ من السور سِوا ما في "النملة" لم يخرج من عهدة السنية، ولو قرأها سراً خرج من العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة". (أحكام القنطرة في أحكام البسملة، مجموعة رسائل اللكنوى : ۱/۱۷، إدارة القرآن كراچى)

(۵) "وإذا غلط في القراءة في التراويح، فترك سورةً أو آيةً و قرأ ما بعدها، فالمستحب له أن يقرأ=

مسئلہ:۵۰......امام نے جب سلام پھیرا تو مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ دو رکعت ہوئی ہیں، یا تین؟ تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۵۱......کسی چھوٹی سورت کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے، تراویح میں مکروہ نہیں۔بحر(۲)۔

مسئلہ:۵۲......اگر مقتدی ضعیف اور سست ہوں کہ طویل نماز کا تحمل نہ کر سکتے ہوں، تو درود کے بعد دعاء چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں، لیکن درود کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔عالمگیری(۳)۔

مسئلہ:۵۳......کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قراءت شروع کر چکا تھا، تو اب اس کو "سبحانك اللهم" نہیں پڑھنا چاہئے۔کبیری(۴)۔

مسئلہ:۵۴......اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا امام سے کچھ پہلے بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو

= المتروكة ثم المقروءة، ليكون على الترتيب، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱۱۸/۱، رشيديه)

(۱) "إذا سلم الإمام في ترويحة، فقال بعض القوم: صلى ثلاث ركعات، و قال بعضهم: صلى ركعتين، يأخذ الإمام بما كان عنده في قول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، و لا يدعُ علمه بقول الغير". (فتاوىٰ قاضي خان، على هامش الهندية، فصل في الشك في التراويح: ۲۳۹/۱، رشيديه)

(۲) "وليس فيه كراهة في الشفع الأول من الترويحة الأخيرة بسبب الفصل بين الركعتين بسورة واحدة؛ لأنه خاص بالفرائض، كما هو ظاهر الخلاصة وغيرها". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۱۲۱/۲، رشيديه)

(۳) "السنة في التراويح إنما هو الختم مرةً، فلا يترك لكسل القوم، كذا في الكافي ،بخلاف ما بعد التشهد من الدعوات، فإنه يتركها إذا علم أنه يثقل على القوم، لكن ينبغي أن يأتي بالصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، هكذا في النهاية ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱۱۷/۱، رشيديه)

(۴) قال العلامة الحلبي : "(وإذا أدرك) الشارع في الصلاة عند شروعه (الإمام و هو يجهر) بالقراءة (لا تأتي بالثناء بل يستمع و ينصت) للآية". (الحلبي الكبير، صفة الصلاة، ص: ۳۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

واجب نہیں اور امام کے لفظ "السلام" کہنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ محیط (۱)۔

مسئلہ: ۵۵...... مسبوق اپنی نماز تنہا پوری کرنے کے لئے نہ اٹھے، جب تک کہ امام کی نماز ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے، محیط (۲)، کیونکہ بعض دفعہ امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے اور مسبوق اس کو ختم کا سلام سمجھ کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں فوراً لوٹ کر امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہئے (۳)۔

مسئلہ: ۵۶...... اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، یہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوا اور جب ہی امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا، پس اگر سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں گیا تھا اور رکوع میں جھکنے سے پہلے پہلے اللہ اکبر کہہ چکا تھا اور کمر کو رکوع میں برابر کر لیا تھا اس کے بعد امام نے رکوع سے سر اٹھایا ہے، تب تو رکعت مل گئی، تسبیح اگر چہ ایک مرتبہ بھی نہ کہی ہو اور اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں کمر کو برابر نہیں کر سکا، تو رکعت نہیں ملی۔ اور اگر تکبیر سیدھے کھڑے ہو کر نہیں کہی، بلکہ جھکتے ہوئے کہی اور رکوع میں پہنچ کر ختم کی ہے، تو یہ شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا۔ محیط (۴)۔

---

(۱) "إذا سلم المسبوق حتى سلم الإمام ساهياً بنى على صلاته، وعليه سجود السهو ...... وأما سجود السهو فلأنه متى سلم الإمام صار هو كالمنفرد و قدسها حتى يسلم قبل هذا، فتلزمه سجدة السهو قبل هذا إذا سلم بعد الإمام، فأما إذاسلم مع الإمام فلا سهو عليه؛ لأن الإمام لم يخرج عن الصلاة بعد، فكان كأنه سها خلف الإمام". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۲/ ۹۷، غفاريه كوئٹه)

(۲) "ولا ينبغي للمسبوق أن يقوم إلى قضاء ما سبق به قبل سلام الإمام". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر في التغني والألحان: ۱/ ۴۲۸، غفاريه كوئٹه)

(۳) "ثالثها" أنه لو قام إلى قضاء ما سُبق به و على الإمام سجدتا السهو قبل أن يدخل معه، كان عليه أن يعود فيسجد معه مالم يقيد الركعة بسجدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۱/ ۹۲، رشيديه)

(۴) "قال أبو حنيفة رحمه الله: لو وقع تكبيرة الافتتاح قائماً وهو مستوى أيضاً صح الشروع، وإن وقع وهو منحط عنه غير مستوى لايجوز، وإن ركع المسبوق وسوى ظهره صار مدركاً للركعة قدر على التسبيح أو لم يقدر، وإن لم يقدر على تسوية الظهر في الركوع حتى رفع الإمام رأسه، ثم ركع هو لم =

مسئلہ: ۵۷......اگر کوئی شخص رکوع میں آکر شریک ہوا، مگر رکوع اس کو نہیں ملا، تب بھی سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا اس پر واجب ہے لیکن اگر سجدہ میں شریک نہ ہوا، بلکہ سجدہ کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا، تب بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ بحر (۱)۔

مسئلہ: ۵۸......اگر قیام میں امام کے ساتھ شریک ہوگیا مگر رکوع امام کے ساتھ نہیں کیا، بلکہ رکوع امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کیا تب بھی رکعت مل گئی۔ محیط (۲)۔

مسئلہ: ۵۹......اگر رکوع میں امام کے ساتھ آکر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی، تب بھی نماز صحیح ہوگئی، اگرچہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی ہو اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو، اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ فتح القدیر (۳) بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہوکر کہی ہو رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ: ۶۰......آیت سجدہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ محیط (۴)۔

= يصير مدركاً للركعة". (المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث والثلاثون في بيان حكم المسبوق واللاحق: ۲/۳۴۷، المكتبة الغفارية)

(۱) "ثم اعلم أنه إذا لم يكن مدركاً للركعة، فإنه يجب عليه أن يتابع الإمام في السجدتين وإن لم يحتسبا له كما لو اقتدى بالإمام بعد ما رفع الإمام رأسه من الركوع .... وصرح في الذخيرة بأن المتابعة فيهما واجبة، ومقتضاه أنه لو تركهما، لا تفسد صلاته". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۵، مكتبه رشيديه)

(۲) "ولو كبر قبل ركوع الإمام ولم يركع معه حتى رفع الإمام رأسه من الركوع ثم ركع هو صار مدركاً للركعة". (المحيط البرهاني، المصدر السابق نفسه)

(۳) "ومدرك الإمام في الركوع لا يحتاج إلى تكبيرتين خلافاً لبعضهم ،ولو نوى بتلك التكبيرة الواحدة الركوع، لا الافتتاح، جاز و لغت نيته". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۸۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "فنقول: التالي لآية السجدة تلزمه السجدة بتلاوته إذا كان أهلاً لوجوب الصلاة عليه، وكذلك الحكم في حق السامع من كان أهلاً بوجوب الصلاة عليه، تلزمه السجدة بالسماع. و من لا يكون أهلاً لوجوب الصلاة عليه نحو الحائض، أوالكافر، أو الصبي، أو المجنون، لا تلزمه السجدة بالسماع". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من =

مسئلہ:۶۱......سورہ حج میں پہلا سجدہ واجب ہے، دوسرا نہیں۔محیط (۱)۔

مسئلہ:۶۲......اگر خارجِ نماز آیتِ سجدہ کی تلاوت کی، مگر سجدہ نہیں کیا، نماز میں وہی آیت پڑھی اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کے لئے کافی ہے اگر پہلے سجدہ کرلیا تھا تو اب دوبارہ بھی سجدہ کرنا چاہئے۔محیط (۲)۔

مسئلہ:۶۳......اگر امام نے آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور کوئی شخص آیتِ سجدہ سن کر امام کے ساتھ اس سجدہ کے بعد اسی رکعت میں شریک ہوگیا، تو اس کے ذمہ سے یہ سجدہ ساقط ہوگیا، اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوا تو اس کو خارجِ صلوۃ علیحدہ سجدہ کرنا چاہئے۔محیط (۳)۔

مسئلہ:۶۴......آیتِ سجدہ کے بعد فوراً ہی سجدہ کرنا افضل ہے، لیکن اگر نماز میں آیتِ سجدہ کے بعد سجدہ نہ کیا، بلکہ رکوع کیا اور اس میں اس سجدہ کی نیت کرلی، تب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا، اگر رکوع میں نیت نہیں کی، تو

= تجب عليه هذه السجدة : ۱۰۶/۲، غفاريه كوئٹه)

(۱) "عندنا سجدة التلاوة في سورة الحج واحدة، وهي الأولى". (المحيط البرهاني، الفصل الحادى والعشرون في سجدة التلاوة : ۱۰۲/۲، غفاريه كوئٹه)

(۲) "وإن قرأها في غير صلاة وسجد، ثم افتتح الصلاة في مكانه ، فقرأها، فعليه سجدة أخرى............ وإن لم يكن سجد أولاً، ثم شرع في الصلاة في مكانه ، فقرأ ها، يسجد لهما جميعاً، أجزأه عنهما في ظاهر الرواية". (المحيط البرهاني، الفصل الحادى والعشرون في تكرار آية السجدة : ۱۱۲/۲، غفاريه كوئٹه)

(۳) "إذا قرأ الإمام آية السجدة، سمعها رجلٌ ليس معه، ثم دخل الرجل في صلاة الإمام، فهذه المسئلة على وجهين: الأول : أن يكون اقتداء ه قبل أن يسجد الإمام ، و في هذا الوجه عليه أن يسجد مع الإمام .... وإذا سجد مع الإمام، سقط عنه لزمه بحكم سماعه قبل الإمام ؛ لأنه لما اقتدى به، صارت قراءة الإمام قراءةً له.

الوجه الثاني: إذا اقتدى بعد ما سجد، فليس عليه أن يسجد ها في الصلاة كيلا يصير مخالفاً للإمام .... فأما إذا أدرك الإمام في الركعة الأخرى، كان عليه أن يسجد ها بعد الفراغ". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادى والعشرون، نوع آخر في سماع المصلى آية السجدة ممن معه في الصلاة أو ليس معه : ۱۱۵/۲، غفاريه كوئٹه)

اس کے بعد سجدہ نماز سے بلا نیت بھی ادا ہو جائے گا، یہ جب ہے کہ آیتِ سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو، اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو، تو اب اس سجدہ کا وقت جاتا رہا، نہ نماز میں ادا ہوسکتا ہے نہ خارج نماز، توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ محیط (۱)۔

مسئلہ: ۶۵ ......اگر آیت سجدہ (جو کہ سورت کے ختم پر ہے) پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے (اس خیال سے کہ سورت تو ختم ہو ہی گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہئے۔ محیط (۲)۔

تراویح کا مسنون طریقہ اور تراویح کے منکرات

سوال [۳۳۹۶]: تراویح کا مسنون طریقہ لکھ دیں اور ساتھ ہی تراویح کے منکرات بھی لکھ دیں۔

---

(۱) "قال في الأصل : وإذا قرأ آية السجدة و هي في آخر السورة إلا آيات يعني، فإن شاء ركع لها، وإن شاء سجد لها. واعلم أن هذه المسئلة على أوجه: أما إن كانت السجدة قريبةً من آخر السورة و بعدها آيتان إلى آخر السورة، فالجواب ما ذكر أنه بالخيار إن شاء ركع لها وإن شاء سجد .... والحكم في هذه الوجوه كلها ما ذكرنا في الوجه الأول، فلو أنه في هذه الوجوه لم يركع لها ولم يسجد على الفور، ولكن قرأ ما بقي من السورة أو خرج إلى سورة أخرى و قرأ منها شيئاً آخر إن قرأ بعدها أنه .... يجزئه الركوع و سجدة الصلاة عن سجدة التلاوة، أما إذا قرأ بعدها ثلاث آيات أو كانت السجدة في وسط السورة، لم يجز الركوع عن السجود ؛ لأنه إذا قرأ ثلاث آيات بعد آية السجدة، فقد صارت السجدة ديناً في ذمته، لفوات محل الأداء؛ لأن وقتها وقت وجوبها". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم ركوع الصلاة مقام السجود : ۱۱۶/۲، ۱۱۸، غفاريه كوئته)

(۲) "ولو سجد يعود إلى القيام؛ لأنه يحتاج إلى الركوع، والركوع إنما يكون من القيام ، و يقرأ بقية السورة آيتين ثم يركع إن شاء ، كيلا يصير الركوع على السجدة، و لو شاء ضم إليها من السورة الأخرى آيةً أخرى حتى يصير ثلاث آيات، قال الحاكم الشهيد : وهو أحب إليّ، وهذه القراءة بعد السجدة بطريق الندب لا بطريق الوجوب، حتى أنه لو لم يقرأ جعلها". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم ركوع الصلاة مقام السجود : ۱۱۶/۲، غفاريه كوئته)

الجواب حامداًومصلیاً:

بیس رکعات ہر دو رکعت پر سلام ہر چار رکعت پر وقفہ پورا قرآن پاک ختم، کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً (۱)۔ جو چیزیں سنت کے خلاف ہوں یا نو ایجاد ہوں، وہ سب منکرات ہیں، آپ کو جس چیز کے متعلق دریافت کرنا ہو، کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "(وهي عشرون ركعةً بعشر تسليمات يجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخمسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح و قراء ة و سكوت و صلاة فرادىٰ (والختم) مرةً سنة، و مرتين فضيلة، و ثلاثاً أفضل (و لا يترك) الختم (لكسل القوم)" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، ۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۶، ۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۳، ۴۴۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

"لو قرأ تمام القرآن في التراويح، ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوا ما في "النملة" لم يخرج من عهدةالسنية، و لو قرأها سراً خرج من العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة". (أحكام القنطرة في أحكام البسملة، مجموعة رسائل اللكنوى: ۱/۱۷، إدارة القرآن، كراچى)

الفصل الثانی فی القراءۃ فی التراویح

(تراویح میں قراءت کی کیفیت کا بیان)

تراویح میں بسم اللہ کی حیثیت

سوال[۳۳۹۷]: ختم تراویح میں سورتوں کے درمیان "بسم اللہ" الخ پڑھنا، جہراً یا سراً، اس میں اختلاف ہے یا نہیں؟ نیز ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ الخ پڑھنا ضروری ہے یا ایک سورت کی ابتدا میں پڑھنا کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" یہ ایک آیت ہے جو کہ دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔ سورت الحمد یا کسی دوسری سورت کی پہلی آیت نہیں:

" وهي آية واحدة من القرآن، أنزلت للفصل بين السور، و ليست من الفاتحة و لا من كل سورة". الدرالمختار (۱)۔

خارج نماز ہر سورت سے پہلے اس کا پڑھنا مسنون ہے(۲)، نماز میں الحمد سے پہلے پڑھنا سراً مسنون ہے(۳)، الحمد کے بعد جو سورت پڑھی جائے، اس کے شروع میں پڑھنا مسنون نہیں سراً نہ جہراً، جب قرآن

---

(۱) (الدر المختار شرح تنوير الأبصار، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها : ۱/۴۹۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۴۵، مكتبه رشيديه)

(۲) "و في خارج الصلاة اختلاف الروايات والمشايخ في التعوذ والتسمية، قيل: يخفي التعوذ دون التسمية، والصحيح أنه يتخير فيها". (رد المحتار، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها : ۱/۴۹۰، سعيد)

(۳) "(سمى) غير المؤتم .... (سراً في) أول (كل ركعة) ولوجهرية". (الدر المختار). "(قوله: سراً في كل ركعة) والثالث: أنه لا يجهر بها في الصلاةعندنا". (ردالمحتار فصل : ۱/۴۹۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۴۴، رشيديه)

پاک تراویح میں ختم کیا جائے تو کسی ایک سورت کے شروع میں اس کو جہراً پڑھنا چاہئے، اگر سراً پڑھا تو مقتدیوں کا قرآن شریف تمام نہیں ہوگا، ایک آیت کی کمی رہ جائے گی۔ اس کے احکام کی تفصیل اگر مطلوب ہوتو حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "إحكام القنطرة في أحكام البسملة" مطالعہ فرمائیں، اس میں جزئیات اور اختلاف مبسوط ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۸/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح میں ہر سورت پر "بسم اللّٰه"

سوال[۳۳۹۸]: عبداللہ نے تراویح میں قرآن کریم اس طرح پرسنایا کہ ہر سورت شریف سے پہلے "بسم الله" بالجہر پڑھی اور جب "سورة الضحیٰ" کو پہنچا تو ہر سورت شریف کے بعد "والناس" تک تکبیرات پڑھیں۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا: اگرچہ میں حنفی المذہب ہوں، لیکن میں قرأت میں جس امام کی قرأت پڑھتا ہوں، ان کا پیرو ہوں ان کا طریقہ یہی ہے جس کو ائمۂ قرأت نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، میں ان کا اتباع کرتے ہوئے "بسم الله بين السورتين" اور "تکبیرات درأواخر السور از "والضحیٰ" تا "والناس" پڑھیں۔ چونکہ مذہب کی کسی مستند کتاب میں اس کی ممانعت میری نظر سے نہیں گزری ہے، اس لئے میں اپنے طریقہ پر اچھی طرح ثابت ہوں۔ اب دریافت طلب یہ تین امر ہیں:

۱...... بسم الله بالجهر بين السور قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

۲...... تکبیرات کا پڑھنا قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں اور پھر خاص کر نوافل میں ائمۂ مذاہب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

۳...... ائمۂ قرأت سے معتبر کتابوں میں جو کچھ منقول ہے اس پر عمل کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جواب مدلل بحوالہ کتاب ہو۔ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱...... جو شخص تمام کلام اللہ تراویح میں سنائے اس کو کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ شریف کو بالجہر پڑھنی چاہئے، ورنہ ختمِ قرآن شریف کی سنت ادا نہیں ہوگی، اگر آہستہ پڑھے تو مقتدیوں کا قرآن شریف

پورا نہیں ہوگا بلکہ ایک آیت کی کمی رہ جائے گی:

"لو قرأ تمام القرآن فی التراویح، و لم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سوی ما فی سورة النمل، لم یخرج عند عهدة السنية، ولو قرأها الإمام سراً خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، اهـ". أحكام القنطرة، ص: ۲۷۳(۱).

ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ شریف کو بالجہر پڑھنا حتی کہ اگر ایک رکعت میں متعدد سورتیں بالجہر پڑھے تو ان کے درمیان بالجہر پڑھنا خلافِ سنت ہے اور ایسی صورت میں آہستہ بھی نہ پڑھے، البتہ اگر قرأت بالسر پڑھے تو ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا احسن ہے۔بسم اللہ شریف حنفیہ کے نزدیک نہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے، نہ ہر سورت کا، بلکہ کلام اللہ شریف کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے:

"وتسن التسمية أول كل ركعة قبل الفاتحة اهـ". مراقی الفلاح۔ "وهی اية واحدة من القرآن، أنزلت للفصل بين السور، وليست من الفاتحة، ولا من كل سورة، اهـ". طحطاوی، ص: ۱٤۱ (۲)۔

قال الجصاص: "واختلفوا فی تكرارها فی كل ركعة، و عند افتتاح السورة، فروىٰ أبويوسف عن أبی حنيفة أنه يقرأ فی كل ركعة مرةً واحدةً عند ابتداء قراءة فاتحة الكتاب، و لا يعيدها مع السورة عند أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ وأبی يوسف رحمه الله تعالىٰ. وقال محمد والحسن ابن زياد، عن أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ: إذا قرأها فی أول ركعة عند ابتداء القراءة، لم يكن عليه أن يقرأها فی تلك الصلوة حتى يسلم، وإن قرأ مع كل سورة فحسن.

وروى هشام عن أبی يوسف رحمه الله تعالىٰ قال: سألت أبا حنيفة عن قراءة "بسم الله الرحمن الرحيم" قبل فاتحة الكتاب و تجديد ها قبل سورة التی بعد فاتحة؟ فقال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ: يجزيه قراءتها قبل الحمد. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: يقرأ ما فی كل ركعة قبل القراءة مرةً واحدةً و يعيدها فی الأخرى أيضاً قبل فاتحة الكتاب بعدها إذا أراد أن

(۱) (مجموعة رسائل اللكنوی، أحكام القنطرة فی أحكام البسملة: ۱/۱۷، إدارة القرآن كراتشی)

(۲) (حاشية الطحطاوی مع مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی بيان سننها، ص: ۲۶۰، قديمی)

يقرأ سورةً. قال محمد: فإن قرأ سوراً كثيرةً وكانت قراءةً يخفيها، قرأها عند افتتاح كل سورة، وإن كان يجهر بها لم يقرأها؛ لأنه في الجهر يفصل بين السورتين بسكتة، اهـ". أحكام القرآن: ۱/۱۳(۱).

۲...... عامۂ شوافع کے نزدیک سنت ہر قرأت میں ہے، بعض نے انکار بھی کیا ہے۔ قرّ ائے حنابلہ کے نزدیک مستحب نہیں، سوائے ابن کثیر کے۔ حنفیہ اور مالکیہ کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ صراحۃً نہیں ملا:

"قال ابن الحجر المكي بعد الكلام على الرواية: "فثبت بما ذكرناه عن الشافعي بعض مشايخه وغيرهم أنه سنة في الصلوة،........... ووقع لبعض الشافعية من المتأخرين الإنكار على من كبر في الصلوة، فرد ذلك عليه غير واحد، و شنعوا عليه في هذا الإنكار. قال ابن الجوزي رحمه الله تعالىٰ: ولم أرى للحنفية ولا للمالكية نقلاً بعد التتبع، وإن الحنابلة ففي فروعهم لابن مفلح: وهل يكبّر لختمه من الضحىٰ أو ألم نشرح اخر كل سورة؟ فيه روايتان، و لم تستحبه الحنابلة القراء غير ابن كثير، اهـ". فتاوي حديثية مختصراً، ص: ۱۵۲(۲)۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شاطبی میں لکھا ہے:

"والتكبير المذكور سنة عند الشافعي في كل قراءة، و روايته سواء كان بمكة أو غيرها، و عند الحنفية فمختصة بقراءة ابن كثير ولو كانت القراءة بمكة، اهـ"(۳)۔

ظاہر یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز میں یہ تکبیر مسنون نہیں اس لئے مسنونات نماز یا تراویح میں اس کو تحریر نہیں کیا، نیز اس میں جزءِ قرآن ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس لئے بھی نماز میں اس سے احتراز مناسب ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں مانعین کی طرف سے اس کو نقل کیا ہے(۴)۔

---

(۱) (أحكام القرآن للجصاص، فصل: قراءة البسملة في الصلاة: ۱/۱۸، قديمي)

(۲) (الفتاوى الحديثية، باب الأحكام المتعلقة بالقرآن من التفسير والقراءة، مطلب: التكبير من الضحى إلى سورة الناس في الصلاة وغيرها، ص: ۲۹۷، ۲۹۸، قديمي)

(۳) (لم اظفر عليه)

(۴) "قال سليم الرازي من أصحابنا في تفسيره: يكبر بين كل سورتين تكبيرةً، ولا يصل آخر السورة بالتكبير، بل يفصل بينهما بسكتة، قال: و من لا يكبر من القراء حجّتهم أن في ذلك ذريعةً إلى الزيادة =

۳......ائمۂ قرأت سے جوقواعدِ فنِ تجوید کے معتبر کتابوں میں منقول ہے وہ معتبر ومعمول بہا ہیں، اگر نماز میں کوئی مسئلۂ قرأت مسئلۂ فقہ سے مقابل ہوگا تو اس صورت میں فقہ کی معتبر کتابوں پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ بسم اللّٰہ بین السور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۲/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

پہلی رکعت میں "سورۃ الناس" دوسری میں "سورۃ البقرۃ" کا کچھ حصہ

سوال[۳۳۹۹]: ۱......آج کل اکثر حافظوں کا معمول ہے کہ ختمِ قرآن کے بالکل آخری ترویحہ کی رکعتِ ثانی میں کسی قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعتِ اولی میں سورۂ ناس، تو کیا اس صورت میں کوئی قباحت نہیں ہے؟ چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم تاخیر ہوتی ہے، اگر خرابی نہیں تو کا کیا جواب ہے؟

تکرارِ فاتحہ

۲......نیز بعض حافظوں کی یہ عادت ہے کہ آخری ترویحہ کی رکعتِ اُخریٰ میں فاتحہ کے بعد سورۂ ناس پڑھ کر الحمد للہ اور سورۂ بقرہ سے کسی قدر ایک رکعت پڑھتے ہیں، اب تکرارِ فاتحہ کی وجہ سے کیا کچھ خرابی نہیں ہے؟

ہر سورۃ کے شروع میں "بسم اللّٰہ"

سوال[۳۴۰۰]: ۳......دیگر اینکہ اگر ایک ہی رکعت میں کوئی شخص کئی سورت پڑھیں، تو ہر ایک سورت کے اول میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا نہیں، پڑھیں تو کس طرح؟

احقر عبد الباری چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے:" ولو ختم القرآن في الأولى، يقرأ البقرة

= في القرآن بأن يداوم عليه، فيتوهم أنه منه". (الإتقان في علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون في آداب تلاوته و تأليفه: ۱/۲۲۴، دار ذي القربى)

راجع للتفصيل: (فتاوى دار العلوم ديوبند، مسائل تراويح: ۴/۲۵۰، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا مجموعة الفتاوى (اردو) لعبدالحي لكهنوي، كتاب الصلاة: ۱/۳۰۷، سعيد)

فی الثانیة لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "خیر الناس الحال المرتحل": یعنی الخاتم المفتتح، اهـ". مراقی الفلاح، ص:۲۰۲ (۱)۔

۲......اس میں کوئی خرابی نہیں۔تکرار فاتحہ اگر متوالیاً ہو تو اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، اگر سورت کا فصل درمیان میں آجائے تو اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا:" و لو کررها (الفاتحة) فی الأولیین یجب علیه سجود السهو؛ لأنه أخر واجباً و هوالسورة، بخلاف مالو أعادها بعد السورة أو کررها فی الأخریین اهـ". زیلعی، ص:۱۹۳ (۲)۔ تاہم اس کو معمول نہیں بنانا چاہئے۔

۳......اس میں چند اقوال ہیں، پڑھنا بہتر ہے، کذا فی رد المحتار: ۱/۵۱۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

تراویح میں "ألم تر کیف" سے پڑھنے کی ترکیب

سوال[۳۴۰۱]: بعض مسجدوں میں "الم تر کیف" سے جو تراویح پڑھی جاتی ہے وہ "الم تر کیف" سے "سورۂ ناس" تک مسلسل نہیں پڑھتے، بلکہ "سورۂ إخلاص" تک پڑھتے ہیں اور پھر نویں رکعت میں دوبارہ "ألم تر کیف" اور دسویں میں "لإیلاف" پڑھتے ہیں اور پھر گیارہویں میں اور بارہویں میں "معوذتین" پڑھتے ہیں اور تیرہویں رکعت سے "أرأیت الذی" سے پڑھتے ہیں، "سورۂ ناس" تک مسلسل پڑھتے ہیں۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ "الم تر کیف" سے سورہ "ناس" تک مسلسل کیوں نہیں

(۱) (مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، فصل فی المکروهات، ص:۳۵۲، قدیمی)
(و کذا فی رد المحتار، فصل فی القراء ة: ۱/۵۴۷، سعید)
(۲) (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۴۷۳، دارالکتب العلمیة بیروت)
(و کذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، فصل فی سجود السهو، ص:۴۶۰، سهیل اکیڈمی، لاهور)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)
(۳) "(قوله: لاتکره اتفاقاً) و لهذا صرح فی الذخیرة والمجتبی بأنه إن سمی بین الفاتحة والسورة المقروء ة سراً أو جهراً، کان حَسناً عند أبی حنیفة، و رجحه المحقق ابن الهمام" (رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب: قراء ة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن: ۱/۴۹۰، سعید)

پڑھتے؟ جیسا کہ بحرالرائق (۱) شامی درمختار (۲) وغیرہ میں ہے، الٹ پھیر کرنا بلاترتیب کیسا ہے اور اس سے ترتیب کوترک کرنا چاہئے یانہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ایسا کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ ترویحہ کی سورتیں ترتیب وار ہوجائیں اگر نویں دسویں میں معوذتین پڑھیں اور گیارہویں بارہویں میں "ألم تر کیف" اور "لإیلاف" پڑھیں تو شفعۂ اولیٰ کی سورتیں مؤخر ہوجائیں گی اور شفعہ ثانیہ کی مقدم، اس سے ترویحہ میں ترتیب نہ رہے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح "الم تر کیف" سے پڑھنا کب اور کیوں ایجاد ہوا؟

سوال [۳۴۰۲]: بعض مولوی تیسرے طریقہ سے پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو دو سورت ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں سورۂ ناس تک جاتے ہیں تاکہ دوبارہ سورۂ ناس سے نہ پڑھے۔ اول رکعت میں "ألم تر

---

(۱) "و في التجنيس .... و بعضهم اختاروا قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن، وهذا حسن؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، و لا يشغل قلبه بحفظها، فيتفرغ للتدبر و التفكر ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل : ۲/۱۲۱، رشيديه)

"ثم بعضهم اعتاد وقراءة "قل هو الله أحد" في كل ركعة، واختار بعضهم قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن وهذا احسن الحالين؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، ولا يشغل قلبه بحفظها، فتفرغ للتدبر و التفكر، ولا كذالک لو قرأ في كل ركعة سورة واحدة". (التجنيس والمزيد، كتاب الصلوة، فصل في التراويح: ۲/۱۲۰، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (سيأتي تخريجه في الحاشية الآتية)

(۳) "قال في التجنيس واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة و بعضهم سورة الفيل اى البدأة منها ثم يعيدها وهذا أحسن لئلا يشتغل قليله بعدد الركعات، قال في الحلية: عمل أئمة أكثر المساجد في ديارنا، إلا أنهم يبد أون بقراءة سورة التكاثر في الأولى والإخلاص في الثانية، وهكذا إلى أن تكون قرائتهم في التاسعة عشر بسورة تبّت وفي العشرين بالإخلاص .... اهـ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح : ۲/۴۷، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل : ۲/۱۲۱، رشيديه)

کیف و لإیلاف" اسی طرح تیسری رکعت میں "أرأیت الذی وإنا أعطینا" اور چوتھی میں بھی یہی سورتیں یعنی "أرأیت الذی" اور "إنا أعطینا" اس طرح ہر رکعت میں دو دو سورتیں سورۂ ناس تک پڑھتے ہیں "ألم تر کیف" کا طریقہ کب اور کس طرح اور کس نے ایجاد کیا؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے "ألم تر کیف" سے تراویح پڑھنا کس طرح ثابت ہے اور تین طریقوں میں سے کونسا افضل ہے اور کس طریقہ کو ترک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس طرح بھی درست ہے(۱) صحابہ کے زمانہ میں تو "ألم تر کیف" سے پڑھنے کا رواج نہ تھا، متاخرین نے جب دیکھا کہ پورا قرآن ختم کرنے کی صورت میں نمازی سستی کرتے ہیں مسجد میں نہیں آتے، مساجد ویران وغیر آباد ہو جاتی ہیں تب ان صورتوں کو اختیار کیا(۲)۔ شاید آپ نے شفعہ کی جگہ رکعت لکھ دیا۔

تراویح "ألم تر کیف" سے

سوال[۳۴۰۳]: صلوۃِ تراویح میں کلامِ مجید کی آخر کی دس سورتیں ختم حکمی قرار دی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ اور اس ختم حکمی کی اصل بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے اور اس میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنا مستقل سنت ہے:

---

(۱)(تقدم تخریجه تحت عنوان: "تراویح میں ألم تر کیف سے پڑھنے کی ترکیب"۔)

(۲) "(قوله: الأفضل في زماننا)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة.......... وفيه: إشعار بأن هذا مبنيٌّ على اختلاف الزمان، فقد تتغير الأحكام لاختلاف الزمان في كثير من المسائل على حسب المصالح .... فالحاصل: .... أن الختم سنة، لكن لايلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثيرٍ من المساجد .... اهـ". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، بحث صلوة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في سننها: ۲/۱۷۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

"التراويح سنة مؤكدة للرجال والنساء". خانية: ١/٢٦٩ (١)۔ "والختم مرةً سنة، ومرتين فضيلة، و ثلاثاً أفضل، و لا يترك الختم لكسل القوم". درمختار۔ قال الشامی تحت قول الدر: "(والختم مرةً سنة): أی قراءة الختم فی صلاة التراويح سنة، و صححه فی الخانية و غيرها، و عزاه فی الهداية إلى أكثر المشايخ، وفی الكافی إلى الجمهور، و فی البرهان: وهو المروی عن أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ والمنقول فی الآثار، اهـ" ١/٤٧٤. (٢)۔

مگر جہاں کے نمازی اس قدر ضعیف ہوں اور کم ہمت ہوں کہ پورا قرآن شریف سننے کے لئے تیار نہ ہوں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو وہاں بہتر یہ ہے کہ جس قدر بسہولت سن سکتے ہوں اس قدر پڑھا جائے:

"وأما فی زماننا، فالأفضل أن يقرأ الإمام على حسب حال القوم من الرغبة و الكسل، فيقرأ قدر ما لا يوجب تنفير القوم عن الجماعة؛ لأن تكثير الجماعة أفضل من تطويل القراءة". بدائع: ١/٢٨٩ (٣)۔

لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا:

"ولو قرأ بعض القرآن فی سائر الصلوات بأن كان القوم يملّون من القراءة فی التراويح، فلا بأس به، لكن يكون لهم ثواب الصلوة لا ثواب الختم، و قد ذكرنا أن السنة هی الختم فی التراويح". فتاویٰ قاضی خان: ١/٢٧٧ (٤)۔

---

(١) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، كتاب الصلوة، باب التراويح : ١/٢٣٢، رشيديه)

(٢) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ٢/٤٦، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح : ١/١١٦، رشيديه)

(٣) (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فی سننها : ٢/٢٧٦، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الصلاة، بحث صلاة التراويح : ٢/٤٧، سعيد)

(٤) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراويح : ١/٢٣٨، رشيديه)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب الصلاة، نوع آخر فی بيان قدر القراءة فی التراويح : ٢/٩، غفاريه كوئٹه)

اس کاہلی اور سستی کی وجہ سے بعض فقہاء نے اخیر کی دس سورتیں تجویز کردیں، تاکہ شمار میں بھی کوئی اشتباہ نہ ہواور یاد کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہواور تدبر وتفکر سے نماز بھی پوری ہوجائے:

"و بعضهم اختاروا قرأة سورة الفيل إلى آخر القران، و هذا حسن؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، و لا يشتغل قلبه بحفظها، فيتفرغ للتدبر والتفكر، اهـ": ۲/۶۸(۱)۔

معلوم ہوا (کہ) اخیر کی دس سورتیں پڑھنے کی وجہ کاہلی، کم ہمتی اور قرآن شریف کی طرف سے بے رغبتی و بے توجہی ہے اور اس سے تمام قرآن کے ختم کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۱۱/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذیقعدہ/۵۲ھ۔

تراویح "ألم تر كيف" سے

سوال[۳۴۰۴]: تراویح میں بجائے "الم تر كيف" (الاية) تا "والناس" مکرر پڑھنے کے ایک رکعت میں "الم تر كيف" سے "والناس" تک بالترتیب پڑھنا اور دوسری رکعت میں "قل هو الله أحد" پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے:

"وفي التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة، و بعضهم: سورة الفيل: أي البدأة منها، ثم يعيدها، إلا أنهم يبدأون بقراءة سورة التكاثر في الأولىٰ والإخلاص في الثانية، وهكذا إلى أن تكون قراءتهم في التاسعة عشر بسورة تبت و في العشرين بالإخلاص. قلت: لكن الأحوط قراءة النصر وتبت في الشفع الأول من الترويحة الآخرة

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

،والمعوذتين في الشفع الثاني منها، اهـ". شامي مختصراً: ١/٤٩٦ (١).

احوط یہ ہے کہ ترویحہ واحدہ کے ہر دوشفعہ کی قرأت بالترتیب ہو، پورا قرآن کریم تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے، اگر مقتدی اس کے سننے کے لئے آمادہ نہ ہوں اور مسجد ویران ہونے کا اندیشہ ہو، تب دوسری صورتیں اختیار کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تراویح میں پارہ عم پڑھے یا "ألم تر كيف"؟

سوال [۳۴۰۵]: اگر کسی شخص کو صرف کلام اللہ کا تیسواں پارہ (پارہ عم) یاد ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تراویح میں روزانہ صرف وہی ایک پارہ جو صاحب موصوف کو یاد ہے بحیثیتِ امام کے پڑھیں اور سنائیں اس طرح ہر روز ایک ہی پارہ پڑھنا بہتر ہے، یا "ألـم تر كيف" سے نماز تراویح ادا کر لی جائے؟ بواپسی ڈاک مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں، چونکہ رمضان المبارک میں ایک ہفتہ بھی باقی نہیں، تو اس جگہ اَور بھی مشہور مساجد ہیں جہاں ختم قرآن ہوا کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بہ نسبت "ألـم تر كيف" کے ہر روز تیسواں پورا پارہ پڑھنا افضل ہے۔ پورا قرآن شریف تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۸/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان المبارک/ ۶۲ھ۔

---

(١) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ٢/٤٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ٢/١٢١، رشيديه)

(٢) "(قوله: الأفضل في زماننا الخ)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة .... فالحاصل: أن المصحح في المذهب أن الختم سنة لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لم يلزم منه تنفير القوم و تعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ٢/٤٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ٢/١٢١، رشيديه) .... =

تراویح میں قرأت کی مقدار

سوال[۳۴۰۲]: کتنی مقدار چھوٹنے سے نماز فاسد ہوتی ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی اور اگر دوسرے روز پتہ چلے کہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

قرأت واجبہ سورۂ فاتحہ کے بعد مقدار تین آیاتِ قصیرہ ہے یا ایک آیتِ طویلہ ہے، اس سے کم قرأت سے واجب ادا نہ ہوگا(۱) اور اگر درمیان سے کچھ قرأت چھوٹ جائے اور اس سے معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی(۲)۔ اگر یاد آئے کہ گزشتہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی تو تنہا تنہا دو رکعت پڑھے، جماعت سے نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سننها : ۲/۱٤٦، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو "ثم نظر، ثم عبس و بسر، ثم أدبر واستكبر"، وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً، ذكره الحلبي". (الدر المختار). "و ثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة، وكذا الآية الطويلة". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة : ۱/٤٥٨، ٤٥٩، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ۱/٥١٦، رشيديه)

(۲) "ومنها حذف حرف .... فإن كان لا يغير المعنى، لا تفسد صلاته نحو أن يقرأ: "ولقد جاء هم رسلنا بالبينات" بترك "التاء" من "جاء ت". وإن غير المعنى، تفسد صلاته عند عامة المشايخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى : ۱/٧٩، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة : ۱/٤٨٥، إدارة القرآن)

(۳) "إذا فات التراويح عن وقتها هل يقضى؟ اختلف المشايخ، قال بعضهم : لا يقضى أصلاً و هو أصح، والدليل عليه أنها لا تقضى بالجماعة بالإجماع، ولو كانت تقضى لقضيت كما فاتت، فإن قضاها منفرداً كان نفلاً مستحباً كسنة المغرب إذا قضيت". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في قضاء التراويح : ۱/٦٦٩، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/٤٤، سعيد)

تراویح میں غلبۂ ظن سے پڑھنا

سوال[۳۴۰۷]: تراویح میں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو شک ہو جاتا ہے کہ یہاں واؤ ہے یا فا ہے یا اور کسی طرح کا شک، تو حافظ نے غلبۂ ظن سے پڑھ دیا تو وہ صحیح نکلا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اسی طرح غلط پڑھا مگر معنی نہیں بدلے، مثلاً "من قبلهم" کی جگہ "قبلم" پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر یہ صورت فرائض میں پیش آئے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب صورتوں میں نماز صحیح ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/ ۹/ ۶۴ھ۔

تراویح میں "قل هو الله أحد" تین مرتبہ پڑھنا

سوال[۳۴۰۸]: بعض عالم کہتے ہیں کہ "قل هو الله أحد" تین مرتبہ پڑھنا تراویح کے سلسلہ میں مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

---

(۱) "وأما إذا خطأ بذكر حرف مكان حرف في كلمة و لم يتغير المعنى بأن قرأ "إن المسلمون، إن الظالمون" وما أشبه ذلک، لم تفسد صلاته؛ لأنه لا يغير المعنى؛ لأنه يفهم بالخطأ ما يفهم بالصواب".

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصلاة، فصل فی قراءة القرآن خطأ: ۱/ ۱۴۱، رشیدیه)

(وكذا في خلاصة الفتاوی، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری: ۱/ ۱۰۲، امجد اکیڈمی لاهور)

"(قوله: و منها زلة القاری) .... فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً و لو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب". (رد المحتار، مطلب: مسائل زلة القاری: ۱/ ۶۳۱، سعید)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/ ۸۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض فقہاء نے تین مرتبہ کو مستحب لکھا ہے، لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا کرلیا جائے تو مضائقہ نہیں (۱) مگر التزام نہیں کرنا چاہئے اور جہاں التزام ہو وہاں توڑنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۶۷ھ۔



(۱) لم يستحسنها بعض المشائخ، وقال الفقيه أبو الليث: "هذا شئ استحسنه أهل القرآن وأئمة الأمصار، فلا بأس به، إلا أن يكون الكتم في المكتوبة، فلا يزيد على مرة". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة ومالايكره، الخ، ص: ۴۹۶، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً، و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله عزوجل يحبّ أن تؤتى رخصه كما يحبّ أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳/۱۳، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة: ۲/۲۲۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

الفصل الثالث فی ختم القرآن فی التراویح
(تراویح میں قرآن کریم ختم کرنے کا بیان)

تراویح میں ختمِ قرآن کا طریقہ

سوال[۳۴۰۹]: تراویح میں ختم قرآن کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اگر کوئی شخص ختمِ قرآن میں آخر کی دورکعتوں میں پہلی میں "الٓمٓ" یا آیۃ الکرسی "یا آمن الرسول" سے ختمِ سورت تک پڑھ کر ایک رکعت کرے اور دوسری میں قرآن کریم کی تمام آیتیں دعاؤں والی پڑھے جن کی وجہ سے پہلی رکعت چھوٹی اور دوسری رکعت طویل ہوجائے اور لوگ سن کر بہت زور سے رونے لگیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہر رکعت میں دس آیت پڑھے تو بہت اعتدال کے ساتھ قرآن پاک تراویح میں ختم ہوجائے۔ مقتدیوں میں ہمت ورغبت ہوتو دوختم اور تین ختم کرلینا اعلیٰ وافضل ہے(۱)۔ختم والی شب اگر انیسویں رکعت میں "والناس" تک پڑھ کر بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی آیات "المفلحون" تک پڑھے تو یہ بھی

(۱) "قوله : والختم مرةً .... والجمهور على سنة الختم مرةً، فلا يترك لكسل القوم، ويختم في الليلة السابع والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر. ومرتين فضيلة، وثلاث مرات في كل عشر مرة أفضل .... وفي مختارات النوازل: إنه يقرأ في كل ركعة عشر آيات، وهو الصحيح ؛لأن السنة فيها الختم؛ لأن جميع عدد ركعات في جميع الشهر ست مائة ركعة، وجميع آيات القرآن ستة آلاف، ونص في الخانية على أنه الصحيح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۲۰، ۱۲۱،رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۲/۹، مكتبة غفارية)

مستحسن ہے(۱)۔ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کرنا یہ مستحسن نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۸/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۸/ ۹۳ھ۔

ختمِ قرآن تراویح میں سنت علی الکفایہ ہے

سوال[۳۴۱۰]: ۱......ایک گاؤں میں یا قصبہ میں تمام قرآن مجید کا تراویح میں جماعت کے ساتھ سننا سنتِ مؤکدہ ہے یا نہیں؟

۲......اور تراویح جماعت کیساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا علی الکفایہ؟ کہ ایک دو نے جماعت سے پڑھ لی۔ فقط۔ فرزند علی شاہ سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱......تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف کا ختم کرنا پڑھ کر یا سن کر سنتِ مؤکدہ ہے، اسی طرح جماعت بھی سنتِ مؤکدہ ہے اور اس میں گاؤں یا قصبہ کی کوئی تخصیص نہیں، لیکن اگر سب لوگ تو جماعت سے تراویح پڑھیں اور ایک دو شخص بغیر جماعت تراویح پڑھیں تو یہ سنت سب کے ذمہ سے ادا ہوگئی اگر چہ اس بغیر

---

(۱) "(قوله: إلا إذا ختم الخ) .... وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولىٰ يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشيء من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(۲) "(قوله: مطلقاً) .... قال في شرح المنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض فيما لم يرد به تخصيص من التوسعة كجوازه قاعداً بلا عذر ونحوه، وأما إطالة الثالثة على الثانية والأولى، فلا تكره، لما أنه شفعٌ آخر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۱، قديمي)

جماعت پڑھنے والے کو سنت کا ثواب نہیں ملا، اور اگر سب نے جماعت چھوڑی بغیر جماعت تراویح پڑھی تو اگر چہ نفسِ تراویح کی سنت ادا ہوجائے گی لیکن جماعت کی سنت چھوڑنے کا وبال سب کے سر رہے گا:

"والجماعة فيها سنة على الكفاية في الأصح، أفاد أن أصل التراويح سنة عين، فلو تركها واحد كره، بخلاف صلاتها بالجماعة، فإنها سنة كفاية، فلو تركها الكل أساء وا، أمّا لو تخلف عنها رجلٌ من أفراد الناس، و صلى في بيته، فقد ترك الفضيلة. والختم مرةً سنة، اهـ". در مختار و شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام کا دومرتبہ تراویح میں ختم کرنا

سوال[۳۴۱۱]: ایک حافظ نے ایک مسجد میں ماہ رمضان شریف میں دس پارہ یوم کے اندر قرآن شریف تراویح میں سنا کر ختم کیا، پھر دوسری مسجد میں جہاں لوگوں نے قرآن شریف کا ختم نہیں سنا، اگر ان میں حافظ نے تراویح کا ختم سنایا، کیا یہ درست ہے؟ مقتدیوں کو تمام رمضان شریف میں ایک دفعہ قرآن سننا سنت تھا اور حافظ قرآن شریف کو ایک دفعہ سنانا سنت، کیا تراویح میں اور ثواب میں امام اور مقتدیوں کے لئے کوئی فرق تو نہ ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلياً :

"السنة في التراويح إنما هو الختم مرةً، والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل الخ". عالم گیری (۲)۔ "ينبغي للإمام وغيره إذا صلى التراويح و عاد إلى منزله وهو يقرأ القرآن أن يصلي عشرين ركعةً، يقرأ في كل ركعة عشر آيات إحرازاً للفضيلة، و هي (أي الفضيلة) الختم مرتين. قال قاضي خان: والزهاد و أهل الاجتهاد كانوا يختمون في كل

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۵/۲، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۰/۲، مكتبه رشيديه)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في أن الجماعة هل هي سنة التراويح: ۶۵۲/۱، إدارة القرآن)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح: ۷/۲، غفاريه كوئٹه)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱۱۷/۱، رشيديه)

عشر ليال"(۱)۔ "و لو عجل الختم، له أن يفتتح من أول القرآن فی بقية الشهر". خانية(۲)۔

اس صورت میں مقتدیوں کوسنت کا ثواب ہوگا اور امام کوفضیلت کا ثواب ملے گا، کمی کسی کے ثواب میں نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

ختم قرآن کے موقعہ پر آیاتِ متفرقہ بلا ترتیب پڑھنا

سوال[۳۴۱۲]: ایک حافظ صاحب تراویح میں ختم قرآن پر "مفلحون" تک پڑھتے ہیں پھر اس رکعت میں آیات متفرقات (بلا ترتیب) ادعیہ وغیرہ پڑھتے ہیں، اور بھی بعض حفاظ کا معمول ہے کہ ختمِ کلام پاک پر آخری رکعت میں مختلف آیات بلا ترتیب تلاوت کرتے ہیں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے کہ طحطاوی و عالمگیری میں اس کو مکروہ لکھا ہے بلکہ خارجِ نماز مکروہ ہے چہ جائیکہ داخلِ نماز، اس میں بدرجہ اَولیٰ مکروہ ہوگا، قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اجماعاً ناجائز ہونا نقل کیا ہے ان تمام روایتوں کو جو اس کے خلاف وارد ہیں مدِ نظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں کہ کون سا عمل صحیح ہے؟ کیا یہ بدعاتِ حسنہ میں سے ہے بقول علامہ نوویؒ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن پاک کو ترتیب سے ہی پڑھا جائے خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے، بعض علماء نے نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کے متعلق بھی یہی سنا کہ وہ ختم قرآن پر متفرق آیات ودعاء پڑھتے تھے، ان میں ترتیب کی رعایت بھی غالباً نہیں ہوتی تھی، شاید وہ اسی قول کو اختیار فرماتے ہوں گے، البتہ قرآن پاک جس رکعت میں ختم کیا جائے اس کے بعد والی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا خلافِ ترتیب ہونے کے باوجود مستحسن ہے:

"ويكره قرأة سورة فوق التی قرأها، قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: "من قرأ

---

(۱) (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، التراويح، ص: ۴۰۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراويح: ۱/۱۳۸، رشيديه)

(وكذا فی رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

القرآن منكوساً فهو منكوس" .... "ولو ختم القرآن فى الأولىٰ يقرأ من البقرة فى الثانية لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خير الناس الحال المرتحل". يعنى الخاتم المفتتح" .... ويكره الانتقال لآية من سورتها و لو فصل بآية، والجمع بين سورتين بينهما سور أو سورة، وفى الخلاصة: لا يكره هذا فى النفل اهـ". مراقى الفلاح۔

"(قوله: ويكره قراءة سورة)، وكذا الآية فوق الآية مطلقاً، سواء كان فى ركعتين أو ركعة. واستثنىٰ فى الأشباه النافلة، فلا يكره فيها ذلك، وأقر عليه الغزى والحموى، نقله عن أبى اليسر، و جزم به فى البحر والدر وغيرهما. قال بعض الفضلاء: وفيه تأمل؛ لأن النكس إذا كره خارج الصلوة لكون الترتيب من واجبات التلاوة، ففى النافلة أولىٰ، وكون باب النفل واسعاً لا يستلزم العموم، بل فى بعض الأحكام اهـ. (قوله: لا يكره هذا فى النفل) نفى القراءة منكوساً، والفصل والجمع كما هو، حيث قال بعد ما ذكر المسائل الثلاث: وهذا كله فى الفرائض، أما فى النوافل لا يكره، اهـ". طحطاوى، ص:۲۱۲(۱)۔

اگر وہاں کے حفاظ اورقراء نہ مانیں اوراپنی بات پرقائم رہیں توان سے نزاع اور جدال کی ضرورت نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/ ۸۷ھ۔

ختمِ قرآن سورۃ الناس پرہو یاسورۃ البقرۃ کی آیتوں پر؟

سوال[۳۴۱۳]: بعض حفاظ ختم قرآن سورۂ ناس پرکرتے ہیں اورزیادہ حفاظ "هم المفلحون" تک پڑھتے ہیں،کون ساطریقہ صحیح ہے؟

(۱) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار على الدر المختار، باب صفة الصلوة، فصل فى القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع فى صفة الصلوة، الفصل الرابع فى القراءة: ۱/۷۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں صحیح ہیں، دوسرا افضل ہے، كذا في الدر المختار: ١/ ٥٧٠(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

تراویح میں چھوٹا ہوا قرآن پورا کرنے کی ترکیب

سوال [۴۱۴۴]: کسی شخص کی تراویح دو چار یوم چھوٹ جائے جس میں قرآن پڑھا جاتا ہو تو کس طرح ترکیب سے پڑھے کہ ترتیب قائم رہے، کیونکہ جس حافظ کے پیچھے وہ پڑھ رہا ہے اس کے دوبارہ تراویح پڑھانے میں اس کا قرآن پڑھنا نفل ہوگا اور مقتدی کا سنت، اور کسی ایسے حافظ کے پیچھے پڑھے جس حافظ نے محراب میں کہیں سنایا، یا سنا ہو، یا کسی حافظ کے پیچھے خواہ امام تراویح جس کے پیچھے سن رہا ہو وہ حافظ تراویح اپنے ذمہ اتنے پارے قرآن سنانے کی نذر مانے کہ مجھ کو اتنے پارے سنانا ہے نذراً اپنے ذمہ کی؛ اور بعد نذر ماننے کے اتنے پارہ سنانا اس مقتدی پر واجب ہو جائے گا جیسا کہ فتاوی عبدالحیٔ میں ہے، یا اور کوئی طریقہ جس سے ترتیب سننے و پڑھنے والے کی قائم رہے تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اپنے امام سے کہے کہ وہ کسی شب سولہ تراویح پڑھائے، ان میں جس قدر ہمیشہ بیس میں پڑھتا تھا اتنا

---

(١) "ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة". (الدر المختار). "(قوله: إلا إذا ختم الخ) .... وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ. من المعوذتين في الركعة الأولىٰ يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشئ من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ١/٥٤٧، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ٣٥٢، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالايكره الخ، ص: ٤٩٤، سهيل اكيڈمی، لاهور)

پڑھے اور بقیہ چار رکعت میں کوئی اَور شخص چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا دے، وہ شخص اور امام جس نے سولہ پڑھائی ہیں ان میں چار نفل کی نیت کرے پھر یہ امام چار رکعت تراویح اس شخص کو پڑھائے جس کا کچھ قرآن کریم چھوٹ گیا ہے اور ان میں وہ چھوٹا ہوا قرآن شریف پڑھ دے، اس طرح ہر روز کی تراویح میں بھی نقصان نہ ہوگا اور قرآن کریم بھی تراویح میں پورا ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/ ۶۱ھ۔

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا

سوال [۳۴۱۵]: حفاظ رمضان شریف میں آج کل عموماً یوں ختم قرآن کرتے ہیں کہ انیسویں رکعت میں قرآن ختم کرتے ہیں اور بیسویں رکعت میں "الٓمّ" سے "مفلحون" تک پڑھتے ہیں، شامی نے بھی اس کو بغیر کراہت جائز لکھا ہے (۲) اور مولوی عبد الحیٔ فرنگی محلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو مستحسن یا مستحب لکھا ہے (۳)، بہار شریعت میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی اس کو مستحب لکھا ہے۔ مگر بعض صاحبان یہ کہتے ہیں کہ اگر اٹھارویں رکعت میں قرآن ختم کیا جائے اور انیسویں اور بیسویں میں "الٓمّ" سے حسبِ منشاء پڑھ کر ختم

---

(۱) "وإذا غلط في القرآن في التراويح، فترك سورةً أو آيةً، وقرأما بعدها، فالمستحب له أن يقرأ المتروكة، ثم المقروءة، ليكون على الترتيب". (فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(۲) "(قوله: إلا إذا ختم الخ) قال في شرح المنية: و في الوالوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة و شيء من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(۳) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، في القراءة: ۲/۳۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

قرآن کریں تو زیادہ بہتر ہے، تاکہ ترتیب میں بھی فرق نہ ہو اور حدیث میں ہے کہ ختم کے بعد پھر شروع کریں، اس کے مطابق بھی ہو جائے، کیوں کہ شامی وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انیسویں رکعت میں ختم کیا تو بجائے اخیر سورت کے تکرار کرنے سے "آلــمٓ" سے پڑھنا بہتر ہے مگر یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمیشہ اسی طرح بالالتزام انیسویں رکعت میں ختم کرکے بیسویں میں "آلــمٓ" پڑھے۔اب بتائیے ان دونوں طریقوں میں کون سا طریقہ بہتر وافضل ہے کون سا صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اصل مقصود حدیث "الحــال المرتحل" پر عمل کرنا ہے وہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے، لیکن انیسویں میں ختم کرکے بیسویں میں شروع کرنے سے خلافِ ترتیب لازم آتا ہے جو کہ مکروہ ہے، شامی میں اس صورت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے(۱)۔

تنبیہ : لیکن بیسویں میں "الم" سے شروع کرکے "مفلحون" تک پڑھ کر رکھ دینا اور پھر آئندہ سال رمضان شریف کی پہلی شب کو "آلــمٓ" سے شروع کرنا اور درمیانی گیارہ ماہ تک بند اور ملتوی رکھنا مناسب نہیں بلکہ حفاظ کو تمام سال اپنی نوافل میں یہ سلسلہ ختم جاری رکھنا چاہیے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ پڑھنا

سوال[۳۴۱۲]: آج کل اکثر حافظوں کا معمول ہے کہ ختم قرآن کے بالکل آخری ترویحہ کے رکعتِ ثانی میں کسی قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعتِ اول میں سورۂ ناس۔تو کیا اس صورت میں کچھ قباحت

---

(۱)" [فرع] فی آخر الکنز: ینبغی لحافظ القرآن فی کل أربعین یوماً أن یختم مرةً، والله اعلم ".
(الدرالمختار، مسائل شتی : ۶/۷۵۷، سعید)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة : ۱/۵۴۷، سعید)
(وكذا فی مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی المكروهات، ص: ۳۵۲، قدیمی)
(وكذا فی الحلبی الكبیر، تتمات فیما یكره من القرآن فی الصلاة و مالا یكره، ص: ۴۹۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

نہیں ہے چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر ہوتی ہے۔ اگر خرابی نہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے: "ولو ختم القرآن فی الأول یقرأ من البقرة فی الثانية لقوله صلى الله عليه وسلم: "خير الناس الحال المرتحل": يعنى الخاتم المفتتح، اهـ". مراقی الفلاح، ص: ۲۰٦ (۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح کی بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیتیں پڑھنا

سوال [۳۴۱۷]: تراویح کی نماز میں ختم قرآن اس طرح کیا جاتا ہے کہ انیسویں رکعت سورۂ ناس پر ہی ختم ہو جائے اور بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جاتی ہے، یہ بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جس میں قرآن ترتیب سے پڑھنا بیان کیا گیا ہے (۲)، لیکن دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ قرأت ختم کر کے پھر شروع کرے (۳)، بظاہر پہلی روایت نماز کے لئے اور دوسری روایت غیر نماز کے لئے معلوم ہوتی ہے جمع احادیث کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ اٹھارویں رکعت پر ختم کر دیا جائے اور انیسویں وبیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے، یہ حدیث کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ آج کل اس طریقہ پر کسی مسجد میں عمل نہیں

---

(۱) (مراقی الفلاح علی نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل فی المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمی)

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رجلٌ: يارسول الله! -صلی اللہ علیه وسلم- أیّ العمل أحبّ إلى الله تعالىٰ قال: "الحال المرتحل". (سنن الترمذی، أبواب القراءات، باب بلا ترجمة: ۱۲۳/۲، سعيد)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۵۴۷/۱، سعيد)

(۲) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه سئل عن رجل يقرأ القرآن منكوساً؟ قال: "ذاك منكوس القلب". أخرجه الطبرانی بسند جيد، كذا فی الإتقان". (إعلاء السنن، أبواب القراءة، باب كراهة قراءة القران منكوساً فی الصلاة و غيرها: ۱۲۵/۴، إدارة القرآن، كراچی)

(۳) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رجل يا رسول الله! أیّ العمل أحبّ إلى الله؟ قال: "الحال المرتحل". (سنن الترمذی، أبواب القراءات: ۱۲۳/۲، سعيد)

ہوتا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ختم قرآن کی صحیح حدیث کیا ہے؟ کیا رائج شکل صحیح ہے یا اٹھارہ رکعات ختم کرنے کے بعد آخری دو رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو صورت رائج ہے وہ کتب فقہ میں موجود ہے (۱)۔ آپ نے جو صورتیں لکھی ہیں ان میں سے یہ صورت کہ اٹھارویں میں ختم کر دیا جائے اور انیسویں میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے یہ بھی درست ہے، اگر انیسویں ہی میں سورۂ نــــاس کے ساتھ چند آیات سورۂ بقرہ کی پڑھی جائے تو رکعتِ واحدہ میں ترتیب کے خلاف ہوگا، جو اشکال خلافِ ترتیب کا آپ کو ہے وہ قوی تر ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۰ھ۔

ختمِ تراویح میں خلافِ ترتیب قرأت

سوال [۳۴۱۸] : بعد ختم قرآن حافظ "مفلحون" سے چند آیات دعائیہ وغیرہ پڑھتے ہیں بروئے احادیث وفقہ جائز ہے یا نہیں، ودوگانہ مکمل سمجھا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا کرنا بہتر ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی :

"ویکره الفصل بسورة قصيرة، وأن يقرأ منكوساً إلا إذا ختم، فيقرأ من البقرة. قال في شرح المنية : و في الولوالجية : من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى، يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة و شيء من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". شامی: ۱/۵۷۰ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (مر تخريجه تحت عنوان "اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا")

(۲) قال في الفتح : "وإن قرأ في ركعة سورةً و في الثانية ما فوقها، أو فعل ذلك في ركعة، فهو مكروه". (فتح القدير، فصل في القراءة : ۱/۳۴۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة : ۱/۵۴۷، سعيد)............................ =

امام کو ختمِ تراویح میں لقمہ دینا

سوال[۳۴۱۹]: اگر کوئی شخص ختم تراویح میں لقمہ دیوے تو دینے والے کی خرابی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کچھ بھی خرابی نہیں بشرطیکہ اپنے ہی امام کو نماز میں بوقتِ ضرورت لقمہ دے:

"وإن فتح على إمامه لم يكن كلاماً، و ينوي الفتح على إمامه دون القرآن، هو الصحيح؛ لأنه مرخّص فيه، و قراء ته ممنوع عنها"۔ هدايه: ١/١٢١ (١) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۷/محرم الحرام/۵۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ، عبد الرحمٰن عفی عنہ۔

امام تراویح میں غلط پڑھے اور سامع نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۴۲۰]: نماز تراویح اگر ایک ہی حافظ پڑھائے اور سامع کوئی نہ ہو اور حافظ کوئی غلطی کر جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

۱......ایسی صورت میں قرآن شریف تراویح میں سنے یا "ألم تر كيف" سے؟

۲......اگر مقتدیوں کو شبہ ہو جائے تو ایسی حالت میں مقتدی کیا کرے؟

۳......اگر قرآن شریف کی وجہ سے مقتدی تراویح کم پڑھتے ہوں تو کیا مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے "ألم تر كيف" سے پڑھے؟

= (وكذا في الحلبي الكبير تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة و مالا يكره، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(١) (الهداية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ١/١٣٦، مكتبه شركة علميه ملتان)

"(بخلاف فتحه على إمامه) فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بكل حال ...... و ينوي الفتح لا القراءة". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ١/٦٢٢، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ٢/١٠، رشيديه)

۴......اگر حافظ کو اطمینان ہو اور مقتدیوں کو نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

۵......بعض مقتدیوں کا خیال ہے کہ اگر حافظ صاحب کو یوں اطمینان ہوتا تو قرآن شریف کو بار بار کھولنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی آیت چھوٹ جائے یا تغیر وتبدل پیدا ہو کہ جس کا علم نہ حافظ صاحب کو ہے نہ مقتدیوں کو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر پختہ حافظ ہو کہ اس کو خوب یاد ہو، بغیر تراویح بھی پڑھنے اور سنانے کی وجہ سے بار بار تجربہ ہو چکا ہے تو اس کے لئے مضائقہ نہیں (۱) بلا وجہ غلطی کا اس پر وہم نہ کیا جائے۔ اگر حافظ ایسا نہ ہو تو اس کے پیچھے کوئی حافظ رہنا چاہئے تاکہ بھول پر بتا سکے اور غلط نہ پڑھنے دے، ورنہ "الم تر کیف" سے پڑھ لی جائے (۲)۔

۲......پختہ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ کر ختم قرآن کی فضیلت حاصل کرے، جو کچا حافظ ہو اور اٹکتا ہو غلط پڑھتا ہو اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ اگر "ألم تر کیف" سے پڑھائے تو اس کے پیچھے پڑھ لے ورنہ کسی دوسری جگہ پڑھے تاکہ غلطی سے حفاظت رہے اگرچہ ختم کی فضیلت حاصل نہ ہو سکے (۳)۔ مقتدی کو جو شبہ ہو امام سے دریافت کرے اور بلا تحقیق عین نماز میں نہ کچھ بتائے نہ کچھ پوچھے، بلکہ سلام کے بعد

---

(۱) "لا ینبغی للقوم أن یقدموا فی التراویح الخُوشخوَانُ، ولکن یقدموا الدّرُ سْتَخوانُ". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراویح: ۱/۲۳۸، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص:۴۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) "والمتأخرون کانوا یفتون فی زماننا بثلاث آیات قصار أو آیة طویلة حتی لا یمل القوم، ولایلزم تعطیل المسجد، وهذا أحسن، کذا فی الزاهدی". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۸، رشیدیه)

(۳) "لو کان الإمام لحّاناً لا بأس بأن یترک مسجده". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی النوافل، التراویح: ۱/۲۳۹، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۶، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۸، سهیل اکیڈمی، لاهور)

شبہ دور کرے۔

۳......اگر مقتدی پورا قرآن نہ سنیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت میں آنا بھی بند کردیں تو پھر مجبوراً ختم نہ کیا جائے بلکہ اتنا پڑھا دے کہ مقتدی سن لیں اور مسجد کو نہ چھوڑیں لیکن ایسی حالت میں سنت ختم سے سب محروم رہیں گے (۱)، لہٰذا ہمت کر کے ختم کا اہتمام کیا جائے۔

۴......امام نے تو پڑھایا دکیا سنایا اس کو تو اس لئے اطمینان ہے مقتدی کو اطمینان کیوں نہیں؟ اگر مقتدی کے نزدیک امام غلط پڑھتا ہے اور صحیح کرنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ ایسے امام کے پیچھے نہ پڑھے (۲)۔

۵......اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے کہ امام کو تشابہ لگ گیا پھر اس نے قرآن شریف کھول کر دیکھ لیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام قرآن ہی غلط پڑھتا ہے، جس سے معنی بگڑ جاتے ہیں اور نماز فاسد ہو جاتی ہے، تاہم اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو ایسے شخص کو ایسی حالت میں امام نہ بنایا جائے (۳)، اگر دوسرا کوئی شخص امامت کا اہل نہ ہو تو امام کو چاہئے کہ دن میں خوب یاد کرے کسی کو سنایا کرے، ورنہ "ألم تر کیف" سے یا جہاں سے پختہ ہو وہاں سے ہی تراویح میں پڑھ دیا کرے، غلط سلط پڑھ کر نماز خراب نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ شعبان/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: الأفضل في زماننا الخ)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة ....فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم و تعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخفّ على القوم". (ردالمحتار، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(و كذا في البحرالرائق، باب الوتر و النوافل : ۲/۱۲۱، مكتبه رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية الآتية)

(۳) "و كذا لو كان الإمام لحاناً، لا بأس بأن يترک مسجده". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح : ۱/۲۳۸، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/۱۱۶، رشيديه)

(و كذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

جس حافظ کو قرآن صحیح یاد نہ ہو اس کی امامتِ تراویح

سوال[۳۴۲۱]: ایک حافظ صاحب گاؤں میں قرآن شریف سنا رہے تھے، ایک رکعت میں کم ازکم پانچ دفع غلطی کرتے تھے، کچھ لوگوں نے دوسرے حافظ صاحب کا تعین کردیا، آیا ان کا یہ فعل صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس کو قرآن یاد نہیں ہے اس کو تراویح کے لئے امام نہ بنایا جاوے، جس کو یاد ہے اس کو امام بنایا جاوے، اتفاقاً کہیں غلطی ہوجائے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبینہ مروّجہ

سوال[۳۴۲۲]: ۱...... شبینہ مروّجہ میں پورا قرآن شریف تراویح میں پڑھنا اور مصلّیان کا کھانا حفاظ شبینہ پڑھنے والوں کے لئے لانا، حفاظ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲...... رمضان شریف میں ختم قرآن شریف پر شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ مستورات اور بچوں اور مردوں کا ہجوم وہنگامہ اور شوروشغب ہوتا ہے اور بجائے ایک حصہ کے بعض شوخ چشمی سے دوسرا حصہ لینے سے بھی اجتناب نہیں کرتے اور مٹھائی تقسیم نہ کرنے پر مصلیانِ مسجد مورِدِ ملامت ہوں۔ بینوا توجروا.

الجواب حامداً و مصلیاً:

نفس ختم قرآن شریف خصوصاً نماز میں موجب اجر اور موجبِ سعادت وبرکت ہے(۲) بشرطیکہ التزام

---

(۱) "قال الإمام: إذاكان الإمام لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده و يطوف ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/۱۱۲، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح : ۱/۲۳۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "عن أبي أمامة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أذن الله لعبد في شيء أفضل من ركعتين يصليهما، وإن البر ليذرّ على رأس العبد ما دام في صلاته، و ما تقرب العباد إلى الله عزوجل بمثل ماخرج منه". قال أبو النضر: يعني القرآن ". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، بابٌ: ۲/۱۱۹، سعيد) .... =

مالایلزم اور عوارضِ محظورہ سے خالی ہو۔ شبینہ مروّجہ میں چند عوارض ایسے ہیں جو کہ مثل لازم غیر منفک کے ہیں:

اولاً ...... عام طور پر ریا اور فخر کے لئے شبینہ کیا جاتا ہے، اخلاص نہیں ہوتا، چنانچہ اہلِ محلّہ اور حفاظ دوسرے اہلِ محلّہ وحفاظ کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ہماری مسجد میں صرف اتنی دیر میں ختم ہوا۔

ریا کی ممانعت قرآن کریم وحدیث شریف سے ثابت ہے(۱) خصوصاً نماز میں ریا کے متعلق وارد ہے:

﴿فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یرآء ون﴾۔ (۲) الایة.

= "والختم مرةً سنة و مرتین فضیلة و ثلاثاً أفضل". (الدر المختار) و فی رد المحتار: "(قوله: و الختم مرة سنة): أی قراءة الختم فی صلاة التراویح سنة". (باب الوتر والنوافل: ۴۶/۲، سعید)

(و كذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۰/۲، رشیدیه)

(و كذا فی مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۴، ۴۱۵، قدیمی)

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من یسمّع یسمّع الله به، و من یرآء یرآء الله به". (ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الریاء والسمعة: ص: ۳۱۰، قدیمی)

(وصحیح البخاری، كتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة: ۹۶۲/۲، قدیمی)

(۲) (الماعون: ۴)

﴿فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون﴾ قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما وغیره: یعنی المنافقون الذین یصلون فی العلانیة و لا یصلون فی السرّ، ولهذا قال: ﴿للمصلین﴾ الذین هم من أهل الصلاة، و قد التزموا بها، ثم عنها ساهون .... ﴿عن صلاتهم ساهون﴾ و لم یقل: فی صلاتهم ساهون، وإما عن وقتها الأول فیؤخرونها إلى آخره دائماً أوغالباً، و إما عن أدائها بأركانها و شروطها على المأمور به، و إما عن الخشوع فیها والتدبر لمعانیها .... ﴿الذین هم یرآء ون﴾ عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إن فی جهنم لوادیاً، تستعیذ جهنمُ من ذلک الوادی فی كل یوم أربع مائة مرة، أعد ذلک للمُرائین من أمة محمد لحامل كتاب الله، وللمتصدق فی غیر ذات الله، وللحاج إلى بیت الله و للخارج فی سبیل الله". (تفسیر ابن كثیر، الجزء الثلاثون، سورة الماعون: ۷۱۸/۴، ۷۱۹، مكتبه دار السلام الریاض)

"اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالیٰ واجب، والریاء فیها –وهو أن یرید بها غیر وجه الله تعالیٰ– حرامٌ بالإجماع للنصوص القطعیة، و قد سمی علیه السلام الریاء: "الشرک الأصغر" .... لو صلی =

ترجمہ: سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)۔

ثانیاً......نمازی خود اتنی طویل نماز کے شوقین نہیں، چنانچہ تنہائی میں کبھی اتنی طویل نماز نہ مقتدی پڑھتے ہیں نہ امام اور سستی و کسل کی حالت میں شبینہ کی شرکت کرتے ہیں بلکہ اکثر بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں جب رکوع کا وقت آتا ہے تو جلدی سے کھڑے ہوکر، بعض بیٹھے ہی بیٹھے نیت باندھ کر شریک ہوجاتے ہیں:

قال اللّٰه تعالیٰ : ﴿وإذا قاموا إلى الصلوة قاموا كسالىٰ، يرآءون الناس و لا يذكرون اللّٰه إلا قليلاً﴾(۱)۔

ترجمہ: اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت مختصر۔ (بیان القرآن)۔

ثالثاً......حفاظ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ تدبر تو بجائے خود الفاظ تک صاف سمجھ میں نہیں آتے بلکہ پورے الفاظ ادا بھی نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں "هذاً كهذا الشعر" کی ممانعت آئی ہے(۲)۔

= رياءً فلا أجر له، و عليه الوزر". (ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع : ۶/۴۲۵، سعيد)

(۱) (النساء : ۱۴۲)

وقال تعالىٰ : ﴿و لا يأتون الصلوة إلا و هم كسالىٰ، و لاينفقون إلا و هم كارهون﴾ (التوبة : ۵۴)

(۲) "عن شقيق قال : جاء رجل من بني بجيلة يقال له: نهيک بن سنان إلى عبد الله، فقال : إني أقرأ المفصل في ركعة، فقال عبد الله : هذاً كهذّ الشعر، لقد علمت النظائر التي كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ بهن سورتين في ركعة". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب ترتيل القرآن واجتناب الهذّ الخ : ۱/۲۷۳، قديمي)

نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلث". (سنن ابن ماجة، باب ما جاء في قيام شهر رمضان، ص: ۹۶ قديمي كتب خانه)

اس حدیث کے تحت علامہ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ حاشیہ انجاح الحاجة على ابن ماجة میں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں: "قال الطيبي: أي لم يفهم ظاهر معانيه ...... قال الشيخ : ظاهره المنع من ختم القرآن في أقل من هذه المدة .... والمختار أنه يكره التأخير في الختمة أكثر من أربعين يوماً،=

رابعاً...... روشنی اور دیگر تکلفات ایسے کئے جاتے ہیں جو کہ حدِ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے:لقوله تعالیٰ : ﴿و لا تسرفوا إنّه لا يحبّ المسرفين﴾(١)۔

ترجمہ: اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو (بیان القرآن)۔

خامساً......حفاظ کے لئے نقد یا مٹھائی اور کچھ خورد ونوش کا اہتمام کیا جاتا ہے جو کہ صورۃً اور حقیقۃً بھی تلاوت کی اجرت ہے اور ممنوع ہے عینی شرح ہدایہ میں ہے:"الآخذ والمعطى آثمان اھ " (٢)۔

سادساً......مردوں اور بچوں کا ہجوم ہو کر شور شغب ہوتا ہے اور یہ شور وشغب احترام مسجد کے خلاف ہے(۳) اور ساتھ ساتھ اگر عورتیں بھی آئیں پھر تو اللہ کی پناہ مفاسد کی کچھ حد نہیں رہے گی:

"المرأة عورة إذا خرجت من بيتها، استشر فها الشيطان". الحديث(٤)۔

اور پھر کبھی عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں جو کہ اکثر پیشاب کر کے مسجد کو ملوث کرتے ہیں حدیث شریف میں بچوں سے خاص طور سے مسجد کو محفوظ رکھنے کا امر آیا ہے:"جنبوا مساجدکم صبیانکم"(٥)۔

سابعاً......اس سلسلہ میں عامۂ محلّہ سے چندہ وصول کیا جاتا ہے جن میں بعض غریب اور نادار ہوتے ہیں وہ یا چندہ بالکل نہیں دینا چاہتے یا کم دینا چاہتے ہیں مگر شبینہ اور ختم کے کارکن کبھی شرم وغیرت دلا کر کبھی ناجائز

= وكذا التعجيل من ثلاثة أيام ...... الخ". (ص:٩٦ قديمى)

(١)(الأعراف : ٣١)

(٢) (رد المحتار : ٥٦/١ ، سعيد)

(٣)(تقدم تخريجه من رد المحتار : ٦٦٢/١ ، سعيد)

(٤)(جامع الترمذى، قبيل أبواب الطلاق، باب ما جاء فى كراهية أن تسافر المرأة وحدها ، بابٌ : ٢٢٢/١ ، سعيد)

وقال العلامة المناوى : "قال الطيبى : ...... والمعنى المتبادر أنها مادامت فى خدرها، لم يطمع الشيطان فيها و فى إغواء الناس، فإذا خرجت طمع وأطمع؛ لأنها حبائله ، وأعظم فخوره" . (فيض القدير شرح الجامع الصغير : ٦١١٥/١٢ . ٦١١٦ ، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(٥) (سنن ابن ماجة فى كتاب المساجد والجماعات ، باب ما يكره فى المساجد: ص:٥٤ ، قديمى)

دباؤ ڈال کران سے زائدوصول کرتے ہیں: "لا یحل مال امرأ مسلم إلا بطیب نفسٍ منه"(۱)۔

ثامناً......مٹھائی زیادہ ترفخر وریا کے لئے تقسیم کی جاتی ہےاورفخر وریاکےکھانے کی ممانعت بھی احادیث میں آئی ہے(۲)۔

تاسعاً......جوشخص چندہ نہ دے اس پرطعن کیا جاتا ہے،اس کے لئے القاب بخیل وغیرہ تجویز کئے جاتے ہیں: قال لله تعالیٰ: ﴿و لا تنابزوا بالألقاب﴾ الآیة (۳)۔ "سباب المسلم فُسُوقٌ" الحدیث(٤).

عاشراً......ایسےلوگوں کے پیچھے غیبت کی جاتی ہےاورمجامع میں ذلیل کیاجاتا ہے:﴿و لا یغتب بعضکم بعضاً﴾الآیة(٥)۔

اس کےعلاوہ بعض جگہ لڑائی اورسخت کلامی کی نوبت آتی ہےاوردوسرے مفاسد پیداہوتے ہیں۔عامۂ شبینہ اورختم مروجہ میں یہ تمام مفاسدیااکثرموجودہوتے ہیں اس لئے اس کوروکناہی حکم شرعی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۷/ ۹/ ۶۴ھ

الجواب صحیح :سعیداحمدغفرلہ:۱۸/ رمضان/۶۴ھ۔

صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۹/ رمضان/۶۴ھ۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع ، باب الغصب والعاریة، ص:۲۵۵ قدیمی)

(۲) "عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : "المتباریان لا یجابان ، و لا یؤکل طعامهما". قال الإمام أحمد: یعنی المتعارضین بالضیافة فخراً و ریاءً " رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح ، باب الولیمة ، الفصل الثالث : ص: ۲۷۹ قدیمی)

(و شعب الإیمان : ٥/٦٨٠٢)

(والدیلمی : رقم : ٦٢١٢)

(۳) (الحجرات : ۱۱)

(۴) (رواه الطبرانی فی الکبیر : ١٠/١٠٣١٢)

(والبخاری فی کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله و هو لا یشعر : ۱/۱۲ قدیمی)

(۵) (الحجرات: ۱۲)

لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ

سوال[۳۴۲۳]: ہندوستان کے بعض علاقوں میں قرآن کریم نماز نفل باجماعت میں ایک ہی شب میں ختم کرلیا جاتا ہے، لیکن ہمارے صوبہ کے باشعور اہل علم حضرات ختم قرآن شریف کے لئے جلسہ وعظ کی طرح مجالس قائم کرنے لگے ہیں، تاکہ لوگوں میں حفظِ قرآن کا جذبہ پیدا ہو اور حفاظ کی یادداشت بھی پختہ ہوجائے۔ ختم قرآن کی ان مجالس میں عوام الناس بھی مدعو ہوتے ہیں، بسا اوقات لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال ہوتا ہے اور چند حفاظ یکے بعد دیگرے کئی کئی پارے ترتیب عثمانی کے مطابق تلاوت کرکے قرآن حکیم ختم کرتے ہیں۔

۱......اس تمہید کے بعد سوال یہ ہے کہ ایک ہی جلسہ میں لاؤڈ اسپیکرز پر پورا قرآن مجید تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......تلاوت قرآن کی آواز جن جن لوگوں کو سنائی دے رہی ہے ان سب پر سماع قرآن فرض ہے یا صرف حاضرین مجلس کا سننا کافی ہے؟

۳......لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تلاوت کی یہ آواز قضائے حاجت کرنے والوں نیز کفار کے کانوں میں پڑتی ہے، کیا اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا استماع افضل القربات ہے ملائکہ-علیہم السلام-تک سننے کے لئے آتے ہیں (۱)، اللہ پاک کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں، حفظ قرآن پاک کا جذبہ اور اس کے پختہ ہونے کا داعیہ بلاشبہ مبارک جذبہ اور مبارک داعیہ ہے۔ ایسی پاکیزہ مجالس کی برکت سے بہت سی واہیات، خرافات اور ممنوعات سے حفاظت بھی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ خود آوازِ تلاوت کی طرف اپنی اعلیٰ شان کے مناسب توجہ فرماتے ہیں اور جب سکون و اطمینان سے ادائے حقوق کے ساتھ تلاوت ہو اور سامعین ادب وشوق سے حاضر ہوکر

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة: و فرسه مربوطة عنده إذ جالت الفرس فسكت .... فانصرفت إليه و رفعت رأسي إلى السماء، فإذا مثل الظلة .... قال: "و تدري ماذاك"؟ قال: لا، قال: "تلك الملائكة، دنت لصوتك". الحديث.
(مشكوة المصابيح، فضائل القرآن، ص: ۱۸۴، قديمي)

سنیں، کسی کو گرانی اور بار نہ ہوتو بظاہر ختم میں بھی مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں تین روز سے کم میں ختم کرنے کو جو منع فرمایا گیا ہے اس کا بھی منشاء یہی ہے کہ عموماً ایسی حالت میں حقِ تلاوت ادا نہیں ہوتا ہے (۱)، بلکہ بلا غور وتدبر کے جلدی جلدی گرانی اور ناگواری کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے، عامۂ تراویح میں جن حالات کا مشاہدہ ہوتا ہے (۲)۔

ان محاسن کے باوجود جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس مبارکہ کو تتبع کر کے دیکھا جاتا ہے تو وہاں ایسی مجالس کا کہیں پتہ نہیں ملتا کہ ایک مجلس میں جمع کر کے ختم کیا گیا ہو، کسی ایک نے ختم کیا ہو یا نمبروار چند حضرات نے ایک مجلس میں ختم کیا ہو۔ قرآن کریم کے ساتھ ان حضرات کے شغف کا تو یہ حال تھا کہ بعض صحابہ کرام سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرنا بھی منقول ہے (۳) اور بعض اکابر سے ایک ایک دن میں کئی کئی قرآن پاک ختم کرنا بھی منقول ہے، مگر یہ سب تنہائی میں پڑھنا منقول ہے مجلس جمع کر کے نہیں (۴)۔

جو شوق وشغف ان حضرات کو تھا، اس کا ہزارواں حصہ بھی آج کسی کو نصیب نہیں، ان حضرات کے اتباع ہی میں برکت ہے، اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی صورتیں پیدا کرنے میں خیر وبرکت نہیں، بلکہ مفاسد ہیں،

---

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لم یفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث". هذا حدیث حسن صحیح". (سنن الترمذی، أبواب القراءات: ۲/۱۲۳، سعید)

(۲) "و یجتنب المنکرات هذرمة القراءة، و ترک تعوذ وتسمیة و طمانینة و تسبیح واستراحة". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمی)

(۳) "روی عن عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه أنه کان یقرأ القرآن فی رکعة یوتر بها". (سنن الترمذی، أبواب القراءات: ۲/۱۲۳، سعید)

(۴) "و عن أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ أنه کان یختم فی شهر رمضان احدی و ستین ختمةً: ثلثین فی اللیالی، وثلثین فی الأیام، و واحد فی التراویح". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، تنبیه، ص: ۴۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

ہوسکتا ہے کہ پہلی دوسری مجلس میں کوئی مفسد نہ ہو، مگر جب اس کا شیوع ہوگا تو اس میں قرّ اء وحفاظ کا تقابل وتفاخر بھی ہوگا، سامعین ایک دوسرے پر دادِ فضیلت دیں گے اور دوسرے کی تقبیح بھی کی جائے گی۔ پھر ہوسکتا ہے کہ کوئی انعام دینے کی نوبت بھی آجائے اور حاضرین کے لئے طعام و دعوت کا بھی انتظام ہو۔ غرض! اخلاص ورضائے خداوندی کا بہت کم حصہ باقی رہ جائے گا، اس کے علاوہ بھی مفاسدِ کثیرہ کا مظنہ ہے۔

نیز اگر لاؤڈ اسپیکر کا انتظام غائبین کے لئے ہے، تو وہ بے چارے کچھ اپنی نماز، تلاوت، وظیفہ میں مشغول ہوں گے مگر اس آواز کی وجہ سے اپنی یہ چیزیں پوری نہیں کرسکیں گے اور ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اپنی سب طاعات کو چھوڑ کر اس کے سننے کی طرف متوجہ رہیں، یہ بھی زیادتی ہے، کچھ لوگ سوتے ہوں گے، یا اپنے دینی کاموں میں مشغول ہوں گے، ان کو پابند کرنا بھی مشکل ہے(۱)، غرض! ایسی صورت اختیار نہ کی جائے، جو سلفِ صالحین کے خلاف ہو۔ امید ہے کہ جداگانہ نمبروار جواب کی ضرورت اب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۸۹ھ۔

شبینہ

سوال[۳۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

۱...... تین شخصوں کی جماعت کر کے ایک کلام اللہ ایک ہی شب میں ختم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲...... اور رمضان المبارک میں شبِ قدر میں یعنی پانچ راتوں میں تہجد کی نماز با جماعت کر کے ایک کلام اللہ ختم کرنا کیسا ہے، بشرطیکہ اس جماعت میں تین آدمیوں سے زیادہ شریک ہوں؟

۳...... نیز اگر رمضان میں تراویح میں ایک قرآن شریف ایک ہی شب میں طلوعِ فجر سے قبل ختم کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اس صورت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا ثواب اس کے پڑھنے

(۱) قال العلامة الحلبي: "يجب على القاري احترامه بأن لايقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأفيهما، كان هو المُضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، .... والجهر بالقرآن أفضل مالم يكن عند مشغولين مالم يخالطه رياء". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة ومالايكره، ص: ۴۹۷، سهيل اكيڈمي، لاهور)

والے کو ملا یا نہیں؟ جوابات بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

عبداللطیف اعزازی مظاہری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر یہ سب شوقین ہیں اور دل لگا کر سنیں تو جائز ہے، اگر شوق نہیں، مگر اظہار فخر کے لئے ایسا کریں تو ناجائز ہے(۱)۔

۲......تین آدمیوں سے زیادہ نفل نماز باجماعت مکروہ ہے۔

۳......اس کو جواز بھی موقوف ہے سب کے شوق پر، اگر سب نے شوق سے دل لگا کر سنا تب تو جائز ہے، اگر گرانی سے جبراً سنا، یا فخر کے لئے سنا، یہ ممنوع ہے، ایسی حالت میں تمام رمضان شریف میں ایک قرآن شریف ختم کرنا چاہیے، بلکہ اگر سامعین پر گرانی ہو یا تقلیلِ جماعت کا اندیشہ ہو تو فقہاء نے لکھا ہے کہ "ألــــم ترکیف" سے تراویح پڑھا دے یا اور مختصر حصہ قرآن شریف پڑھ لے:

"یکره ذلك لو علی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحد، اهـ". درمختار۔ "(قوله: أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنین بواحد، فلا یکره، و ثلاثة بواحد فیه خلاف، بحر عن الکافی. و هل یحصل بهذا الاقتداء فضیلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة فی التطوع لیست بسنة یفید عدمه، تأمل، اهـ". رد المحتار: ۱/۶٤۱ (۲)۔ "قال شمس الأئمة الحلوانی: إن اقتدیٰ به ثلاثة لایکون تداعیاً، وإن اقتدی به أربعة فالأصح الکراهة، اهـ". طحطاوی، ص: ۱۶۶ (۳)۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿فویل للمصلین، الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یرآء ون﴾ (الماعون: ۴،۶)

"اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالیٰ واجب، والریاء فیها، وهو أن یرید بها غیر وجه الله تعالیٰ حرام بالإجماع للنصوص القطعیة، و قد سمی علیه السلام الریاء: "الشرک الأصغر". ....و فی الینابیع: قال إبراهیم بن یوسف: لو صلی ریاءً فلا أجرله، و علیه الوزر". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۲۵، سعید)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قدیمی) .... =

"قال فی البحر: فالحاصل أن المصحح فی المذهب أن الختم سنة، لکن لا یلزم منه عدم ترکه إذا لزم منه تنفر القوم و تعطیل کثیرٍ من المساجد خصوصاً فی زماننا، فالظاهر اختیار الأخف علی القوم. وفی التجنیس: واختار بعضهم سورة الإخلاص فی کل رکعة، وبعضهم سورة الفیل أی البدأة منها، ثم یعیدها وهذا أحسن، لئلا یشتغل قلبه بعدد الرکعات. قال فی الحلیة: و علی هذا استقر عمل أئمة أکثر المساجد فی دیارنا، إلا أنهم یبدأون بقراء ة سورة التکاثر فی الأولیٰ، والإخلاص فی الثانیة، و هذا إلی أن تکون قراء تهم فی التاسعة عشر بسورة تبت، وفی العشرین بالإخلاص، اهـ". شامی: ۱/۷۳۹، ۷٤۰(۱)۔

ایک شب میں تمام قرآن شریف ختم کرنے میں عامۂ حفاظ اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ حرکات بلکہ کلمات تک مخلوط اور غائب ہوجاتے ہیں ایسا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۰/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح :عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/شوال/ ۵۸ھ۔

شبینہ، وقتِ عشاء اور تراویح

سوال[۳۴۲۵] : ۱..... شبینہ متعارفہ جو ایک رات میں ہوتا ہے عندالشرع اس کا کیا حکم ہے؟ اس

= (وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشیدیه)

(۱) (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۱، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ورتل القرآن ترتیلا﴾ : أی اقرأه علی تمهل، فإنه یکون عوناً علی فهم القرآن وتدبره، وکذالک کان یقرأ -صلوات الله وسلامه علیه-، قالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: کان یقرأ السورة، فیرتلها حتی تکون أطول من أطول منها". (تفسیر ابن کثیر، الجزء التاسع و العشرون، (سورة المزمل :۴) : ۴/۵۵۹، مکتبه دارالسلام ریاض)

"ویحذر من الهذرمة، وترک الترتیل، وترک تعدیل الأرکان وغیرها، کمایفعله من لاخشیة له". (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی صلوة التراویح، ص: ۴۱۲، قدیمی)

میں اکثر کوتاہیاں قارئین وسامعین سے واقع ہوتی ہیں؟

۲......نقشۂ سحر وافطار کے حساب سے ۲۰/ رمضان المبارک کوافطار ریواڑی کا ۶ بجکر ۲۹/ منٹ پرتھا، شبینہ کی وجہ سے عشاء کی اذان ۷ بجکر ۳۰/ منٹ پردی گئی اور ۵/ منٹ بعد یعنی ۳۵/ پر جماعت کردی گئی، لہٰذا اذان و جماعت ہوئی یانہیں؟ اگر نہیں تو فرض ادا ہوا یانہیں؟ اور تراویح ہوئیں یانہیں؟ اوراس میں جوقرآن شریف پڑھا گیااس کے متعلق کیاحکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......ممنوع ہے(۱)۔

۲......عشاء کاوقت مغرب کے بعدشروع ہوتا ہےاورمغرب کاوقت غروب شفق تک رہتا ہے،شفق کی تفسیر میں دوقول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد حمرت ہے، اسی کومراقی الفلاح میں مفتیٰ بہ کہا گیا ہے یہی صاحبین کا قول ہے(۲)۔ دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جوکہ حمرت کے بعد ہوتی ہےاور یہ امام صاحب کا قول ہےاور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقویت کی ہے، بحر میں بھی اسی کوترجیح دی ہے(۳)۔ لہٰذا اگر اس روز، ۷ بجکر

---

(۱) "(قوله : هدرمةً) .... سرعة الكلام و القراءة، قاموس". (رد المحتار، باب الوتر و النوافل : ۲/۴۷، سعيد)

"و يحذر من الهدرمة ، و ترك الترتيل ،و ترك تعديل الأركان ،و غيرها كما يفعله من لا خشية لـه". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۲،قديمي)

(۲) "(و) أول وقت (المغرب منه إلى) قُبيل غروب الشفق (الأحمر على المفتى به)، وهو رواية عن الإمام، وعليها الفتوى، و بها قالا (أي بها قال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ) لقول ابن عمر : الشفق الحمرة. وهو مروي عن أكابر الصحابة (رضي الله تعالىٰ عنهم) و عليه اطباق أهل اللسان ،و نقل رجوع الإمام إليه". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص:۱۷۷ ، قديمي)

(۳) "قوله: (وهو البياض): أي الشفق، هو البياض عند الإمام، و هو مذهب أبي بكر الصديق و عمر و معاذ و عائشة رضي الله تعالىٰ عنهم ، و عندهما، و هو رواية عنه، هو الحمرة وهو قول ابن عباس و ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهم، و صرح في المجمع بأن عليها الفتوى، و رده المحقق في فتح القدير بأنه لا =

۳۰/منٹ پر شفقِ احمر غائب ہوچکی تھی مگر شفقِ ابیض غائب نہیں ہوئی تھی تو قولِ اول پر نماز واذان درست ہوگی اور قولِ ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرض عشاء کا اعادہ کرلیا جائے اور بس۔ اور اگر شفق ابیض بھی غائب ہوچکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگئی، اگر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی (۱)، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے، سنن وتراویح کا اعادہ نہیں (۲)، نماز وتر تو بعد تراویح جب پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہا ہوگا، اس کا بھی اعادہ نہیں۔

تنبیہ: غروب شفق کا وقت اختلافاتِ زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شبینہ کا حکم

سوال[۳۴۲۶]: ۱...... ایک بلڈنگ ہے جس میں مختلف کمروں میں بیک وقت نماز نفل میں قرآن پڑھا جارہا ہے، مثلاً ایک کمرے میں پارہ نمبر: ۱، سے پارہ نمبر: ۱۰، تک، پھر دوسرے کمرے میں پارہ نمبر: ۱۱، سے پارہ نمبر: ۲۰، تک پھر تیسرے کمرہ میں پارہ نمبر: ۲۱، سے پارہ نمبر: ۳۰، تک پڑھا جارہا ہے۔ تو اس پر شبینہ کا

= يساعده رواية و لا دراية .... و رجّحه أيضاً تلميذه قاسم في تصحيح القدوري، وقال في آخره: فثبت أن قول الإمام هو الأصح .... وفي السراج الوهاج فقولهما أوسع للناس و قول أبي حنيفة أحوط". (البحر الرائق، كتاب الصلاة : ۱/۴۲۷، رشيديه)

(۱) (راجع، ص: ۳۳۶، رقم الحاشية: ۱، ۲)

(۲) "(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) .... وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاث المنهية عنها". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۱، رشيديه)

"قوله: (ولم تقض إلا تبعاً): أي لم تقض سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفرض تبعاً للفرض .... وقيد بسنة الفجر؛ لأن سائر السنن لاتقضى بعد الوقت لاتبعاً ولا مقصوداً". (البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلوة، التراويح، نوع آخر في قضاء التراويح: ۱/۶۹۹، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صلوة التراويح، ص: ۴۱۲، قديمی)

اطلاق ہوگا یا نہیں؟

۲......شبینہ کی تعریف اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر امام اطمینان سے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مقتدی شوق کے ساتھ ثواب کے لئے سنیں تو ممنوع نہیں اور شبینہ متعارفہ میں یہ داخل نہیں (۱)۔

۲......ایک شب میں ایک قرآن کریم ختم کرنے کو عرفاً شبینہ کہتے ہیں، بعض جگہ تراویح میں اور بعض جگہ نوافل میں پورا قرآن شریف ایک ہی رات میں ختم کیا جاتا ہے (۲)، پھر سامعین اکثر بیٹھے رہتے ہیں (۳)، لیکن چائے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، کبھی کئی کئی حافظ ختم کرتے ہیں پھر کہیں مقابلہ اور مناظرہ ہوتا ہے کہ ہماری مسجد میں اتنے حافظوں نے پڑھا، اتنی دیر میں ختم ہوا (۴)، اتنے آدمیوں میں چائے اور مٹھائی تقسیم ہوئی وغیرہ وغیرہ (۵) یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے (۶)۔ تنہا آدمی اپنے ذوق وشوق سے جس قدر چاہے

---

(۱) "عن أبي أمامة قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما أذن الله لعبد في شيء أفضل من ركعتين يصليهما، وإن البر ليذرّ على رأس العبد ما دام في صلاته، و ماتقرب العباد إلى الله عزوجل بمثل ما خرج منه". قال أبوالنضر: يعني القرآن". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة: ۱۱۹/۲، سعيد)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث". (جامع الترمذي، المصدر السابق)

(۳) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع، يقوم؛ لأن فيه إظهار التكاسل والتشبه بالمنافقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون، الذين هم يرآء ون﴾ الآية (الماعون: ۴، ۶)

(۵) "وعن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طعام أول يوم حق، وطعام اليوم الثاني سنة، و طعام يوم الثالث سُمعة، و من سمّع سمّع الله به". الترمذي". (مشكوة المصابيح، باب الوليمة، ص: ۲۷۹، قديمي)

(۶) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في=

پڑھے ایک دو مقتدی اس کے ساتھ ہوں تو مضائقہ نہیں، نوافل کی جماعت چار آدمیوں سے زائد نہ کی جائے (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۴ھ۔

لیلۃ القدر میں تنہا عبادت افضل ہے یا شبینہ میں شرکت کرنا

سوال [۳۴۲۷]: رمضان المبارک کی شبِ قدر افضل ہے، ۲۷/ شب کو عبادت کرنا تلاوتِ قرآن، نفل نماز، درود واستغفار وغیرہ یا شبینہ میں جاکر ختم قرآن میں شرکت کرنا، ان دو عملوں میں سے کون سا عمل بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل شبینہ میں اس قدر مفاسد پیدا ہو گئے ہیں کہ اس کے جواز ہی میں کلام ہے، چہ جائے کہ افضل ہو، لہٰذا تنہا عبادت افضل ہے (۲)، مثلاً اس کے لئے چندہ کرنا جس میں حدود کی رعایت نہیں ہوتی، روشنی وغیرہ

= أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"أي جدد وابتدع، وأظهر واخترع (في أمرنا هذا): أي في دين الإسلام .... قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سندٌ ظاهرٌ أو خفيٌّ، ملفوظٌ ومستنبطٌ، فهو مردودٌ عليه .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(۱) "وحكي عن شمس الأئمة السرخسي أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا يكره. وإن اقتدى ثلاثة بواحد، ذكر هو رحمه الله تعالىٰ أن فيه اختلاف المشايخ، قال بعضهم: يكره، وقال بعضهم: لا يكره. وإذا اقتدى أربع بواحد، كره بلا خلاف". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير. فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أفضل صلوتكم في

میں اسراف ہے(۱)، تداعی واہتمام (۲)، قرأت کے وقت امام کا اتنا تیز پڑھنا کہ حروف بھی صحیح ادا نہ ہوں، ارکانِ صلوٰۃ وواجبات کو بھی اطمینان سے ادا نہ کرنا، چہ جائیکہ سنن ومستحبات (۳)، بعض لوگوں کا لیٹے بیٹھے رہنا، بعض کا باتوں میں مشغول رہنا اور امام کے رکوع کے وقت شریک ہونا (۴)، بعض کا شور وشغب کرنا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعد/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعد/ ۶۱ھ۔

ختمِ قرآن کے موقع پر پانی وغیرہ دم کرانا

سوال [۳۴۲۸]: رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر امام صاحب سے پانی، سونپ، نمک، سرمہ،

= البیت: ۱/۲۰۱، سعید)

(۱) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواه البیهقی فی شعب الإیمان والدار قطنی فی المجتبی".

(مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۲) "قال شمس الأئمة الحلوانی: "إن اقتدی به ثلاثة لا یکون تداعیاً، وإن اقتدی به أربعة فالأصح الکراهة". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) "ویجتنب المنکرات هذرمة القراءة، وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة".

(الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمی)

(۴) "ویکره للمقتدی أن یقعد فی التراویح، فإذا أراد الإمام أن یرکع یقوم". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

تیل وغیرہ پر نمازی دم کراتے ہیں اور تبرک سمجھ کر اس کو استعمال کرتے ہیں، اس وقت خاص برکت ہوتی ہے یا ہمیشہ ختم کرا کے دم کرائے؟ اس رسم کو جاری رکھنے میں حرج ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآن کریم کی برکت ہمیشہ ہوتی ہے، رمضان شریف کی برکت رمضان کے ساتھ خاص ہے، ختم کی برکت ختم کے ساتھ خاص ہے، تراویح کی برکت تراویح کے ساتھ، اس لئے اس وقت دم کرانے میں مضائقہ نہیں مگر اس کو رسم بنانا اور التزام کرنا نہیں چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ختم تراویح پر مٹھائی وغیرہ کے لئے چندہ دینا

سوال[۳۴۲۹]: ختم شریف کی خوشی میں اللہ نام کا پیسہ اکٹھا کر کے مٹھائی چالیس کلو بنوانا اور اس میں روشنی کرنا، سجانا، خاص کر غیر مسلم کو دعوت دینا، کیا یہ سب ہمارے مذہب میں جائز ہے یا صرف مٹھائی بانٹنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ختم قرآن شریف پر مٹھائی کے لئے چندہ کرنے میں عامۃً حدود کی رعایت نہیں کی جاتی، اس کو لازم سمجھا جاتا ہے، چندہ لینے میں زور ڈالا جاتا ہے، عار دلائی جاتی ہے کہ فلاں نے کم کر دیا، تفاخر کیا جاتا ہے، بعض آدمی مجبوراً قرض لیکر دیتے ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے اس کو منع کیا جاتا ہے، روشنی اور سجاوٹ اسراف تک کی جاتی ہے، اس کی اجازت نہیں (۲)۔ ختم کو خاندانی شادی کی تقریب قرار دے کر اس میں مدعو کرنا خاص کر غیر مسلم

---

(۱) "ولا بأس بالمُعاذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالىٰ............ قالوا............ وأما من القرآن أو شئي من الدعوات، فلا بأس به". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۶، رشيديه)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفسٍ منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدار قطني في المجتبى".=

کو ہرگز نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۹/ ۹۰ ھ۔

ختمِ تراویح میں چراغاں اور امام صاحب کی خدمت کے لئے چندہ دینا

سوال [۳۴۳۰]: رمضان میں ختم کے سلسلہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں حافظ کو دینے کے لئے شیرینی و چراغاں کرنے کے لئے، آیا وہ لوگ ثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟ یا اپنے گناہوں میں چندہ دیکر اضافہ گناہوں کا کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ کو اجرت دینا حرام ہے، روشنی زیادہ بدعت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدعت اور ناجائز کام کے لئے چندہ دینا ناجائز ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۱۱/ ۶۱ ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ ھ۔



= (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

قال الله تعالىٰ: ﴿و لا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (الأعراف: ۳۱) وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تبذر تبذيراً﴾ لما أمر بالإنفاق، نهى عن الإسراف فيه ...... ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين﴾: أى أشباههم في ذلك. قال ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه: التبذير الإنفاق فى غير الحق .... و قال قتادة: التبذير النفقة فى معصية الله تعالىٰ، و فى غير الحق والفساد". (تفسير ابن كثير، سورة الإسراء: ۳/ ۵۳، مكتبه دار السلام الرياض)

(۱) ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ ......" و ينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المأثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، الجزء السادس، سورة المائدة: ۲، ۲/ ۱۰، مكتبه دار السلام رياض)

"نهى عن معاونة غيرنا على معاصى الله تعالىٰ". (أحكام القرآن للجصاص، الجزء السادس، سورة المائدة: ۲/ ۴۲۹، قديمي)

الفصل الرابع فی الترویحة وتسبیحها
(ترویحہ اوراس کی تسبیح کا بیان)

ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟

سوال[۳۴۴۱]: تراویح میں ہر دورکعت کے بعد تسبیح اور چار رکعت کے بعد تسبیح اور دعاء، کیا شریعت کے مطابق ہے یا بدعت ہے؟ تراویح کے ختم ہونے پر کچھ آدمی مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر سلام وغیرہ انبیاء کرام پر بآوازِ بلند فرماتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دو رکعت کے بعد جلسۂ استراحت نہیں، چار رکعت کے بعد ہے۔ اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار، تلاوت دعاء سب باتوں کا اختیار رہے، کسی ایک چیز پر اصرار نہیں چاہئے (۱)۔ یہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام پر صلوۃ پڑھنا بھی دعاء ہے اور دعاء میں اِخفا افضل ہے، لہٰذا بلند آواز ترک کرکے آہستہ پڑھیں اور کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ بیٹھے بیٹھے جیسے ہر شخص آہستہ آہستہ پورے خشوع کے ساتھ دل لگا کر دعا کرتا ہے (۲)، اسی طرح ہر شخص صلوۃ وسلام بھی پڑھے اور جب تک توفیق ہو، دن میں رات میں اس مبارک

---

(۱) "(یجلس) ندباً (بین کل أربعة بقدرها، وکذا بین الخامسة والوتر) و یخیّرون بین تسبیح و قراء ة وسکوت و صلاة فرادیٰ، نعم! تکره صلاة رکعتین بعد کل رکعتین". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً و خفیةً﴾ قیل معناه تذللاً واستکانةً و خفیة کقوله: ﴿واذکر ربک فی نفسک﴾ الآیة. و فی الصحیحین عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أیها الناس! اربعوا علی أنفسکم، فإنکم لا تدعون أصمّ و لا غائباً، إن الذی تدعون سمیعٌ قریبٌ". ﴿تضرعاً و خفیةً﴾ قال: السر، و قال=

وظیفے میں مشغول رہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد اجتماعی دعاء

سوال[۳۴۳۲]: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے اس لئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعۂ تراویح بمنزلہ ایک ہے، اس لئے اس کے ختم پر دعاء مانگتے ہیں(۲)، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعاء، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعاء کا اہتمام ثابت

= ابن جرير: ﴿تضرعاً﴾ تذللاً و استكانةً لطاعته ﴿وخفيةً﴾ يقول: بخشوع قلوبكم وصحة اليقين بوحدانيته و ربوبيته فيما بينكم و بينه، لاجهراً مُراءاةً". (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن، سورة الأعراف: ۲۹۶/۲، دار الفيحاء)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى عليّ واحدةً، صلى الله عليه عشراً". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فضلها، ص: ۸۶، قديمي)

"وعن أبي طلحة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جاء ذات يوم والبشرى في وجهه، فقال: "إنه جائني جبرئيل فقال: إن ربك يقول: (أما يرضيك يا محمد! أن لا يصلي عليك أحدٌ من أمتك إلا صليت عليه عشراً، و لا يسلم عليكم أحد من أمتك إلا سلمت عليه عشراً)". رواه النسائي والدارمي". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ .... و قال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۷۱۳/۳، قديمي كتب خانه)

"وعن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا سلم من الصلوة قال: "أللهم اغفر لي ما قدمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت وما أسرفت، و ما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۲۱۹/۱، مكتبه إمداديه ملتان)

نہیں، اس سے احتیاط کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

ہر ترویحہ میں دعاء

سوال[۳۴۳۳]: ما تقولون فی حق المناجاة فی کل ترویحة برفع الیدین، هل ترکها أولیٰ اتباعاً بخیر القرون أو فعلها أولیٰ استحساناً؟ لکن من لم یفعلها یذمّ ویلقب بالوهابیة، ویقال: هو خارج من أهل السنة والجماعة، و لا تجوز خلفه الصلوة، و أیضاً بینوا ما العمل فیها للحرمین والهند؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

المناجاة المسئولة عنها لم تثبت عن أحدٍ لمن یقتدیٰ به، بل هی بدعة ینبغی ترکها: **"و ینبغی له أن یتجنّب ما أحدثوه من الذکر بعد کل تسلیمتین من صلوة التراویح، و من رفع أصواتهم بذلك إلی قوله: والحدث فی الدین ممنوعٌ، و خیر الهدی هدی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ثم الخلفاء بعده، ثم الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم، و لم یذکر أحد من السلف فعل ذلك فیسعنا ما وسعهم، اهـ". المدخل (۲).**

---

(۱) "(ویجلس) ندباً (بین کل أربعة بقدرها، وکذا بین الخامسة والوتر)، و یخیرون بین تسبیح و قراءة و سکوت و صلوة فرادی". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(۲) "من أحدث فی الإسلام رأیاً لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود علیه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۳۶۶، رقم الحدیث: ۱۴۰، رشیدیه)

قال العلامة الشاطبی: "البدعة طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشریعة، یقصد بالسلوک علیها ما یقصد بالطریقة الشریعة" .... وفی الحد" تضاهی الشریعة" منها التزام الکیفیات و الهیئات المعینة کالذکر بهیئة الاجتماع علی صوت واحد، واتخاذ یوم ولادة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عیداً، و ما أشبه ذلک". (الاعتصام، باب فی تعریف البدع و بیان معناها الخ، ص: ۲۴، ۲۵، دار المعرفة بیروت)

ایضاً

الاستفتاء [۳۴۳۴]: تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد امام بلند آواز سے اجتماعی دعاء مانگے یا نہ مانگے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

آہستہ دعاء مستحب ہے مگر اجتماعی نہیں بلکہ انفراداً جس کا دل چاہے دعاء مانگے، جس کا دل چاہے تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے، اہل مکہ کا ہر چار رکعت کے بعد طواف کا بھی معمول رہا:

"ویجلس ندباً بین کل أربعة بقدرها وکذابین الخامسة والوتر، و یخیرون بین تسبیح وقرأة و سکوت و صلوة فرادیٰ، وأهل مكة يطوفون و أهل المدينة يصلون أربعاً، اهـ". شامی: ۱/۴۷٤ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

ہر ترویحہ کے بعد دعاء

سوال [۳۴۳۵]: ہمارے یہاں تراویح کے ہر چہار رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرتے ہیں اور ہر جلسہ استراحت میں امام اور تمام مقتدی بآوازِ بلند درود اور کلمۂ توحید و استغفار پڑھتے ہیں، ایسے پڑھنا کیسا ہے؟ کتبِ فقہ سے جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

دعاء درود آہستہ پڑھنا افضل ہے: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة﴾. الآیة (۲). فقط.

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (الأعراف: ۵۵)

قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً﴾ قیل معناه تذللاً واستکانةً و خفیةً کقوله: ﴿واذکر ربک فی نفسک﴾ الآیة، و فی الصحیحین عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: =

ایضاً

سوال[۳۴۳۶]: تراویح کی ہر چہار رکعت پڑھنے کے بعد دعاء کرنا اور عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنا واجب ہے یا سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر چہار رکعت تراویح کے بعد استراحت مستحب ہے اور اس وقت اس کو اختیار ہے کہ چاہے تلاوت کرے، چاہے تسبیح وتہلیل، درود پڑھے، چاہے دعاء کرے، چاہے نوافل پڑھے، لیکن دعاء کا التزام کرنا اور مجموعی حیثیت سے دعاء پر اصرار کرنا، تارک پر ملامت کیا جانا منع ہے کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں (۱):

أما الاستراحة فی أثناء التراویح، فیجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة، و لیس المراد حقیقة الجلوس، بل المراد الانتظار وهو المخیر إن شاء جلس، وإن شاء هلل أو سبح أو قرأ أو صلی نافلةً منفرداً، اهـ". کبیری(۲)۔

اور عیدین کی نماز کے بعد خصوصیت سے دعاء یا عدم منقول نہیں، لیکن مطلقاً ہر نماز کے بعد دعاء روایات

= رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أیها الناس! اربعوا علی أنفسكم، فإنكم لا تدعون أصمّ و لا غائباً، إن الذی تدعون سمیعٌ قریبٌ". ﴿تضرعاً و خفیةً﴾ قال: السرّ، و قال ابن جریر ﴿تضرعاً﴾: تذللاً و استكانةً لطاعته ﴿وخفیةً﴾ یقول: بخشوع قلوبكم وصحة الیقین بوحدانیته و ربوبیته فیما بینكم و بینه لا جهراً مُراءاةً". (تفسیر ابن كثیر، الجزء الثامن، سورة الأعراف: ۲/۲۹۶، دار الفیحاء)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الحج، قبیل مطلب الثناء علی الكریم دعاء: ۲/۵۰۷، سعید)

(۱) "الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الكراهة". (السعایة، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/۲۶۵، سهیل اكیڈمی لاهور)

(وكذا فی المرقاة، كتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی التشهد: ۳/۳۱، رشیدیه)

(۲) (الحلبی الكبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۴، سهیل اكیڈمی لاهور)

(وكذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دار الكتب العلمیة بیروت)

سے ثابت ہے، پس عیدین کے بعد بھی دعاء کرنا مسنون ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا

سوال[۳۴۳۷] : بعد چار رکعتِ تراویح مناجات کردن چه حکم دارد؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

بعد هر چهار تراویح جلسهٔ استراحت مستحب است، و دریں اختیار است، خواه تسبیح و درود خواند، و خواه در نوافل و تلاوت مشغول ماند، خواه ایں وقت در دعاء و مناجات گزارند، کذا فی سکب الأنهر : ۱/۲۳۶ (۲)۔ و دست برداشته در ترویحه دعاء کردن ثابت نیست(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ .... و قال قتادة : فإذا فرغت من صلاتک فانصب إلى ربک فی الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح : ۳/۱۳/۷، قديمی)

"وعن علی بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: "أللهم اغفر لی ما قدمت و ما أخرت و ما أسررت وما أعلنت و ما أسرفت و ما أنت أعلم به منی، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم : ۱/۲۱۹، إمداديه ملتان)

(۲) "(عشرون ركعةً بعشر تسليمات، و جلسة بعد كل أربع بقدرها) .... و يخيّرون بين تسبيح و قراءة و سكون و صلاة فرادیٰ". (سكب الأنهر (الدر المنتقی شرح ملتقی الأبحر) علی هامش مجمع الأنهر، باب الوتر والنوافل، فصل: التراويح سنة مؤكدة : ۱/۱۳۶، دار إحياء التراث العربی ، بيروت)

(وكذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب الوتروالنوافل : ۲/۱۲۲، رشيديه)

(۳) "من أحدث فی الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة : ۱/۳۶۶، رشيديه)

ہر دو رکعت پر تسبیح

سوال[۳۴۳۸]: بعض جگہ تراویح کی ہر دو رکعت کے بعد تسبیح پڑھتے ہیں، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت کے بعد جلسہ استراحت نہیں چار رکعت کے بعد ہے، اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار تلاوت ودعاء سب باتوں کا اختیار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں تسبیحات

سوال[۳۴۳۹]: تراویح میں تسبیحات پڑھتے ہیں وہ آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے اس لئے ان کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"الصلوة سنة التراويح رحمكم الله". ہر تراویح کے دوگانہ کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھیں: "فضل من الله و نعمته و مغفرته و رحمته و عافيته والسلام، لا إله إلا الله، و الله أكبر" إلى آخره۔

بعد میں تراویح کے تین بار پڑھیں: "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له" إلى آخره۔ امام کے دعاء مانگنے کے بعد یہ پڑھیں: "اللهم صل على سيدنا الخ". دعاء مانگنے کے بعد اس کو ایک بار پڑھیں "خليفة رسول الله بالتحقيق" اور چوتھی کے بعد پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے جو تسبیحات کاغذ پر لکھیں ہیں ان کا پڑھنا نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ کتبِ فقہ میں ہے(۲)، اس لئے جو تسبیح فقہائے کرام نے لکھی ہے اس کو پڑھیں یا درود شریف پڑھیں اور استغفار میں

---

(۱) (وقد مر تخريجه تحت عنوان: ''ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟'')

(وسيأتي أيضاً تحت عنوان: ''ترویحہ کی تسبیح جہراً'')

(۲) "من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهراً وخفي مَلفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۶، رشيديه)

مشغول رہیں (۱) جہاں تک ہو سکے آہستہ پڑھیں جو طریقہ رواج پکڑ چکا ہے وہ ثابت نہیں، اس کی اصلاح کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جہراً ترویحہ کی تسبیح

سوال [۳۴۴۰]: ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں ہر ترویحہ پر تسبیح جو پڑھی جاتی ہے، شریعت میں کیا حکم ہے؟ اگر ایک شخص تسبیح کو بلند آواز سے پڑھے اور شرکاء بلند آواز سے کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ترویحہ میں اختیار ہے کہ چاہے تو کوئی تلاوت کرے چاہے، درود شریف یا استغفار یا تسبیح پڑھے، اس میں بھی سب کو بلند آواز سے آواز ملا کر نہیں پڑھنا چاہیے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

---

(۱) "(ويجلس) ندبا (بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى. .... قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذى الملك والملكوت، سبحان ذى العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحيّ الذى لاينام ولايموت، سبّوح، قدّوسٌ، ربنا وربّ الملائكة والروح، لا إله إلا أنت، نستغفر الله، نسألك الجنة، ونعوذبك من النار". (ردالمحتار، باب الوتر والنوفل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "(قوله: ودعا جهراً) أماالأدعية والأذكار، فبالخفية أولى". (رد المحتار، قبيل مطلب: الثناء على الكريم دعاء: ۲/۵۰۷،سعيد)

"(وقوله: ورفع صوت بذكر الخ) "خيرالذكر الخفى" لأنه حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أوالنيام". (رد المحتار، مطلب فى رفع الصوت بالذكر: ۱/۶۶۰، سعيد)

(۳) "وقد قالوا: إنهم مخيّرون فى حالة الجلوس، إن شاؤا سبحوا، وان شاؤا قرأوا القرآن، وإن شآء =

بلند آواز سے ترویحہ کی تسبیح

سوال[۳۴۴۱]: ترویحہ پر تسبیح سب مقتدیوں کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ آواز محلّہ بھر میں جائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس طرح زور سے پڑھنا بھی ثابت نہیں، اس کو بھی ترک کیا جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

ترویحات میں کیا پڑھے

سوال[۳۴۴۲]: ا...... بعض ثقہ اور مشہور اشتہاروں میں تراویح کے ترویحہ کی مسنون دعاؤں کے عنوان سے منتخب از احادیثِ صحیحہ یہ دعا لکھی ہے:" سبحان الملك القدوس، سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة ...... و الكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحی الذی لا ينام و لا يموت، سبوحٌ، قدوسٌ، ربنا و رب الملائكة والروح ،لا إله إلا أنت، أستغفرك و أسئلك الجنة، وأعوذبك من النار، اللهم! أجرنی من النار، يا مجير، يا مجير، يا مجير"۔

اور بعض اشتہاروں میں بڑی لمبی قدرے لا یعنی دعاء درج ہے، خلفائے اربعہ کے نام اور ان کے القاب کلمات جن سے دعاء، دعا نہیں رہتی۔تراویح میں بعض جگہ تو سب مل کر پڑھتے ہیں اور بعض جگہ مؤذن کے ذمہ ہے کہ وہ تنہا، یا دو چار آدمیوں کو شریک کرکے بڑے زور کی آواز سے یہ لمبی دعاء پڑھے وہ عبارت یہ ہے کہ:

''تراویح میں پڑھنے کی تسبیحات تراویح سے پہلے پکار کر، مؤذن کے ذمہ ہے کہ یوں پکارے:

= صلوا أربع ركعات فرادى، وان شاء وا قعدوا ساكتين الخ". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۲/۲، رشیدیه)

(وكذا فى التبيين للزيلعى: باب الوتر والنوافل: ۴۴۶/۱. دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، فصل فى صلوة التراويح، ص: ۴۱۴، قديمى)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان ''جہراً ترویحہ کی تسبیح'')

"الصلوة سنة التراويح رحمكم الله"۔

پھر لکھا ہے کہ "پہلے دوگانہ تراویح کے بعد اس دعاء کو یکبار پڑھیں:"فضل من الله ونعمة ومغفرة ورحمة و عافية و سلامة، لا إله إلا الله، ولله الحمد خواجه عالم صلوة" کے بعد پہلی تراویح کے یہ تسبیح تین بار پڑھیں، کلمۂ شہادت پڑھیں، دعاء مانگنے کے بعد یوں کہے:"البدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لا إله إلا الله والله أكبر، خواجه عالم صلوة"۔

۲-دوسری تراویح کے بعد یہ تسبیح تین بار پڑھیں:"اللهم صل على سيدنا محمد، وعلى جميع الأنبياء والمرسلين، والملئكة المقربين، و على كل ملك برحمتك ياأرحم الراحمين" دعاء مانگنے کے بعد یہ دعا ایک بار پڑھے:"خليفة رسول الله، خير البشر بعد الأنبيآء بالتصديق والتحقيق: أمير المؤمنين حضرت أبو بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه، لا إله إلا الله، والله أكبر الله أكبر، ولله الحمد، ولا حول و لا قوة إلا بالله"۔

غرض اسی طرح سب خلفاء کے نام تسبیحات میں ملے ہوئے ایک لمبی عبارت دعاء وتسبیحات کے نام سے مروج ہے۔ تراویح ختم ہونے کے بعد استغفار غیر ثابت لفظوں میں پڑھنے کو بتلایا ہے۔ پھر خاتمہ پر، ان اشتہاروں میں سب پڑھنے کے بعد مثل سابق ایک بار بتلایا، یہ پڑھنے کو:أسد الله الغالب، مظهر العجائب، والغرائب، إمام المشارق والمغارب، على بن أبى طالب، لا إله إلا الله والله أكبر" وغیرہ۔

شرعی حساب سے جواب عطا ہو، تراویح کے ترویحہ میں وہ ماثورہ الفاظ کی اور کیا ان الفاظ میں تسبیح ترویحہ صحیح العلم لوگوں سے ثابت ہے اور کیا ترویحہ میں یہ عبارت دعاء کے نام سے ثواب ہے۔ یہاں صورتِ تنازع ہے۔ مطلع فرمائیں یہ مروجہ عبارت ترویحہ میں جو پڑھے اور ماثورہ کلمات کے بجائے اس کے ہی پڑھنے پر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تلاوت کرے یا درودشریف پڑھے یا تسبیح واستغفار پڑھے۔ مکہ مکرمہ کے حضرات کا معمول تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے اور دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے حضرات ہر چار رکعت تراویح کے بعد جداگانہ چار چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ کلماتِ ذیل شامی میں مذکور ہیں:

"قال القهستانی: فیقال ثلاث مرات: سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحی الذی لا ینام و لا یموت، سبوح قدوس، ربنا و رب الملائكة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسئلك الجنة، و نعوذبك من النار". شامی: ١/٤٧٤ (١).

تراویح کے بعد پڑھنے والے کلمات وتسبیحات کا جوطریقہ سوال میں مذکور ہے وہ کتبِ شرعیہ معتمدہ میں نہیں ہے، بلکہ خصوصی مقامات پر کچھ لوگوں سے غالباً روافض وغیرہ کی تردید کے لئے ایجاد کیا ہے اوراس کو ماثور ومنقول کی حیثیت دے دی (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

دوتر ویحوں کے درمیان کیا کرے؟

سوال[۳۴۴۳]: یہاں رمضان المبارک میں تراویح میں ہر دورکعت ختم کر کے اٹھتے ہیں، تومؤذن بآ وازبلندحسبِ ذیل کلمات کہتا ہے:

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

وفی التبیین: "والسادس فی الجلسة بین ترویحتین، والمستحب أن یجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة، وكذا بین الخامسة، والوتر ...... ثم هم مخيّرون فی حالة الجلوس إن شاؤوا سبحوا، وإن شاؤوا قرؤوا، وإن شاؤوا صلوا أربع ركعات فرادیٰ، وإن شاؤوا ساكتين . وأهل مكة يطوفون أسبوعاً ويصلون ركعتين، و أهل المدينة يصلون أربع ركعات فرادیٰ". (تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل: ١/۴۴٦، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ١/١١٥، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (صحیح البخاری، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ١/٣٧١، قديمی)

"من أحدث فی الإسلام رأیاً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أومستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ١/٣٦٦، رشيديه)

"فضل من اللّٰه و رحمته و نعمته ومغفرته، لا إله إلا اللّٰه، اللّٰه أكبر وللّٰه الحمد"

اور ہرایک ترویحہ میں امام اور مقتدی بآواز بلند پڑھتے ہیں: "سبحان ذی الملك والملكوت الخ"۔ اور بعد تسبیح کے امام بآواز بلند دعاء مانگتا ہے اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں اور پہلے ترویحہ مؤذن بآواز بلند "نبینا محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم" کہتا ہے اور دوسرے ترویحہ میں "سیدنا أبو بکر صدیق خلیفة رسول اللّٰه –رضی اللّٰه عنه–" اور تیسرے میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بلند آواز سے لیا جاتا ہے اور چوتھے میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پانچویں میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بلند آواز سے لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ ایک مدت دراز سے جاری ہے۔

عموماً ملک گجرات میں اور افریقہ کے تمام شہروں وقصبوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہے، اگر اس طریقہ کے خلاف کوئی کرے تو اس کو برا بھلا اور لعن طعن کیا جاتا ہے اور فساد ہوتا ہے۔ تو کیا یہ طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہو بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کی نماز میں ہر دو رکعت ختم کرکے اٹھتے وقت مؤذن کا کلمات مذکورہ کہنا میری نظر سے کسی دینی کتاب (حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف کی) میں نہیں گزرا نہ بلند آواز سے، نہ آہستہ سے، اگر یہ چیز ثابت (مسنون یا مستحب ہوتی) تو کتب دینیہ میں جہاں چھوٹے بڑے سب مستحبات ومسنونات مذکور ہیں اس کا بھی ذکر ہوتا۔ ان کلمات کا مطلب کچھ برا نہیں بلکہ ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعظیم اور اس کا مبارک ذکر ہے جو یقیناً موجب برکت اور باعث ثواب ہے، لیکن ان کلمات پر التزام اور اصرار کرنا منع ہے(۱)۔ نیز بلند آواز سے کہنے سے ان

---

(۱) "إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع" (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

"قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله عزوجل يحبّ أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۱، رشيديه)

نمازیوں کوتشویش ہوتی ہے جو درود شریف یا دعاء یا تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں کیونکہ ہرشخص کواس وقت (اگرچہ یہ وقت نہایت قلیل ہوتا ہے) ان سب چیزوں درود شریف وغیرہ میں مشغولی کی شرعاً اجازت ہے، لہٰذا نہ ان کلمات پر اصرار والتزام کیا جائے (کیونکہ ثبوت نہیں) نہ ان کو بلند آواز سے کہا جائے (کیونکہ دوسرے نمازیوں کے حق میں مشوش ہے)، بلکہ ہرشخص آہستہ آہستہ جو دعاء چاہے پڑھے(۱)۔

ہرترویحہ کے بعد اختیار ہے خواہ امام ومقتدی خاموش بیٹھے رہیں خواہ ذکر، درود، تسبیح، دعاء، تلاوت میں مشغول رہیں یا نوافل (علیحدہ علیحدہ بلا جماعت) پڑھیں اور "سبحان ذی الملك والملكوت الخ" بھی پڑھنا منقول ہے۔ اہلِ مکہ کا معمول لکھا ہے کہ وہ اس وقت میں ایک طواف کرتے ہیں اور دو رکعت طواف پڑھتے ہیں۔ اہلِ مدینہ کا معمول لکھا ہے کہ وہ چار رکعت پڑھتے ہیں:

"أما الاستراحة في أثناء التراويح، فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة: أى بين كل أربع ركعات مقدار أربع ركعات، وكذا بين الآخرة والوتر، وليس المراد حقيقة الجلوس، بل المراد الانتظار، وهو مخيّر فيه إن شاء جلس ساكتاً وإن شاء هلل أو سبح أو قرأ و صلى نافلةً منفرداً. و هذا الانتظار مستحب لعادة أهل الحرمين، فإن عادة أهل مكة أن يطوفوا بعد كل أربع أسبوعاً، و يصلوا ركعتي الطواف، و عادة أهل المدينة أن يصلوا أربع ركعات. و قدروى البيهقي بإسناد صحيح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر رضى الله تعالىٰ عنه يعني بين كل ترويحتين، فثبت من عادة أهل الحرمين الفصل بين كل ترويحتين و مقدار ذلك الفصل و هو مقدار ترويحة، فكان مستحباً؛ لأن ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن، اهـ". غنية المستملي(۲).

"ويخيّرون بين تسبيح و قراءة وسكوت و صلاة فرادىٰ، نعم! تكره صلاة ركعتين بعد كل ركعتين، اهـ". در مختار۔ "(قوله: بين تسبيح) قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذى الملك والملكوت، سبحان ذى العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "ہرترویحہ کے بعد دعاء")

(۲) (غنية المستملي (الحلبي الكبير)، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

الحی الذی لا ینام ولایموت، سبّوح، قدوس، رب الملائکة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسألك و نعوذبك من النار، کما فی منهج العباد، اهـ". رد المحتار: ۱/۷۳۹(۱).

تسبیح، دعاء وغیرہ جو کچھ بھی پڑھا کریں آہستہ آہستہ پڑھیں تا کہ آوازوں میں تصادم اور پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو، اگر کوئی نماز پڑھے تو اس کا خیال نماز سے ہٹ کر اس طرف متوجہ نہ ہو جس سے نماز میں خلل آئے اور غلطی بھول وغیرہ واقع ہو۔ ہر ترویحہ کے ختم پر امورِ مذکورہ بالا کا شرعاً ثبوت اور اختیار ہے جیسا کہ عباراتِ منقولہ میں تصریح ہے۔

آپ نے "سبحان ذی الملك الخ" کے بعد ہر ترویحہ کے لئے جو کلمات لکھے ہیں، کتبِ فقہیہ متداولہ میں کہیں ان کا ثبوت نہیں، پس ان کو پڑھنا، امورِ ثابتہ منقولہ کو چھوڑ کر غیر منقولہ کلمات کو اختیار کرنا ہے، جو غیر مناسب اور قابلِ ترک ہے(۲) تاہم ایسے لوگوں کو نرمی اور شفقت سے سمجھانا چاہئے سختی اور تشدد سے نہیں نیز فتنہ اور فساد سے اجتناب ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۷/ ۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ رجب/ ۵۸ھ۔

تراویح کی دو رکعت پر درود شریف اور چار پر تسبیح

سوال[۳۴۴۴]: رمضان کے مہینہ میں ہمارے یہاں مسجد میں ایک واقعہ پیش آیا کہ پہلے ہم لوگ حسبِ معمول رمضان کے مہینہ میں تراویح کی دو رکعت کے بعد درود شریف دو مرتبہ پڑھتے ہیں اور دو رکعت کے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(۲) "عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد" قال ابن عیسی: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صنع أمراً علی غیر أمرنا، فهورد".

(سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة: ۲/۲۸۷، إمدادیه ملتان)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ادع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة، و جادلهم بالتی هی أحسن﴾ (الجزء الرابع عشرة، سورة النحل آیة رقم: ۱۲۵)

بعد یعنی چار رکعت کے بعد تسبیح "یا مقلب العباد" پڑھتے ہیں، اس طرح روزانہ دونوں وِرد پانچ مرتبہ پڑھ لیتے ہیں، لیکن اس کے بعد مقتدیوں نے گزارش کی کہ نماز میں جلدی کی جائے کیونکہ گرمی کی شدت ہے اور مچھر کاٹتے ہیں۔ امام صاحب حالات پر مدنظر رکھ کر دو رکعت کے بعد درود شریف بند کر دیا اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تراویح کی چار رکعت کے بعد ایسے کلمات یا درود شریف پڑھے جائیں تاکہ اس میں اتنا وقت لگ جائے جتنا ان تراویح کی چار رکعت پر لگتا ہے، اس لئے مقتدیوں کی سہولت کے لئے دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھنا بند کرتا ہوں۔ مقتدی امام کے کہنے پر چلے۔

چند دن اَور گزر گئے یعنی بدھ کی شام ماہ رمضان کی ساتویں تاریخ شام کو دو اَور مقتدی آ گئے جنہوں نے تراویح کی نماز پڑھتے وقت امام سے کہا کہ آپ درود شریف کیوں نہیں پڑھتے؟ امام صاحب نے خاموشی اختیار کی اور نماز پڑھاتے چلے گئے، نماز جب ختم ہوئی تو انہی دو مقتدیوں نے دوبارہ امام صاحب سے سوال کیا، امام صاحب کے بھائی جو مسائلِ حدیث سے واقف ہیں، نے حصہ لیا، انہوں نے فرمایا اگر دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو ثواب ملے گا اور اگر نہیں پڑھا جائے تو گناہ بھی نہیں ہوگا۔ ایک مقتدی نے کہا کہ آج اتنا کم کیا اور پتہ نہیں کل سب کم کیا جائے، ایک تیسرے مقتدی نے جلد بازی سے کام لیا اور کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں گناہ نہیں ہوگا، ثواب ہوگا۔ امام صاحب نے بارہا سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے ایک نہ مانا اور مسجد شریف سے باہر نکل گئے۔

بہر حال! امام صاحب کے بھائی نے مقتدیوں سے کہا کہ میں آپ کو کتابوں سے ثابت کر دوں گا اور دکھادوں گا کہ کتابوں میں نماز تراویح کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے کہا کہ آپ کتابوں کو کیا پڑھنا جانتے ہیں؟ دوبارہ امام صاحب کے بھائی نے کہا کہ میں فقہ سے ثابت کر دوں گا کہ فقہ میں تراویح کی نماز کے متعلق کیا مسئلہ بیان کیا گیا ہے لیکن جواب میں اس مقتدی نے کہا کہ آپ نانی کا فقہ دکھاتے ہیں۔

بہر حال! یہ سراسر امام صاحب کی شان کے خلاف ہے، خاص امام جو کہ نائبِ رسول ہے اور ایک امام صاحب جس کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے اور مسائلِ دین میں اس کے بھائی کو نانی کا فقہ دکھانے کو کہا، اس پر امام صاحب نے مسجد آنا ترک کر دیا۔ بعد میں امام صاحب نے محلّہ کے ممبروں کو تحقیقات کرنے کے لئے کہا، وہ

مقتدی جو کہ دیکھنے میں عابد لگتے ہیں، سفید لمبی چوڑی داڑھی رکھے ہوئے ہیں، چند برسوں سے امام کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور گالیاں دے دے کر اب تک تین امام کو نکال دیا ہے، مقتدی اس کے رویہ سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں، ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا چاہئے، اس وقت جس کا دل چاہے قرآن کریم کی تلاوت کرے، جس کا دل چاہے تسبیح واستغفار کرے، جس کا دل چاہے خاموش بیٹھا رہے، کسی بات کی شرعاً کوئی پابندی نہیں، کسی پر کوئی اعتراض نہیں (۱)۔ دو رکعت پر بیٹھنا یا کچھ پڑھنا ثابت نہیں، کسی غیر ثابت چیز پر اصرار کرنا شرعاً غلط ہے (۲)۔ایک شخص نے چھینک کی اس پر کہا"الحمد لله والسلام على رسول الله"۔دوسرے بڑے عالم فقیہ صحابی نے فرمایا: "میں بھی کہتا ہوں، والسلا م على رسول الله لیکن چھینک پر الحمد لله ہی ثابت ہے والسلام على رسول الله ثابت نہیں، اسی طرح اس "الحمد لله" کے جواب میں "یرحمك الله" ثابت ہے، یہاں بھی والصلوة والسلام على رسول الله ثابت نہیں (۳)۔

---

(۱) "(وهی عشرون ركعةً بعشر تسليمات يجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها و كذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح و قراء ة و سكوت و صلاة فرادى". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۶، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل فى التراويح : ۱/۱۱۵، رشيديه)

(۲) "قال الطيبى : و فيه أن من أصر على أمر مندوب، و جعله عزماً، و لم يعمل بالرخصة ، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة باب الدعاء فى التشهد : ۳/۳۱، رشيديه)

(و كذا فى السعاية فى كشف مافى شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ، قبيل فصل فى القراء ة: ۲/۲۶۳، ۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) "عن نافع أن رجلا عطش على جنب ابن عمر فقال الحمدلله والسلام على رسول الله قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمدلله والسلام على رسول الله ، وليس هكذا، علّمنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم =

شریعت میں جو چیز جس جگہ متعین کردی گئی نہ اس پر زیادتی کی جائے (۱) نہ اس پر کمی کی جائے اگر مسئلہ معلوم نہ ہوتو اہل علم سے دریافت کرلیا جائے (۲)۔ اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی غلط عمل کیا جارہا ہے تو واقف ہونے کے بعد اس غلطی سے رجوع کرکے اصلاح کرلینا چاہئے اور صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا اس لئے غلط عمل ہوتا رہا، آئندہ صحیح عمل کیا جائے گا۔ صحیح کتابوں کی مخالفت کرنا بہت غلط طریقہ ہے اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۹ھ۔

ہر ترویحہ پر "صلوۃ بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

سوال[۳۴۴۵]: بعد چار رکعت نماز تراویح کے جو شخص "صلوة بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ

= أن نقول الحمدلله على كل حال". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب العطاس والتثاؤب، ص: ۴۰۵، قديمي)

(۱) "من أحدث": أى جدّد وابتدع، وأظهر واخترع "في أمرنا هذا": أى في دين الإسلام............ قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سندٌ ظاهرٌ أو خفيٌّ، ملفوظٌ أو مستنبطٌ، فهو مردودٌ عليه. قيل: في وصف الأمر "بهذا" إشارةٌ إلى أن أمر الإسلام كمل، وانتهى، وشاع، وظهر ظهور العسوس، بحيث لايخفى على كل ذى بصرٍ وبصيرةٍ، فمن حاول الزيادة، فقد حاول أمراً غير مرضيٍّ؛ لأنه من قصور فهمه رآه ناقصاً............ فذلك الشخص ناقصٌ مردودٌ عن جنابنا، مطرودٌ عن بابنا، فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار، واستنباط الأحكام منها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير للعلامة المناوى: ۱۱/۵۵۹۴، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبه نزاد مصطفىٰ الباز مكة المكرمة)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (النحل: ۴۳)

﴿فاسئلوا أهل الذكر﴾ .... وقال الرمانى والزجاج والأزهرى: المراد بأهل الذكر علماء أخبار الأمم السالفة كائناً من كان، فالذكر بمعنى الحفظ، كأنه قيل: اسئلوا المطلّعين على أخبار الأمم يعلّموكم بذلك". (روح المعاني: تفسير قوله تعالىٰ: ﴿وما أرسلنا من قبلك إلا رجالاً﴾ الخ: ۱۴/۱۴۷، دار إحياء التراث العربى بيروت)

وسلم" پر جہر کرکے نہ پڑھے، بلکہ تسبیح اور درود شریف جو نماز میں تشہد کے بعد ہے اس کو آہستہ پڑھ لے اس شخص کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیا یہ شخص قابلِ ملامت ہے یا نہیں؟ کیا "الصلوۃ بر محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم" کو ضروری جاننا اور کہنا کہ یہ شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے، کہ خاموش بیٹھے یا تسبیح و درود و تلاوت و ذکر وغیرہ پڑھے، یا تنہا نفل پڑھے، کسی چیز کی پابندی نہیں، اہلِ مکہ اس وقت طواف کرتے ہیں:

"ویجلس ندباً بین کل أربعة بقدرها، وکذابین الخامسة والوتر، و یخیّرون بین تسبیح وقراءة و سکوت و صلوة فرادیٰ، وأهل مكة يطوفون، وأهل المدينة يصلون أربعاً، اهـ". شامی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

ہر ترویحہ میں خلفائے راشدین کے نام

سوال [۳۴۴۶]: اکثر مساجد میں تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد دعاء کی جاتی ہے اور بعد دعاء خلفائے راشدین کا نام لیا جاتا ہے کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیز حدیث وفقہ میں میری نظر سے نہیں گزری، جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان سے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ کس کتاب میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) البتہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت مستحب ہے، اس میں اختیار ہے خواہ تسبیح و درود پڑھے خواہ نفل وتلاوت میں مشغول رہے خواہ دعاء ومناجات میں مصروف رہے یا سکوت اختیار کرے:

"(ويجلس) ندباً) بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) و يخيّرون بين تسبيح وقراءة و سكوت و صلاة فرادى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

چار ترویحوں پر خلفاء کے نام

سوال[۳۴۴۷]: ہمارے پورے حیدرآباد دکن میں دو رکعت تراویح کے بعد بیٹھ کر تسبیح پڑھتے ہیں، پھر چار رکعت پر بیٹھ کر تسبیح اور امام دعاء پڑھتا ہے، مقتدی آمین کہتے ہیں اور چار رکعت پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی اور اسی طرح چار چار رکعتوں کے ختم پر ایک ایک خلیفہ کا نام لیکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم کر دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں (۱)، کتبِ فقہ میں تمام مسائل لکھے ہیں ان میں یہ کہیں مذکور نہیں، صرف چار رکعت پر کچھ دیر کے لئے بیٹھ کر تسبیح، درود شریف، استغفار اور تلاوت میں مشغول رہیں، جیسا کہ شامی میں لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۴/۹/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ترویحہ میں احادیث سنانا

سوال[۳۴۴۸]: یہاں مسجد میں نماز تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد کچھ حدیثیں سنائی جاتی ہیں غرض اصلاح وتعلیم ہے، کچھ لوگ پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور بند کرانے کو کہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعتِ مطہرہ میں مداخلت سمجھا جائے گا، یا پسندیدہ؟ یہ طریقہ اس طرف دیگر مقامات میں

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو رد: ۱/ ۳۷۱، قديمي)

(البدعة) "ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة على خمسة أقسام: ۱/ ۵۶۰، سعيد)

(۲) (راجع ص: ۳۶۲، رقم الحاشية: ۱)

بھی چل رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بہت اچھا طریقہ ہے، اس سے بہت معلوماتِ دین میں اضافہ ہوگا، کاش! کہ سب لوگ اس پر متفق ہوجائیں، لیکن ان کو مجبور نہ کیا جائے (۱)، اگر وہ انکار کریں اور مسجد چھوڑنے پر آمادہ ہوجائیں تو پھر یہ طریقہ بند کردیا جائے (۲) اور تراویح و وتر ختم ہونے کے بعد یا کسی دوسرے وقت حدیثیں سنائی جائیں جس کا دل چاہے بیٹھے اور سنے اور فائدہ حاصل کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۷ھ۔

ختم تراویح پر دعاء

سوال[۳۴۴۹]: ۱...... تراویح کی بیس رکعت ختم ہونے پر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

۲...... بعد وتر و نفل تمام مقتدیوں اور امام کا مل کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... مستحب ہے (۴)۔

---

(۱) "(ويجلس) ندباً) بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) و يخيرون بين تسبيح وقراءة و سكوت و صلاة فرادى". (الدر المختار). "(قوله : وصلاة فرادى) وأهل مكة يطوفون، و أهل المدينة يصلون أربعاً". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۴۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر و النوافل : ۱/ ۴۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يسّروا و لا تعسروا، و بشّروا و لا تنفروا". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا : ۱/ ۱۶، قديمي)

(۳) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة السامة علينا". (صحيح البخاري، المصدر السابق)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ وقال قتادة : فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح : ۳/ ۸۱۳، قديمي) .... =

۲...... ہر شخص اپنی نفل کے بعد دعا کرے، اس میں ایک دوسرے کا پابند کیوں کیا جائے (۱)، جو نماز یں مل کر جماعت سے پڑھی ہے اس کے بعد مل کر دعاء کریں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔



= "و عن علی بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إذاسلم من الصلاة قال: "اللهم اغفرلی ماقدمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت و ما أسرفت، و ما أنت أعلم به منی، أنت المقدم والمؤخر لا إله إلا أنت". (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذاسلم : ۱/ ۲۱۹، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) "ان الإصرار علی أمر مندوب يبلغه إلی حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التی لاأصل لها فی هذا، فلاشک فی الكراهة". (السعاية شرح شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل فی القراء ة: ۲/ ۲٦۵، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "(ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين) بالأدعية المأثورة .... (رافعی أيديهم) حذاء الصدر، .... ثم يختمون بقوله تعالیٰ: ﴿سبحان ربک رب العزة عما يصفون﴾ اهـ........... (ثم يمسحون بها وجوههم فی آخره)". (نور الإيضاح مع مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی الأوراد الواردة بعد الفرض، ص: ۳۱٦، ۳۱۸، قديمی)

باب قضاء الفوائت

(قضاءنمازوں کا بیان)

قضانمازوں کواداکرنے کا طریقہ

سوال[۳۴۵۰]: ایک شخص کے ذمہ بہت سی نمازیں قضاء ہیں مگران کی تعداد یادنہیں وہ ان کوادا کرنا چاہتا ہے تواس کو کیا کرنا چاہیئے؟ وہ کس طرح ادا کرسکتا ہے؟ کیا ایک وقت میں کئی اوقات کی نمازادا کرسکتا ہے یا ایک وقت کے ساتھ ایک وقت ہی کی نمازادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھے(۱)، بلکہ نوافل کی جگہ بھی قضاءنماز پڑھے(۲)، یہاں تک کہ اس کا قلب گواہی دینے لگے کہ اب کوئی قضاءنماز اس کے ذمہ باقی نہیں رہی(۳)، ہر قضاءنماز کے وقت اس

---

(۱)"عن أبی عبیدة بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:قال عبد اللہ: إن المشرکین شغلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن أربع صلوات یوم الخندق، حتی ذهب من اللیل ماشاء اللہ، فأمر بلالاً، فأذن، ثم أقام، فصلی الظهر، ثم أقام فصلی العصر ثم أقام فصلی المغرب، ثم أقام فصلی العشاء ".
(جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء فی الرجل تفوته الصلوات بأیتهن یبدأ: ۱/ ۴۳،سعید)

(۲)"وأما النفل، فقال فی المضمرات:الاشتغال بقضاء الفوائت أولی وأهم من النوافل إلا سنن المفروضة". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت : ۲/ ۷۴، سعید)
(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص:۴۴۷، قدیمی)

(۳)"خاتمةٌ: من لایدری کمیة الفوائت یعمل بأکبر رأیه، فإن لم یکن له رأی یقض حتی یتیقن أنه لم یبق علیه شیئ". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب قضاء الفوائت ،ص:۴۴۷،قدیمی)
(وکذا فی حاشیة الشیخ الشلبی علی الزیلعی، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت : ۱/ ۴۶۸،دار الکتب العلمیة، بیروت)

7

طرح نیت کرے، مثلاً ظہر کی سب سے پہلی قضاء نماز جو میرے ذمہ باقی ہے اس کو پڑھتا ہوں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۸/۲/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۸/۲/۱۱ھ۔

قضاء نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۴۵۱]: ایک شخص کے ذمہ فرض قضاء نمازیں باقی ہیں، تقریباً بارہ سال کی نماز اس سے قضاء ہوئی ہے، اب وہ ان کو پڑھنا چاہتا ہے، اس کو دن اور تاریخ اور ماہ یاد نہیں، اب وہ ان بقایا نمازوں کی کس طرح نیت کرے اور ادا کیلئے کیا نیت کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے ظہر کی نماز جو مجھ پر فرض ہوئی ہے اور میں نے ادا نہیں کی اس کو پڑھتا ہوں اسی طرح سب نمازوں کی نیت کرے اور وتروں کی بھی قضا کرے: "وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوة يقضيها، .... فإذا أراد تسهيل الأمر عليه نوى أول ظهرٍ عليه أدرك وقته ولم يصله، فإذا نواه كذلك فيما يصليه يصير أولاً فيصح بمثل ذلك، وهكذا إذا نواه آخره، فيقول: أصلى آخر ظهرٍ أدركته ولم اصله بعد،اهـ". مراقی الفلاح، ص:۲۳۸(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۱/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۱/۹ھ۔

---

(۱) "كثرت الفوائت، نوى أول ظهر عليه أو آخره". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۷۶/۲، سعید)

"إذا أراد أن يقضي الفوائت ذكر في "فتاوى أهل سمرقند": "أنه ينوي أول ظهر لله عليه، وكذالك كل صلاة يقضيها، وإذا أراد ظهر آخر ينوي أيضاً أول ظهر لله عليه؛ لأنه لما قضى الأول صار الثاني أول ظهر لله عليه". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة، من مسائل المتفرقة: ۹۹/۲، المكتبة الغفارية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۷۶۶/۲، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۶، قديمی) .... =

وتر کی قضاء کا طریقہ

سوال[۳۴۵۲]: ایک شخص پر عشاء کی نمازیں باقی ہیں یعنی کئی سال کی قضاء ہوگئیں تو اب وہ عشاء کی نماز کے فرض اور وتر دونوں کی قضاء کرے یا محض فرضوں کی قضاء پڑھے، اگر وتر قضاء کرے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وتر کی بھی قضاء کرے اور جس طرح فرض میں اول فرض یا آخر فرض کی نیت کرے اسی طرح وتر میں بھی اول وتر یا آخر وتر کی نیت کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۱/۱۳۵۶ھ۔

قضاء اور ادا نماز میں فرق

سوال[۳۴۵۳]: قضاء اور ادا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا، مثلاً کسی نے چار وقت کی قضاء نماز پانچویں وقت ادا کی، یا کسی نے آٹھ وقت کی قضاء نمازیں نویں وقت ادا کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نماز کو وقت پر پڑھا جائے تو ادا ہے اور جسے بعد وقت کے پڑھا جائے تو وہ قضاء ہے (۲)۔

= (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۶، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۲/۹۹، المكتبة الغفارية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۲/۶۷۶، ادارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي)

(۱) وكذا حكم الوتر تنوير". (تنوير الأبصار). وقال ابن عابدين: "لأنه فرض عملي عنده خلافاً".

(ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعيد)

(۲) "والقضاء فعل الواجب بعد وقته". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۵، سعيد)

"والقضاء له تعريفان: أحدهما على المذهب الصحيح من أن القضاء يجب بما يجب به الأداء، هو فعل الواجب بعد وقته، فيقال: هو فعل العبادة بعد وقتها". (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۹، رشيديه)

صاحب ترتیب کو ترتیب لازم ہے جب قضاء نماز ذمہ میں لازم ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو تو وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں، ہاں! اگر کم از کم چھ قضا نمازیں ذمہ میں ہوں تو پھر ترتیب لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۹۰ھ۔

قضاء بہ نیتِ ادا

سوال[۳۴۵۴]: کسی شخص نے ظہر کی نماز بہت دیر سے پڑھی لیکن اس کا خیال تھا کہ ابھی ظہر کا وقت (بحسابِ مثلین) باقی ہے، اس لئے قضاء کی نیت نہیں کی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد اوقات کی جنتری دیکھی تو معلوم ہوا کہ جنتری کے حساب سے ایک منٹ قبل ظہر کا وقت ختم ہو چکا تھا یعنی جنتری میں چار بجکر گیارہ منٹ پر ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے، اس شخص نے ۴/ بجکر ۱۲/ منٹ پر نیت باندھی تھی، تو آیا اس کی نماز ہوگئی یا پھر قضاء کی نیت سے اعادہ ضروری ہے۔

عمید احمد بوہرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، اعادہ ضروری نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ۔

---

(۱) "قال: "(ويسقط)الترتيب (بضيق الوقت والنسيان وصيرورتها ستاً): أى بصيرورة الفوائت ستًا، وبكل واحد من هذه الثلاثة يسقط الترتيب، بخلاف ما إذا كان في الوقت سعة، وقدم الوقتية حيث لايجوز؛ لأنه أدّاها قبل وقتها". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۴۶۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى فتح القدير، باب قضاء الفوائت: ۱/ ۴۸۸، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(وكذا في فتاوىٰ قاضى خان، كتاب الصلاة، فصل في الترتيب وقضاء المتروكات، ۱/ ۱۰۹، رشيديه)

(۲) (لصحة القضاء بنية الأداء كعكسه هو المختار". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت، سعيد))

"لونوى الأداء على ظن بقاء الوقت، فتبين خروجه، أجزأه، وكذا عكسه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۲۲، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/ ۲۶۲، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/ ۶۶، رشيديه)

ایضاً

سوال[۳۴۵۵]: ایک شخص نے ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ حالتِ نماز میں عصر کی اذان ہوگئی اور اپنی نماز کو اس نے پورا کرلیا، لیکن ادا کی نیت سے شروع کی تھی۔ تو کیا دوبارہ قضاء کی نیت سے پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز درست ہوگئی: "لونوی الأداء علی ظن بقاء الوقت، فتبین خروجه، أجزأہ".

شامی: ۱/۲۸۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۹۲ھ۔

جس نماز کی ادا کرتے وقت خبر نہ ہو اس کی قضاء

سوال[۳۴۵۶]: اوقاتِ نماز میں بمشکل محمد قاسم نماز پڑھتا ہے، مگر محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی، کیا ان نمازوں کی قضاء کرنی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن نمازوں کی محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وقت گذر جاتا ہے اس کی قضاء کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۹۰ھ۔

مغرب ووتر کے اعادہ کے وقت چار رکعت پڑھنا

سوال[۳۴۵۷]: بعض کتب میں دیکھا کہ اگر مغرب یا وتر میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور ادا کرنا یاد نہ

(۱) (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۲، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۲۲، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۶، رشيديه)

(۲) "والقضاء فعل الواجب بعد وقته". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۹، رشيديه)

رہاتواعادہ کےوقت پوری ۴/ رکعت پڑھے۔ پس اس کی کوئی اصل ہے یاصرف اغلاط سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ کسی کتاب میں ہے تو اس کا منشا یہ ہوگا کہ ترکِ واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور فرض ادا ہوجاتا ہے، اگر سجدۂ سہو کرلیا تو جبرِ نقصان ہوگیا ورنہ اعادہ وقت کے اندر لازم ہوتا ہے اور بعد الوقت اعادہ کا وجوب ساقط ہوکر ندب باقی رہ جاتا ہے تو اس پر ایسی نماز مندوب ونفل ومستحب ہوئی اور متنفل بالثلاث غیر مشروع ہے، لہٰذا ۴ رکعت بثلاث قعدات پڑھے(۱)۔ شامی اور بحر وغیرہ میں اس پر بحث کی ہے کہ ترکِ واجب سے اعادہ بعد الوقت واجب رہتا ہے یا محض مندوب ہوجاتا ہے۔ باب قضاء الفوائت (۲) ، باب سجود السهو(۳) ، واجبات الصلوات (٤) ، تینوں جگہ اس کا ذکر ہے اور حکم مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ اعادہ بعد الوقت کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ۵/ ۱۳۶۷ھ۔

کئی سالوں سے غلط پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ

سوال[۳۴۵۸] : کچھ لوگ کافی دنوں سے نماز پڑھ رہے تھے مگر انہیں غلط یاد تھیں، اب امام صاحب سے صحیح کرلی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ پچھلی دس بیس تیس سال کی غلط نمازوں کی قضاء ہوگی یا نہیں؟

---

(۱)(سيأتي تخريجه تحت عنوان: "دارالعلوم کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب")

(۲)"(قوله: أي وجوبًا في الوقت الخ) فالحاصل أن من ترک واجبًا من واجباتها أو ارتكب مكروهاً تحريميًا، لزمه وجوبًا أن يعيد في الوقت، فإن خرج، أثم، ولايجب جبر النقصان بعده، فلو فعل فهو أفضل اهـ .... قلت: أي لأنه يشمل وجوبها في الوقت وبعده: أي بناء على أن الإعادة لاتختص بالوقت".

(ردالمحتار، باب قضاء الفوائت : ۲/ ۶۴، سعيد)

(۳)"(قوله: لأنه لإصلاح مافات): أي ماترک من الواجبات في محله ،كما أن قضاء الفوائت لإصلاح مافات وقته بفعله بعده". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/ ۷۷، سعيد)

(۴)(رد المحتار، باب صفة الصلاة مطلب :كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/ ۴۵۷، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

ابتداء سے نماز کو صحیح نہ کرنا بہت بڑی کوتاہی ہے، تاہم جیسی نماز ان کو آتی تھی انہوں نے پابندی سے ادا کی، جوکوتاہی اور غلطی ہوئی حق تعالیٰ معاف فرمائے، اب دس، بیس، تیس سال کی نمازوں کو دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وقت کے اندر بالغ ہوجانے کے بعد پڑھی ہوئی نماز کی قضاء

سوال[۳۴۵۹]: زید صبح صادق سے قبل بالغ ہوا تو اس پر عشاء کی نماز پڑھنا ضروری ہوگی یا نہیں اور اگر عشاء کی نماز پڑھ کر سویا تھا تو عشاء کی نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

احقر محمد شفیع الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید پر صورتِ مسئولہ میں عشاء کی نماز فرض ہوگی، لہٰذا اگر بلوغ سے پہلے پڑھ چکا ہے تو اس کا اعادہ کرے کیونکہ بلوغ سے پہلے جو نماز اس نے پڑھی ہے وہ نفل ہے اور اگر نہیں پڑھی تو بعد بلوغ اس فرض کو ادا کرے، اگر وقت کے بعد بالغ ہوا ہے تو قضاء ضروری ہے:

"صبيٌّ احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر، لزمه قضائها". درمختار۔ قال الشامي: لأنها وقعت نافلةً، ولما احتلم في وقتها، صارت فرضاً عليه؛ لأن النوم لا يمنع الخطاب، فيلزمه قضائها في المختار، ولذا لو استيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۶/۱/۵۴ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۱/۷۶، سعید)

"غلامٌ احتلم بعد ماصلى العشاء ولم يستيقظ حتى طلع الفجر، ليس عليه قضاء العشاء، والمختار أن عليه قضاء العشاء. وإذا استيقظ قبل الطلوع، عليه قضاء العشاء بالإجماع، وهي واقعة محمد بن الحسن سألها أبا حنيفة، فأجابه بما ذكرنا، فأعاد العشاء". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۵۹، رشیدیه) .... =

احتلام یاد نہیں تو نماز کب سے لوٹائے؟

سوال[۳۴۲۰]: امام مسجد کو احتلام ہوتا ہے، صبح کو احتلام یاد نہیں اور نہ کسی قسم کا اثر معلوم ہوا، دو تین روز کے بعد اتفاقاً پائجامہ پر نشان منی کا دکھلائی دیا، اب سوچتا ہے کہ یہ کب سے ہے تو فکر کے بعد معلوم ہوا کہ غالباً دوسری تیسری رات کا واقعہ ہے اور اس اثناء میں وہ امام جتنی نمازیں پڑھاتا رہا اور گا ہے گا ہے دوسرا شخص بھی نمازیں پڑھاتا رہا۔

اب سوال یہ ہے کہ دو تین روز میں جن لوگوں نے اس جنبی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ مقررہ خاص متعین نمازی نہیں ہیں بلکہ کوئی کسی جگہ کا اور کوئی کسی جگہ کا............ نامعلوم الاسم، نامعلوم المکان ہیں اور مقررہ متعین نمازی تو چند ہیں۔ اب ان نمازوں کا اعادہ کس طرح کیا جائے اور وہ لوگ جو نامعلوم الاسم ہیں ان کی نمازیں ہوگئیں یا نہیں؟ وہ نمازیں امام کو یاد نہیں کہ میں نے جنابت کی حالت میں کتنی پڑھائی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض احتمال اور شک سے تو اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا جاتا، بلکہ شک کی صورت میں یہ حکم ہے کہ جس وقت کپڑے پر منی کو دیکھا ہے اس سے قبل جو سویا تھا اس وقت سے جنابت کا حکم ہوگا اور بیدار ہو کر جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ واجب ہے، لیکن اگر قرائن سے غلبۂ ظن حاصل ہوگیا کہ مثلاً تیسری شب میں احتلام ہوا تھا تو پھر جب ہی سے حکم اعادہ کیا جاوے جب سے غلبۂ ظن حاصل ہو(۱)۔ اور جہاں تک اپنے امکان میں ہو تحقیق کر کے نمازیوں کو اطلاع کردے، خواہ زبانی خواہ تحریری، خود یا کسی اور کے ذریعہ، اس کے بعد بھی اگر کوئی

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في قضاء الفوائت، ص: ۵۳۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشيديه)

(۱) "قوله: أعاد من آخر احتلام .. الخ". .... وفي بعض النسخ: من آخر نوم، وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر، مطلب: فرق بين الروث والخثى والبعر والخرء: ۱/۲۲۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۲۱، رشيديه)

بغیر اطلاع رہ گیا، لاعلمی کی وجہ سے تو انشاء اللہ معافی کی توقع ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ربیع الثانی/ ۶۴ھ۔

دارالعلوم کے ایک فتوی پر اشکال اور اس کا جواب

سوال[۳۴۶۱]: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، عزیز الفتاویٰ جلد چہارم (۲)، ص: ۳۰ میں ہے: ''سوال: ۵۹۷، اگر مغرب کے فرض تہجد کے وقت تین رکعت پڑھی کہ دو نفل ہوگئی اور ایک رکعت اکارت ہوگئی، مگر اس میں یہ عرض ہے کہ بعد دوسری رکعت کے جو تیسری کے لئے کھڑا ہوا تو تاخیر سلام پھیرنے میں ہوئی دیگر جب تیسری رکعت کو کھڑا ہوا تو دوگانہ نفل کا واجب ہوگیا اور پھر تیسری پر سلام پھیر دیا اس صورت میں کچھ گناہ ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

''حالتِ توہم میں تین رکعت نہ پڑھے، بلکہ ۴/ پوری کرے ۳/ قعدے سے، جیسا کہ امام صاحب کے قولِ قضاء کی تاویل کی گئی ہے درمختار میں ہے: ''وما نقل أن الإمام قضى صلوة عمره، فإن صح نقول كان يصلي والمغرب الوتر أربعًا بثلاث قعدات، الخ''. انتہی (۳)۔

---

(۱) ''وإذا ظهر حدث إمامه بطلب، يلزم إعادتها كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن (بالقدر الممكن) بلسانه أو (بكتاب أو رسول على الأصح) لو معينين، وإلا لايلزمه، بحر عن المعراج''. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة: ۱/ ۵۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/ ۶۴۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الايضاح، باب الامامة، ص: ۲۹۷، قديمي)

(۲)(فتاوى دار العلوم ديوبند يعني عزيز الفتاوى مبوب مكمل، كتاب الصلاة، فصل في قضاء الفوائت: ۱/ ۲۶۶، دار الاشاعت)

(۳)(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۳۷، سعيد)

''إذا كان على غالب ظنه فساد ماصلى لوُرود النهي عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وما حكي عن أبي حنيفة أنه قضى صلاة عمره، فإن صح النقل فنقول: كان يصلي المغرب والوتر أربع ركعات بثلاث قعدات، انتهى''. (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۰۹، رشيديه)

اس سوال میں یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ مغرب کے تین فرض تہجد کے وقت قضاء کرنے سے نفل کیوں ہوگئی اور جواب میں اس کو حالتِ توہم پر محمول کیوں کیا گیا؟ نیز تیسری رکعت شروع کرنے سے وجوبِ دوگانہ اور تاخیرِ سلام کا کوئی جواب نہیں دیا، اس کا جواب بھی تحریر فرمادیں۔ اور جواب میں جو درمختار کی عبارت ہے وہ کونسی اور کس باب اور کس صفحہ پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کتابت کی غلطی ہے، سوال کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص توہّم کے وقت مغرب کے ۳/ فرض کا اعادہ کرے یعنی مغرب کے فرض اس کے ذمہ یقینی نہیں بلکہ محض کسی وہم کی بناء پر پڑھتا ہے کہ شاید پہلے جو وقت پر پڑھ چکا ہے وہ صحیح نہ ہوا ہو تو ایسی حالت میں دو رکعت نفل ہوگئی کیونکہ فریضہ پہلے ادا ہو چکا اور ایک رکعت بیکار گئی تو اس کی تدبیر جواب میں بتائی ہے کہ ایسے وقت میں تین نہ پڑھے بلکہ ۴/ پوری کرے اور تین قعدے کرے۔ اور عبارتِ منقول باب النوافل میں صلاۃ علی الدابۃ سے چند سطر پہلے ہے:

"ولایصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلها فی القراءۃ، أو فی الجماعۃ، ولاتعاد عند توهم الفساد للنهی، وما نقل أن الإمام قضی صلوۃ عمرہ، صح". درمختار.

نہی کے تین محمل بیان کئے، ثالث پر امام صاحب کے فعل سے اشکال ہوا تو اس کی توجیہ کی کہ اگر یہ نقل صحیح تسلیم کی جائے تو:

"نقول: کان یصلی المغرب والوتر أربعًا بثلاث قعدات، اهـ"۔ "(قوله: ولا یصلی الخ) هذا اللفظ رواہ ابن أبی شیبة الخ. قال فخر الإسلام: لو حمل علی تکرار الجماعة فی مسجدٍ له أهل أو علی قضاء الصلوۃ عند توهم الفساد لکان صحیحًا (وقوله): وما نقل الخ) جوابٌ عن سوال وارد علی الوجه الثالث، فإن هذا المنقول ینافی حمل النهی علیه إذ یبعد أن یکون ماصلاہ أولامشتملاً علی خلل محقق من مکروہ أو ترك واجب، بل الظاهر أنه أعاد ماصلاہ لمجرد الاحتیاط وتوهم الفساد، فینافی حمل النهی فی مذهبه علی وجه الثالث، الخ". ۱/۶۵۳(۱).

تاخیرِ واجب اگر سہواً ہو تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، عمداً میں سہو نہیں۔ اگر یہ صلاۃِ معادۃ نفل مانی جائے

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی الصلاۃ علی الدابة: ۳۸/۲، سعید)

تو اس میں ایک قعدہ کی زیادتی ہوئی اور اگر فرض مانی جائے تو ایک رکعت کی زیادتی ہوئی، اس کا مدار اول نماز کی صحت اور عدمِ صحت پر ہے:

"فعلی احتمال صحة ماکان صلاه أو لاتقع هذه الصلوٰة نفلاً وزیادةالقعدة علی رأس الثالثةلاتبطلها، وعلی احتمال الزیادة تقع هذه فرضاًمقضیاً زیادة رکعة علیها لاتبطلها، اهـ". شامی: ۱/ ٦٥٤(۱)۔

جس نفل کو قصداً بہ نیتِ نفل شروع کرے اس کا اتمام لازم ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ اس میں داخل نہیں:

"ولوسها عن القعود الأخیر، عاد مالم یقیّد بالسجدة، وإن قید تحوّل فرضه نفلاً برفعه، وضم سادسةً ولو فی العصروالفجر إن شاء لاختصاص الکراهة والإتمام بالقصد اهـ". درمختار۔

"(قوله: لاختصاص الکراهة الخ) جواب عما قد یقال: إن تنفل بعد العصر والفجر مکروه، وفی غیرهما وإن لم یکره، لکن یجب إتمامه بعد الشروع فیه، فکیف قلت: ولو بعد العصر والفجر؟ قلت: إنه فجرٌ إن شاء ضمّ، وإلا فلا؟ والجواب أنه لم یشرع فی هذا النفل قصداً، وماذکرته من الکراهة ووجوب الإتمام خاص بالتنفل قصداً اهـ".

قال فی الدر: "ولاعهدة لو قطع". وقال الشامی رحمه الله تعالیٰ: "أی لایلزمه القضاء لولم یضم وسلم؛ لأنه لم یشرع به مقصوداً کما مرّ، اهـ". ردالمحتار: ۱/ ۷۰۰، باب سجود السهو(۲) باب النوافل، میں "لزم نفلٌ شرع فیه قصداً"(۳) کے تحت میں شروع کو مقید کیا ہے، مطلقاً ہر شروع سے لزوم کا حکم نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو۔ پی۔

وقت کے اندر نابالغ کا بالغ ہونا اور بہشتی گوہر کی ایک عبارت

سوال[۳۴۶۲]: بہشتی گوہر حصہ یازدہم، مطبوعہ کتب خانہ اختری متصل مدرسہ مظاہر علوم کے صفحہ:

(۱)(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، ۸۷، سعید)

(۲) (ردالمحتار علی الدرالمختار، باب سجود السهو: ۲/ ۸۵-۸۷، سعید)

(۳) (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۲۹، سعید)

۷۰، پرنماز قضاء ہوجانے کے مسائل کے تحت مسئلہ:۲ کی عبارت غالبًا نظرِ ثانی سے رہ گئی، مطبوعہ عبارت یہ ہے:

''اگر کوئی لڑکا نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کرسوئے اور بعد طلوعِ فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہوگیا ہے تو بقولِ راجح اس کو چاہیئے کہ عشاء کی نماز کا اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوعِ فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے''(۱)۔

قدیم وجدید متعدد نسخے دیکھے، سب میں یہی عبارت طبع ہوئی ہے جس کی تصحیح نہ ہوسکی، شامی صفحہ:۵۰۹، مصری کو دیکھا اس کے اعتبار سے اس مسئلہ کی عبارت یہ ہونی چاہیئے:

''اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کرسوئے اور بعد طلوعِ فجر کے بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ احتلام ہوگیا ہے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضاء پڑھے۔ اور اگر قبل طلوعِ فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بقولِ راجح عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے''۔

چونکہ عبارت کی یہ غلطی برسوں سے چلی آرہی ہے اس کی تصحیح دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جس طرح مناسب ہو، ہوجانی ضروری ہے:"صبي احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر، لزم قضاؤها، ولو استيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً". شامی: ۵۰۹/۱(۲)۔

الجواب حامداًومصلياً:

نماز بالغ ہونے پرفرض ہوتی ہے، اس سے پہلے ادا کی ہوئی (نماز) فرض متصور نہ ہوگی۔ جس نابالغ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سوگیا اور اس کو احتلام ہو جس سے وہ بالغ شمار کیا گیا اور اس پر نماز فرض قرار دی گئی اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ طلوعِ فجر سے پہلے اس نوم سے بیدار ہو تو اس پر بالاجماع عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ وقتِ عشاء ختم ہونے سے پہلے بالغ اور مکلّف ہوگیا اور اس کی عشاء کی پڑھی ہوئی نماز ''فرض'' نہیں تھی۔ اگر طلوعِ فجر کے بعد بیدار ہوا تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو طلوعِ فجر کے بعد میں احتلام ہوا ہو تو اس کے ذمہ عشاء کی نماز کا اعادہ لازم ہوگا، یہ دوسرا قول مختار ہے:

"صبيٌّ احتلم بعد صلوة العشاء، واستيقظ بعد الفجر، لزمه قضاؤها". درمختار۔ "(قوله:

(۱) (بهشتی زیور، حصه یاز دهم، نماز قضاء ہوجائے کے مسائل، ص: ۴۸۶، دار الاشاعت، کراچی)

(۲) (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۸۶/۲، سعید)

لزمه قضاءها)؛ لأنها وقعت نافلةً. ولما احتلم في وقتها صارت فرضاً عليه؛ لأن النوم لايمنع الخطاب". فيلزمه قضاء هافي المختار، ولذا لواستيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً، الخ". ردالمحتار: ۱/٤٩٤، قبيل باب السجود(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی گوہر کی عبارتِ مسئولہ صحیح ہے اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت نہیں، چہ جائیکہ تصحیح کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۴ھ۔

ایک دووقت کی نماز قضاء ہوجانے سے آدمی صاحبِ ترتیب رہ جاتا ہے یا نہیں؟

سوال[۳۴۶۳]: زید کی ایک دووقت کی نماز بعداز بلوغ قصد سے یا بلاقصد، تساہل یا عذر کی وجہ سے فوت ہوگئی، اس حال میں کیا عندالشرع صاحبِ ترتیب شمار کیا جائے گا اور جب تک اس کو ادا نہیں کرے گا بعد کی نمازیں درست ہونگی اور اگر بعداز بلوغ وہ بے نمازی تھا اور کچھ مدتِ مکلّفہ گذرجانے کے بعد تائب ہوکر نمازی ہوا، اس حالت میں بھی وہ صاحبِ ترتیب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور فوائتِ نماز کا ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہوگا یا بلاترتیب؟ پھر غیر صاحبِ ترتیب کی طرح مقدم مؤخر کیف ماشاء ادا ہوجائیں گی۔ مفصل شرح سے شرح صدر فرمایا جائے۔

محمد عاشق شہر سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیب فرائضِ خمسہ اور وتر میں لازم اور ضروری ہے، ادا میں بھی قضاء میں بھی، ایک دووقت کی نماز قضاء ہوجانے کی وجہ سے ترتیب ساقط نہیں ہوجاتی، لہذا جس صاحبِ ترتیب کے ذمہ ایک نماز فائتہ موجود ہے

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۵۹، رشيديه)

(وكذا في سكب الأنهر في شرح الملتقى، باب قضاء الفوائت، قبيل سجود السهو: ۱/۱۴۷، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

اس کو بلاعذر وتنگیٔ وقت ونسیان وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں جب تک اس فائتہ کو پہلے نہ پڑھ لے، اگر ایسی حالت میں وقتیہ کو پڑھے گا تو وہ وقتیہ موقوف رہے گی، اگر چھ وقتیہ نمازیں پڑھنے سے پہلے فائتہ پڑھی ہے تو وہ نمازیں نفل ہوں گی، فرائض ذمہ سے ساقط نہ ہوں گے۔ اگر چھ کے بعد فائتہ پڑھی ہے تو وہ سب فرض نمازیں صحیح ہوگئیں اور فائتہ بھی صحیح ہوگئیں اور سب فائتہ نمازیں پڑھ کر پھر صاحب ترتیب بن جائے گا:

"الترتیب بین الفروض الخمسة أداءً وقضاءً لازمٌ .... فلم یجز فجرُ من تذکر أنه لم یؤتر إلا إذا ضاق الوقت أو نسیت الفائتة .... وفساد الصلوٰة بترك الترتیب موقوف، فإن کثرت وصارت الفوائت مع الفائتة ستًا، ظهر صحتها، وإلالا تظهر صحتها، بل تصیر نفلاً" (۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ جمادی الاول/۱۳۵۴ھ۔

غیر صاحبِ ترتیب کا وقت معین کر کے قضاء نماز پڑھنا

سوال [۳۴۲۴]: غیر صاحبِ ترتیب کیلئے صاحبِ ترتیب ہونے سے پہلے وقت معین کر کے نماز جائز ہے یا نہیں، مثلاً عمر صاحبِ ترتیب نہیں، اس وجہ سے دو سال سے نامعلوم کتنی نمازیں قضاء کی ہیں، اب ان

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۵تا۷۲، سعید)

"الترتیب بین الفائتة والوقتیة، وبین الفوائت مستحق، کذافي الکافي .... وکذابین الفروض والوتر، هکذا في شرح الوقایة .... ثم الترتیب یسقط بالنسیان، وبما هو النسیان کذا في المضمرات .... ویسقط الترتیب عندضیق الوقت، کذا فی محیط السرخسی .... ویسقط الترتیب عند کثرة الفوائت، وهو الصحیح، هکذا في محیط السرخسي. وحدّ الکثرة أن تصیر الفوائت ستاً بخروج وقت الصلاة السادسة .... في الأصل: رجل صلی العصر وهو ذاکر أنه لم یصل الظهر، فهو فاسدٌ، إلا أن یکون فی آخر الوقت .... ثم عند أبي حنیفة فرضیة العصر تفسد فساداً موقوفًا حتی لو صلی ست صلوات أو أکثر ولم یُعد الظهر، عاد العصر جائزاً، لایجب علیه إعادته". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱–۱۲۴، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۰ – ۱۵۱، رشیدیه)

دوسالوں کی نماز قضاء کرنے سے پہلے عمر نے یہ چاہا کہ آج یکم محرم سے جونماز قضاء ہوگئی ہے اسے ادا کرلوں تو یہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح درست ہے، کذافی ردالمحتار(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

صاحبِ ترتیب نمازِ جمعہ پڑھے یا فوت شدہ پڑھے؟

سوال[۳۴۲۵]: صاحبِ ترتیب اگر قضاء پڑھے تو جمعہ فوت ہوجائے، اس صورت میں راجح قول کے مطابق پہلے قضا پڑھے یا جمعہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صاحبِ ترتیب پہلے قضاء پڑھے، پھر اگر جمعہ مل سکے تو بہتر ورنہ ظہر پڑھے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

---

(۱) "(قوله: كثرت الفوائت الخ) لوفاته صلاة الخميس والجمعة والسبت فإذا قضاها، لابد من التعيين؛ لأن فجر الخميس مثلاً غير فجر الجمعة .... ولايضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت، وقيل: لايلزمه التعيين أيضًا". (ردالمحتار، قبيل باب سجود السهو: ۲/۷۶،سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على هامش حاشية الطحطاوي، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۶،قديمي)

(۲) "ولو أن مصلي الجمعة تذكر أن عليه الفجر، فإن كان بحيث لوقطعها واشتغل بالفجر، تفوته الجمعة ولايفوته الوقت، فعند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ يقطع الجمعة ويصلي الفجر، ثم يصلي الظهر. وعندمحمد رحمه الله تعالىٰ يتمّ الجمعة ولو كان بحيث أنه إذا قضى الفجر أدرك الجمعة مع الإمام، فإنه يشتغل بالفجر إجماعًا، وإن كان بحيث إذا قطع الجمعة واشتغل بالفجر يفوت الوقت، أتمّ الجمعة إجماعًا، ثم يصلي الفجر بعدها، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادى عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۲،رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفوائت: ۱/۷۵۶، إدارة القرآن، كراچی) =

فوائتِ قدیمہ اور فائتہ جدیدہ میں ترتیب

سوال[۳۴۲۶]: زید اپنی عمر کے بیسویں سال میں آکر توبہ کرتا ہے اس عرصہ میں وہ کبھی نماز پڑھتا تھا اور کبھی نہیں پڑھتا تھا اس لئے اندازاً نمازوں کا حساب لگالیا اور قضائے عمری پڑھنے لگا۔ اتفاق سے اس کی کوئی نماز قضاء ہوگئی تو اب وہ اس نماز کو جواب قضاء ہوئی ہے پہلے ادا کرے یا جب ادا کرے جب اس کی پچھلی نمازیں سب ادا ہوجائیں اگر وہ نئی قضاء نماز پہلے ادا کرے تو یہ ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نئی قضا نماز کو ابھی پڑھ لے، گذشتہ مدتوں کی نمازوں کا انتظار نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۶۸ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۶۸ ۱۳ھ۔

فائتہ یاد ہوتے ہوئے وقتی فرض پڑھنے کے متعلق مفتی بہ قول

سوال[۳۴۲۷]: امام صاحب اور صاحبین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، فتویٰ کس کے قول پر ہے:

"لوصلی فرضًا ذاکراً أن علیه فائتة قبله، فسدفرضه فساداً موقوفًا عند أبی حنیفة، الخ"(۲)۔ اس مسئلہ میں صاحبین کا قول کیا ہے؟ فقط۔

= (وكذا فی ردالمحتار، باب قضا الفوائت: ۶۷/۲، سعید)

(۱) "فالحديثة تسقط الترتيب اتفاقًا، وفی القديمة اختلاف المشايخ، وذالک كمن ترک صلوات شهر، ثم صلی مدةً ولم يقض تلک الصلوات حتی لو ترک صلاةً صلی أخریٰ ذاکراً للفائتة الحديثة، لم يجز عند البعض، وقيل: يجوز، وعليه الفتویٰ، كذا فی الكافی". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱۲۳/۱، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۷۰/۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۱۵۳/۲، رشيديه)

(۲) (الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، فصل فی قضاء الفوائت، ص: ۵۳۰، سهيل اكيڈيمی، لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا قول استحسان پر مبنی ہے اور صاحبین کا قول قیاس پر، کما فی القنیة(۱) والبحر (۲) والمجمع(۳)، والأول أرجح من الثانی إلا فیما استثنیٰ، کذا قال ابن عابدین فی شرح عقود

(۱) "ولوفاتت صلوٰة واحدة، ثم صلی بعدها خمس صلوٰة ذاکراً للفائتة، کان الخمس فاسدةً فساداً موقوفًا حتی أنه إذا صلی السادسة قبل الفائتة، انقلبت الخمس جائزةً. وإذا قضی الفائتة قبل السادسة، وجب إعادتها، فواحدة تصح خمساً وواحدة تفسد خمساً علی ماقال أبوحنیفة کما فی المبسوط وغیره: إن الفساد فی کلٍ من الست عنده لیس بمتقدر فیما أدی، بل هو شئ یفتی به فی الوقت حتی یعیدها ثانیًا فی الوقت، فإذا خرج الوقت تنقلب المؤدات صحیحةً. وأما عندهما ففساد الخمس باق لم تنقلب جائزةً بکل حال". (جامع الرموز، کتاب الصلاة، فصل: قضاء الفوائت: ۱/ ۲۲۷، مطبعه کرعیه قزان)

(۲) "قوله:(فلو صلی فرضاً ذاکرًا فائتة ولو وتراً، فسد فرضه موقوفًا .... وهذا عند أبی حنیفة، وعندهما: الفساد متحتم لایزول، وهو القیاس؛ لأن سقوط الترتیب حکم، والکثرة علة له، فإنهما یثبت الحکم إذا ثبتت العلة فی حق مابعدها، فأما فی نفسها فلا. وهذا لأن العلة ماتحل بالمحل، فیتغیر لحلوله المحل، فلایجوز أن یکون نفس العلة محلاً للعلة للاستحالة. ولأبی حنیفة أن الحکم مع العلة یقترنان لما عرف فی الأصول، والکثرة صفة هذا المجموع، وحکمها سقوط الترتیب، فإذا ثبت صفةالکثرة بوجود الأخیرةاستندت الصفة إلی أولها بحکمها فیجوزالکل لمرض الموت لماثبت له هذا الوصف استند إلیه بحکمه، ولهذا لو أعادها بلاترتیب، جازت عندهما أیضًا. وهذا لأن المانع من الجواز قلتها، وقد زالت فیزول المنع". (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۵۶، رشیدیه)

(۳) "(فلو صلی فرضًا ذاکراً فائتة، فسدفرضه موقوفًا عنده) لایحکم بصحته وفساده، حتی لو صلی بعده ست صلوات أو أکثر ولم یقض الفائتة، انقلب الکل جائزًا عند الإمام. (وعندهما) فسد فرضه فساداً (باتا): أی قطعیاً (فلوقضاها): أی الفائتة (قبل أداء ستٍ) من الصلوات (بطلت فرضیة ماصلی، وإلا): أی وإن لم یقض الفائتة حتی أدی سادساً (صحت عنده)؛ لأن الکثرة صفةٌ لهذه الجملةمن الصلوات، فإذا ثبت صفة استندت إلی أولها بحکمها، وهو سقوط الترتیب، فسقط الترتیب فی آحادها کما سقط فی أعیانها.......... (لاعندهما)؛ لأن سقوط الترتیب حکم الکثرة، وکل ماهو حکم العلة یتأخر عن علته، فسقوط الترتیب إنما یکون فیما یقع من الصلوات بعد الکثرة لافیما قبلها، وهو القیاس". (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت: ۱/ ۱۴۴، ۱۴۵، دارإحیاء التراث العربی)

7

رسم المفتی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

جہل سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟

سوال[۳۴۶۸]: ترتیب کے ساقط کرنے میں جہل کا اعتبار ہے یا نہیں؟ غایۃ الاوطار:۱/۳۳۴۔ میں تو اعتبار کیا ہے:"من جهل فريضة الترتيب، يُلحق بالناسي، واختاره جماعة من أئمة بخاری"(۲)، لیکن مراقی الفلاح میں بیان کیا ہے کہ جہل کا اعتبار نہیں:"ولايعتبر الجهل، وعبارة النقاية في حق الترتيب: ولوجاهلا به. مراقی الفلاح، ص: ۲۱۵ (۳)۔ مفتی بہ کون سا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر روایت میں تو جہل مسقطِ ترتیب نہیں ہے، لیکن ایک روایت میں امام صاحب سے بواسطۂ حسن بن زیاد اس کے خلاف بھی منقول ہے اور اس کو بہت سے مشائخ نے اختیار بھی فرمایا ہے، کذا فی البحر الرائق: ۲/ ۸۴، ومنحة الخالق: ۲/ ۸۴(۴)، وطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱/ ۲۴۰(۵)،

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :"الرابعة مافى عامة الكتب من أنه إذا كان فى مسئلة قياسٌ واستحسانٌ، ترجّح الاستحسان على القياس إلافى مسائل". (شرح عقود رسم المفتى، ص: ۸۱، مير محمد كتب خانه، كراچى)

(۲) (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۰ سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۳، قديمى)

(۴) "في المجتبىٰ:"من جهل فريضة الترتيب لايجب عليه كالناسى وهو قول جماعة من أئمة بلخ". (البحر الرائق).

"قوله:(وفي المجتبىٰ: من جهل)نقله قاضيخان فى شرحه عن الحسن بن زياد وقال: وكثيرمن المشائخ اخذوا بقوله، ومثله فى التاتارخانية". (منحة الخالق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۴۹، رشيديه)

(۵) "عند أئمتنا الثلاثة،وعن الحسن عنه أنه إذا لم يعلم به، لم يجب عليه، وبه أخذ الأكثرون، كما فى التمر تاشى". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۳،قديمى)

والدر المختار: ۱/۶۸۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲۲/۱/۸۸ھ۔

نفل نماز باجماعت قضائے عمری کیلئے

سوال[۳۴۶۹]: ۱...... کیا قضائے عمری اس خیال سے پڑھنا کہ تمام سال کی نمازیں جوفوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہوجاتی ہیں۔ قضائے عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے: دو رکعت نماز نفل باجماعت۔ یہ نماز شریعتِ اسلامی میں ثابت ہے یا نہیں فقہ کی کونسی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

۲......دو رکعت نماز نفل صبح یعنی دو رکعت نماز نفل پڑھنا باجماعت اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا اور اس کا اہتمام کرنا کیسا ہے اور یہ کہنا کہ اس سے حج کا ثواب مل جاتا ہے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ ...... یہ نماز شرعاً ثابت نہیں، نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، دو رکعت اس طور سے پڑھ کر یہ اعتقاد کرنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہوجاتی ہیں بالکل اصولِ شرع کے خلاف ہے۔ جو فرض نماز فوت ہوتی ہے اس کی قضا فرض ہے، جو واجب نماز فوت ہوتی ہے اس کی قضا واجب ہے، جو سنت نماز فوت ہوتی ہو اس کی قضا بھی سنت ہے:

"قضاء الفرض والواجب والسنة فرضٌ وواجبٌ وسنةٌ –لف و نشر مرتب– وجميع أوقات العمر وقتٌ للقضاء، اهـ". در مختار (۲)۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضائے عمری کے بطلان میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے (۳)۔

---

(۱) "وفي المجتبىٰ: من جهل فريضة الترتيب، يُلحق بالناسي، واختاره جماعةٌ من أئمة بخارىٰ، وعليه يخرج مافي القنية". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۰، سعيد)

(۲) (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

(۳) "رسالہ ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، مجموعة رسائل اللكنوى: ۲/۳۴۹، إدارة القرآن كراچى)

۲...... یہ لغو اور باطل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رمضان میں جماعت کے ساتھ قضائے عمری

سوال[۳۴۷۰]: ایک شخص رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری بالجماعت ہر ایک نماز کو اذان دیتے ہوئے پڑھتا ہے، اگر کوئی نہیں پڑھتا تو اس کو ملامت کرتا ہے اور سخت گنہگار بتلاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا جائز نہیں، دلائلِ شرعیہ کے خلاف ہے، اس کے تارک کو گنہگار کہنا سخت گناہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= "انسان سے جو نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہے۔ صرف توبہ کر لینے سے وہ معاف نہیں ہوتیں........... البتہ وہ اگر روزانہ پانچ نمازوں کی قضاء کرنا شروع کر دے اور ساتھ ہی یہ وصیت بھی کر دے کہ جو نمازیں میں اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں ان کا فدیہ میرے ترکہ سے ادا کیا جائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اس کی کوتاہی کو معاف فرما دیں گے"۔ (فقہی مقالات: ۴/ ۱۵-۲۸، قضاء عمری کی حقیقت، میمن اسلامک پبلشرز)

وأيضاً راجع للتفصيل: (فتاوى دار العلوم ديوبند: ۴/ ۳۳۰، و كفايت المفتى: ۳/ ۳۸۲، ۳۸۴، فتاوى حقانيه: ۳/ ۳۰۱، وغيره)

(۱) اس لئے کہ صبح صادق سے لیکر طلوعِ شمس تک کسی قسم کے نوافل پڑھنا جائز نہیں، دوسری خرابی یہ ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ ہے: "عن حفصة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين خفيفتين". (الصحيح للإمام مسلم، باب استحباب ركعتى الفجر والحث عليهما: ۱/ ۲۵۰، قديمى)

"عن على رضى الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلى فى أثر كل صلوة مكتوبة ركعتين إلا الفجر والعصر". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/ ۱۸۸، إمداديه، ملتان)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان المسئلة: "نفل کی جماعت")

(۲) "اعلم أنهم قد أحدثوا فى آخر جمعة شهر رمضان أموراً مما لا أصل لها، و التزموا أموراً لا أصل =

قضائے عمری کی نیت

سوال[۳۴۷۱]: قضائے عمری میں نماز کی نیت کس طرح کی جائے جب کہ دن، تاریخ، مہینہ اور سال معلوم نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جوسب سے پہلی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یا اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جوسب سے آخر کی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یہی حال دوسری نمازوں کا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھنی چاہئے

سوال[۳۴۷۲]: ایک انسان خاصی عمر میں نماز شروع کرے اور اشراق وتہجد وغیرہ پڑھے تو کیا اس کو ثواب ملے گا یا نہیں جبکہ قضائے عمری بھی پڑھ رہا ہو۔

= لـلزومها ...... فـمنها: القضاء العمرى، حدث ذلک فى بلاد خراسان و أطرافها، و بعض بلاد اليمن وأكـنـافهـا، و لهـم فـى ذلک طـرق مختلفة و مـسالک متشتة: فمنهم من يصلى فى آخر جمعة رمضان خـمس صلوات قضاءً بأذان وإقامة مع الجماعة، و يجهرون فى الجهرية، و يسرون فى السرية، و ينوون لها بقولهم: نويت أن أصلى أربع ركعات مفروضة قضاءً لمافات من الصلوات فى تمام العمر مما مضى، و يعتقدون أنهـا كـفـارة لجميع الصلوات الفائتة فما مضى". (مجموعه رسائل اللكنوى ،رساله "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان" : ۳۴۹/۲، إدارة القرآن، كراچى)

(راجع للتفصيل: عزيز الفتاوى باب قضاء الفوائت : ۲۶۷/۱، دارالاشاعت)

(۱) "(قوله: كثرت الفوائت الخ.)............ فإن أراد تسهيل الأمر يقول: أوّل فجر مثلاً، فإنه إذا صلاه، يـصيـر مـايليه أولا، أو يقول: آخر فجر، فإن ماقبله يصير آخراً، ولايضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب قضاء الفوائت : ۷۶/۲،سعيد)

(وكذا فى مراقى الفلاح على نورالايضاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۶، قديمى)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۷۶۲/۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ،كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری ہی پڑھا کرے، کیونکہ اگر موت آ گئی اور فرض نمازیں ذمہ رہیں تو پکڑ ہوگی، اگر نفلیں نہ پڑھیں تو ان پر پکڑ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۶/ ۱۴۰۶ھ۔

جس کی قضاء نمازیں باقی ہوں کیا وہ نوافل نہ پڑھے؟

سوال[۳۴۷۳]: نوافل کے جو فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ فرائض واجبات کی تکمیل پابندی کے بعد میں ہے، چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تک قضائے عمری نماز ادا نہ کی جائے جب تک نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھے، چاشت وغیرہ یا پنجگانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں قضاء باقی ہوں اس کو چاہیئے کہ قضاء نماز پڑھنے کا اہتمام کریں، ایسی حالت میں نوافل کا اہتمام کرنا اور قضاء کو نہ پڑھنا پسندیدہ نہیں، خلافِ دانشمندی بھی ہے اگر چہ یہ حکم نہیں لگایا جائے گا کہ نفلیں فاسد ہوگئیں، ایسے شخص کو چاہیئے کہ رات اور دن کی نفلیں اشراق، چاشت، اوابین، تہجد وغیرہ ظہر وعصر کے اوقات میں بجائے ان کی نفلوں کے قضاء نمازیں پڑھا کریں، اس کو ان اوقات میں نوافل پڑھنے کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ اجر وثواب ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الاشتغال بقضاء الفوائت أولیٰ وأهم من النوافل إلاسنن المفروضة". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۴، سعید)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۷، قديمى)

(۲) "وفي الحجة: والاشتغال بالفوائت أولیٰ وأهم من النوافل". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۷، قديمى)

قضاء نمازوں کیلئے ایک موضوع دعاء

سوال[۳۴۷۴]: کیا مندرجہ ذیل دعاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور کیا اسکے پڑھنے سے قضاء نمازیں خواہ کتنی زیادہ ہوں معاف ہوجاتی ہیں؟ دعا یہ ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم، يا الله، يارحمن، اللهم يا عظيم من كل عظيم، يا كريم من كل كريم، اللهم ياأجل من كل جليل، اللهم يا أعزمن كل عزيزٌ يا قديم من كل قديم، اللهم يا موجود من كل موجود اخلصنا من النار يا مجير يامجير يا مجير، وصلى الله على خير خلقه محمد وآله أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين"۔ یہ دعا آثارِ سعید، بابِ ذکر میں مذکور ہے۔ یہ کتاب معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات کہ "اس دعاء کے پڑھنے سے قضاء نمازیں معاف ہوجاتی ہیں" قطعاً اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کہنا جھوٹ ہے، حرام ہے، سخت وبال کا باعث ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "من كذب علي متعمداً فليتبوّأ مقعده من النار"(۱)۔ شراحِ بخاری اور مسلم نے اس کی اسناد کو تفصیل سے ذکر کیا ہے(۲)، شارحِ مشکوٰۃ نے

---

(۱)(صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۲۱، قديمی)

(صحيح الإمام مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۷، قديمی)

(۲) "واعلم أن الجمهور على أن الكذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمداً من أشد الكبائر، وذهب أبو محمد الجويني من كبار الفقهاء إلى أنه كفر .... قال العيني: من ذكر حديثًا موضوعاً بدون ذكر وضعه أوغلط في الإعراب، فهو أيضًا تحت هذا الوعيد. قال الحافظ في الفتح: إن هذا الحديث ثابت عن ثلاثين من أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. قلت :وهو عندي عن خمسين منهم. والحاصل أنه حديث متواترٌ قطعاً". (فيض الباري على صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ۱/۲۰۱، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

اس کو معنیً متواتر لکھا ہے(۱)۔

جو شخص حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم ہے، موضوعاتِ کبیر میں کئی صفحات میں اس کے حوالہ نقل کئے ہیں(۲)۔ پس سوال میں لکھی ہوئی دعاء کے پڑھنے سے قضاء نمازوں کی معافی کا اعتقاد رکھنا اور یہ سمجھنا کہ بس یہ دعاء ہی کافی ہے ہرگز درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۱۴ھ۔

شکار کی وجہ سے نماز قضاء کرنا

سوال[۳۴۷۵]: شکار میں اکثر نماز قضا کرنا اور تنگ وقت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ۔

= "ولأجل كثرة طرقه أطلق عليه جماعة أنه متواتر". (فتح البارى، شرح صحيح البخارى: ۲۷۱/۱، قديمى)

قال النووى: "امامن الحديث فهو حديث عظيم فى نهايته من الصحة، وقيل: إنه متواتر". (شرح الكامل للنوويّ على مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۸/۱، قديمى)

(۱) "من كذب علىّ". من المتواتر، وليس فى الأحاديث مافى مرتبته من المتواتر، فإن ناقليه من الصحابة جمٌّ غفيرٌ قيل اثنان وستون من الصحابة فيهم العشرة المبشرة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الأول: ۴۴۸/۱، الرشيديه)

(۲) (الموضوعات الكبرىٰ للملا على القارى، ما أخرجه الشيخان والحاكم عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه: "من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". ص: ۲۱-۲۹، قديمى)

(۳) "قال القاسم بن محمد: كل ما ألهى عن ذكر الله، وعن الصلاة، فهو من الميسر". (تفسير ابن كثير: ۹۱/۲، مكتبه سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى فتح القدير، مسائل متفرقه: ۶۵/۱۰، بيروت)

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم -وقال مرةً سفيان: ولا أعلمه إلا عن النبى صلى الله عليه وسلم- قال: "من سكن البادية جفا، ومن اتبع الصيد غفل، ومن أتى السلطان افتتن". (سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب فى اتباع الصيد: ۳۹/۲، سعيد)

فصل فی فدیة الفوائت

(قضاء نمازوں کے فدیہ کا بیان)

فدیۂ نماز کی تفصیل

سوال[۳۴۷۶]: ایک شخص کی وفات ہوئی اور اس کے ورثاء کو یہ معلوم ہے کہ اس کی اتنے دن کی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟ کیا اتنے دن کا کھانا ایک آدمی کو اتنے دن میں دیا جاسکتا ہے یا اتنے آدمیوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا چاہیئے اور ایک دن میں کتنے وقت شمار ہوں گے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ اس کا کفارہ ادا کرنا واجب نہیں، تاہم اگر بالغ ورثا اپنے مال سے-خواہ وہ مال ان کو اسی میت سے بصورتِ ترکہ ملا ہو- فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار فقیر کو دیدیں اور وتر کو مستقل نماز شمار کریں یعنی ہر دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ دیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک فقیر کو چند نمازوں کا فدیہ دیدیں، ایک دن میں دیں یا چند ایام میں، ایک شخص کو دیں یا متعدد کو، ہر طرح درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۱۳۶۸ھ۔

---

(۱) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله .... ولو أدى للفقير أقل من نصف صاع لم يجز، ولو أعطاه الكل، جاز". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲-۷۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، ۱۶۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

نماز اور روزہ کا فدیہ

سوال[۳۴۷۷]: ایک شخص کی بحالتِ بیماری دووقت کی نمازیں قضاء ہوئیں اور چھ رمضان کے روزے قضاء ہوگئے اور اس شخص کا انتقال ہوگیا، اب ان روزوں اور نمازوں کا کفارہ کس حساب سے ادا کرنا ہے یعنی فی نماز روزہ کیا فدیہ دیا جاوے اور کفارہ ایک ہی محتاج کو دیدیا جائے یا کئی کو؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

"یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ، وکذا حکم الوتر والصوم". درمختار: ۱/۱۰۱(۱)۔ وفی الشامی: ۱/۷٦٦: "أی أومن دقیقه أو سویقه أوصاع تمر أوزبیب أوشعیر أوقیمته، وهی أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقراء"(۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز ہر روزہ کے فدیہ میں وہی مقدار دی جاتی ہے جو صدقۃ الفطر میں دیجاتی ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے۔ یہ تمام فدیہ ایک کو دینا بھی جائز ہے اور کئی کو بھی، لیکن ایک فدیہ سے کم دینا جائز نہیں: "وأدی إلی الفقیر أقل من نصف صاع، لم یجز، ولو أعطاه الکل، جاز". درمختار علی الطحطاوی ۱/۳۰۸(۳) "ولو أعطی فقیرًا واحدًا جملةً، جاز". بحر: ۲/۹۱(٤)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۷/۳/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ذی الحجہ/۹۰ھ۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح علی نور الایضاح، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۲، قدیمی)

(۳) (باب قضاء الفوائت، دار المعرفة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

(۴) (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، رشیدیه) .... =

نماز اور روزہ کے فدیہ کی ادائیگی

سوال[۳۴۷۸]: ہندہ بحالتِ ضعیفی پانچ ماہ از جمادی الآخر تا نصفِ شوال بمرضِ فالج، بخار بیمار رہ کر فوت ہوگئی، اس عرصہ میں کسی وقت افاقہ نہیں ہوا، ان ایام کی نمازیں اس کی فوت ہوئیں اور روزے بھی نہ رکھ سکی البتہ اول الذکر دو ماہ پورے ہوش باقی رہے اور اس عرصہ میں ہوش کی یہ حالت تھی کہ بیمار پرسی کرنے والوں کو پہچانتی تھی، کھانا پانی طلب کرتی تھی اور بول و براز کے اخراج کا اس کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور جس وقت تیماردار وضو کرا کر چارپائی قبلہ رخ کر کے نماز کی کہہ کر نیت بندھواتے تو اس وقت رفع یدین کرا کے ہاتھ بندھوانے کے بعد پھر ایک دومنٹ کے بعد دعاء کیلئے ہاتھ خود بخود اٹھا لیتی تھی، گویا نسیان تھا، ہوش قائم نہ تھے، بتانے پر کہ نماز پوری کر لی تو کہہ دیتی کہ ہاں نماز پڑھتی ہوں۔

کیا ان ایام کی نمازیں، روزے اس کے ذمے ہیں یا نہیں؟ پھر کہہ کر نماز کے فدیہ کی وصیت کرائی تھی کہ میرے بعد میری فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دیدینا اور روزوں کے فدیہ کی کوئی وصیت نہیں کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں روزوں کی قضاء اس کے ذمہ واجب نہیں تھی، لہٰذا فدیہ بھی واجب نہیں ہوا، جن نمازوں کے پڑھنے کا وقت پایا اور اس قدر حواس باقی رہے کہ اشارہ کر کے نماز پڑھ سکے اور پھر نہیں پڑھی نہ ادا، نہ قضاء، اور ان کے متعلق وصیت کی ہے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ سے وصیت کو پورا کرنا واجب ہے، حساب کر کے ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت ادا کریں وتر مستقل نماز ہے(۱)۔ اگر تہائی

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادى عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا فى التاتار خانية، الفصل العشرون فى قضاء الفائتة: ۱/۱۷۷، إدارة القرآن كراچى)

(۱) "(قوله: وعليه صلوات فائتة .الخ): أى بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء ،فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلايلزمه وإن قلّت ...... وكذا حكم الصوم في رمضان إن أفطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الإقامة والصحة، وتمامه فى الإمداد. (قوله: نصف صاع من بر): أى أومن دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أوقيمته، وهى أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير. مراد .... (قوله: وكذا حكم الوتر)؛ لأنه فرض عملى خلافاً لهما .(قوله: وإنما يعطى من ثلث ماله)، فلوزادت الوصية على الثلث، لايلزم الولى إخراج الزائد إلابإجازة الورثة". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، ۷۳،سعيد)

ورثہ سے یہ وصیت پوری نہ ہو سکے تو پھر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ سب رضامند ہوں تو زیادہ میں وصیت پوری کردی جائے ورنہ نہیں، نابالغ کی اجازت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اور جن نمازوں کا وقت ایسی حالت میں پایا کہ اس قدر حواس باقی نہیں تھے اور بعد میں حواس اس قدر درست نہیں ہوئے کہ ان کی قضاء کر سکے تو ان کا فدیہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

قضاء نماز اور اس کا فدیہ اور حیلہ

سوال [۳۴۷۹]: اگر کوئی شخص بے فکری کی وجہ سے یا دوسری اغراض کی وجہ سے اپنی نماز قضاء کرتا ہو، یا تو بے فکر ہے کیونکہ دل کا مالک خدا ہے کہ اس نے کیوں قضاء کیا تو بظاہر اس کو کیا کہا جائے گا؟ اور اگر وہ اپنی طاقت کے موافق تو اس کو ادا کرتا ہے مگر پھر بھی عمر بھر کے اندر پانچ سو، ہزار وقت کی باقی رہ جائے تو اس کا فدیہ کیا ہوگا؟ اور فدیہ کے اندر کوئی ترکیب یعنی حیلہ بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ فدیہ غریب اور امیر دونوں کے واسطے ایک ہے یا الگ؟ ایسے ہی حیلہ کا حکم دونوں قسم کے آدمیوں کے واسطے ایک ہوگا یا الگ؟ اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی کی کچھ نماز ذمہ میں رہ جائے اور اس کو ادا نہ کر سکے تو چاہے امیر ہو یا غریب کہ اتنا فدیہ اگر دیا جائے تو یا تو کل مال ختم ہو جائے گا تو وہ اس کو ادا کر دے گا۔

تیسرا طبقہ یہ ہے کہ وقت محدود ہو تو وہ اس کو آسانی کے ساتھ ادا کر دے گا تو کیا ان تینوں صورتوں کے اندر عالمگیری کا حیلہ کارگر ہوگا؟ کہ صرف ایک قرآن شریف پانچ روپیہ کا خرید کر کوئی غریب کو یہ کہتا ہے کہ میری میت کے ذمہ جو اتنی نماز ہے کہ اس کا فدیہ ادا نہیں کر سکتا، ایسے ہی اس قرآن شریف کا اتنا ہدیہ کہ دینے والا بھی اس کو ادا نہیں کر سکتا، اس نے ان تمام نمازوں کے عوض بھی یہ قرآن شریف تم کو ان تمام فدیہ کے عوض میں دینا چاہتا ہوں، کیا تم اس کو قبول کرتے ہو؟ تو وہ قرآن خواں اس کو کہتا ہے کہ ہاں میں نے ان تمام فدیہ کے عوض میں اس قرآن شریف کو قبول کیا۔ کیا یہ عالمگیری کا حوالہ صحیح ہے؟ پھر یہ زمانہ حال کے لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر پھر وہ کلی طور پر نماز کو ختم ہی کر دے گا اور ایک قرآن شریف ہدیہ کر دے گا۔

سائل: کوثر علی مدنا پور۔ بنگال۔

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی إسقاط الصلاۃ والصوم، ص: ۴۳۶، ۴۳۸، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرضِ عین ہے اس کو ترک کرنا خطرناک اور کبیرہ گناہ ہے (۱)، پھر اس کی قضاء پڑھنا فرض ہے، جتنی نمازیں بھی ذمہ میں ہوں سب کی قضاء جلد از جلد پڑھے، ہرگز غفلت نہ کرے، پانچ سو ہوں یا ہزار ہوں سب کی قضاء پڑھے (۲)، پوری کوشش کے باوجود اگر کچھ نمازیں ذمہ میں باقی رہ جائیں تو ان کے متعلق فدیہ کی وصیت کردے۔ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کے برابر دینا لازم ہے، یہ وصیت ایک تہائی ترکہ سے لازم ہوگی۔ جب تک اتنا مال ہو کہ ایک تہائی ترکہ سے ہر نماز کے عوض صدقۃ الفطر دیا جاسکے، کوئی حیلہ کرنا درست نہیں (۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوٰة﴾ (البقرة: ۴۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتًا﴾ (النساء: ۱۰۳)

"وعن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: فرضت على النبی ﷺ ليلة أسرى به الصلاة خمسين، ثم نقصت حتى جعلت خمساً، ثم نودی "يامحمد! إنه لايبدّل القول لدیّ، وإن لک بهذا الخمس خمسين". (سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء کم فرض الله على عباده من الصلوات: ۱/۱۵، سعید)

"(قوله: هی): أی الصلاة الكاملة، وهی الخمسين المكتوبة (قوله: على كل مكلف): أی بعينه. (قوله: بالاجماع): أی بالكتاب والسنة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، سعید)

"وعن بريدة قال: قال رسول الله ﷺ: "العهد الذی بيننا وبينهم الصلوٰة، فمن تركها، فقد كفر". رواه أحمد". (مشکوٰة، کتاب الصلاة، الفصل الثانی، ص: ۵۸، قدیمی)

(۲) "(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) -لف ونشر مرتب-، وجميع أوقات العمر وقتٌ للقضاء إلا الثلاثة المنهية". (الدرالمختار). "(قوله: وقت للقضاء): أی لصحته فيها وإن كان القضاء على الفور إلا لعذر". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۲، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۱، رشیدیه)

(۳) "(ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، وإنما يعطى (من ثلث ماله)". (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، رشیدیه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

یہ کہنا کہ امیر وغریب سب کیلئے یہ حیلہ ہے، غلط اور بے اصل ہے۔ایک تہائی ترکہ سے زیادہ میں فدیہ کی وصیت پورا کرنا ضروری نہیں، بلکہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے(۱)۔

ایک قرآن شریف خرید کر دینے کو سب فرض نمازوں کا بدلہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے، عالمگیری کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ،۲۳/۶/۹۰ھ۔

مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم

سوال[۳۴۸۰]: اگر کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہوا اور موت سے کچھ دن قبل ہوش وحواس باقی نہ رہے تو جو نمازیں اس بے ہوشی کے عالم میں قضاء ہو جائیں، تو کیا ان قضاء نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چوبیس گھنٹے سے زیادہ چھ نماز کے وقت تک بے ہوشی رہی تو ان نمازوں کا فدیہ لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند،۱۱/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند،۱۱/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: وإنما يعطى من ثلث ماله): أى فلوزادت الوصية على الثلث، لايلزم الولى إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳،سعيد)

(۲) "حدثنا أحمد بن يونس، ثنا زائدة، عن عبيد الله عن نافع قال: أغمي على عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما يومًا وليلةً، فأفاق، فلم يقض مافاته واستقبل". كذا في نصب الراية: ۱/۳۰۵". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب المغمى عليه: ۷/۱۹۱، إدارة القرآن، كراچی)

قال العلامة الحصكفي: "(ومن جن أو اغمي عليه) ولوبفزع من سبع أو آدمي (يومًا وليلةً، قضى الخمس، وإن زاد وقت صلاة) سادسة (لا) للحرج ولو أفاق في المدة". (الدر المختار، باب صلاة المريض: ۲/۱۰۲،سعيد)

"(قوله: وعليه صلوات فائتة): أى بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه وإن قلّت". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

صوم وصلوٰۃ کا فدیہ، اس کی مقدار اور اس کا مستحق

سوال[۳۴۸۱]: ۱......ایک شخص کا انتقال ہوا جس کی چند نمازیں ایسی حالت میں قضاء ہوئیں کہ اس کو ہوش تھا مگر طاقت اتنی نہ تھی کہ اشارہ ہی سے نماز پڑھتا، ایسی صورت میں ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو کس طرح ادا کرے اور فی نماز کس مقدار میں؟

۲......مندرجہ بالا شخص کے رمضان کے کچھ روزے بھی قضاء ہوگئے ہیں جس کے بعد بیماری نے اس کو اتنی مہلت نہ دی کہ قضاء ادا کرسکے۔ ان کا فدیہ کس طرح اور فی روزہ کس مقدار سے ادا کرے؟

۳......ایک نماز کا فدیہ ایک ہی آدمی کو دے یا کئی آدمیوں کو بھی دے سکتا ہے اسی طرح کئی نمازوں یا کئی روزوں کا فدیہ چند مساکین کو دے یا ایک ہی مسکین کو دے سکتا ہے اور گیہوں وغیرہ کی قیمت بھی ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

۴......اس فدیہ کے مستحق کون ہیں؟ مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا، یا کھانا پکا کر طلبہ کو کھلانا، یا کپڑے بنا کر طلبہ کو پہنانا جائز ہے یا محض فقیروں کو دینا چاہیئے؟

۵......اگر کسی میت کے ورثاء غریب ومفلس ہوں اور وہ میت کی فوت کردہ نمازوں کا فدیہ ادا نہ کرسکتے ہوں تو میت کی برأت کی اَور کیا صورت ہوسکتی ہے۔ فقط

عبدالکریم سوداگر، زیر جامع مسجد، معرفت حافظ

عبداللہ صاحب، مدرس درجۂ قرآن شریف جامع مسجد سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر ایسی حالت میں نمازیں قضاء ہوئیں کہ مریض میں سَر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور مرض سے صحت نہیں پائی بلکہ اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو اس پر ان نمازوں کی قضاء فرض نہیں، نہ اس کی طرف سے ان نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے:

"وإن تعذر الإيماء برأسه، وكثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة، سقط القضاء عنه وإن كان يفهم، في ظاهر الرواية، وعليه الفتوى". درمختار۔ قال الشامي: ۱/۷۹۵: "فلومات

ولم يقدر على الصلوٰة، لم يلزمه القضاء، حتى لا يلزمه الإيصاء بها". شامی: ۱/۵۱۰(۱)۔

۲......ایسی حالت میں روزہ کی قضاء بھی ضروری نہیں، لہذا فدیہ بھی ضروری نہیں: "لاقضاء للصوم على المريض والمسافر إذا ماتا قبل الصحة أو الإقامة". بحر: ۲/ ۲۸۳(۲)۔

ایک روزہ کا فدیہ نصفِ صاع گیہوں ہے فطرہ کی طرح، اسی طرح ہر نماز کا فدیہ نصفِ صاع ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے: "يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم". درمختار: ۱/۷٦٦(۳)۔

۳......ایک نماز کا فدیہ ایک ہی کو دیا جائے، کئی کو نہ دیا جائے: "ولو أدى الفقير أقل من نصف صاع، لم يجز". درمختار: ۱/۷٦٨(٤)۔ البتہ کئی نمازوں کا فدیہ ایک کو دینا جائز ہے: "ولو أعطاه الكل جاز"(٥)۔

---

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المريض: ۲/۹۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة المريض: ۲/۲۰۳، ۲۰۴، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۷، رشیدیه)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۹۵، رشیدیه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصوم، فصل في الأعذار المبيحة للإفطار ومايتعلق بها: ۱/۳۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

(۴)(الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۱، رشیدیه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة في قضاء الفائتة: ۱/۷۷۱، إدارة القرآن، كراچی)

(۵) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

اسی طرح کئی روزوں کا فدیہ بھی ایک کو دینا جائز ہے: "ویجوز إعطاء فدية صلوة وصيام أيام ونحوها لواحدٍ من الفقراء جملةً". مراقی الفلاح، ص: ۲۵۵ (۱)، اور ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں۔

گیہوں وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے، قال الشامی: ١/ ٧٦٦، تحت قول الدر: "(نصف صاع من بر): أی أومن دقيقه أو سويقه أوصاع تمر أو زبيب أو شعير أو قيمته، وهی أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير"(۲)۔

۴.....غریب، مسکین لوگ اس فدیہ کے مصرف ہیں، مسجد کی مرمت میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں (۳)۔ کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطورِ تملیک دیدینا جائز ہے، اسی طرح کپڑے، اسی طرح کپڑے بنا کر دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ طلبہ مستحق ہوں مالدار نہ ہوں (۴)، فقیروں کو دینا بھی جائز ہے (۵)۔

---

(۱)(مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل فی إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۹، قديمی)

(۲) (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۳، سعيد)

(وكذا فی مراقی الفلاح شرح نورالإيضاح، كتاب الزكوٰة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۴، قديمی)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب الصوم، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر: ۲/ ۵۹۰، المكتبة الغفارية)

(۳)"ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا إباحةً كما مرّ (لا) يُصرف (إلى بناء) نحو (مسجد) ولا إلى (كفن ميت وقضاء دينه)". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۳۴۴، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۴۲۴، رشيديه)

(وكذا فی مجمع الأنهر علی ملتقی الأبحر، كتاب الزكاة، باب فی بيان أحكام المصرف: ۱/ ۲۲۲، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۴)"فلو أطعم يتيمًا ناويًا الزكاة، لايجزيه، إلاّ اذا دفع إليه المطعوم، كمالوكساه بشرط أن يعقل القبض". (الدرالمختار، كتاب الزكاة: ۲/ ۲۵۷، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۴۲۴، رشيديه)

(۵)"مصرف الزكاة العشرهو فقير، وهو من له أدنی): أی دون نصاب. (ومسكينٌ من لاشئ له) علی المذهب .... وصدقة الفطر كالزكاة فی المصارف". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۳۳۹، ۳۳۹، سعيد) ...... =

۵......اگر ورثہ میت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہیں تو نصفِ صاع کسی فقیر کو دیدیں اور قبضہ کرادیں اس کے بعد وہ فقیر نصف صاع بطورِ ہبہ اس کو دیدے اور ورثہ اس پر قبضہ کرلیں، اسی طرح لیتے دیتے رہیں مگر قبضہ ضرور ہوتا رہے، ہر مرتبہ میں ایک نماز کا فدیہ ادا ہوتا رہے گا۔ جب حساب لگا کر دیکھ لیں کہ پوری نمازوں کا فدیہ ہوگیا تو نصفِ صاع اگر فقیر کو دینا تھا تب تو اسی کو دیدیں اگر کسی سے قرض لیا تھا اس کو واپس کردیں، انشاء اللہ امید ہے کہ میت کی برأت ہوجاوے گی اور ورثہ کا یہ معاملہ بطورِ احسان وتبرع ہوگا کیوں کہ ان پر مفلس ہونے کی حالت میں ایسا کرنا واجب نہیں اور صورتِ مسئولہ میں تو میت سب کے نزدیک بالکل بَری ہے کیوں کہ نماز قضاء کرنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا، هكذا في كتب الفقه، نحو مراقي الفلاح، ص: ٢٥٤(١)، وشامي: ١/٧٦٧(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۷/ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۷/ ۱۳۵۲ھ۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صدقة الفطرة: ١/١٩٤، رشيديه)

(١) "(وإن لم يف ماأوصى به) الميت (عما عليه) أولم يكف ثلث ماله أولم يوص بشيئ، وأراد أحدٌ التبرع بقليل لايكفي، فحيلته لإبراء ذمة الميت عن جميع ماعليه أن (يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشيئ من صيام، أوصلاة أو نحوه ويعطيه (للفقير) بقصد إسقاط مايريد عن الميت (فيسقط عن الميت بقدره، ثم بعد قبضه (يهبه الفقير للولي) أو للأجنبي (ويقبضه) لتتمّ الهبة وتملك، (ثم يدفعه الموهوب له (للفقير) بجهة الإسقاط متبرعًا به عن الميت (فيسقط) عن الميت بقدره، ثم يهبه الفقير للولي) أو للأجنبي (ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير) متبرعاً عن الميت، وهكذا يُفعل مراراً (حتى يسقط ماكان) بظنه (على الميت من صلاة وصيام، ونحوهما مما ذكرنامن الواجبات، وهذا هو المَخلص في ذلك إن شاء الله بمنه وكرمه". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ٤٣٩، قديمي)

(٢) "ولولم يترك مالاً يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير، ثم يدفعه الفقير للوارث، ثم وثم حتى يتم". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ٢/ ٧٣، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ٢/١٦٠، رشيديه)

فدیہ صوم وصلوۃ

سوال[۳۴۸۲] : ۱...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں :

ہمارے یہاں عام رواج ہے کہ سنِ بلوغ کے بعد کسی کا انتقال ہوجائے تو آدھا من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف بطورِ صدقہ نکالتے ہیں، متوفی خواہ امیر ہو یا غریب فاقہ کش سب کے لئے یہی دستور رائج ہے۔ گیہوں کے ٹوکرے فقیر کے سر پر چڑھا کر جنازہ کے آگے کردیتے ہیں، بعد نمازِ جنازہ گیہوں کے ڈھیر کر کے دس بارہ فقیر اور ملاں بیٹھ کہ حیلہ کرتے ہیں، حیلہ کے وقت ملاں صاحب اس طرح فرماتے ہیں: صوم وصلوۃ واجبات جو اس مردے سے قضاء ہوئے ہیں اس کی طرف سے یہ کفارہ میں نے قبول کر کے تم کو بخشا'' دائرے والے بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح کہتے ہیں، پندرہ بیس مرتبہ یہ الفاظ دائرے میں دہراتے ہیں، پھر گیہوں بانٹ لیتے ہیں، ملاں صاحب کا حصہ مع قرآن شریف ان کے مکان پر پہونچادیتے ہیں۔

حیلہ میں قرآن شریف لانا لازمی ہے بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے، بغیر قرآن شریف کے ملاں صاحب حیلہ نہیں شروع کرتے اور اس حیلے کو متوفی کے فوت شدہ صوم وصلوۃ وغیرہ کا نعم البدل مانتے ہیں، متوفی غریب ہو اور اس کی جانب سے گیہوں وغیرہ نہ نکالے جاویں تو بعد میں طعنہ تشنیع کی جاتی ہے۔ بس صورتِ مسئولہ کا جواب مع حوالۂ کتب وعبارتِ فقہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں وعند الناس مشکور ہوں تا کہ ان بدعات سے باز آئیں۔

۲...... ہبہ میں قبضہ شرط ہے یا اشارہ بھی کافی ہے، جائیداد متقوم کا حیلہ کیسا ہے؟

۳...... موافقِ شرع حیلہ کیا جائے تو کیا اس میں فوت شدہ صوم وصلوۃ کا حساب ضروری ہے؟

۴...... ولی میت فقیر کے سر پر ٹوکرا چڑھا کر قبرستان پہونچادیتا ہے وہ خود حیلہ میں نہیں بیٹھتا تو کیا یہ ہبہ سمجھا جاوے گا اور حیلہ درست ہوگا؟

۵...... دینے والے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس ڈھائی من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن سے کتنی عبادات کا کفارہ ہوا؟ بصورت ہذا کفارہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مذکورہ طریقہ بدعت و ناجائز ہے اصل بلکہ خلافِ اصولِ شرع ہے (۱)۔ نفس ایصالِ ثواب بغیر التزامِ تاریخ وروزہ وہیئت وغیرہ مستحسن اور باعثِ راحتِ میت ہے، خواہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر یا نماز روزہ عبادات کرکے، یا غرباء مساکین کو نقد غلہ کپڑا وغیرہ دیکر، یا مسجد، مدرسہ، کنواں وغیرہ بنا کر ہو (۲) اور طریقہ مذکورہ میں چند خرابیاں ہیں:

اول: یہ کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے حتی کہ اگر اس کو کوئی ترک کرے تو اس پر طعن تشنیع کی جاتی ہے، حالانکہ جس شیء کا استحباب شریعت سے ثابت ہو اس پر بھی اصرار کرنا ممنوع ہے، اصرار سے وہ شیٔ ممنوع ہو جاتی ہے چہ جائے کہ بدعت پر اصرار کرنا:

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة "(۳)۔ "من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر اهـ". سعاية (٤)۔

دوم: یہ کہ اس میں قرآن شریف کا ہونا بھی لازم سمجھا جاتا ہے حالانکہ نفسِ غلہ کا ثواب پہونچانا شرعاً قرآن شریف کے ساتھ ہونے پر موقوف نہیں، بلکہ بغیر قرآن شریف ساتھ ہوئے بھی پہونچ جاتا ہے، یہ ایک حکم شرعی کی تغییر ہے۔

سوم: یہ کہ یہ حیلہ بغیر ترکہ کے تقسیم کئے ہوتا ہے حالانکہ بسا اوقات بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں، نابالغ کا

(۱) "حیلۂ اسقاط مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا، اب یہ حیلہ تحصیلِ چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے، وہاں حیلہ کارگر نہیں، مفلس کے واسطے بشرطِ صحتِ نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو، ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دَنیہ کا ہے"۔ (فتاوی رشیدیه، کتاب البدعات، ص: ۱۴۰، إداره اسلامیات لاهور)

(۲) "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة". (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیه)

(۳) (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (السعاية، المصدر السابق: ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

حصہ صَرف کرنا ہرگز جائز نہیں، اگر وہ اجازت دے تو اجازت بھی معتبر نہیں (۱)۔

چہارم: اس میں قبضہ نہیں ہوتا، حالانکہ صدقہ کے لئے قبضہ شرط ہے (۲)۔

پنجم: غلے کی یہ مقدار بھی شرعاً متعین نہیں۔

ششم: یہ مقدار کافی ولازم سمجھی جاتی ہے حالانکہ بعض اوقات صوم، صلوۃ میت کے ذمے کچھ بھی نہیں ہوتا اور بعض اوقات اتنی مقدار ہوتی ہے کہ حساب کے اعتبار سے یہ غلہ ناکافی ہوتا ہے کیونکہ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ واجب ہوتا ہے اور یہی مقدار ہر روزے کے عوض میں ہے (۳)۔

ہفتم: عام طور پر یہ حیلہ ریاکاری اور فخر کے لئے کیا جاتا ہے اسی لئے حساب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مقدارِ مقررہ اور قرآن کریم کے دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اسی کو ضروری سمجھا جاتا ہے خواہ میت کے ذمہ صوم وصلوۃ کچھ فوت شدہ باقی ہو یا نہ ہو، نیز اگر ہو تو کم ہو یا زیادہ ہو، قرآن شریف کو خدا جانے کس قدر کفارہ سمجھتے ہیں، حالانکہ اس میں قیمت کا اعتبار ہوتا ہے:

"و فی البزازية: ويكره نقل الطعام فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن، و جمع الصلحاء، والقراء للختم، وأطال ذلك فی المعراج، و قال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالىٰ، و لا سيما إذا كان فی الورثة صغار أو غائب، اهـ". رد المحتار (٤)۔

---

(۱) "ولا (أی لا تصح الوصية) لوارثه وقاتله مباشرة .... إلا بإجازة ورثته .... و هم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير". (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ٦٥٦/٦، سعيد)

(۲) "و تمامها كرهن و صدقة؛ لأن القبض شرط تمامها". (الدر المختار، كتاب الهبة: ٦٩١/٥، سعيد)

(۳) "و لو مات وعليه صلوات فائتة، و أوصى بالكفارة، يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، و إنما يعطى من ثلث ماله". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت، عند مطلب فی إسقاط الصلوة عن الميت: ٧٢/٢، ٧٣، سعيد)

(۴) (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت: ٢٤٠/٢، ٢٤١، سعيد)

" فیحترز تقسیم کردن نقد غله وغیره بعد میت از ترکهٔ آن بمحتاجان به نیتِ ثواب جائز است، بشرطیکه وارثانش کبار باشند و راضی باشند بدادن. و اگر ورثهٔ میت صغار اند، بدونِ تقسیمِ ترکہ تصدق جائز نیست. وبدونِ این چیز ها همراهِ جنازه رسمِ جاهلیت است، از شرع شریف ثابت نیست، وچیزے که نظیرش در اصل شرع یافته نمی شود کردنِ آن چیز مکروه است یا حرام. اَما دادنِ تصدق بفقراء و مساکین برائے ثوابِ میت بے آنکه همراهِ جنازه برند، جائز است، زیرا که برائے ثوابِ میت چیزیکه بمحتاجان میدهند، مستحب آنست که بے روی و ریا و بے تعینِ وقت و روز باشد اِلاّ بدعت می گردد، و درین صورت دادنِ ایشان خالی از کراهت نخواهد شد. والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم "۔ رسائلِ اربعین، ص:۵۱، ۵۰، مطبوعہ در مطبع محمدی ماہ صفر ۱۲۶۱ھ(۱)۔

کفارۂ صوم وصلوۃ میت کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ اگر اس نے مرنے سے پہلے وصیت کی تو ایک ثلث ترکے میں ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دے دی جائے اسی طرح ہر روزہ کے عوض، اور وتر بھی شرعاً مستقل نماز ہے۔ اگر ایک ثلث ترکے میں سے پورا ہو جائے تب تو خیر ورنہ سب ورثہ کی اجازت سے بشرطیکہ وہ بالغ ہوں، ایک ثلث سے زائد سے بھی وصیت کو پورا کیا جا سکتا ہے، بغیر وصیت صدقہ دینا جائز نہیں، تاہم اگر بالغ ورثا اپنے حصہ میں سے دے دیں تب بھی درست ہے اور نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۲/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

نماز کا فدیہ شیعہ کو دینا

سوال[۳۴۸۳]: زید اپنے بہنوئی اور بہن کو اپنی زوجہ کی نمازوں کا فدیہ (جس کا انتقال ہو چکا ہے) دے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا ہے۔

---

(۱) (لم أطلع علی هذا الکتاب)

(۲) (راجع، ص: ۴۰۰، رقم الحاشیة: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کونہیں دینا چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۸ھ۔

ایک نماز نفل سے نمازوں کی قضاء وکفارہ

سوال [۳۴۸۴]: زید اپنی تصنیف میں لکھتا ہے کہ نماز کفارہ قضائے عمری اس طرح پڑھے کہ بعداز نماز جمعہ چار رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ کوثر پندرہ بار اور بعد نماز سلام دس دس بار، استغفار و درود پڑھے کفارہ قضاء شدہ نمازوں کا ہوجائے گا

زید کا یہ کہنا کتبِ احادیث ودیگر کتبِ متبرک سے ثابت ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ حکم شرعی سے مطلع فرمایا جائے۔

والسلام۔ احقر الناس محمد احسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں، نہ اس سے قضاء شدہ نمازوں کا کفارہ ہوتا ہے، زندگی میں ان نمازوں کا خود پڑھنا فرض ہے، بغیر اس کے بَریٔ الذمہ نہ ہوگا (۲)، اگر نہیں پڑھ سکا تو مرتے وقت وصیّت کرنا ضروری

---

(۱) "(قوله: إلا في جواز الدفع إلى الذمي) في فتاویٰ قاضي خان: جاز ويكره، وعند الشافعي وإحدیٰ الروايتين عن أبي يوسف: لايجوز، تاتارخانية. وقدم عن الحاوي أن الفتوی علی قول أبي يوسف، ومرّ الكلام فيه". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۶۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۱۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر علی ملتقی الأبحر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف: ۱/۲۲۳، داراحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوة﴾ (سورة البقرة: ۴۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إن الصلوة كانت علی المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ (سورة النساء: ۱۰۳)

ہے، مرنے کے بعد ہر نماز کے عوض ایک صدقہ فطر کی مقدار صدقہ کرنے سے نماز کا صدقہ ادا ہوگا اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۶/ ۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ۶/ ۱۳۵۶ھ۔



(۱) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصىٰ بالكفارة، يعطىٰ لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر .... الخ". (تنوير الأبصار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۲، سعيد)

"إذا مات الرجل وعليه الصلوات فائتة وأوصىٰ بأن يعطىٰ كفارة صلاته، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر، للوتر نصف صاع، ولصوم يوم نصف صاع، وإنما يعطى من ثلث ماله". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۶۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۱/ ۷۷۰، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشي)

باب سجود السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

تکبیر تحریمہ آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں

سوال[۳۴۸۵]: امام صاحب نے تکبیر تحریمہ بآواز بلند نہ کہا، اِسماع غیر نہیں ہوا اور دوسری تکبیرات بآواز کہا تب سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر امام صاحب پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا پھر بھی سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نماز میں ترکِ مستحبات پر بھی سجدۂ سہو کر سکتا ہے، نماز میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیرات آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مستحب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا(۱)، اگر اس گمان سے سجدۂ سہو کر لیا کہ واجب ہوگیا تھا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی:

"لوظن الإمام لسهو فسجد له، فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لا قتدائه في موضع الانفراد". درمختار۔ "(قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض: وقيل: لاتفسد، وبه يفتى. وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبوالليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القرّاء غالب". شامي، ص:۴۰۳(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۳ھ۔

---

(۱)"ولايجب إلا بترك واجب، أو تأخيره أو تأخير ركن .... ولايجب بترك التعوذ والبسملة في الأولىٰ وتكبيرات الانتقال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۵۵، سهيل اكيڈمى)

(۲)(الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۹۹، سعيد) ....=

ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال[۳۴۸۶]: دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھ رہا ہوں، دوسری رکعت میں بجائے زانو پر ہاتھ رکھنے کی نیت باندھ لی مگر فوراً یاد آ گیا، کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے، جب کہ وقفہ تین تسبیح سے کم لگا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سرّی نماز میں سورۂ فاتحہ کو جہراً اور جہری میں سراً پڑھنے کا حکم

سوال[۳۴۸۷]: اگر امام جہری نماز میں سورۂ فاتحہ بالکل خاموش پڑھ جائے، یا سرّی نماز میں بلند آواز سے پڑھ جائے تو اب یاد آنے پر جہاں تک پڑھ لی ہے وہیں سے صحیح کرے یا شروع سے پھر پڑھے؟ ایسی غلطی سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ یا سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ اور کہاں تک پڑھنے پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہری نماز میں تین آیات کی مقدار سہواً سراً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا، اسی طرح سری نماز میں جہراً پڑھنے کا حکم ہے، اگر اس کو جہراً نہیں پڑھا بلکہ صرف سورت کو جہراً پڑھ کر سجدۂ سہو کرلیا تب بھی نماز درست

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵،سهيل اكيڈمی)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشی)

(۱)"ولايجب السجود إلا بترك واجب أو تأخيره، أو تأخير ركن أو تقديمه، أو تكراره أو تغير واجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشئ واحد، وهو ترك الواجب، كذا في الكافي".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱،قديمی)

ہوجائے گی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

یاد آنے یا لقمہ دینے کے بعد جہر کہاں سے شروع اور سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۸۸] : اگر جہری نماز میں امام دو تین آیتیں آہستہ پڑھ گیا، بعد کو لقمہ دینے سے، یا خود اس کو یاد آ گیا اب وہ سب کو ،ہر سے پڑھے یا جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے سجدۂ سہو تو کرے گا ہی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

منفرد کا جہری نماز کی تیسری و چوتھی رکعت میں جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۴۸۹] : منفرد شخص نے اپنی جہری نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کو قصداً زور سے پڑھا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح اگر سنتوں میں قصداً قرأت زور سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ اور کیا سہواً

---

(۱)"(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام (وعكسه) لكل مصل في الأصح ،والأصح تقديره (بقدر ماتجوز به الصلاة في الفصلين .وقيل:) -قائله قاضي خان- (يجب السهو) (بهما): أي بالجهر والمخافتة (مطلقًا): أي قلّ أو كثر (وهوظاهر الرواية)". (الدر المختار). "(قوله: والأصح الخ)صححه في الهداية والفتح والتبيين والمنية؛ لأن اليسير من الجهر والإخفاء لايمكن الاحتراز عنه ،وعن الكثير يمكن ،وماتصح به كثير، غير أن ذالك عنده آية واحدة، وعندهما ثلاث آيات، هداية. (قوله: وهو ظاهر الرواية) .... وقال في شرح المنية :والصحيح ظاهر الرواية ،وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهرفي موضع المخافتة عفو أيضًا". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۸۱، ۸۲،سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۷، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۰، رشيديه)

(۲)"سها الإمام، فخافت بالفاتحة في الجهرية، ثم تذكر، يجهر بالسورة، ولا يعيد، ولوخافت بآية أوأكثر يتمها جهراً ولا يعيد". (الحلبي الكبير، مسائل شتى، ص: ۲۱۸، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/ ۳۲۵،مكتبه امداديه ملتان)

قرأت زور سے کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو کافی ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس جگہ سراً پڑھنا واجب ہے وہاں قصداً سورۂ فاتحہ زور سے پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے مکروہ ہوگی اور اعادہ لازم ہوگا اور ایسے موقع میں سہواً زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا(۱) اور سجدۂ سہو سے نماز صحیح ہوجائے گی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تیسری رکعت میں الحمد جہراً پڑھ دی

سوال[۳۴۹۰]: ایک امام صاحب نے تیسری رکعت میں کھڑے ہوکر "الحمد" بالجہر پڑھ دی، دوتین آیت پڑھنے کے بعد امام کو یاد آیا وہ خاموش ہوگیا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر تین آیت بالجہر پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱)"عن إبراهيم النخعي رحمه الله تعالىٰ، قال: سجد إذا أسر فيمايجهر فيه ،أو جهر فيما يسرّ فيه، ذكره سحنون في المدونة بلاسند جزماً". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب في بقية أحكام السهو: ۱۶۷/۷ ،إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام (وعكسه) لكل مصل في الأصح. والأصح تقديره بقدر ماتجوز به ماتجوز به الصلاة في الفصلين (وقيل)– قائله قاضيخان: يجب السهو (بهما): أي بالجهر والمخافتة (مطلقًا): أي قلّ أوكثر (وهو ظاهر الرواية)". (الدر المختار).

"(قوله: وهو ظاهر الرواية)............ وقال في شرح المنية :والصحيح ظاهر الرواية ،وهو تقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهر في موضع المخافتة عفوٌ أيضًا ". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، باب سجود السهو : ۲/ ۸۱، ۸۲،سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۵۷،سهيل اكيڈمی ، لاهور)

(۳)"ومنها جهر الإمام فيما يجهر فيه ،والإسرار في محله مطلقًا، واختلف في القدر الموجب للسهو،=

نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

سوال[۳۴۹۱]: امام نے "الحمد" کے بعد ایسی سورت پڑھی جس میں آیتِ سجدہ آ گئی اور سجدہ تلاوت کیا، پھر کھڑے ہوکر "الحمد" پڑھی یعنی ایک رکعت میں "الحمد" دودفعہ پڑھی گئی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں سجدۂ واجب نہیں، اگر "الحمد" دودفعہ مسلسل پڑھتا یعنی درمیان میں کسی اَور قرأۃ کا فصل نہ ہوتا تب سجدۂ سہو واجب ہوتا، فتاویٰ قاضی خان، ص:۶۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تکرارِ فاتحہ سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۹۲]: اگر نماز میں کسی رکعت میں بھول کر یا قصداً سورۂ فاتحہ ایک سے زائد دفعہ پڑھی جاوے تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلی دورکعت میں سہواً مسلسل مکرر پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے، اگر اخیر کی دورکعت میں مکرر

= والأصح أنه قدر ماتجوز به الصلاة في الفصلين؛ لأن اليسير من الجهر والاخفاء لايمكن الاحتراز عنه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

وقال ابن النجيم: "من واجبات الصلوة الحادى عشر والثانى عشر الجهر على الإمام فيما يجهر فيه، والمخافتة فيما يخافت فيه............. اهـ". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۷۰/۲، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۸۱/۲، سعيد)

(۱) "وسجود السهويتعلق بأشياء: .... ومنها إذا قرأ في الأوليين أو أحدهما الفاتحة، ثم الفاتحة، ثم السورة. ولو قرأ الفاتحة، ثم السورة، ثم الفاتحة، لاسهو عليه". (فتاوىٰ قاضى خان، كتاب الصلاة، فصل فيما يوجب السهو ومالايوجب السهو: ۱۲۱/۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۶۰/۱، سعيد)

پڑھا ہے یا پہلی ہی دو میں مکرر پڑھا ہے مگر مسلسل نہیں بلکہ ایک دفعہ سورت سے پہلے فاتحہ کو پڑھا ہے دوبارہ پھر سورت کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم نہیں۔ عمداً پڑھنے سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، البتہ ایسی صورت میں نماز مکروہ ہوگی: "ولو كررها: أى الفاتحة فى الأوليين، يجب عليه سجود السهو، بخلاف مالو أعاد ها بعد السورة أو كررها فى الأخريين، فى التبيين، الخ". عالمگیری: ۱/۱۲۶ (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایضاً

سوال [۳۴۹۳]: اگر بھول کر دو مرتبہ "الحمد" پڑھ جائے سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مسلسل دو مرتبہ پڑھے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانى عشر فى سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)
(وكذا فى تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۳، دار الكتب العلمية، بيروت)
(وكذا فى رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۰، سعيد)

(۲) "ويسجد للسهو كما لو كرر الفاتحة، ثم قرأ السورة". (مراقى الفلاح). وقال الطحطاوى: "قوله: (ويسجد للسهو) إذا كان ساهياً، وإلا كره تحريمًا؛ لأن فيه تأخير الواجب، وهو الفاتحة عن محله، وهو العلة فى وجوب السهو بتكرار الفاتحة". (حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل فى بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹، قديمى)

"(قوله: وكذا ترك تكريرها ، الخ)فلو قرأها فى ركعة من الأوليين مرتين، وجب سجود السهو لتأخير الواجب، وهو السورة كما فى الذخيرة وغيرها ". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۰، سعيد)

(وكذا فى الحلبى الكبير، فصل فى سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈمى، لاهور)

”الحمد“ کی جگہ ”التحیات“ پڑھ لی

سوال[۳۴۹۴]: ۱......”الحمد“ کی جگہ ”التحیات“ پڑھی۔

۲......یاد آنے پر ”الحمد“ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......کس رکعت میں؟

۲......سجدۂ سہو واجب ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۸۸ھ۔

قرأت میں تشابہ کی وجہ سے سجدۂ سہو

سوال[۳۴۹۵]: نماز میں کوئی سورت شروع کی اور کسی جگہ سے درمیان میں دوسری سورت پر پہنچ گیا اب اس کو کیا کرنا چاہیے، پہلی سورت کی طرف مراجعت یا دوسری سورت جاری رکھے اور کیا سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنی مقدار پڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد رکوع کر دینا چاہیے تب رکوع کر دے ورنہ اگر ایک دو لفظ پڑھ کر یاد آ گیا ہ تو جو سورت اول شروع کی تھی اس کی طرف لوٹ جائے اگر زیادہ پڑھ کر یاد آئے تو نہ لوٹے بلکہ

---

(۱) اگر کسی شخص نے پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ”التحیات“ پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، اور اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے ”التحیات“ پڑھی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں:

”ولو قرأ التشهد في القيام، إن كان في الركعة الأولىٰ، لايلزمه شيء، وإن كان في الركعة الثانية، اختلف المشايخ فيه، والصحيح أنه لايجب، كذا في الظهيرية. ولو تشهد في قيامه قبل قرأة الفاتحة، فلاسهو عليه وبعد ها، يلزمه سجود السهو، وهو الأصح“. (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/ ۴۷۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۲، رشيديه)

جس سورت پر پہنچ گیا ہے اسی کو پڑھے سجدہ سہو ایسی صورت میں نہیں ہے۔

تنبیہ: اگر ایک سورت سے دوسری سورت میں چلے جانے سے معنیٰ بگڑ جائیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قیام میں تشہد سے سجدۂ سہو

سوال [۳۴۹۶]: فرض نماز کی پہلی دوسری رکعت میں "الحمد" شریف پڑھنے کے بعد بھول کر بجائے سورت پڑھنے کے اگر "التحیات" پڑھ دی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سجدۂ سہو واجب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پہلی رکعت میں بیٹھ کر فوراً کھڑا ہو گیا

سوال [۳۴۹۷]: ایک شخص پہلی رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کیلئے تھوڑی دیر بیٹھ گیا، کچھ بھی نہیں پڑھا کہ اسے یاد آ گیا فوراً دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ سجدۂ سہو کی ضرورت تھی یا نہیں؟

---

(۱) "فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يَصِلُ إلى أذنه، وبه قال الشافعي، ولم يشترط الكرخي وأبوبكر البلخي السماع، واكتفيا بتصحيح الحروف. واختار شيخ الإسلام وقاضيخان وصاحب المحيط والحلواني قول الهندواني، وكذا في معراج الدراية. ونقل في المجتبى عند الهندواني أنه لايجزيه مالم تسمع أذناه ومَن بقربه". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بيروت)

(۲) "وذكر الناطفي في الأجناس عن محمد: لو تشهد في قيامه قبل قرآءة الفاتحة، فلا سهو عليه، وبعدها يلزم". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۲، رشيديه)

اگر وہ اتنی دیر بیٹھا کہ تین مرتبہ "سبحان الله" کہا جاسکتا تھا تب ضرورت تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر تین مرتبہ "سبحان الله" کہنے کی مقدار بیٹھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے اس سے کم میں سجدہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملالی

سوال [۳۴۹۸]: اگر چار رکعت والی فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کو آخری رکعت میں بھول کر پڑھ لی تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: وجب عليه سجود السهو) إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن .... وهو مقدر بثلاث تسبيحات، ثم إن محل وجوب سجود السهو إذا لم يشتغل حالة الشك بقرآءة ولا تسبيح، اهـ". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۷۴، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۴، سعيد)

(۲) "ولو قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة، لايلزمه السهو، وهو الأصح". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۴، دار الكتب العلمية)

7

پہلی دو رکعتوں میں سورت بھول جانے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۹۹]: "وإن قرء الفاتحة (في صلوٰة العشاء في الأوليين) ولم يزد عليها، قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة وجهر". هدايه(۱) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ نفسِ قرأت سورت فوت ہونے سے بعد والی رکعات میں فرض نمازوں میں تلافی ہوسکتی ہے تو کوئی شخص پہلی ایک رکعت یا دونوں رکعت میں ضمِ سورت کی تلافی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مغرب کی تیسری رکعت میں تلافی ہوسکتی ہے؟ اگر پہلی یا دوسری رکعت میں ضم سورت بھول جائے اور جہری طور پر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص کوئی اور سورت علاوہ فاتحہ کے پڑھ لے (ایک یا دونوں رکعت میں) تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پہلی دونوں رکعتوں میں اگر ضمِ سورت بھول جائے، یا مغرب کی پہلی رکعت میں بھول جائے تو اخیر کی دو میں اور مغرب کی تیسری میں فاتحہ کے بعد ضمِ سورت کرے اور جہر بھی کرے: "لو ترك السورة في ركعة من أولي المغرب أو في جميع أولي العشائين، قرأها: أي السورة وجوبًا على الأصح في الأخريين من العشاء والثالثة من المغرب مع الفاتحة، جهر بهما على الأصح، ويقدم الفاتحة، ثم يقرأ السورة، وهو الأشبه". مراقي الفلاح(۲)۔

اگر مواقعِ مذکورہ میں فاتحہ کو بھول گیا تو بعد والی رکعتوں میں فاتحہ کو مکرر نہ پڑھے: "ولو ترك الفاتحة في الأوليين، لايكررها في الأخريين". مراقي الفلاح(۳) ۔ ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)(الهداية، كتاب الصلاة، فصل في القرأة: ۱/ ۱۱۶، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲)(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۴، ۲۵۵، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/ ۷۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۸۹، رشيديه)

(۳) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۴، ۲۵۵، قديمي)

قرأت کی غلطی سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۰]: اگر امام تراویح میں غلط پڑھے اور مقتدی صحیح بتلائے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام نے تراویح میں قرأت کی غلطی کی ہے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کا حکم نہیں، سجدۂ سہو کرنا اس مقصد کیلئے غلط ہے، امام لقمہ لے یا نہ لے اس سے سجدۂ سہو نہیں آتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رکوع کے بجائے سجدہ میں جانے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۱]: اگر کوئی شخص رکوع میں جانے کے بجائے بھولے سے سجدہ میں چلا جائے تو وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوٹ کر آئے رکوع کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱)"ولايجب السهو إلا بترك واجب، أو تأخيره، أو تأخير ركن، أو تقديمه، أو تكراره، أو تغيرواجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشئ واحد، وهو ترك الواجب، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني في سجود السهو: ۱/۱۲٦، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴٦۱، قديمي)

(۲)"فيجب بتقديم ركن نحو أن يركع قبل أن يقرأ، ويسجد قبل أن يركع)هذا التمثيل غير واقع في محله؛ لأن الركوع قبل القراءة والسجود قبل الركوع غير معتد به حتى يفترض عليه إعادة الركوع بعدالقراءة وإعادة السجود بعد الركوع على ما مر من أن الترتيب بين مالايتكرر في الركعة الواحدة وبين غيره فرض، وإذا لم يقع ذلك معتدًا به، لايكون فيه تقديم الركن، نعم! إذا فعل ذلك يجب عليه سجود السهو لتأخير الركن بسبب الزيادة التي زادها، فليتأمل". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵٦، سهيل اكيڈمی لاهور) .... =

سجدۂ تلاوت مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۲]: تراویح میں حافظِ قرآن نے آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ اس مقام پر نہیں کیا بلکہ رکوع دو رکوع کے بعد پھر سجدہ مع مقتدیوں کے کیا تو کیا سجدۂ قرآن درست ہوا یا نہیں؟ بعد سلام کے مع مقتدیوں کے سجدہ کرلیا تو درست ہوا یا نہیں؟ اگر سجدۂ سہو کرے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں سجدہ ذمہ سے ساقط ہوگیا لیکن تاخیر کی وجہ سے ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور جو سجدہ حالتِ نماز میں امام پر تلاوت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ خارج نماز میں ادا کرنا درست نہیں بلکہ نماز ہی میں ادا کیا جائے:

"المصلی إذا نسی سجدة التلاوة فی موضعها، ثم ذکرها فی الرکوع أو السجود أو فی القعود، فإنه یخرلها ساجدًا، ثم یعود إلی ماکان، ویعیده استحسانًا، وإن لم یعد، جازت صلوته، کذا فی الظهیریة". عالمگیری: ۱/۱۳٤(۱)۔

"لو أخر سجدة التلاوة عن موضعها، فإن علیه سجودالسهو، کما فی الخلاصة". شامی: ۱/۷۷٤(۲)۔

"والسجدة التی وجبت للتلاوة فی الصلاة، لاتقضیٰ إلا فی الصلوة". رسائل الأرکان، ص: ۱٦۲ (۳)۔

= (وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۰، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/٤٦۱، سعید)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳٤، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعید)

(وکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق، باب سجودالسهو: ۲/۱٦۷، رشیدیه)

(۳)"(قوله: وإذا لم یسجد أثم الخ) أفاد أنه لایقضیها. قال فی شرح المنیة: وکل سجدة وجبت فی الصلاة ولم تؤدفیها، سقطت: أی لم یبق السجود لها مشروعاً لفوات محله". (رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، القرأة خارج الصلاة، ص: ۵۰۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

بغیر رکوع کئے ہوئے سجدہ میں جانا، پھر اٹھنا

سوال [۳۵۰۳]: ہمارے امام صاحب نے فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی، پھر بغیر رکوع کئے ہوئے سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں کسی مقتدی نے زور سے کہا کہ رکوع نہیں ہوا تو پھر رکوع میں آ گئے اور پھر سجدہ کیا اور قدرے تشہد کے بعد پھر سجدۂ سہو کیا۔ تو کیا اس طرح کرنے سے نماز ادا ہوگی اور جس مقتدی نے یہ کہا کہ رکوع نہیں ہوا، اس کی نماز بھی درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقتدی نے امام کو اس طرح کہا ہے اس کی نماز نہیں ہوئی (۱)، اس کے اس طرح کہنے سے اگر امام کو خود بھی یاد آ گیا کہ رکوع نہیں ہوا اور وہ اپنی یاد پر اٹھا اور رکوع وغیرہ کر کے سجدۂ سہو کر لیا تو امام کی نماز ہوگئی اور بقیہ سب مقتدیوں کی بھی ہوگئی۔ اگر امام کو یاد نہیں آیا محض اس کے کہنے پر کھڑا ہو گیا تو کسی کی نماز نہیں ہوئی، سب کو لوٹانا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رکوع، سجدہ کی تسبیح بدلنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۰۴]: چند روز قبل نماز عشاء میں ایک رکعت کے اندر جب میں پہلے سجدہ میں گیا تھا تو

---

(۱) "إذا تكلم في صلاته ناسيًا أو عامدًا، خاطئًا أو قاصدًا، قليلاً أو كثيراً، تكلم لإصلاح صلاته بأن قام الإمام في موضع القعود، فقال له المقتدى: اقعد، أو قعد في موضع القيام فقال: له قم، أو لا لإصلاح صلاته، ويكون الكلام من كلام الناس، استقبل الصلاة عند نا، كذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۹۸، رشیدیه)

(۲) "(قوله: إلا إذا تذكر الخ) قال في القنية: ارتج على الإمام، ففتح عليه مَن ليس في صلاته وتذكر، فإن أخذ في التلاوة قبل تمام الفتح، لم تفسد، وإلا تفسد؛ لأن تذكره يضاف إلى الفتح .... قلت: والذی ينبغي أن يقال: إن حصل التذكر بسبب الفتح، تفسد مطلقًا .... وإن حصل تذكره من نفسه لابسبب الفتح، لاتفسد مطلقًا". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۶۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۹۹، رشيديه)

تین مرتبہ بجائے "سبحان ربی الأعلیٰ" پڑھنے کے، "سبحان ربی العظیم" پڑھ کر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے پھر "سمع الله لمن حمده" اور پھر "ربنالك الحمد" پڑھا اور "الله أكبر" کہہ کر دوسرے سجدہ میں چلا گیا، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھول کر ایسا کر لینے سے نہ نماز فاسد ہوئی نہ سجدۂ سہولازم ہوا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۸ھ۔

دعائے قنوت بھول کر رکوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۵]: رکوع میں یاد آیا کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی تو اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دعائے قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں پہنچ کر یاد آیا تو اب اس کو کھڑے ہو کر یا رکوع میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے، طحطاوی، ص: ۲۵۰(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) تسبیحات اور تکبیراتِ انتقال سننِ صلاۃ میں سے ہیں نہ کہ واجبات میں سے، لہٰذا اس کے ترک یا تبدیلیٔ ترتیب سے کچھ فرق نہیں پڑتا: "ولايجب السجود إلابترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن .... ولايجب بترك التعوذ والبسملة في الأولىٰ وتكبيرات الانتقال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/ ۵۰۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) "لو تذكر القنوت في الركوع، فإنه لايعود، ولا يقنت فيه لفوات محله ..... ويسجد للسهو على كل حال، لترك الواجب أو تأخيره". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱/ ۱۶۹، رشيديه) .... =

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت "سمع اللّٰه لمن حمده" کہنا

سوال[۳۵۰۶]: امام سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے "اللّٰه أکبر" کے "سمع اللّٰه لمن حمده" کہتے ہوئے اٹھے تو سجدۂ سہو کی ضرورت ہے یا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے "اللّٰه أکبر" کے سہواً "سمع اللّٰه لمن حمده" کہہ دیا تو بھی سجدۂ سہو لازم نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۹/۵/۹۲ھ۔

سجدہ میں " بسم اللّٰه "

سوال[۳۵۰۷]: سجدہ میں تسبیح سے پہلے تسمیہ نکل گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کوئی حرج نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۱، سهيل اكيڈمی)

(۱) قال العلامة الحلبي: "فلايجب بترك السنن والمستحبات كا لتعوذ والتسمية والثناء والتأمين وتكبيرات الانتقال والتسبيحات". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۵۰۲، مصطفیٰ البابي الحلبي، مصر)

(۲) قال الحلبي: "(أوقرأ التشهد مرتين) في القعدة الآخيرة أو تشهد قائماً أو راكعاً أوساجداً، لا سهو عليه...... وأما التشهد، فلأنه ثناء والقيام والركوع والسجود محل للثناء". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈيمی)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب سجود السهو: ۱/۱۴۹، بيروت)

ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو کب ادا کرے؟

سوال[۳۵۰۸]: اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس نے پہلی رکعت میں ایک سجدہ غلطی سے کیا ہو، دوسری رکعت میں یاد آجائے تو کیا حکم ہے؟

عبدالحق گیاوی، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب یاد آئے جب ہی سجدہ کرلے، اگر دوسری رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آئے اس وقت کرے، ورنہ اگر قیام قعود وغیرہ میں یاد آئے، تو اس وقت کرکے جس رکن کو وسط میں چھوڑ کر سجدہ کیا ہے اس کا اعادہ کرے:

"ولو ترك سجدةً من ركعته فتذكرها في آخر صلوة سجدها، سجد للسهو لترك الترتيب فيه، وليس عليه إعادة ماقبلها". البحر الرائق: ۲/۹٤(۱)۔

"وإن كان إمامًا وصلى ركعةً وترك منها سجدةً، فصلى ركعةً أخرى وسجد لها، فتذكر المتروكة في السجود، فإنه يرفع رأسه من السجود، ويسجد المتروكة، ثم يعود ماكان فيها؛ لأنها ارتفعت فيعيدها استحسانًا" (۲)۔ اور سجدۂ سہو کرکے نماز ختم کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۵۳/۲/۱۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد، ۱۵/صفر/۵۳ھ، صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ، ۱۵/صفر/۵۳ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱٦۷، رشیدیه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشیدیه)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/٤٦۲، سعید)

(۲) (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷٤٤، ادارة القرآن)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر من هذا الفصل المتفرقات: ۲/۷۹، المكتبة الغفارية)

ایک سجدہ بھول گیا، کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟

سوال[۳۵۰۹]: نماز میں ایک سجدہ بھول گیا پھر آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، کیا نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ ایک فرض ہے، دوسرا واجب، خیال رہے کہ جو سجدہ بھولا ہے وہ دوسرا سجدہ ہے، کیا دونوں سجدے فرض ہیں، یا ایک فرض ہے دوسرا واجب؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں "سجدتان" کا لفظ نہیں آیا ہے، دونوں کیسے فرض ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں سجدے فرض ہیں، ترکِ فرض سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اعادہ ضروری ہے، سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا(۱)، کتب فقہ میں سجدہ ثانیہ کی تصریح موجود ہے، کبیری، ص: ۳۱۳(۲)، البحر الرائق: ۱/۲۹۳(۳)، ردالمحتار: ۱/۳۰۰(۴)، وغیرہ جملہ کتب میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

قومہ کی دعاء کے بجائے جلسہ کی دعا سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۱۰]: قومہ میں "ربنا لك الحمد" کے بعد "حمداً طيبًا مباركاً فيه" کے بجائے اگر جلسہ میں پڑھنے والی دعاء منفرد سہواً پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، یا سجدۂ سہو سے درست ہوگئی، یا سجدۂ

(۱)"(سجدة السهو واجبة، انه لايجب إلا بترك الواجب) ...... ولا بترك الفرائض؛ لأن تركها لاينجبر بسجود السهو، بل هو مفسد، إن لم يتدارك، فيعاد". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(۲)"وتكلموا في تكرار السجود، فقيل: هو تعبد لايطلب فيه المعنى كأعداد الركعات.. الخ". (الحلبي الكبير، فصل في صفة الصلاة، ص: ۳۲۲، سهيل)

(۳)"والمراد من السجود السجدتان، فأصله ثابت بالكتاب والسنة والإجماع، وكونه مثنى في كل ركعة بالسنة والإجماع، وهو أمرٌ تعبديٌ لم يعقل له معنى على قول أكثر مشائخنا تحقيقًا للابتداء". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفه الصلاة: ۱/۵۱۱، رشيديه)

(۴)"(قوله: وتكراره تعبد): أى تكرار السجود أمر تعبدى: أى لم يعقل معناه على قول أكثر المشايخ تحقيقًا للابتلاء". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۷، سعيد)

سہو کی ضرورت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدۂ سہو لازم نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

قعدۂ اولیٰ بھولنے اور تیسری رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۱۱۵۳]: امام سہواً قعدۂ اولیٰ کے بجائے رکعتِ ثالثہ کیلئے کھڑا ہوگیا اور فاتحہ بالجہر شروع کر دی دیر بعد یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اس لئے جہر بالقرأۃ کے بجائے بالسّر شروع کر دی اور سجدۂ سہو بھی کر یا۔آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جس وقت یاد آیا تھا اسی وقت سلام پھیر دینا افضل ہے۔آیا زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

سائل: فرخ احمد، چاٹگامی، متعلم مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی، قعدۂ اولیٰ واجب ہے اور تیسری رکعت میں اسرار واجب ہے، دو واجب بھول کر ترک کرنے سے ایک سجدۂ سہو کافی ہوجاتا ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/رجب/۵۶ھ۔

---

(۱)قال الحلبی: "فلایجب بترک السنن والمستحبات کا لتعوذ، والتسمیة، والثناء، والتأمین، وتکبیرات العیدین، والتسبیحات". (الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص:۴۵۵،سهیل اکیڈمی)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثانی عشر فی سجود السهو : ۱/۱۲۶،رشیدیه)

(وكذا فی فتح القدير، باب سجود السهو : ۱/۵۰۲، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۲)"قوله: وإن تكرر) حتی لو ترک جمیع واجبات الصلاة سهواً، لایلزمه إلا سجدتان، بحر". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو : ۲/۸۰،سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو :۲/۱۷۴،رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، باب سجود السهو : ۱/۴۷۰،دار الكتب العلمية، بیروت)

قعدۂ اولیٰ ترک کرنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۵۱۲]: ایک امام مسجد چار رکعت فرض نماز کی امامت کرا رہے تھے، سہواً دو رکعت کے بعد بلا "التحیات" پڑھے اٹھ کر کھڑے ہوگئے باوجود لقمہ کے واپس نہیں لوٹے، چار رکعت نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں نماز سجدۂ سہو سے ہوگئی یا نماز دہرانی پڑے گی؟ اگر نماز ہوگئی تو کس ثبوت سے اور اگر نہیں تو کس ثبوت سے؟ برائے مہربانی جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیجئے مشکور ہوں گا۔ بینوا توجروا۔

محمد عبدالغنی، شہر کانپور، محلّہ میتھفل گنج، ۱۳/ جون/ ۱۹۵۸ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں، کذا فی الدرالمختار(۱) وصحیح البخاری: ۱/ ۱۶۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا

سوال[۳۵۱۳]: کسے اگر قعدۂ أولیٰ فراموش کردہ باستادباز، چونکہ یاد آمد،

---

(۱)"(سها عن القعود الأول من الفرض، ثم تذكره، عاد إليه) وتشهد، ولا سهو عليه في الأصح (مالم يستقم قائماً)في ظاهر المذهب، وهو الأصح (وإلا): أي وإن استقام قائمًا (لا، وسجدللسهو) (الدرالمختار) "قوله: في ظاهر المذهب ....الخ)مقابله في الهداية :إن كان إلى القعود أقرب، عاد ولا سهو عليه في الأصح، ولو إلى القيام أقرب فلا، وعليه السهو، وهومروى عن أبي يوسف رحمه الله عليه، واختاره مشايخ بخارى وأصحاب المتون". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۳، ۸۴،سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲)"عن عبد الله بن بحينة رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام من اثنتين من الظهر ولم يجلس بينهما، فلما قضىٰ صلاته، سجد سجدتين، ثم سلّم بعد ذلك". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ماجاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة : ۱/۱۶۳ ،قديمى)

بنشست، درفسادِ نمازش چہ حکم دارد؟ مع حوالۂ کتب وصفحات واضح فرمانید۔
المستفتی: محمد عبدالمعبود عفی عنہ، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دریں مسئلہ فقہاء را دوقول است: دریکے نمازِ أو فاسد شد، وایں قول را زیلعی رحمہ اللہ علیہ تصحیح نمودہ است. ودر دیگر نمازِ أو فاسد نشد، اگرچہ ازیں فعل گنہ گار شد، وبذمۂ أو سجدۂ سہو لازم گشت، واین قول را شیخ ابن ھمام وابن نجیم وحلبی وغیرھم ترجیح دادہ اند:

"فلوعاد إلی القعود بعدذلك، تفسد صلوته لرفض الفرض لما لیس بفرض، وصححه الزیلعی. وقیل: لاتفسد، لكنه یكون مسیئًا، ویسجد لتأخیر الواجب، وهو الأشبه كما حققه الكمال، وهو الحق بحر، الخ". درمختار- قال الشامی: "(قوله: بعد ذلك): أی بعد مااستقام قائمًا، الخ. (قوله: لكنه یكون مسیئًا): أی ویأثم، كما فی الفتح، الخ".

ردالمحتار: ۱/۷۷۹(۱)- فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۴]: چار رکعت نماز سنتِ مؤکدہ پڑھ رہا ہوں، دوسری رکعت میں "التحیات" کے بعد درود پڑھ گیا، اس کے بعد یاد آیا، چاروں رکعت پوری کرلیں، کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

---

(۱)(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السہو: ۲/۸۴، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۸، ۱۷۹، رشیدیه)

(وكذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۹، دار الكتب العلمیة، بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سنت ووتر کے قعدۂ اولیٰ میں درود کا حکم

سوال[۳۵۱۵]: چار رکعت والی نماز سنت ووتر میں دو رکعت کی "التحیات" کے بعد درود شریف پڑھنا افضل ہے یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت سنتِ مؤکدہ اور وتر میں اگر دو رکعت پر بھول کر قعدۂ اخیرہ سمجھتے ہوئے درود شریف پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سنن ونوافل میں قعدۂ اولیٰ کے ترک سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۶]: چار رکعت والی سنت کے قعدۂ اولیٰ یا دو رکعت والی سنت ونفل کے اندر "التحیات" بھول جائے پھر اس حالت میں بیٹھ کے سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے تو اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت والی سنت میں قعدۂ اولیٰ اور تشہد واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہے اور نفل میں

---

(۱) "ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الأولیٰ فی الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلی ناسیاً، فعلیه السهو". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل ۲/۱۶، سعید)

"ولو کرر فی القعدة الأولیٰ، فعلیه السهو، وکذا لو زاد علی التشهد الصلاة علی النبی صلی اللہ علیه وسلم، کذا فی التبیین: وعلیه الفتویٰ، کذا فی المضمرات" (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو ۲/۱۷۲، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو")

دورکعت پر قعدہ فرض ہے اس کے ترک سے نماز درست نہ ہوگی، پس اگر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگا تو سجدہ سے پہلے پہلے جب یاد آئے فوراً بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے، اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو چوتھی رکعت بھی اس کے ساتھ ملائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر دے لیکن اس صورت میں دورکعت معتبر ہوں گی اور پہلی دورکعت قعدہ ترک ہونے کی وجہ سے فاسد ہوں گی اور اسی تحریمہ پر شفعۂ ثانیہ کی بناء صحیح ہوگی (۱)۔ مگر سجدۂ سہو ضروری ہوا، تشہد بہر حال واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

قعودِ واجب اگر سہواً چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اس کے بعد یاد آیا تو بیٹھنا نہیں چاہئے، اگر بیٹھے گا تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ فرض کو ترک کر کے واجب کی طرف عود کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہاں فرض کو ترک نہیں کیا بلکہ مؤخر کیا ہے:

"سها عن القعود الأول من الفرض ولوعملياً، أماالنفل فيعودمالم يقيدبالسجدة، ثم تذكره، عاد إليه وتشهد، ولا سهو عليه فى الأصح مالم يستقم قائمًا فى ظاهر المذهب، وهو الأصح، فتح. وإلا أى وإن استقام قائمًا لايعود لاشتغاله بفرض القيام، وسجد للسهو لترك الواجب. ولو عاد إلى القعود بعد ذلك، تفسد صلوته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعى، وقيل: لاتفسد لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتأخير الواجب، وهو الأشبه، كما حققه الكمال، وهو الحق، الخ". درمختار ۱/۷۷۹(۲)۔

اور ایک قول پر نفل میں قعدۂ اولیٰ واجب ہے، فرض نہیں: "والقعدة الأولى ولوفى نفل فى الأصح،

(۱)قال الحلبى: "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة، وأنه لم يقعد على ركعتين، تجزئ عن تسليمة واحدة، وهو المختار ....لأن القعدة على رأس الثانية فرض فى التطوع، فإذا تركها، كان ينبغى أن تفسد صلاته أصلاً، كما هو قول محمد و زفر بالقياس، وإنماجازعلى قول أبى حنيفةوأبى يوسف استحساناً فأخذنا بالقياس فى فساد الشفع الاول وبالاستحسان فى حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه فى الشفع الثانى، وقدأتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبى الكبير، فصل فى النوافل، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(۲)(الدر المختار، باب سجودالسهو: ۲/۸۳، ۸۴، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب السهو: ۱/۴۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

خلافاً لمحمد رحمه الله تعالیٰ فی افتراضه قعدة كل شفع نفل، اه". شامی: ۱/۴۸۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۴/شوال/۵۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

دو رکعت پر بجائے بیٹھنے کے بھول کر کھڑا ہونے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۷]: تراویح میں اگر امام دو رکعت کے بعد نصف سے زائد کھڑا ہو جائے اور کچھ مقتدی کھڑے ہو گئے اور کچھ بیٹھ گئے تو امام کے نصف سے زائد کھڑا ہونے کے بعد پھر بیٹھنا چاہیے یا کھڑا ہو کر پڑھتا ہی رہے، یا امام کے کھڑا ہونے کے بعد بیٹھنا فوراً ضروری ہے، یہ چار رکعت دو رکعت ہی سمجھی جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ایسی حالت میں بیٹھ جائے جبکہ قیام کے قریب ہو چکا تھا اور بعد میں سجدۂ سہو کرے: "ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه، عاد مالم يقيد ها بسجدة، وسجد للسهو لتأخير القعود"۔ "(قوله: ولو سها عن القعود الأخير) أرادبه القعود المفروض". شامی: ۱/۷۹(۲)۔

اگر بغیر دو رکعت پر قعدہ کئے ہوئے چار رکعت پڑھ لی تو یہ دو ہی شمار ہونگی، كذا في الكبيري، ص: ۳۹۰(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۵، سعيد)

(وكذا فی سكب الأنهر شرح الملتقی، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۹، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود والسهو: ۲/۸۵، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۰، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳)"ولو لم يقعد على رأس كل ركعتين قدر التشهد، لم يجز إلا عن تسليمة واحدة عند أبی حنيفة وأبی يوسف، وأما عند محمد وزفر رحمه الله عليهما، فلا تجوز عن تسليمة أيضًا، بل يفسد على مامر، من أن ترک القعدة على الركعتين من النفل فيما إذا صلى أربعًا، تفسده، فكذا مازاد على الأربع". =

قعدۂ اُولیٰ یا اُخریٰ بھول کر کھڑے ہونے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۱۸]: اگر قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہونے لگے اور قبل پورا کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا کہ نہیں؟ طحطاوی، ص:۲۷۱، پر لکھتے ہیں: "سجد للسهو سواء كان إلى القيام أقرب أو إلى القعود أقرب، بخلاف السهو عن القعود الأول، ففيه التفصيل على أحد القولين"(۱)۔ یہ قول مفتی بہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شامی نے ہر دو قعود میں ایک ہی حکم لگایا ہے جیسا کہ قعودِ اول میں تفصیل ہے کہ اقرب الی القعود ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور اقرب الی القیام ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اسی طرح قعدہ اخیرہ کا حکم ہے۔ صاحبِ نہر نے فرض اور واجب ہونے کا فرق ظاہر کیا ہے (۲) اور علامہ طحطاوی رحمہ اللہ علیہ نے حاشیہ درمختار میں اس فرق کا انکار کرکے قعود اول وثانی کا ایک ہی حکم تحریر فرمایا ہے:

"لم يفصل هنا بين ما إذا كان مستفتحًا للقيام أولا، وينبغي أن لا يسجد في الثانية كما مرّ في التشهد الأول ....الخ" ۱/۳۱۳(۳)۔ "وينبغي أن لا يسجد فيما إذا كان إليه: أي إلى القعود أقرب كما في الأول ....الخ". شامي: ۱/۷۸۰(٤)۔

= (الحلبي الكبير، فصل في النفل، فروع: لو ترك، ص: ۴۰۵، سهيل اكيڈمی، لاهور)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "لو صلى التطوع ثلاثاً أو ستاً أو ثمانيةً بقعدة واحدة، فالأصح أنه يفسد استحساناً وقياساً، وقد منا وجهه.

"فقد اختلف التصحيح في الزائد على الأربعة بتسليمة وقعدة واحدة، هل يصح عن شفع واحد أو يفسد؟ فليتنبه". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۸، قديمي)

(۲)(النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۳۲۸، مكتبه امداديه)

(۳)(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۳، دار المعرفة بيروت)

(۴)(رد المحتار على الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشيديه)

نہر کا حال عقود رسم المفتی میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ وہ کتب معتبرہ میں سے نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/صفر/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/صفر/۶۱ھ۔

قعدہ اخیرہ میں "التحیات" کے بعد کھڑے ہونے کا حکم

سوال[۳۵۱۹]: قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" پڑھ کر بھول کر کھڑا ہو گیا، کچھ پڑھا نہیں تو بغیر "التحیات" پڑھے داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کریں گے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کتنی مقدار بھر پڑھ لیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین آیات کی مقدار ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)"قال: ومن الكتب الغريبة ملامسكين شرح الكنز، والقهستاني، لعدم الإطلاع على حال مؤلفيهما .... والنهر، والعيني شرح الكنز. قال شيخنا الجنيني: إنه لايجوز الإفتاء من هذه الكتب إلا إذا علم المنقول عنه والإطلاع على مأخذها، هكذا سمعته منه، وهو علّامة في الفقه مشهور، والعهدة عليه، انتهى". (شرح عقود رسم المفتي لابن عابدين الشامي، بُعَيد الطبقة السابعة: طبقة المقلدين، ص: ۳۶، مير محمد كتب خانه)

(۲)"إذا جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر ساهياً، يجب عليه السهو عندنا ...... إن وقع هذا في سورة أخرى، إن خافت ثلاث آيات أو آيةً طويلةً عند الكل، أو قصيرةً، عند أبي حنيفة، فعليه السهو، وإلا فلا...... وذكر ابن سماعة عن محمد فيما إذا جهر أو خافت فيما يجهر أنه فعل مقدار ماتجوز به الصلاة من فاتحة الكتاب وغيرها، فعليه السهو، وما لا فلا". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۱/۷۱۹، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۰، رشيديه) .... =

7

قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہونا

سوال[۳۵۲۰]: زید قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر بھول کر کھڑا ہو گیا اور فوراً ہی یاد آ گیا تو بیٹھ گیا، اب اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟ اگر کرنا ہوگا تو تشہد پڑھ کر کرے یا بغیر تشہد پڑھے ہی کرلے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا اور اس کیلئے ایسی صورت میں تشہد لازم نہیں بلکہ جو تشہد پڑھ چکا ہے وہی کافی ہے، شامی: ۱/۵۰۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قعدۂ اخیرہ کے بعد قیام سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۲۱]: ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا، پھر جب یاد آیا بیٹھ گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کو سجدۂ سہو کیلئے پھر تشہد پڑھنا پڑے گا یا نہیں؟ نیز سجدۂ سہو کے بعد درود شریف کافی ہے یا "التحیات" بھی پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو سے پہلے تشہد کی ضرورت نہیں، بلکہ جو تشہد پڑھ کر کھڑا ہوا تھا وہی کافی ہے، البتہ سجدۂ سہو کے بعد تشہد واجب ہے کیونکہ سجدۂ سہو کی وجہ سے پہلے پڑھا ہوا تشہد مرتفع ہو گیا:

"وإن قعد الأخير، ثم قام، عاد، وسلم من غير إعادة التشهد لعدم بطلانه بالقيام.

=(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "(وإن قعد في الرابعة) مثلاً قدر التشهد (ثم قام، عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح. (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: عاد وسلم): أي عاد للجلوس لما مر أن مادون الركعة محل للرفض، وفيه إشارة إلى أنه لايعيد التشهد ......والعود للتسليم جالسًا سنة". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۴، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۵۱۱، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

.... : وسجد للسهو .... الخ". مراقي الفلاح، ص: ١٤٦، مختصراً(١)۔ "إنه (أي سجود السهو) يرفع الواجب من قرأة التشهد والسلام............الخ". مراقی۔ "أي فيعادان بعد فعله ....الخ، يجب سجدتان بتشهد وتسليم .... الخ". نورالإيضاح۔ "هما بعد واجبان بعد سجود السهو؛ لأن الأولين ارتفعا بالسجود .... الخ". طحطاوی، ص: ٢٦٨(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

چار رکعت والی نماز میں پانچویں کیلئے کھڑا ہونے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۲]: چار رکعت والے فرض میں چار رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر امام غلطی سے کھڑا ہوگیا تو اب کیا چھ رکعت پوری کر کے سلام پھیرے یا کیا کرے؟ اور اگر تشہد نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے اور ایسی حالت میں جو لوگ امام کے ساتھ دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوئے ہیں ان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اگر یاد آ گیا تو بیٹھ جائے ورنہ چھ پوری کرے اور ہر صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض نماز درست نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)(مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص ۴۷۰، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار، باب سجود السهو ۲/۸۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۴، رشیدیه)

(۲)(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، شرح نور الإيضاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۰، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۴۹۸، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، باب سجود السهو: ۱/۴۹۸، مصطفى البابی الحلبی)

(۳)"(ولو سها عن القعود الأخير) كله أو بعضه (عاد مالم يقيد ها بسجدة)............ وسجد للسهو، لتأخير القعود (وإن قيدها) بسجدة ....، (تحول فرضه نفلاً برفعه .... (وإن قعد في الرابعة) مثلاً قدر التشهد (ثم قام، عاد وسلم .... وإن سجد للخامسة سلموا، وضم إليها سادسةً .... لتصير=

پانچویں رکعت کیلئے کھڑے ہوجانے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۳]: زید عصر کی نماز پڑھ رہا ہے کہ سہواً چوتھی رکعت میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوگیا، پھر رکوع میں اس کو خیال آیا کہ میں پانچویں رکعت پڑھ رہا ہوں، یہ سوچ کر وہ اسی وقت بیٹھ گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز پوری کر لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ کے بعد چوتھی کیلئے کھڑا ہونا

سوال[۳۵۲۴]: زید نماز مغرب پڑھ رہا تھا، تیسری رکعت کے بعد بجائے سلام پھیرنے کے کھڑا ہونے لگا، مگر مقتدی بیٹھے رہے اور زید بھی کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تھا کہ فوراً بیٹھ گیا، پھر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا۔ آیا نماز ہوگئی یا نہیں، یا دوبارہ لوٹانا چاہیے؟ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، اگر سجدۂ سہو کر لیا ہو:

"وإن قعد في الرابعة قدر التشهد، ثم قام، عاد وسلم، ولو سلم قائمًا، صح". درمختار۔

= الركعتان له نفلاً............، وسجد للسهو". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، ۸۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، ۱۸۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۸۰، ۴۸۱، دار الكتب العلمية)

(۱) "(ولو سها عن القعود الأخير............، عاد مالم يقيدها بسجدة)، وسجد للسهو لتأخير القعود".

(الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۸۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

قال الشامی: "(قوله: مثلاً) أی أو قعد فی ثالثة الثلاثی أو فی ثانیة الثنائی". طحطاوی: ۱/ ۳۱٤(۱)، اگر سجدۂ سہونہیں کیا تو اعادہ واجب تھا، فرض ادا ہوگیا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الاول/ ۵٦ھ۔

تیسری رکعت میں بیٹھنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۲۵]: اگر امام تیسری رکعت میں ظہر یا عصر کی بیٹھا قعدہ...... کی نیت سے، لیکن مقتدیوں نے فوراً لقمہ دیا کہ ابھی بیٹھ کر کچھ بھی پڑھنے نہیں پایا تھا کہ "سبحان اللّٰہ" کہہ کر متنبہ کر دیا، امام فوراً کھڑا ہوگیا۔ اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار، باب سجود السهو: ۱/ ۳۱۴، دارالمعرفة، بیروت)

(۲) "وإنما تجب الإعادة اذا ترک واجباً عمداً جبراً لنقصانه". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/ ۲٦۱، رشیدیه)

(و کذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴٦۲، قدیمی)

"والاعادة فی العمد والسهو إذا لم یسجد، لتکون مؤدّاة علی وجه النقص فیه، فإذا لم یُعدها، کانت مؤداةً أداءً مکروهاً کراهة تحریم، وهذا هو الحکم فی کل واجب ترکه عامدًا أو ساهیًا".

(البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۱۵، رشیدیه)

(و کذا فی الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۵٦، سعید)

(۳) "ویکره للنهوض علی صدور قدمیه بالإعتماد وقعود الاستراحة". (الدر المختار). "ولا ینافی هذا ماقدمه الشارح فی الواجبات حیث ذکر منها ترک قعود قبل ثانیة ورابعة؛ لأن ذاک محمول علی القعود الطویل، ولذا قیدت الجلسة هنا خفیفة". (ردالمحتار، الباب الحادی عشر فی سجود السهو، فصل فی بیان تالیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/ ۵۰٦، سعید)

چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد امام کا سجدۂ سہو کرنا

سوال[۳۵۲۶]: چار رکعت والی نماز میں امام کو سجدۂ سہو لاحق ہوگیا، امام نے دو رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کیلئے سلام پھر دیا، پھر یاد آیا کہ چار رکعت والی نماز ہے، پھر دو رکعت ادا کی تو وہ ہی سجدہ کافی ہوگیا یا اور کرنا پڑے گا؟

احقر: عبدالعلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختم نماز پر دوبارہ سجدۂ سہو کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

دعائے قنوت یا "التحیات" سے پہلے "بسم اللّٰہ" پڑھنا

سوال[۳۵۲۷]: اگر کوئی شخص التحیات یا دعائے قنوت سے پہلے پوری "بسم اللّٰہ" سہواً پڑھ لے تو تاخیرِ واجب کی بناء پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر قصداً پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا(۲)، قصداً میں سجدۂ سہو کا سوال ہی نہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= وأنظر (فتاوى دار العلوم ديوبند: ۴/۴۱۴، إمداديه ملتان)

(وكذا في البحرا الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۲۲، رشيديه)

(۱) "(قوله: ولو سجد السهو في شفع التطوع، لم يَبْن شَفعاً آخر عليه)؛ لأنَّ السجود يبطل لو قوعه في وسط الصلوة، وهو غير مشروع .... كالمسافر إذا نوى الإقامة بعد ماسجد للسهو، ويلزم الأربع، ويعيد السجود". (البحر الرائق: ۲/ ۱۸٦، ۱۸۷، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، رشيديه)

(۲) بعض روایات میں التحیات اور دعائے قنوت سے پہلے بسم اللہ کا ثبوت ہے: "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلّمنا التشهد كما يعلمنا السورة من القرآن. "باسم الله،=

قیام سے قعود کی طرف رجوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۸] : چار رکعت فرض میں امام صاحب قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے، اس میں رجوع من الأعلیٰ إلی الأدنی ہوا، اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے، صحیح ہوئی یا نہیں؟ امام صاحب گنہگار رہوں گے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مسلک کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

ولی محمد یوسف۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ارجح یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، سجدۂ سہو لازم ہوگا، یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع ہونا اعلیٰ کو ترک کرنے کیلئے نہیں بلکہ اعلیٰ کو کامل طریقہ پر ادا کرنے کیلئے ہے:

"وإن عاد الساهي عن القعود الأول إليه بعدما استتم قائمًا، اختلف التصحيح في فساد صلوته، وأرجحهما عدم الفساد، قد بالغ في المنتقى في رد القول بالفساد، وجعله غلطاً؛ لأنه

= وبا لله، التحيات لله والصلوات والطيبات لله الحديث ". (سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلاة، والسنة فيها باب ماجاء في التشهد: ۱/۲۸۸، عباس احمد الباز)

راجع للتفصيل : (امداد الأحكام، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو : ۱/۶۷۹، مكتبه دار العلوم كراچى)

قال الطحطاوي: "قوله: (أن يقول: اللّهم ......الخ)ذكر السيوطي أن دعاء القنوت من جملة الذي أنزله الله على النبي صلى الله عليه وسلم وكانا سورتين: كل سورة ببسملة وفواصل، أحدهما تسمى سورة الخلع، وهي: بسم الله الرحمن الرحيم اللّهم إنا نستعينك .... من يكفرك، والأخرى تسمى سورة الحفد، وهي: بسم الله الرحمن الرحيم إياك نعبد -إلى- ملحق ".(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص:۳۷۸، قديمي)

(۳)"أن الواجب إذا تركه عمداً، لاينجبر بسجدتي السهو". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۶۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو : ۲/۸۰، سعيد)

تاخير لا رفض، الخ"مراقی الفلاح وطحطاوی، ص: ۲٥٤ (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تشہد مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۹]: تکرار تشہد سے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ عمل ثنا اور دعا ہے، مگر خلجان یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلام کے ذریعہ سے نماز سے باہر ہونا واجب ہے، اس میں تاخیر ہوئی اس وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہونا چاہیئے، اس خلجان کو رفع فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعاء ماثور ہے، دعائیں متعدد وارد ہوئی ہیں، ایسا نہیں کہ اقل قلیل پر کفایت کرے اور سلام پھیرنا اور نماز سے باہر ہوجانا فوراً واجب ہوجائے، اس لئے طویل دعاء سے تکرار تشہد سے ایسی تاخیر نہیں ہوتی جس سے سجدۂ سہو لازم آئے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

سجدۂ سہو کے بعد قیام کرلیا

سوال[۳۵۳۰]: ایک شخص نے فرض نماز میں سجدۂ سہو کرنے کے بعد "التحیات" بیٹھ کر نہیں پڑھی اور سیدھا غلطی سے کھڑا ہوگیا، اب قیام کی حالت میں یاد آیا کہ مجھے بیٹھ کر "التحیات" درود شریف اور دعاء پڑھ

---

(۱)(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة باب فی سجود السهو ،ص:۴۶۷،قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو : ۲/۸۴،سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو : ۲/۱۷۸ ،رشیدیه)

(۲)"ولو كرر التشهد فی القعدة الأخيرة، فلا سهو عليه". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۲ ،رشیدیه)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱،قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اکیڈیمی ، لاهور)

کرسلام پھیرنا تھا، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ التحیات، درود اور دعاء نہ پڑھے اور صرف کھڑے ہوتے ہی سلام پھیر دے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر "التحیات" پڑھ کر پھر سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے: "السجدة المتقدمة لاترفع النقصان المتأخر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۲/ ۸۹ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد درود بھی پڑھا جائے یا نہیں؟

سوال[۳۵۳۱]: سجدۂ سہو آخر رکعت میں کیا جاتا ہے، اس میں صرف تشہد پر ہی سلام پھیر دیں یا اس کے علاوہ درود بھی پڑھا جائے، افضل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درود، دعاء بھی پڑھیں، تب ختم صلوٰۃ کا سلام پھیریں، سجدۂ سہو سے پہلے جو سلام ہے، وہ صرف تشہد پڑھ کر پھر دیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۱ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد والے قعدہ میں شرکت کرنے والے کی اقتداء درست ہے

سوال[۳۵۳۲]: امام پر سجدۂ سہو واجب ہوا، سجدۂ سہو کے بعد اور سلام سے پہلے اگر کوئی مسبوق نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہوگیا، تو کیا اس کی اقتداء درست ہے؟ ہمارے یہاں بعض مفتی نے فتویٰ دیا کہ

---

(۱) (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۵، رشيديه)

(۲) "ويأتي بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، والدعاء في القعود الأخير في المختار".

(الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/ ۷۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/ ۴۷۲، دار الكتب العلمية)

اقتداءدرست ہے اور بعض نے کہا کہ اقتداءدرست نہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس حالت میں بھی اقتداءدرست ہے:"والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقًا، سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده .... الخ". درمختار۔

"وشمل أيضًا ما إذا سجد الإمام واحدةً ثم اقتدى به، قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرى ولا يقضي الأولى كما لا يقضيها لو اقتدىٰ بعد ما سجد هما .... الخ". شامي، ص: ٦٩٦ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۱/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۱/۱۴ھ۔

دورکعت کی نیت کے بعد تین یا چار رکعت پڑھنے کی مختلف صورتیں

سوال[۳۵۴۳]: ۱......اگر کسی شخص نے دورکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرکے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۲......اگر کسی شخص نے دورکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۳......اگر کسی شخص نے دورکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کرکے تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرکے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۴......اگر کسی شخص نے دورکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کرکے تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۵......اگر کسی شخص نے دورکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کرکے تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/ ۸۲، ۸۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/ ۴۷۷، دار الكتب العلمية)

کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۶......اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۷......اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۸......اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۹......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۰......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۱......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۲......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۳......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۴......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۵......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۶......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں

بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......نماز ہوگئی اور اخیر کی دورکعت ہوگئیں، پہلی دورکعت فاسد ہوگئیں (۱)۔

۲......پہلی دورکعت فاسد ہوگئیں دوسری دورکعت ترکِ سجدہ کی بناء پر واجب الاعادہ ہیں (۲)۔

۳......اس حالت میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا، بلاضرورت سجدۂ سہو کے اضافہ کی وجہ سے کراہت آ گئی (۳)۔

۴......صحیح ہوگئی اور چاروں رکعت درست ہوگئیں (۴)۔

---

(۱) "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة وأنه لم يقعد على ركعتين، تجزى) أربع (عن تسليمةواحدة، وهو المختار)......لأن القعدة على رأس الثانيةفرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو قول محمد وزفر، وهو القياس، وإنما جاز على قول أبي حنيفة وأبي يوسف استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸،سهيل اكيڈمی)

(۲) "وإنما تجب الإعادة إذا ترك واجبًا عمداً جبراً لنقصانه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۶۲،رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو،ص: ۴۶۲،قديمي)

(۳) "ولا يجب السجود الا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، فصل فيما يوجب السهو مما لايوجب السهو: ۱/۱۲۰، رشيديه)

(۴) "وإن قعد على الثانية قدر التشهد، اختلفوا فيه قال: بعضهم لايجوز إلا عن تسليمة واحدة، وعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين، وهو الصحيح". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۴۰،رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸،رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل ،التراويح، ص :۴۰۸،سهيل اكيڈمی لاهور)

۵......ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی، پہلی دو رکعت صحیح ہوگئیں (۱)۔

۶......ترکِ سجدۂ سہو کی بناء پر واجب الاعادہ ہے (۲)۔

۷......کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی (۳)۔

۸......ایضاً (۴)۔

۹......اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئیں (۵)۔

۱۰......اخیر کی دو رکعت کا اعادہ واجب ہے (۶)۔

۱۱......سجدۂ سہو کی وجہ سے کراہت پیدا ہوگئی۔

۱۲......سب صحیح ہوگئی۔

۱۳......ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی، پہلی دو رکعتیں ہوگئیں۔

---

(۱) ''وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين: إما إن قعد في الثانية أو لم يقعد، فإن قعد جاز عن تسليمة واحدة ويجب عليه قضاء ركعتين؛ لأنه شرع في الشفع الثاني بعد إكمال الشفع الأول، فإذا أفسد الشفع الثاني بترك الرابعة، كان عليه قضاء ركعتين ''. (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۴۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح، نوع آخر فيما إذا صلى ترويحةً واحدةً بتسليمة واحدة: ۱/۶۶۴، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (راجع ،ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۲)

(۳) ''وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين......وإن لم يقعد في الثانية ساهياً أو عامدًا لاشك أن في القياس وهو قول محمد وزفر رحمه الله عليه، واحدى الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله عليه تفسد صلاته، ويلزمه قضاء ركعتين لاغير''. (فتاویٰ قاضی خان، فصل في السهو: ۱/۲۴۱،رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية ، نوع آخر فيما إذاصلى ترويحةً واحدةً بتسليمة واحدة : ۱/۶۶۴، إدارة القرآن، كراتشي)

(۴) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۵) (راجع ،ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۱)

(۶) (راجع ،ص: ۴۳۹، رقم الحاشية : ۲)

۱۴......دورکعت کا اعادہ واجب ہے۔

۱۵......کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی۔

۱۶......ایضاً۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۹ھ۔

صحیح :سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح :عبد اللطیف۔

نفل کو فرض کے ساتھ ملانے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۳۴] : "ولو صلى أربعًا بتسليمة ولم يقعد في الثانية، ففي الاستحسان لا تفسد، وهي أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف، وإذا لم تفسد قال محمد بن الفضل: تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح، كذا في السراج الوهاج، وهكذا في فتاوى قاضي خان. وعن أبي بكر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية؟ قال: إن تذكر في القيام، ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم، وإن تذكر بعد ماسجد للثالثة، فإن أضاف إليها ركعةً أخرى كانت هذه الأربع عن تسليمة واحدة، وإن قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه، فعلى قول عامة يجوز عن تسليمتين، وهو الصحيح، هكذا في فتاوىٰ قاضي خان". عالمگیری: ۱/ ۷۵(۱) از امداد الفتاویٰ(۲)۔

اس پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صلوٰۃ فجر میں قعدہ بھول گیا اور ثالثہ کا سجدہ کرلیا تو رابعہ ملانے سے ۴/نفل نہ ہوں بلکہ دو ہوں۔ اسی طرح ظہر میں خامسہ کے ساتھ سادسہ ملانے سے بجائے چھ کے چار نفل نہ ہوں حالانکہ جہاں تک بندہ کا خیال ہے فجر میں ۴/ اور ظہر میں ۶/ کا نفل ہونا مذکور ہے، جو تحقیق ہو مطلع فرمادیں۔ نیز جس طرح فرض میں قعدۂ ثانیہ چھوٹ گیا اور دو نفل ملائے تو سجدۂ سہو نہیں اسی طرح نوافل میں بھی نہ ہونا چاہئے حالانکہ سجدۂ سہو کا وجوب اس صورت میں ظاہر ہے اگرچہ عالمگیریہ میں اس کو ذکر نہیں کیا۔

اور اگر ثالثہ کے سجدہ سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو بھی سجدۂ سہو ضروری ہے، حالانکہ عالمگیریہ کی

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(۲) (امداد الفتاویٰ، كتاب الصلوة، فصل في التراويح: ۱/ ۳۳۰، مكتبه دار العلوم، كراچی)

عبارت: "ینبغي أن یعود ویسلم". سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے اس کی کیا وجہ ہے؟ نیز عالمگیریہ میں جو حکم محرر ہے اس میں اگر چار رکعت تراویح یا نوافل کی نیت کی اور قعدۂ اُولی یاد نہ رہا، یا دو رکعت کی نیت کی اور ثانیہ پر قعدہ بھول کر قعدۂ اولی پر سلام پھیر دیا، بعدہ جدید تکبیر کے بغیر باقی دو رکعت پڑھی یا دو رکعت کی نیت کی اور قعدہ بقدر تشہد بیٹھ کر بھول کر تیسری اور چوتھی بھی ملالی تو ہر دو صورت میں سجدۂ سہو ہوگا یا نہ؟ اور قدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا تو تیسری کے سجدہ سے پہلے اگر یاد آ گیا تو عود کر کے سلام پھیرنا زیادہ افضل ہے یا کہ تیسری اور چوتھی کا پورا کرنا؟ فقط والسلام۔

رشید احمد عفی عنہ، مدرس مدرسہ مدینۃ العلوم بھینڈ ہ، ضلع حیدرآباد، سندھ، ۲۱/ ربیع الاول/ ۶۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سوال میں متعدد جزئیات کو دریافت کیا گیا ہے اس لئے ان جزئیات پر احقر نے نمبر لگا دیئے تا کہ جواب کے انطباق میں سہولت ہو۔

۱...... فتاویٰ عالمگیری کا یہ جزئیہ دیگر کتب میں بھی مذکور ہے، جس کا یہ مطلب نہیں کہ دو رکعت صحیح ہوئی اور دو فاسد، اگر یہ مطلب ہوتا تو قیاس کی گنجائش نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو رکعت تراویح (سنت مؤکدہ) اور دو نفل اسی وجہ سے: "تنوب الأربع عن تسلیمۃ واحدۃ" کہا، (ورنہ کہتے "صحت الرکعتان فقط"): یعنی یہ قائم مقام ۴/ تراویح کے نہیں ہونگی بلکہ دو تراویح ہوں گی جیسا کہ ظہر کی صورت میں خامسہ وسادسہ قائم مقام دو رکعت سنتِ مؤکدہ بعدیہ نہیں ہوتی، یہ مطلب نہیں کہ ان کی نفلیت بھی باطل ہوگئی: "وضم إلیھا سادسۃً لتصیر الرکعتان لہ نفلاً وسجد للسھو، ولاتنوبان عن السنۃ الراتبۃ بعد الفرض في الأصح.......... الخ". درمختار، باب سجود السھو(۱)، حالانکہ اس صورت میں قعدۂ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے کہ ۴/ فرض بھی صحیح ہوگئے اور دو نفل بھی، مگر چونکہ سنن بعدیہ کو تحریمۂ مستقلہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اس لئے

(۱) (الدر المختار، باب سجود السھو: ۲/۸۷، ۸۸، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب الثاني عشر في سجود السھو: ۱/۱۲۹، رشیدیہ)

(وکذا في التاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، سجود السھو، نوع آخر في من صلی الظھر خمسًا، وفیہ السھو عن القعدۃ: ۱/۷۲۶، ۷۲۷، إدارۃ القرآن، کراچی)

یہ دو رکعت ان کے قائم مقام نہیں ہوں گی۔

۲...... فرض میں قعدۂ ثانیہ چھوڑ کر نفل ملانے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کی وجہ درمختار میں موجود ہے:

"ولا يسجد للسهو على الأصح؛ لأن النقصان بالفساد لاينجبر ....الخ". علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "(قوله: لأن النقصان) : أي الحاصل بتركه القعدة لاينجبر بسجود السهو "۔

اس پر اشکال فرماتے ہیں: "فإن قلت: إنه وإن فسد فرضاً فقد صح نفلاً، ومن ترك القعدة في النفل ساهياً، وجب عليه سجود السهو، فلما ذا لم يجب عليه السجود نظراً لهذا الوجه، الخ؟ اس کا جواب دیا ہے: "قلت: إنه في حال ترك القعدة لم يكن نفلاً، إنما تحققت النفلية بتقييد الركعة بسجدة والضم، فالنفلية عارضة، الخ". ردالمحتار، ص: ۷۰۰(۱)۔

اس سوال سے معلوم ہوا کہ نفل میں ترکِ قعدہ کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہونا چاہئے، یعنی جب وہ چار فرض ترکِ قعدہ کی وجہ سے نفل ہوگئے اور ان میں قعدہ چھوٹ گیا تو اس کی مکافات کیلئے سجدۂ سہو لازم ہو؟ جواب کا حاصل یہ ہے: سجدۂ سہو کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ نماز ابتداءً نفل ہوتی حالانکہ یہ ابتداءً فرض تھی اور ترکِ قعدہ اور ضمِ خامسہ کے بعد نفل ہوئی، لہٰذا سجدۂ سہو ساقط ہے۔ نفل کے متعلق شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ کا اختلاف ہے امام محمد ترکِ قعدہ سے فساد کے قائل ہیں اور شیخین ضمِ ثالثہ کے وقت درمیانی قعدہ کے وجوب کے قائل ہیں۔

مشائخ کی تصحیح بھی مختلف ہیں لہٰذا قولِ شیخین کے موافق تو سجدۂ سہو کا لزوم اصل ہے اور امام محمد کے قول کے موافق نفل فاسد ہوگئی، پھر آپ کا یہ تحریر کرنا کہ نوافل میں بھی سجدۂ سہو نہیں ہونا چاہیے، یہ کس قول کے موافق ہے:

"أوصلى أربعًا فأكثر ولم يقعد بينهما استحسانًا؛ لأنه بقيامه جعلها صلوةً واحدةً، فتبقى واجبةً، والخاتمة هي الفرضية. وفي التشريح: صلى ألف ركعة، ولم يقعد إلا في آخرها، صح خلافاً لمحمد رحمه الله عليه، وسجد للسهو، الخ". درمختار۔ "(فتبقى واجبةً): أي كمافي نظيره من الفرض الرباعي، فإن قعدة الأولىٰ فيه واجبة لايبطل بتركها، إنما هي الأخيرة، (قوله:

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۷، ۸۸، سعيد)

صح خلافًا لمحمد رحمة الله عليه)؛ لأنه بفساد الشفع يترك قعدةً كما هو القياس، وقد مرّ، لكن (قوله: صح) مبنيّ على أن مازاد على الأربع كالأربع في جريان الإحسان فيه، وهو قول بعض المشايخ، وقد علمت اختلاف التصحيح فيه. (قوله: وسجد للسهو) سواء ترك القعدة عمداً أو سهواً، نعم! في العمد يسمّى سجود عذر، عن النهر، وسيأتي أن المعتمد عدم السجود في العمد .... الخ". ردالمحتار: ۱/ ۶۵۲، باب النوافل(۱)۔

۳......عالمگیری کی اس عبارت میں اگر چہ سجدۂ سہو کا ذکر نہیں، لیکن اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا اور یہاں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بحثِ سجدۂ سہو میں خود عالمگیری میں ایک کلیہ بیان کر دیا ہے:" وحكم السهو في الفرض والنفل سواء، كذا في المحيط، الخ". ص: ۱۲۶(۲) اور جس مسئلہ میں فرق ہے اس کو ذکر کر دیا۔

۴......دونوں صورتیں اس حکم میں برابر ہیں کہ کوئی فرق نہیں، جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو شفعۂ اُولیٰ تام ہوگیا اگر چہ ۴/ کی نیت کی تھی اس نیت کا اعتبار نہیں بلکہ شروع کرنے سے دو ہی لازم ہوتی ہیں، جب ثالثہ کیلئے کھڑا ہوا تو یہ شفعہ ثانیہ متصلہ ہوگا، بوقتِ قیام اگر تکبیر کہی ہے تو وہی تحریمہ ہے اگر چہ بنیتِ قیام إلی الثالثہ کہی ہو، اس کے بعد جو شفعہ پڑھے گا وہ صحیح ہوگا۔ اگر نہیں کہی تو شفعۂ ثانیہ کا شروع صحیح نہیں ہوا، فقہ میں اس کی نظیر یں موجود ہیں کہ نفسِ تکبیر کو اگر چہ تحریمہ کے علاوہ کسی اُور نیت سے کہی ہو بمنزلہ تکبیرِ تحریمہ کے قرار دیا گیا ہے اور نیت کا اعتبار نہیں کیا گیا، یہ پہلی صورت کا حکم ہے۔ دوسری صورت بالکل ظاہر ہے کہ شفعۂ اولیٰ پر ثانیہ کی بناء صحیح ہے اگر چہ بوقتِ شروع ایک ہی شفعہ کی نیت کی تھی۔

"كل شفع منه صلوٰة ....الخ". درمختار۔ "كأنه والله أعلم لتمكنه من الخروج

---

(۱)(الدر المختار مع ردالمحتار باب الوتر والنوافل: ۲/ ۳۶، سعید)

(۲)(الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب السابع عشر في سجود السهو: ۱/ ۷۱۴، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۲/ ۵۶، المكتبة الغفارية كوئٹه)

علی رأس الركعتين، فإذا قام إلى شفع آخر، كان بانياً صلوةً على تحريمة صلوة، ومن ثمة صرحوا بأنه لو نوىٰ أربعًا، لايجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن أصحابنا، وأن القيام إلى الثالثة بمنزلة تحريمة مبتدأة في أن فساد الشفع الثاني لايجب فساد الشفع الأولىٰ.......... الخ". شامی: ۱/ ۴۲۸، باب صفة الصلوٰة (۱)۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔

۵...... بظاہر چوتھی کا پورا کرنا افضل ہے کیونکہ شفعۂ ثانیہ کی بناء صحیح ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تبطلوا أعمالكم﴾ الآية(۲)، آیت کا تقاضا یہ ہے کہ عود جائز نہ ہو جیسا کہ "لزم النوافل بالشروع" کا تقاضا ہے:

قال في الدر المختار: "ولزم نفلٌ شرع فيه بتكبيرة الإحرام أوبقيام الثالثة شروعًا صحيحًا قصداً .... الخ". "(قوله: أو بقيام الثالثة): أى وقد أدى الشفع الأول صحيحًا، فإذا أفسد الثاني، لزمه قضائه فقط، ولا يسرى إلى الأول؛ لأن كل شفع صلوٰة عليحدة. بحر الخ". شامی: ۱/ ۶۴۵، باب النوافل (۳)، لیکن چونکہ شفعۂ ثانیہ کی بناء قصداً نہیں کی بلکہ بھول کر کی ہے اس لئے عود کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ هكذا يفهم۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۷/ ۵/ ۶۷ھ۔

پہلی رکعت کا سجدہ بھول کر دوسری رکعت میں کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۳۵]: کسی نے نماز پڑھی اور رکعتِ اُولیٰ میں سجدہ بھول گیا، رکعت ثانیہ میں اس نے تین سجدے کر لئے تو کیا اس کی نماز درست ہوئی؟ اسی طرح سورۂ فاتحہ بھول گیا تو کیا کرے؟ اگر سہو کرے گا تو

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: كل شفع من النفل صلاة: ۱/ ۴۵۹، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۹۹، رشيديه)
(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/ ۴۳۳، دار الكتب العلمية)
(۲)(سورة محمد: ۳۳)
(۳)(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۲۹، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۰۱، رشيديه)

کیوں؟ بادلیل۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ایک رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا دوسرا بھول گیا اور دوسری رکعت میں تین سجدے کر لئے پھر سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز صحیح ہوگئی، پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ بھول جانے کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

"ویجب مراعاة الترتیب فیما بین السجدتین، وهوالإتیان بالسجدة الثانیة فی کل رکعة من الفرض وغیره قبل الانتقال لغیرها: أی لغیر السجدة فی باقی أفعال الصلوٰة ......لمواظبة، فإن فات، یسجدها بعد القعود الأخیرة .... الخ". مراقی الفلاح۔ "طریق الإتیان بها أنه إذا تذکرها بعد السلام أو قبله بعد القعرد أن یسجد المتروکة، ثم یعید القعود والتشهد، ثم یسلم، ثم یسجد للسهو، ثم یقعد ویتشهد........... الخ". طحطاوی (۱)۔

"وإذا ترك الفاتحة فی الأولیین أو إحدا هما، یلزمه......السجود .... الخ". هندیة(۲)۔

نفل نماز کی کسی بھی رکعت میں فاتحہ بھول جانے سے سجدۂ سہو لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)(حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹، قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، واجبات الصلاة، ص: ۲۹۷، سهیل اکیڈمی)

(وکذا فی الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۳، سعید)

(۲)(الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۲، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۲، دار الکتب العلمیة)

(۳)"وفی المجتبی: إذا ترک من الفاتحة آیةً، وجب علیه السجود، وإن ترکها فی الأخریین، لایجب إن کان فی الفرض، وإن کان فی النفل أو الوتر، وجب علیه لوجوبها فی الکل". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۲، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)

نماز میں کوئی واجب ترک ہوگیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال[۳۵۳۶]: ایک شخص نے نماز میں واجب ترک کردیا، اس نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ ادا کیا، واجب نماز کے اندر چھوٹا تھا اور سجدۂ سہو نماز کے بعد کیوں ادا کیا، کیا اس کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی کوئی رکعت چھوٹ گئی اور بھول کر سلام پھیر دیا پھر جب ہی یاد آ گیا اور کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی اور سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز ہوگئی، شامی وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۵ھ۔

ترکِ واجب میں شبہ

سوال[۳۵۳۷]: کسی شخص کو یہ وہم یا شک ہوجاتا ہے کہ قعدۂ اولیٰ رہ گیا، یا سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی یا دعائے قنوت رہ گئی تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ اور غلبۂ ظن اور مساواتِ طرفین میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلبۂ ظن پر عمل کرے، وہم کا اعتبار نہیں، مساوات بعد الوقت غیر معتبر ہے، وقت کے اندر دوبارہ پڑھ لے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۹/۶۴ھ۔

---

(۱) "(سلم مصلي الظهر) مثلاً (على) رأس (الركعتين توهماً) إتمامها، (أتمها) أربعًا (وسجد للسهو)؛ لأن السلام ساهياً لايبطل؛ لأنه دعاء من وجه". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۹۱/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۹۶/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۴۸۷/۱، دار الكتب العلمية)

(۲) "وإذا شک في صلاته، قال في فتح القدير: قيد به؛ لأنه لوشک بعد الفراغ منها أو بعدما، قعد قدر التشهد لايعتبر .... الخ". (ردالمحتار، باب سجود السهو، قبيل صلاة المريض: ۹۲/۲، سعيد) =

واجب اور سنت کے عدمِ اہتمام سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۳۸] : جیسے نماز میں فرائض کا اہتمام کرتے ہیں اور کوئی فرض کسی وجہ سے ادا نہیں ہوتا تو وہ نماز بھی نہیں ہوتی اعادہ کرتے ہیں۔اسی طرح واجبات اور سنت کا بھی اہتمام کیا جائے آیا ضرورت نہیں؟ اور اگر ضرورت ہے تو اس کی مقدار برائے کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

واجبات وسنن کا بھی اہتمام کرنا چاہئے،سہواً ترکِ واجب سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے،سجدۂ سہو نہ کیا، یا عمداً واجب ترک کردیا تو نماز کا اعادہ لازم ہے(۱)،سنت کے ترک سے شفاعت سے محرومی کا خطرہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

سہو ہونے کے گمان پر سجدۂ سہو کرنا

سوال[۳۵۳۹] : اگر منفرد یا امام نے اپنے گمان کی بناء پر سجدۂ سہو کرلیا اور بعد فراغت معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب نہ تھا تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ ہوگا یا نہیں؟ اور اگر اعادہ ہوگا تو فرض کے درجہ میں یا واجب

= (وكذا في فتح القدير : ۵۱۸/۱،باب سجود السهو ، مصر)

(والتاتارخانية : ۷۴۷/۱،كتاب الصلاة، الفصل الثامن عشر في مسائل الشك .....الخ ، إدارة القرآن، كراتشي)

(۱) "(ولها واجبات)لاتفسد بتركها، وتعاد وجوبًا في العمد والسهو إن لم يسجد له".(الدرالمختار).

"(قوله: وتعاد وجوبًا): أي بترك هذه الواجبات أو واحد منها.....(قوله: إن لم يسجد له): أي للسهو..... إذلاسجود في العمد".(الدرالمختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۵۶/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة:۵۱۵/۱،رشيديه)

(۲)"قال عليه الصلاة والسلام: "من ترك الأربع قبل الظهر، لم تنله شفاعتي". (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة:۱۲۲/۲ ،رقم الحديث:۲۵۶۴،مؤسسة الريان،بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، باب الوتر والنوافل :۱۳/۲ ، سعيد)

کے درجہ میں، عبارات ذیل سے عدم اعادہ معلوم ہوتا ہے، والعبارات الفقیهة هذه:

"ولوظن الإمام السهو فسجد له، فتابعه (أي المسبوق) فبان أن لاسهو، فالأشبه الفساد، لاقتدائه في موضع الانفراد"۔ وفي شرحه: "وفي الفيض: وقيل: لاتفسد، وبه يفتىٰ، وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القرّاء غالب، الخ"(۱)۔

"وقيل: لاتفسد، وبه يفتى" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس مسبوق کی نماز کا حکم ہے، جس نے امام مذکور کی متابعت کی ہے اور آخر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود امام کی نماز کا حکم بیان ہورہا ہے جس نے بربنائے ظن سجدۂ سہو کرلیا ہے اس لئے کہ قراء سے مراد غالباً ائمہ ہیں، بہرحال جو مطلب ہو تحریر فرمایا جائے۔

"ولوظن الإمام أن عليه سهواً، فسجد وتابعه المسبوق، ثم علم أن لاسهو عليه، ففيه روايتان: وبناءً عليها اختلف المشائخ، وأشبههما فسادصلوة المسبوق، وقال أبوحفص الكبير: لا، وبه أخذ صدر الشهيد، والأول بناءً على أن زيادة سجدتين كزيادة الركعة مفسدٌ، والحق أنها لا تفسد بزيادة سجدتين؛ لأن اللاحق لو سجد مع الإمام للسهو لاتفسدمع أنه زاد سجدتين غير معتبرتين؛ لأنه لايجزئ بهما، بل عليه أن يسجد لذالك السهو في آخر صلوته، بل الموجب للفساد الاقتداء في موضع لزمه الانفراد". كبيري، ص: ٤٦٦ (٢).

اس عبارت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو کی زیادتی کی وجہ سے امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ زیادتی سجدتین میں لاحق کی نماز درست ہونے کی نظیر موجود ہے، البتہ مسبوق نے مقام انفراد میں اقتداء کی ہے اس لئے صرف مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، لیکن اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ لاحق امام کی اقتداء میں ہے اس لئے اس کیلئے سجدتین کی زیادتی کا تحمل امام کرلے گا، لیکن امام منفرد کی زیادتی کا کون متحمل ہوگا، اس طرح فتاویٰ دارالعلوم مدلل، ص: ۳۷۸، میں سوال وجواب اس طرح سے مذکور ہے:

سوال: "بعض مرتبہ نماز میں سہو ہونے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں، ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الإستخلاف: ۱/ ۵۹۹، سعيد)

(۲) (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

الجواب: ''اور جب کہ علم نہ ہواس سہو سے سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں تو سجدۂ سہو کر لینا احوط ہے''(۱)۔

فتاویٰ دار العلوم کا نام تو مدلل ہے مگر اس میں مسئلہ پر دلیل مذکور نہیں، امید ہے کہ اس مسئلے پر جلد غور فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک شخص نے اس گمان پر سلام پھیرا کہ اس کے ذمہ سجدۂ سہو ہے اور سلام کے ذریعہ خروج عن الصلوٰۃ کی نیت نہیں کی یعنی اس سلام کو سلام قاطع صلاۃ قرار نہیں دیا تو اس کی نیت پر اعتماد کیا جائے گا اور اس سلام کو قطعِ صلوٰۃ کا سلام قرار نہیں دیا جائے گا (۲)۔

نیت پر اعتماد کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، اس نے ایک مرتبہ ''اللّٰہ أکبر'' کہا اور رکوع میں چلا گیا اور نیت یہ تھی کہ یہ تکبیر رکوع ہے اور تکبیرِ تحریمہ کی نیت نہیں کی تو ضابطہ کے تحت اس کا شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہ ہونا چاہئے: ''تحریمها التکبیر، و تحلیلها التسلیم''(۳)۔

فقہاء نے لکھا ہے اس نے جو تکبیر بحالت قیام بہ نیت رکوع کہی ہے اس کو تکبیر تحریمہ قرار دیا جائے گا، تصحیحاً للصلوٰۃ(٤)۔

اس تقریر کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے اس سجدۂ سہو میں یا اس کے بعد اقتداء کی، اس کی اقتداء صحیح

---

(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر فی سجود السهو: ۴/۴۲۸، إمدایه، ملتان)

(۲) ''(ویسجد للسهو) وجوبًا (وإن سلم عامدًا) مریدًا (للقطع)؛ لأن مجرد نیة تغییر المشروع لایبطله، ولاتعتبر مع سلام غیر مستحق، وهو ذکر، فیسجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة''. (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب سجود السهو، ص: ۴۷۲، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۹۱، سعید)

(۳) (عن علی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال مفتاح الصلوة الطهور وتحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم''. جامع الترمذی: ۱/۲، ابواب الطهارة، باب ماجاء مفتاح الصلوة الطهور، سعید)

(۴) ''ولو أدرک الإمام راکعًا، فکبر قائمًا، وهو یرید تکبیر الرکوع جازت صلاته؛ لأن نیته لغت فبقی التکبیر حالة القیام''. (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۰۸، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۱، سعید)

نہ ہونی چاہئے مگر حسبِ ترجیح فیض وابی اللیث مفتی بہ یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اور یہ صحت اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سہو کو سلامِ قطع نہ قرار دیا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ امام کی نماز غلط مقتدی کی نماز صحیح، اس لئے غلبۂ جہل کو عذر قرار دے کر امام، منفرد، لاحق، مسبوق کسی کی نماز کو واجب الاعادہ قرار نہیں دیا جائے گا اور قولِ ابواللیث میں ''قراء'' سے مراد ائمہ ہی ہیں، مسبوق کی نماز کے صحیح ہونے کی بنیاد امام ہی کا جہل ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کی ترتیب تو اسی نظریہ کے تحت ہوئی ہے اور ہورہی ہے کہ جن مسائل کے ساتھ دلائل مذکور نہیں، ان کے ساتھ بھی دلائل کو نقل کردیا جائے، مگر جس مسئلہ کا صراحۃً تذکرہ نہ ملے اور اصول سے اشاراتِ فقہیہ کے ذریعہ حکم سمجھ میں آئے تو ان اشاراتِ خفیہ کو صفحۂ قرطاس پر کیسے جلوہ گر کیا جائے، یہ عذر قوی ہے "والعذر عند کرام الناس مقبول"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

گمان سے سجدۂ سہو کرنا

سوال [۳۵۴۰]: اگر زید کو وتر کی آخری رکعت میں (بحالتِ تشہد) غالب گمان ہوا کہ اس نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے، تشہد کے بعد زید نے سلام پھیرا اور سجدۂ سہو کی نیت سے سجدہ میں گیا، ابھی سجدۂ اُولیٰ میں پہنچا تھا کہ اچانک یقین ہوگیا کہ دعائے قنوت پڑھی تھی، اس نے سجدۂ سہو کو پورا کرلیا اس کے بعد اپنی نماز پوری کرلی۔ زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، اس میں زائد از زائد یہ ہوا کہ سلام اور دوسجدے اور ایک قعدہ وتر سے زائد ادا کیا تو کہا جائے گا کہ جب سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرا تو وہی سلام قطعِ صلوٰۃ کا سلام تھا اور اسی پر نمازِ وتر ختم ہوگئی تھی، پھر جو کچھ کیا وہ نماز سے خارج کیا اس کی وجہ سے نماز پر اثر نہیں پڑے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)"ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد". (الدر المختار). " (قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض :وقيل: لاتفسد، وبه يفتي، وفي البحر =

بھول کر سلام پھیرنے کے بعد تکمیلِ صلوٰۃ

سوال[۱ ۳۵۴]: اگر صلوٰۃ رباعیہ میں بھول کر دو پر سلام پھیر دے اور قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر چل دے اور پھر یاد آجائے تو اس پر بنا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ طحطاوی میں لکھتے ہیں کہ جب تک مسجد سے خارج نہ ہو جائز ہے(۱)۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اَور کتب میں بھی یہی لکھا ہے ملاحظہ ہو: البحر(۲)، وطحطاوی علی هامش الدر الختار(۳)، ومنيه وغنيه وغيره(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/صفر ۶۱ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۰/۲/۶۱ھ۔

= عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب". (ردالمحتار، قبيل باب الإستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۱/۴۴۷، ادارة القرآن، كراتشي)

(۱) "إذا سلم ساهياً على الركعتين مثلاً، وهو في مكانه ولم يصرف وجهه عن القبلة، ولم يأت بمناف عاد إلى الصلاة من غير تحريمة، وبنى على مامضى، وأتم ماعليه. ولو اقتدىٰ به إنسان في هذه الحالة صح. وأما إذا انصرف وجهه عن القبلة، فإن كان في المسجد ولم يأت بمناف، فكذلك؛ لأن المسجد كله في حكم مكان واحد؛ لأنه مكان الصلوة، وإن كان قد خرج من المسجد، ثم تذكر، لايعود، وفسدت صلاته". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۷۳، قديمي)

(۲) "قوله: (وإن توهم مصلي الظهر أنه أتمّ فسلم، ثم علم أنه صلى ركعتين، أتم وسجد للسهو)...... وحكمه أنه إن كان في المسجد ولم يتكلم، وجب أن يأتي به وإن انصرف عن القبلة؛ لأن سلامه لم يخرجه عن الصلاة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۹۶، رشيديه)

(۳) "(ولو مع سلامه) ناويًا (للقطع مالم يتحول عن القبلة أو يتكلم) ......مادام في المسجد". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۵، دار المعرفة)

(۴) قال الحلبي: "(وإن سلم على رأس الركعتين في الظهر على ظن أنه أتمها، ثم تذكر) أنه صلى ركعتين فقط (يتمها ويسجد للسهو)؛ لأنه سلم على ظن إتمام الأربع، فيكون سلامه سهواً". (غنية المستملي لإبراهيم الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

بجائے" السلام" کے "اللّٰہ اکبر" کے ذریعہ نماز ختم کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۲]: سلام پھرتے وقت سہواً "السلام علیکم" کی جگہ "اللّٰہ أکبر" کہہ دے تو نماز ہوجاتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "السلام" واجب ہے اس کے چھوٹنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا (۱)، اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہوگا (۲)۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام کو سجدۂ سہو میں سہو ہوگیا تو مقتدی کیا کریں؟

سوال[۳۵۴۳]: امام کو سہو ہوا، اس نے سجدۂ سہو کرلیا اور اس کے بعد پھر یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے سجدۂ سہو ادا کیا یا نہیں، بالآخر اس کو یقین ہوتا ہے کہ نہیں کیا اور پھر سجدۂ سہو کرتا ہے۔ ایسی حالت میں مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ دوسری دفعہ سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرائے تو مقتدی دونوں طرف سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کردیں (۳)۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "الثامن لفظ السلام ...... قال في التجنيس: والسهو عن السلام يوجب سجود السهو". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۹، رشيديه)

"فرع: "لو أتى بلفظ آخر لايقوم مقام السلام، ولو كان بمعناه كما في مجمع الأنهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "(ولها واجبات) لاتفسد بتركها، وتعادوجوبًا في العمد، والسهو إن لم يسجدله". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(۳) "وأربعة لايتبع فيها: زيادة تكبير عيد، أوجنازة وركن، وقيام لخامسة". (الدر المختار). "(قوله: =

امام سے پہلے مقتدی کا سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۴] : ایک شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے امام کو سجدۂ سہولاحق نہیں ہوااور مقتدی نے کوئی ایسی غلطی کی جس سے سجدۂ سہولازم آ گیا،اور مقتدی نے امام کے پیچھے بوجہ جہالت کے سجدۂ سہو کیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کے ذمہ سجدۂ سہولازم نہیں تھا، اگر امام کے سلام سے پہلے اس نے مستقلاً سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

سجدۂ سہو کیا، پھر معلوم ہوا کہ سجدۂ سہوواجب نہیں تھا

سوال[۳۵۴۵] : نماز میں ایسی غلطی ہوئی کہ جس سے سجدۂ سہوواجب نہیں ہے، اگر لاعلمی میں سہو سمجھ کر سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز نہیں ہوئی نماز لوٹالی جائے ،اس لئے اعادہ کی گئی اگر موصوف کے کہنے کے مطابق نماز نہیں ہوئی تو پھر کیا کیا جائے؟

= لايتبع): أي إذا فعلها الإمام لايتبعه فيها القوم، والأصل في هذا النوع أنه ليس له أن يتابعه في البدعة والمنسوخ، وما لاتعلق له بالصلاة ،شرح المنية...... (قوله: وركن) كزيادة سجدة ثالثة". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل الإمامة، الثامن فيما يتابع المقتدى فيه الإمام، ومالايتابعه فيه، ص: ۵۲۸،سهيل اكيڈيمى)

(۱)"(وإنما لم يلزم المأموم سهو نفسه؛ لأنه لوسجد وحده، كان مخالفًا لإمامه إن سجد قبل الإمام، وإن أخره إلى ما بعد سلام الإمام يخرج من الصلاة بسلام الإمام؛ لأنه سلام عمد ممن لاسهو عليه ،ولو تابعه الإمام ينقلب التبع أصلاً." (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو : ۱/۴۷۸،بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي، باب سجود السهو ،ص. ۴۷۴،قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی، اب کسی مکافات کی ضرورت نہیں:

"ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد، لاقتدائه في موضع الانفراد .... الخ". درمختار۔ "وفي الفيض: وقيل: لاتفسد؛ لأن الجهل في القرّاء غالب .... الخ". شامي: ۱/۴۰۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۵ھ۔

جماعتِ کثیرہ ہوتو سجدۂ سہو ساقط ہے

سوال[۳۵۴۶]: اگر نماز جمعہ یا تراویح میں واجب ترک ہوجائے تو وہاں بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا یا معاف ہے؟ جیسے نمازِ عیدین میں بسببِ کثرتِ ہجوم کے سجدۂ سہو معاف ہے، جیسے اور نمازوں میں قعدہ میں بیٹھا تھا، کھڑا ہوگیا، یا مقدار تین تسبیح خاموش رہا وغیرہ، تو یہاں پر سجدۂ سہو لازم ہے۔۱۴/ رمضان/ ۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ، عیدین، تراویح میں اگر جماعت زیادہ ہو اور مقتدیوں کی تشویش کا خیال غالب ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا اَولیٰ ہے اور اگر مقتدیوں کی تشویش کا غالب خیال نہیں مثلاً جماعت مختصر ہے کہ سب کو سجدۂ سہو کا علم ہوجائے گا اور تشویش نہ ہوگی تو جس صورت میں کہ کوئی واجب سہواً ترک ہوجائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا:

"ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة، وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة، وفساد الصلوٰة بتركه، الخ". مراقي الفلاح۔ "(قوله: بكثرة الجماعة) الباء للسببية، وهي متعلقة بقوله: للفتنة، وأخذ العلامة الداني من هذه السببية أن عدم

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب الامامة: ۱/۵۹۹، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۶۵، سهيل اكيڈيمى)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۳، إدارة القرآن)

الجواز مقيدبما إذا حضر جمع كثير، أما لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي إلى الترك، وهو التشويش.......... الخ". طحطاوی(۱)۔ وقال الشامي: "الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه، .... ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه، لئلا يقع الناس في فتنة .... الخ". رد المحتار، ص: ۷۸۷)(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

نمازِ جمعہ میں سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۷]: نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں، یہ جو مسئلہ مشہور ہے کہ نماز جمعہ وعیدین میں بوجۂ کثرتِ ازدحام سجدۂ سہو ساقط ہے، کثرتِ ازدحام کی کیا تعریف ہے؟ اگر امام کے ساتھ اس قدر آدمی ہوں کہ امام کی آواز ہر ایک کو یا اکثر کو سنائی دے تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟ اگر اس حالت میں سجدۂ سہو کرے گا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے اور ازدحام اس قدر ہو کہ مقتدیوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ یہ سلامِ ختم نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کیلئے ہے اور اس سے مقتدیوں میں تشویش پیدا ہو جائے تو امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے:

"ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعًا للفتنة بكثرة الجماعة". مراقي الفلاح، ص: ۲۷۹(۳)۔

---

(۱)(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

(۲)(رد المحتار، باب سجود السهو: ۹۲/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۸/۱، رشيديه)

(۳) (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

اگر ازدحام اس قدر نہ ہو، بلکہ امام سمجھتا ہے کہ مقتدیوں کو تشویش نہ ہوگی اور سب کو بسہولت معلوم ہوجائے گا کہ یہ سلام سجدۂ سہو کے لئے ہے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے:

قال الطحطاوی: "(قوله: بكثرة الجماعة) الباء للسببية وهي متعلقة بقوله: للفتنة، وأخذ العلامة الداني من هذه السببية أن عدم السجود مقيد بما إذا حضر جمع كثير، أما إذا لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي إلى الترك، وهو التشويش"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۱۷/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۰/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۸]: اگر جمعہ یا عیدین کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے تب تو سجدۂ سہو کرلیا جائے، اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کیلئے سلام پھیر دیا ہے تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے (۲) طحطاوی، ص: ۲۵۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۹۲/۲ سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۸/۱، رشيديه)

(۲) "وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه، لئلا يقع الناس في فتنة (قوله: وبه جزم في الدر) لكنه قيده محشيها الواني بها إذا حضر جمع كثير، وإلا فلاداعي إلى الترك". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۹۲/۲، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۶، قديمي) =

سجدۂ سہو نماز عید میں

سوال[۳۵۴۹]: اگر امام سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو نمازِ عید میں سجدۂ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟ پہلی صورت میں مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے خلفشار ہوگا اور اکثر نمازیوں کو سجدۂ سہو کی خبر بھی نہ ہو سکے گی، بہت سے تو سجدۂ سہو کے سلام کو ختمِ نماز کا سلام سمجھ کر اپنی نماز ختم کردیں گے، ان کی نماز امام کی نماز سے پہلے ختم ہونے کی وجہ سے خراب ہو جائے گی اور بہت سے مسبوق سلام کی آواز سن کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے، ان کی نماز اس وجہ سے خراب ہوگی۔ تو دوسری صورت میں سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے ترکِ واجب کی وجہ سے جو نقصان آچکا ہے اس کی مکافات کی کوئی صورت نہیں ہوگی، تو کیا ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ لازم ہوگا، امید کہ جواب مدلل با حوالہ عنایت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں سجدۂ سہو ساقط ہے: "ولا يأتي الامام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة، اهـ". مراقي الفلاح۔ "(قوله: دفعاً للفتنة): أي افتتان الناس وكثرة الهرج، اهـ". كذا في الطحطاوي، ص: ۲۵۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نمازِ عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو کیا کیا جائے

سوال[۳۵۵۰]: ۱......نماز عیدین میں اگر تکبیراتِ واجبہ امام بھول گیا، یہاں تک کہ رکوع میں چلا گیا، تو رکوع میں آہستہ یا بلند آواز سے تکبیریں کہہ سکتا ہے، یا نہیں؟

نماز عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۵۱]: ۲......اگر امام نے تکبیریں چھ سے زائد کہہ لیں تو کیا سجدۂ سہو ہوگا؟

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في السجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۹۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......آہستہ رکوع ہی میں کہہ لے(۱)۔

۲......عیدین میں عامۂ مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہوجاتا ہے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدۂ سہو ساقط ہے، اگر کوئی تکبیر بھول کر زائد کہی یا کم کردی، تو سجدۂ سہو نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۸۸ھ۔

تکبیراتِ عید بھول گیا

سوال[۳۵۵۲]: اگر امام نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیراتِ زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آئے تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے؟ آیا رکوع میں تکبیراتِ زوائد کہے اور رکوع کی تسبیحات کو ترک کرے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر تکبیرات زوائد کہے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے، یا کچھ بھی نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد سجدہ وغیرہ کرکے سجدۂ سہو کرے یا سجدۂ سہو بھی نہ کرے اور نماز عید دوبارہ پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں نہ تکبیراتِ زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کہے، نہ سجدۂ سہو کرے کہ ہر

---

(۱) فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام تکبیراتِ عیدین بھول کر رکوع میں چلا جائے، تو قیام کی طرف لوٹ کر تکبیرات کہے اور پھر رکوع کرے، لیکن متاخرین کے فتویٰ کے مطابق جمعہ وعیدین میں اگر سہو ہوجائے تو ازدحامِ کثیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کما سیاتی تحت عنوان: ''تکبیراتِ عید بھول گیا''۔

''وذكر في كشف الأسرار أن الإمام إذا سها عن التكبيرات حتى ركع، فإنه يعود إلى القيام؛ لأنه قادر على حقيقة الأداء فلايعمل بشبهه''. (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۰، رشيديه)

(۲) ''(قوله: عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه بعضهم ط، وكذا بحثه الرحمتي، وقال: خصوصًا في زماننا، وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة''. (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

صورت میں تشویش ہے اور نمازیوں کی نماز خراب ہونے کا قوی مظنہ ہے، ایسی حالت میں سجدۂ سہو ساقط ہوجاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں جوکہ بحر(۱)، بدائع (۲)، فتح القدیر (۳) وغیرہ میں مذکور ہیں، لیکن ردالمحتار: ۱/۵۶۱ میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے جو یہاں درج کیا گیا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ نہ کیا جائے تو اعادۂ نماز کا حکم

سوال [۳۵۵۳]: ۱...... امام تراویح کی رکعت اول پوری کرنے کے بعد بیٹھ گیا، مقتدیوں نے لقمہ

(۱) "العاشر في تكبيرات العيدين، قال في البدائع: إذا تركها، أو نقص منها، أو زاد عليها، أو أتى بها في غير موضعها، فإنه يجب عليه السجود، وذكر في كشف الأسرار أن الإمام إذا سها عن التكبيرات حتى ركع، فإنه يعود إلى القيام؛ لأنه قادر على حقيقة الأداء، فلايعمل بشبهة بخلاف المسبوق إذا أدرك الإمام في الركوع، فإنه يأتي بالتكبيرات في الركوع؛ لأنه عجز عن حقيقة فيعمل بالشبهة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۰، رشيديه)

(۲) (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سبب الوجوب: ۱/۶۹۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "(أو القنوت أو التشهد أو تكبيرات العيدين)؛ لأنها واجبات، فإنه عليه الصلاة والسلام واظب عليها من غير تركها مرةً، وهي أمارة الوجوب، ولأنها تضاف إلى جميع الصلاة فدل أنها من خصائصها، وذالك بالوجوب .... وفيها سجدة السهو هو الصحيح". (الهداية، باب سجود السهو: ۱/۱۵۷، ۱۵۸، مكتبه شركت علميه)

(۴) "(قوله: عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذالك، كما بحثه بعضهم ط، وكذا بحثه الرحمتي، وقال: خصوصًا في زماننا، وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلايقع الناس في فتنة". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، قديمي)

7

دے کر امام کو کھڑا کیا، امام نے کھڑے ہوکر دوسری رکعت پوری کرنے کے بعد سلام پھیر کر نماز پوری کی، سجدۂ سہو نہیں کیا، آیا اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں اور نماز ہوئی یا نہیں؟

۲......امام تراویح کی نماز میں دو رکعت پوری کرنے کے بعد بغیر قعدہ کئے کھڑا ہو گیا، مقتدیوں نے لقمہ دیا تو امام نے بیٹھ کر بلا سجدۂ سہو کئے سلام پھیر دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر بیٹھتے ہی فوراً بلا تاخیر لقمہ دے کر اس کو کھڑا کر دیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اگر تاخیر ہوگئی ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے(۱)۔

۲......اس صورت میں سجدۂ سہو واجب تھا لیکن اب اس نماز کا اعادہ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔



---

(۱)"ولایجب إلابترک واجب أو تأخیره أو تأخیر رکن". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی فی سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهیل)

(وکذا فی مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قدیمی)

(۲)"اعلم أن الوجوب مقید بما إذا کان الوقت صالحاً حتی أن من علیه السهو فی صلاة الصبح إذا لم یسجد حتی طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۳، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۷۹، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کے احکام کا بیان)

آیتِ سجدہ کی تفصیل

سوال[۳۵۵۴]: یہ دونوں آحادیث مسلم وترمذی سے مروی ہیں جن کو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر پارہ: ۱۷، اور ۲۲ میں لائے ہیں: (الف) ''سورۂ حج کو دوسجدوں سے فضیلت دی گئی ہے، جو ان پر سجدہ نہ کرے وہ اسے پڑھے ہی نہیں''(۱)۔ (ب) ''اہلِ جہنم پانچ قسم کے ہیں، وہ بے وقعت کمینے لوگ جو بے زر اور بے گھر ہیں اور جو تمہارے دامنوں سے لپٹے رہتے ہیں''۔

الجواب حامداًومصلیاً:

(الف) آیتِ سجدہ پڑھ کر مستحب یہ ہے کہ جلدی سجدہ کرلیا جائے (۲)، جو شخص بے وضو ہو وہ حفظ تلاوت تو کرسکتا ہے مگر سجدہ نہیں کرسکتا (۳)، اسلئے باوضو تلاوت کرنا اعلیٰ بات ہے، تاکہ آیتِ سجدہ جب آئے تو

---

(۱)''قال الإمام أحمد رحمة الله عليه: .... "حدثنا مشرح بن هاعان أبو مصعب المعافرى قال: سمعت،عقبةبن عامر رضى الله تعالىٰ عنه قال :قلت: يا رسول الله! أُفُضّلت سورة الحج على سائرالقرآن بسجدتين؟قال: "نعم، فمن لم يسجدبهمافلايقرأ هما". رواه أبوداؤد، والترمذى ،من حديث عبد الله بن لهيعة به، وقال الترمذى: ليس بقوى". (تفسير ابن كثير، الجزء السابع عشر، سورةالحج: ۳/۲۸۴، مكتبه دار السلام الرياض)

(۲)''وإن قرأ آية السجدة فى الصلاة، فإن كانت في وسط السورة، فالأفضل أن يسجد، ثم يقوم ويختم ويركع''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/ ۱۳۳، رشيديه)

(۳)''وأمابيان من تجب عليه فكل من كان أهلاً لوجوب الصلاةعليه، إما أداء أو قضاء فهو من أهل وجوب السجدة عليه، ومن لا فلا،وتجب على المحدث والجنب''. (البحر الرائق، باب سجود =

فوراً سجدہ کرلے۔ جو شخص بے وضو ہو وہ ایسی سورت تلاوت کرے جس میں سجدہ نہ ہو۔ یہ محض استحبابی حکم ہے وجوبی نہیں، نیز اس حدیث کی سند میں کلام ہے، اس کے مقابلہ میں دوسری حدیث قوی اور راجح ہے(۱)۔

(ب) یہ حدیث کہاں ہے پوری مع حوالہ نقل کریں، تشریح کی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۳ھ۔

بھول کر سجدۂ تلاوت کی بجائے رکوع کرنا

سوال[۳۵۵۵]: سجدۂ تلاوت کرنا ہے اور بھول کر رکوع کرلیا تو اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نماز میں آیتِ سجدۂ تلاوت کرکے قصداً یا بھول کر رکوع میں چلا گیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت

= التلاوة: ۲/ ۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/ ۷۷۵، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) "حدثه أن عقبة بن عامر حدثه قال :قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم في سورة الحج سجدتان؟ (بتقدير الاستفهام) قال: "نعم، ومن لم يسجد هما فلايقرأهما": أی آيتی السجدة .قال أبو عيسیٰ الترمذی رحمة الله عليه: هذا حديث ليس إسناده بالقوی، واختلف أهل العلم في هذا ......وقال الشوكانی: وفي إسناده ابن لهيعة ومشرح بن هاعان، وهما ضعيفان، وقد ذكر الحاكم أنه تفرد به".

.... (بذل المجهود، تفريع أبواب السجود، وكم سجدة في القرآن : ۲/ ۳۱۵، مكتبه امداديه)

(وأخرجه الترمذی في أبواب السجود، باب ماجاء في السجدة فی الحج : ۲/ ۱۲۸، سعيد)

"وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال فيسجود الحج: الأول عزيمة و الآخرتعليم. أخرجه الطحاوی ورجاله كلهم ثقات......قوله :حدثنا أبوبكرة وابن مرزوق ؟...... ثلث فيه دليلٌ صريحٌ لما قاله علماء نا الحنفية: إن الثانية من الحج سجدة الصلاة دون التلاوة؛ لأن السجدة متى قرنت بالركوع كانت عبارةً عن سجدة الصلاة، كما في قوله تعالیٰ: ﴿فاسجدی واركعی﴾. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة وما يتعلق بها: ۷/ ۲۱۲، إدارة القرآن كراتشی)

کرلی، یا اس میں نیت نہیں کی بلکہ حسبِ معمول رکوع کے بعد سجدہ کیا اور اس میں تلاوت کی نیت کرلی، یا اس میں نیت نہیں کی بہرصورت سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رکوع میں سجدۂ تلاوت

سوال [۳۵۵۶]: تراویح میں آیتِ سجدہ آئی، اسی آیت پر یا ایک دو آیت کے بعد رکوع کرے اور اس میں سجدہ کی نیت بھی کرلے تو پھر کیا سجدۂ تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا، لیکن جو مقتدی اس رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے اس کا سجدہ ادا نہیں ہوگا اس لئے امام کو چاہیئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد نماز کے سجدہ کرنے سے بہرصورت سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا، خواہ سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یا نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وتؤدی برکوع وسجود فی الصلاة .... لها، وبركوع صلاة على الفور .... إن نواه..........، وبسجودها كذلك وإن لم ينو بالإجماع". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب سجود السهو: ۲/ ۱۱۱، سعيد)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الصلاة نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم الركوع مقام السجدة: ۱/ ۷۸۶، ادارة القرآن)

(وكذا فى الحلبى الكبير، القراءة خارج الصلاة، اما سجدة التلاوة، ص: ۵۰۵، سهيل اكيڈيمى)

(۲) "(و) تؤدى (بركوع صلاة) إذا كان الركوع (على الفور من قرأة آية) أو آيتين، وكذا الثلاث على الظاهر، كما في البحر (إن نواه): أى كون الركوع (لسجود) التلاوة على الراجح، (و) تؤدى (بسجودها كذلك): أى على الفور (وإن لم ينو) بالإجماع. ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم، لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام ويعيد القعدة، ولو تركها فسدت صلاته". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۱۱، ۱۱۲، سعيد)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجود التلاوة، نوع آخر: ۱/ ۷۸۶، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/ ۱۳۳، رشيديه)

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا

سوال[۳۵۵۷]: زید نے نماز میں "سورۂ "اقرأ" یا "نجم" یا "سورۂ فرقان" پڑھی اور سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا گیا اور نماز پوری کرلی، سلام کے بعد کسی صاحب نے یہ دریافت فرمایا کہ آپ نے سجدہ کیوں نہ کیا، جب کہ واجب ہے؟ زید جواب دیتا ہے کہ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع ہی میں سجدہ کے ادا ہونے کی نیت کرلے تو ادا ہوجاتا ہے اور اگر نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جو نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اس میں ادا ہوگیا۔ زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے آیت سجدہ پڑھ کر اگر فوراً سجدہ کیا جائے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی جائے تو اس سے ہی سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے ورنہ پھر سجدۂ صلوٰۃ سے بغیر نیت بھی ادا ہوجائے گا، اگرچہ افضل یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے اور امام سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے کیوں کہ اگر امام نے رکوع میں تو نیت کی اور کسی مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کا سجدہ ادا نہ ہوگا بلکہ اس کو سلام امام کے بعد سجدہ کرنا ہوگا اور پھر قعدہ کا اعادہ بھی لازم ہوگا، لہٰذا امام کو چاہیئے کہ رکوع میں نیت نہ کرے اور سجدہ میں نیت کرے نہ کرے، بہرصورت سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۱۷/ رمضان المبارک/ ۱۳۵۶ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "وتؤدى بركوع وسجود في الصلوٰة لها، وبركوع صلوة على الفور من قرأة آية إن نواه، وبسجودها كذالك وإن لم ينو بالإجماع، ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم، لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام، ويعيد القعدة، ولو تركها، فسدت صلاته، كذا في القنية". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۱/ ۱۱۱، ۱۱۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/ ۱۳۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱/ ۷۸٦، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

ایضاً

سوال[۳۵۵۸]: اگر کوئی شخص ﴿اقرأ باسم ربك الذی خلق﴾ فرض نماز میں پڑھتا ہے یعنی جہری نماز میں مثلاً عشاء یا سرّی نماز میں مثلاً ظہر، وہ شخص اس سورت کے اخیر میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کرتا تو کیا وہ سجدۂ نماز کے سجدہ سے ادا ہوجائے گا؟ یا سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرنا واجب ہوگا اور تارکِ سجدہ گنہگار قرار دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سورت کے ختم پر سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کیا اور اس رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی ہے تو اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا اور اگر نیت نہیں کی تو سجدۂ صلوٰۃ سے یہ سجدۂ تلاوت بلانیت ہی ادا ہوجائے گا۔ اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی تو جس مقتدی نے اس میں نیت کی ہو اس کا سجدہ ادا ہوگیا اور جس نے نیت نہیں کی اس کا ادا نہیں ہوا، وہ نمازِ امام کے بعد سجدہ کرے، پھر قعدہ کرے ورنہ اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ یہ صلوٰۃ جہری کا حکم ہے۔ صلوٰۃ سرّی میں اگر ایسا ہو کہ امام رکوع میں نیت کرے اور مقتدی کو معلوم ہی نہیں تو مقتدی کا بھی سجدہ ادا ہوجائے گا اور امام کی نیت کافی ہوگی، کذا فی ردالمحتار: ۱/۵۱۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۸۹ھ۔

آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً رکوع وسجدہ کردیا جائے

سوال[۳۵۵۹]: گذشتہ رمضان شریف میں تراویح کے دوران سورۃ النمل کی ۵۰ ویں آیت پر جو "یؤمرون" پر ختم ہوتی ہے، سجدۂ تلاوت کرنے کے بجائے اس سے ایک آیت قبل یعنی ۴۹ ویں آیت پر جو "یستکبرون" پر ختم ہوتی ہے، حافظ صاحب نے سجدۂ تلاوت فرمایا پھر قیام میں آکر ۵۰ ویں آیت کی تلاوت کی اور "یؤمرون" پر رکوع کیا۔ فرمائیے کہ سجدۂ تلاوت ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً رکوع اور اس کے بعد سجدۂ صلوٰۃ کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا

(۱) (راجع، ص: ۴۶۵، رقم الحاشیۃ: ۱)

ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۱ھ۔

سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز سے

سوال[۳۵۲۰]: ۱......فرض نماز میں اگر سجدۂ تلاوت آجائے تو اس کو کیسے ادا کیا جائے؟
۲......اور اگر سجدۂ تلاوت کی نیت سجدۂ فرض میں کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......آیتِ سجدہ پڑھ کر ایک سجدہ مثل سجدۂ نماز کے ادا کرلیا جائے (۲)۔
۲......اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کردیا اس کے بعد سجدۂ نماز کیا تب بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا اور نماز درست ہوگئی:

"ویجزی عنها أیضًا سجودها: أی سجود الصلوٰة وإن لم ینوها، إذا لم یتقطع فور التلاوة، اهـ". مراقی الفلاح، ص:۲۸۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

سجدۂ تلاوت میں تاخیر

سوال[۳۵۲۱]: سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوری سجدہ نہیں کیا بلکہ دو تین آیتوں کے بعد دور جاکر یاد آیا، اب اس نے سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدہ تو ادا ہوگیا لیکن گنہگار رہوگا۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ نماز بھی ہوگئی یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہوگئی یا کیا؟ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں نماز کے بعد یاد آیا تو نماز ہوئی یا نہیں

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا")
(۲) (راجع الحاشیة الآتیة)
(۳) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ص:۴۸۷، قدیمی)
(وکذا فی الدرالمختار، باب سجود السهو: ۲/۱۱۲، سعید)
(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۴، رشیدیه)

اور نماز کے اعادہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً یاد نہیں آیا، بلکہ اس کے بعد تین آیت پڑھ کر یاد آیا اور سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں، اگر اس سے زائد پڑھ کر یاد آیا اور پھر سجدۂ تلاوت کیا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں تو گنہگار رہا، توبہ واستغفار لازم ہے، نماز کراہت کے ساتھ ہوگئی، اس کا اعادہ لازم نہیں (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بوقت غروب سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۲۲]: جنازہ کی نماز یا سجدہ کی آیت اگر عصر کے بعد وقتِ ناقص میں ادا کی جائے اور ادا کرتے وقت سورج غروب ہوجائے تو وہ بھی عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیتِ سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کرلیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ناقص ادا ہوگیا اور اگر

---

(۱)"ویأثم بتأخیر ها ویقضیها مادام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام .... وإذا لم یسجد، أثم، فتلزمه التوبة.......(و) تؤدی (برکوع صلاة) إذا کان الرکوع (علی الفور من قرأة آیة) أو آیتین وکذا الثلاث علی الظاهر کما في البحر (إن نواه): أی کون الرکوع (لسجود) التلاوة علی الراجح (و) تؤدی (بسجودها کذلک): أی علی الفور (وإن لم ینو) بالإجماع". (الدرالمختار). "(قوله: ویأثم بتأخیر ها الخ)؛ لأنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة، وهو القراءة وصارت من أجزاء ها، فوجب أدائها مضیقًا کما في البدائع، ولذا کان المختار وجوب سجود السهو لو تذکرها بعدمحلها". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، ۱۱۱، سعید)

قال الطحطاوی: "قوله: (بأن یقرأ أکثر من آیتین) اعلم أن الفور لاینقطع بآیة بعد آیتها، أو آیتین اتفاقًا، وینقطع بأربع اتفاقًا. واختلف في الثلاث، فقیل: ینقطع، واختاره خواهر زاده، وقیل: لا، واختاره الحلوانی، وهو أصح من جهة الروایة کما في الحلبی". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص:۴۸۷، قدیمی)

وقتِ کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقتِ غروب کیا تو عصر یومہ کی طرح نہیں، بلکہ یہ ادا ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر جنازہ وقتِ ناقص میں آیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ہے، اگر وقتِ کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا ہی نہیں ہوئی:

"ومنع عن الصلوٰة وسجدة التلاوة المتلوة في غير هذه الأوقات وصلوات الجنازة حضرت قبلها؛ لأن ماوجب كاملاً لايتأدى بالناقص، وأما المتلوة أو الحاضرة فيها، لايكره: أي تحريمًا؛ لأنها وجبت ناقصة أديت فيها كما وجبت، اهـ". سكب الأنهر: ۱/۷۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدۂ تلاوت کی قضاء

سوال[۳۵۶۳]: ایک شخص کے ذمہ سینکڑوں کی تعداد میں سجدۂ تلاوت باقی ہیں ان کو کس طرح ادا کرے اور تلاوت کے فوراً بعد سجدہ نہ کرنا گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کرنا مستحب ہے تاخیر بھی گناہ نہیں (۲)۔ جس کے ذمہ بہت سے سجدے ہوں

---

(۱)(سكب الأنهر (الدر المنتقى شرح الملتقى) على حاشية مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۷۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها وتكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۲، سعيد)

(۲)"قوله: (على التراخي عند محمد الخ) الذي في النهر عكس ماهنا، حيث جعل القول بالفورية قول محمد والقول بالتراخي قول أبي يوسف، قال: وينبغي أن تكون ثمرته في الإثم وعدمه، حتى لو أدّاها بعد مدة كان مؤدياً اتفاقًا لا قاضياً، أفاده السيد". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۸۰، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۹، سعيد)

وہ بلا تعیین سجدے کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا دل گواہی دینے لگے کہ اب اس کے ذمہ کوئی سجدہ باقی نہیں رہا، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ تلاوت کے بعد فوراً سجدہ کرلیا جائے ورنہ بھول جانے کا احتمال ہے جس سے واجب ذمہ میں رہ جائے گا اور گنہ گار رہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

آیتِ سجدہ دل میں پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال [۳۵۶۴]: ایک شخص کلام اللہ کی تلاوت کررہا ہے اور دوسرے شخص بیٹھے ہیں اور دل ہی دل میں ورد ہے لیکن جب وہ شخص سجدہ کی آیت پر آتا ہے تو خاموش پڑھتا ہے، مگر سننے والے اس آیت کو دل میں پڑھ جاتے ہیں زبان سے کچھ نہیں پڑھتے، اب کیا سجدہ ہر ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ بحوالۂ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دل میں پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا بلکہ زبان سے پڑھنے سے (خواہ بالجہر یا بالسر پڑھے) یا سننے سے واجب ہوتا ہے اور صورتِ مسئولہ میں پڑھنے والے پر واجب ہوا ہے، اگرچہ اس نے آہستہ ہی پڑھا ہے اور سننے والے نے اس کو سنا نہیں اور نہ زبان سے پڑھا ہے بلکہ دل میں پڑھا ہے اس لئے اس پر واجب نہیں ہوا:

"ويجب بسبب تلاوة آية، لو كتبها أوتهجاها، فلا سجود عليه، بشرط سماعها، فلاتجب على من لم يسمعها وإن كان في مجلس التلاوة، اهـ". درمختار وشامی: ۱/ ۸۰۰(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ۶/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) "(وهو): أي سجود التلاوة (واجب على التراخي)عند محمد، ورواية عن الإمام، وهو المختار، وعند أبي يوسف، وهو رواية عن الإمام يجب على الفور (إن لم تكن في الصلاة وكره تأخيره): السجود عن وقت التلاوة في الأصح إذا لم يكن مكروهاً؛ لأنه بطول الزمان قد ينساها فيكره تأخيرها". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة،ص: ۴۸۰، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، باب سجود السهو : ۲/ ۱۰۹، سعيد)

(۲)(رد المحتار، باب سجود التلاوة : ۲/ ۱۰۳، ۱۰۴،سعيد) .... =

سورۂ ”ص“ میں سجدہ کس آیت پر ہے؟

سوال[۳۵۶۵]: سورۂ ”ص“ میں آیت ۲۵ پر سجدہ ہے یا آیت ۲۴ پر؟ اگر کوئی آیت ۲۴ پر سجدہ کردے تو سجدہ ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت ۲۵/ پر آیت سجدہ ہے، اگر آیت ۲۴ پر ”اناب“ پر سجدہ کرے گا تب بھی ایک قول پر ادا ہو جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

ریڈیو پر تلاوت سے سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۶]: ریڈیو کی قرآن خوانی اور وعظ پر انصات (خاموشی) استماع (کان لگا کر سننا) سجدۂ تلاوت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ گراموفون کی تلاوت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”وہ تلاوت نہیں ہے

= (وكذا في الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، وأما سجدة التلاوة، ص: ٥٠٠، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود التلاوة: ١/٣٢٢، دار المعرفة بيروت)

(١) "عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم سجد في "ص" و قال: "سجدها داود توبةً ونسجدها شكرًا". رواه النسائي وسكت عنه، وفي الدراية: رجاله ثقات".

"قوله: (عن ابن عباس رضي الله عنهما الخ) .... قال في البدائع: وما تعلق به الشافعي، فهو من دلائلنا، فإنا نقول: نحن نسجد ذلك شكراً لما أنعم الله على داود بالغفران والوعد بالزلفى وحسن مآب، ولهذا لايسجد عندنا عقيب قوله: "وأناب" بل عقيب قوله: "مآب" و هذه نعمة عظيمة في حقنا".

(إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سجود السهو وما يتعلق بها: ٧/٢٠٢، ٢٠٣، إدارة القرآن، كراچی)

"أو "ص" عند قوله "فاستغفر ربه وخرّ راكعاً وأناب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ١/١٣٢، رشيديه)

بلکہ نقل اور عکس ہے، تلاوت کا مشابہ صوت طیر اور صدا کا، اس استماع سے سجدہ واجب نہ ہوگا''۔ فتاویٰ امدادیہ: ۱۸۲/۲ (۱) میں ریڈیو کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ریڈیو اور ٹیپ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال [۳۵۶۷]: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قاری یا متکلم کی قرأت وآواز کو کسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اس میں آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوگا، ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے، اس کے سلام کا جواب بھی ضرور نہیں (۲)، ریڈیو میں تقاضۂ احتیاط یہ ہے کہ آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیا جائے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل آواز اس سے سنائی دے رہی ہو، کوئی ریکارڈ نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۹/۵/۱۷ھ۔

---

(۱) (امداد الفتاویٰ: ۲۴۵/۴، کتاب الحظر والإباحۃ، غنا ومزامیر اور لہو واجب وتصاویر کے احکام، مکتبہ دار العلوم کراچی)

"بخلاف السماع عن الببغاء والصدی، فإن ذلک لیس (بتلاوۃ، وکذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلک لیس) بتلاوۃ صحیحۃ، لعدم أھلیتہ، لانعدام التمییز". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل في بیان من تجب علیہ: ۴۳۲/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا في الدر المختار، باب سجود التلاوۃ: ۱۰۸/۲، سعید)

راجع للتفصیل: (آلات جدیدہ) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت ص: ۱۶۵، مکتبہ ادارۃ المعارف، کراچی)

(۲) "بخلاف السماع عن الببغاء والصدی، فإن ذلک لیس (بتلاوۃ، وکذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلک لیس) بتلاوۃ صحیحۃ، لعدم أھلیتہ، لانعدام التمییز". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل في بیان من تجب علیہ: ۴۳۲/۱، دار الکتب العلمیۃ)

(وکذا في الدر المختار، باب سجود التلاوۃ: ۱۰۸/۲، سعید)

(۳) "وأما سبب وجوب السجدۃ: فسبب وجوبھا أحد شیئین: التلاوۃ أو السماع". (بدائع الصنائع، =

ریڈیو سے آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۸]: اگر قاری نے ریڈیو اسٹیشن پر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور دنیا میں ہزاروں آدمیوں نے ریڈیو پر اس آیت کو سنا تو کیا سارے سامعین پر سجدۂ تلاوت ضروری ہوگیا ہے، جب کہ وہ ایک مشین کے ذریعہ سے آواز پہنچائی گئی ہے؟ گراموفون اور مشین میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، کیونکہ یہ قاری کی ہی آواز قرار دی گئی ہے(۱)، گراموفون سے جو آواز نکلتی ہے اس کو نقل اور عکسِ تلاوت لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۵/ ۹۰ھ۔

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا اور سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۹]: قرآن پاک صحیح پڑھنے کیلئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے سجدہ آئے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

= كتاب الصلاة، فصل في سبب وجوب السجدة التلاوة: ۱/ ۴۳۰، دار الكتب العلمية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة .... سجدة التلاوة، نوع آخر بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/ ۵۷۷، إدارة القرآن)

راجع للتفصيل: (آلات جديده)، مفتی محمد شفیع صاحب رحمة الله عليه، ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۶۵، إدارة المعارف، كراچی)

(وكذا في أحسن الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۴/ ۶۵، سعيد)

(۱) مذکورہ صورت میں چونکہ قاری صاحب کی آواز براہِ راست سامعین تک پہنچ رہی ہے، اس لئے حضرت مفتی صاحب نے وجوبِ سجدہ کا فتویٰ دیدیا اور علت یہ بیان فرمائی کہ یہ قاری ہی کی آواز ہے۔ باقی ریکارڈ شدہ آیت سننے سے سجدہ لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ نقل اور عکس ہے (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب'')

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگرخود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہےاوراس کے موافق پڑھتا ہےتو ضرورثواب ملے گا(۱)اورسجدہ ایک ہی کافی ہوگا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہٗ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

گراموفون میں قرآن شریف سننے سے سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۷۰]: جوآیت سجدہ گراموفون میں پڑھی جائےتو کیاسامعین پرسجدہ واجب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حوادث الفتاویٰ،ص:۸۱،میں لکھا ہے کہ جوآواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں بلکہ نقل اورعکس ہے تلاوت کا مشابہ صوتِ طیراورصدیٰ کے،پس اس کاحکم بھی تلاوت کا سانہ ہوگا۔بنابرروایت درمختاروغیرہ مثلاً اس کے استماع سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا،لیکن قرآن شریف کا اس میں بھرنا اورسننا منع ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ، صحیح:عبداللطیف،یکم/ربیع الثانی/۱۳۵۷ھ۔

---

(۱)"عن أيوب بن موسى قال: سمعت محمد بن كعب القرظي يقول: سمعت عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأحرفًامن كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لاأقول: الٓمّٓ حرفٌ، ولكن الف حرف، ولام حرف،وميم حرف". هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه". (سنن الترمذى، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء فيمن قرأ حرفاً من القرآن ماله من الأجر: ۲/۱۱۹، سعيد)

(۲)"وأما سبب وجوب السجدة، فسبب وجوبها أحد شيئين: التلاوة والسماع". (بدائع الصنائع، فصل في بيان وجوب سجدة التلاوة: ۱/۷۳۰،دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/۵۷۷، إدارة القرآن، كراچى)

(۳) "و(لا) تجب (بسماعه من الصدى والطير)ومن كل تال حرفًا ولا بالتهجي، أشباه". (الدرالمختار، =

سجدۂ شکر

سوال[۱۷۵۴]: سجدۂ نماز وسجدۂ تلاوت کے علاوہ زائد سجدۂ شکر کرنا خارجِ صلوٰۃ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس درجہ میں اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ میں؟ جو شخص ناجائز ہونے کے باوجود تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز، میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نصرالدین عظیم آبادی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی بڑی مصیبت زائل ہو، بہتر یہ ہے کہ شکر یہ کیلئے دو رکعت ادا کرے، اگر یہ نہ ہو تو سجدہ کرنا بھی مفتی بہ قول کی بناء پر مستحب ہے لیکن نماز کے بعد کرنا مکروہ وممنوع ہے کہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کریں گے۔ اور یہ جواب کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز، میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں، نہایت سخت اور خطرناک ہے، ایسے کلام سے توبہ اور آئندہ کو اجتناب لازم ہے:

"وسجدة الشكر مستحبة، به يفتى، لكنها تكره بعد الصلاة؛ لأن الجهلة يعتقد ونها سنةً أو واجبةً، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه، اهـ". (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۱۳۵۹ھ۔



= باب سجود التلاوة: ۱۰۸/۲، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من تجب عليه: ۴۴۲/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

راجع للتفصيل: (آلات جدیده از مفتی محمد شفیع صاحب رحمة الله عليه ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۶۵، إدارة المعارف، کراچی)

(۱) (الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۱۱۹/۲، ۱۲۰، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب سجود التلاوة: ۱۶۰/۱، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱۳۶/۱، رشيديه)

باب صلوة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

سفر کی ابتداء وطن کے آخری گھر سے ہوگی

سوال[۳۵۷۲]: ایک شہر یا قصبہ سے دوسرے شہر یا قصبہ کا فاصلہ قصر ہونے کے لئے کس طرح جوڑا جائے گا؟ ایک صورت تو یہ ہے کہ جس محلّہ سے چلے اس سے دوسرے شہر کے جس محلّہ تک جانا ہو وہاں تک کا فاصلہ، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے وطن کی آخری سرحد پہونچنے والے مقام کی شروع کی سرحد۔ چونکہ دونوں طریقوں میں فاصلہ کا تفاوت میلوں کا ہوگا مثلاً: خطِ مستقیم کا فاصلہ الف، ب ۴۳/میل ہے اور ج، د ۵۰/میل ہے اور الف، س ۵۵/میل ہے، تو ج سے چلنے والا دس تک جانا چاہتا ہے، اب مسافر ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا، پس صورتِ مسئولہ میں مسافتِ سفر ۴۳/ میل ہوگی اور قصر کا حکم نہیں ہوگا (۱)۔ فقط۔

آبادی بڑھنے کی وجہ سے مسافت سفر کا باقی نہ رہنا

سوال[۳۵۷۳]: ا...... موضع فیروز پور دہلی الور روڈ کے متصل واقع ہے، پہلے آبادی اور سڑک کے

---

(۱) فقال الحنفية: أن يجاوز بيوت البلد التي يقيم فيها من الجهة التي خرج منها، وإن لم يجاوزها من جانب آخر وأن يجاوز كل البيوت، ولو كانت متفرقة متى كان أصلها من البلد، وأن يجاوز ماحول البلد من مساكن .... أن يقصد من ابتداء السفر موضعا معينا، ويعزم أن يقطع مسافة القصر من غير تردد.
(الفقه الإسلامي وأدلته. ۲/ ۱۳۵۰-۱۳۵۳، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة السفر، رشيديه)

درمیانی زمین میں کاشت ہوتی تھی، لیکن اب سڑک تک مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور کاشت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور سڑک کے دوسرے رخ پر قبرستان اور مویشی کے بٹھانے کی جگہ ہے، ایسی صورت میں ناس بستی کا رہنے والا دہلی سے الور، یا الور سے دہلی کو گزرے تو اس کی مسافرت ختم ہو جائے گی یا نہیں؟

۲...... نیز قصبہ نوح سے پرانی دہلی ۴۸/ میل تھی اور اب نئی دہلی بڑھتے بڑھتے نوح کے رخ پر تقریباً ۱۵ /میل بڑھ چکی ہے، ایسی صورت میں نوح کا رہنے والا پرانی دہلی کو اگر سفر کرے تو مسافر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی دونوں کی کمیٹیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اب وہ سڑک آبادی سے خارج نہیں رہی، جو شخص بارادۂ سفر فیروز پور سے اس سڑک پر آئے وہ قصر نہیں کرے گا اور جب ایسا آدمی سفرِ شرعی سے چل کر اس سڑک پر پہونچ جائے جس کا وہ وطن ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا اگرچہ اس کا ارادہ وہاں قیام کا نہ ہو۔

۲...... آبادی دیکھنے میں اگر متصل ہو تو محض کمیٹی الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان کو دو بستیاں نہیں کہیں گے، جب ۴۸/ میل کی مسافت نہیں رہی بلکہ صرف ۳۳/ میل کی مسافت رہ گئی تو یہ سفرِ شرعی کے لئے کافی نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/ ۹/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

مسافتِ شرعیہ

سوال [۳۵۷۴]: انگریزی میل کتنے پر مسافر قصر کرسکتا ہے اور شرعی مسافر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص تین منزل مسافت کی نیت سے اپنی آبادی سے باہر نکلا وہ شرعاً مسافر ہے، اس کے ذمہ قصر

---

(۱) "ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۱۳۹، كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، رشيديه)

لازم ہے(۱)، ریل کی منزلیں معتبر نہیں بلکہ پیدل یا معتدل سواری کی منزلیں معتبر ہیں، خواہ یہ سفر پیادہ طے کرے خواہ سواری پر(۲)۔ اگر منزلیں متعین نہ ہوں تو اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں: بعض سولہ میل انگریزی کی ایک منزل قرار دیتے ہیں اور تین منزلیں اس اعتبار سے اڑتالیس میل کی ہوتی ہیں، بعض اس سے کم اور بعض اس سے زائد کے قائل ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۶۔

---

(۱) "أخبرنا سعد بن عبيد الطائي .... قال: سألت عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما إلى كم تقصر الصلاة؟ فقال: أتعرف السويداء؟ قال: قلت: لا، ولكني قد سمعت بها، قال: هي ثلث ليال قواصد، فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلاة" رواه الإمام محمد بن الحسن في الآثار له، و في آثار السنن: إسناده صحيح". (آثار السنن، ص: ۲۶۳، كتاب الصلوة، ابواب الصلوة المسافر، باب ماستدل به على أن مسافة القصر ثلاثة ايام، إمداديه، ملتان)

(۲) "عن عبد الرحمن بن أبي بكر، عن أبيه أن رسو ل الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقّت في المسح على الخفين ثلاثةَ أيام و لياليهن للمسافر، و للمقيم يومٌ و ليلةٌ". رواه ابن حبان في صحيحه".

قوله: "عن عبد الرحمن بن أبي بكر الخ" .... و حاصله ما قال الشيخ: إن الحديث يدل على أن من أراد قطع مسيرة ثلثة أيام و لياليها، فهو مسافر حتماً عند الشارع ..... قلت: المراد بالمسافر في الحديث من يقطع المراحل بطريق العادة المعروفة في السفر بسير وسط مع الاستراحات التي اعتادها". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب صلاة المسافر، باب مسافة القصر: ۷/۲۳٦، ۲۳۸، إدارة القرآن كراچی)

"(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها) من أقصر أيام السَّنَة، و لا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال، و لا اعتبار بالفراسخ على المذهب (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع، فوصل في يومين قصر (صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً، لقول ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲٦، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰٦، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ثم اختلفوا فقيل: أحد وعشرون، وقيل: ثمانية عشر، و قيل: خمسة عشر، والفتوى على الثاني؛ =

کیا ۴۸/میل طے کرنے کے بعد قصر کا حکم ہے یا اس سے پہلے بھی قصر جائز ہے؟

سوال[۳۵۷۵]: زید نوگوان سے سنبھل کو چلا جو کہ ۴۸/میل سے زیادہ ہے، اگر زید براہِ راست سنبھل کو جائے تو اس صورت میں تو قصر کرے گا، لیکن اگر اس شکل سے چلے کہ منتہائے سفر تو سنبھل رہے، لیکن درمیان کے مواضع میں دس میل کے فاصلہ سے رات کو قیام کرتا ہوا جاوے گا تو کیا ایسی صورت میں بھی قصر کرے گا؟ بنابریں اگر جماعت تو نوگوان سے چلے اور اسے تین دن قیام کرنا ہے، ایک دن تو امروہہ جو کہ دس میل ہے دوسرے مرادآباد جو کہ بیس میل ہے، تیسرے سنبھل جو کہ نوگوان سے اڑتالیس میل سے زائد ہے، تو اگر جماعت یہ قصد کر کے نوگوان سے چلے کہ مذکورہ تین جگہ قیام کرنا ہے اور ابتدائی قیام امروہہ ہوگا جو کہ صرف دس ہی میل ہے، پھر دوسرا مرادآباد ہوگا جو امروہہ سے دس بارہ میل پر ہے، پھر سنبھل۔ تو کیا مذکورہ جماعت کو ایسی حالت میں قصر کرنا ہوگا؟ نیز مقدارِ مسافت سنبھل کی نوگوان سے لگے گی یا مرادآباد سے؟

عبدالرحمٰن قاسمی، مدرسہ انصار العلوم نوگوان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سفر شرعی کی مسافت کم از کم ۴۸/میل ہے، جب اس مسافت کی نیت سے سفر شروع کیا جائے تو قصر لازم ہے اگرچہ درمیان میں تین چار جگہ ٹھہرتے ہوئے جاتا ہو، مگر ٹھہرنے کی مدت پندرہ یوم سے کم ہو(۱)، پس نوگوان سے سنبھل کی نیت سے چلنا جس کی مسافت ۴۸/میل سے زائد ہے، سفر شرعی ہے، اگرچہ نوگوان سے چل کر دس

= لأنه الأوسط، و في المجتبى: فتوى أئمة خوارزم على الثالث، وجه الصحيح أن الفراسخ تختلف باختلاف الطريق في السهل والجبل والبرد، والبحر، بخلاف المراحل، معراج". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

تفصیل کے لئے رسالہ دیکھئے: (القول الأظهر في تحقيق مسافة السفر ' احسن الفتاوى، باب صلاة المسافر: ۴/۹۲، سعيد)

(وكذا في خير الفتاوى، ما يتعلق بصلوة المسافر "مسافتِ قصر کے بارے میں تحقیقِ انیق: ۲/۲۶۴، مكتبه امداديه ملتان)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "مسافتِ شرعیہ")

بیس میل پر ایک دوشب کا قیام بھی منوی ہو، اس سے سفر کے احکام میں فرق نہیں آئیگا۔ سفر کے لئے درمیان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہرتے ہوئے جانا منع نہیں اور اس سے حکم سفر نہیں بدلتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۵/۹۵ھ۔

پندرہ دن قیام کی نیت سے چلنے والا راستہ میں قصر کرے یا نہیں؟

سوال [۳۵۷۶]: اگر ایک آدمی سفر کرتا ہے تو اس کے بارے میں حکم ہے کہ وہ راستہ میں قصر کرے تو کیا ہر حال میں قصر کرے گا یا مخصوص وقت میں کہ جو شخص پندرہ دن کی نیت کر کے سفر کرے صرف وہی قصر کرے، مگر یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے؟ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پندرہ دن یا زائد کی نیت کر کے چلتا ہے تو وہ راستہ میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص تین منزل کی مسافت ۴۸/میل کا ارادہ کر کے سفر کرے وہ راستہ میں قصر کرے گا (۲)، لیکن اگر راستہ میں ۴۸/میل سے پہلے پندرہ روز یا زائد ایام ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو راستہ میں قصر نہیں کرے وہ شرعی

---

(۱) "قوله: (حتى يدخل مصره أو ينوى الإقامة نصف شهر فى بلد أو قرية) .... و قيد بنصف شهر؛ لأن نية إقامة ما دونها لا توجب الإتمام، لما روى عن ابن عباس و ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهم أنهما قدرها بذلك، والأثر فى المقدرات كالخبر، وأقام صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمكة مع أصحابه سبعةً و هو يقصر". (البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲/۲۳۲، رشيديه)

"(فيقصر إن نوى) الإقامة (فى أقل منه): أى فى نصف شهر (أو دخل بلدةً و لم ينوها): أى مدة الإقامة". (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، ۱۲۶، سعيد)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعىّ ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(و كذا فى تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

مسافر نہیں (۱)۔ اسی طرح اگر ابتداءً ۴۸/ میل سے کم کی نیت سے چلا اور کسی جگہ ٹھہر گیا، پھر وہاں سے ۴۸/ میل سے کم کا ارادہ کرلیا تو یہ شخص مسافر نہیں ہوا، اگر چہ ساری دنیا میں گھوم جائے، یہ قصر نہیں کرے گا (۲) اگر چہ ۴۸/ میل یا اس سے زائد کا سفر تو کرتا ہے مگر درمیان میں ٹھہرتا ہوا جائے گا۔ اور یہ ٹھہرنا پندرہ روز سے کم ہوگا تو یہ شخص مسافر ہے، سفر میں قصر کرے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

مسافتِ قصر کی مقدار

سوال [۳۵۷۷]: کس قدر مسافت ہے جس سے مسافر کو قصر کی اجازت ہوجاتی ہے؟

---

(۱) "حتى يدخل مصره أو ينوى إقامة نصف شهر ببلد أو قرية .... هذا إذا سار ثلاثة أيام فصاعداً، وأما إذا لم يسر ثلاثة أيام، فلا يشترط أن تكون الإقامة فى بلد أو قرية بل تصح ولو فى المفازة حتى إنه يصلى أربعاً أربعاً". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، ۵۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، سعيد)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً و لو كافراً، و من طاف الدنيا بلاقصد، لم يقصر، (وقوله: بلاقصد، بأن قصد بلدةً بينه و بينها يومان للإقامة بها، فلما بلغها بدا له أن يذهب إلى بلدة بينه و بينها يومان و هلم جراً .... فإنه يتم". (رد المحتار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۳) "فيقصر أن ينوى الإقامة فى أقل منه: أى فى نصف شهر أودخل بلدةً و لم ينو ها: أى مدة الإقامة".

(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، ۱۲۶، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب صلوة المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

متوسط رفتار سے تین روز کی مسافت پر شرعاً قصر کیا جاتا ہے(۱) اور تمام دن چلنا ضروری نہیں بلکہ صبح سے سردی میں زوال تک چلنا معتبر ہے اور ہر جگہ کے سفر میں اسی کے موافق رفتار معتبر ہوگی مثلاً خشکی میں پیدل یا معمولی اونٹ وغیرہ کی رفتار اور دریا میں کشتی کی متوسط رفتار معتبر ہوگی، اس مسافت کا اندازہ تقریباً ۴۸/ میل ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱۲/۵۳ھ۔

۴۸/ میل کی مسافت میں صرف جانے کا اعتبار ہے یا آنے جانے دونوں کا؟

سوال[۳۵۷۸]: یہاں سے ضلع صدر جانے کے دو راستے ہیں: ایک پچیس کوس کا دوسرا چوبیس کوس کا، چوبیس کوس والے راستہ سے جائے اور پچیس کوس والے راستہ سے واپس آئے تو اس پر واپسی میں قصر ہے یا نہیں؟ اور جو پچیس کوس والے راستہ سے جاوے اور چوبیس کوس والے راستہ سے آوے تو اس پر قصر ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں تین کوس چار میل کا ہوتا ہے

معتکف بخدمت شریف شاہ حبیب اللہ، از خانقاہ مانکپور، ۲۷/ جمادی الاولی/ ۵۷ھ، ضلع پرتا بگڈھ۔

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها) من قصر أيام السّنة، ولا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال، و لا اعتبار بالفراسخ على المذهب (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع فوصل في يومين، قصر (صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً لقول ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما : إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (التنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۲/ ۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲/ ۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في صلاة المسافر، ص: ۵۳۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال الدكتور وهبة الزحيلي: "والتقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام، لأن المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة، خصوصاً في أقصر أيام السنة، ولايصح القصر في أقل من هذه المسافة، كما لايصح التقدير عندهم بالفراسخ على المعتمد الصحيح". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/ ۱۳۴۲، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة المسافر، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصر نماز کے لئے تین یوم کی مسافت کا سفر ضروری ہے (۱) اور یہ مسافت صرف ایک طرف کی ہے، آنے اور جانے کی مجموعی مسافت نہیں، پس صورتِ مسئولہ میں دونوں راستوں میں سے کسی ایک سے آنا جانا ہو یا دونوں سے، دنوں صورتوں میں قصر جائز نہیں (۲)۔ البتہ اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مسافتِ قصر ہو اور دوسرا نہ ہو تو جس راستہ سے سفر اختیار کرے گا اس کا اعتبار ہوگا، آنے میں بھی جانے میں بھی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

مسافتِ قصر

سوال [۳۵۷۹]: نماز میں قصر (کتنے) میل پر کرنا چاہئے، نیز باعتبار میل قصر ضروری ہے مگر وہاں برادری کا تعلق بھی ہے اور اکثر جانے کا اتفاق ہوا کرتا ہے ایسی جگہ پر قصر ضروری ہے یا نہیں؟

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً .... مسيرة ثلاثة أيام .... صلى الفرض الرباعی رکعتین". (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعید)

" وأما الثانی وهو بيان اشتراط قصر السفر، فلا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام، حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشیدیه)

(۲) (اشترط الفقهاء لصحة القصر الشروط الآتية: أن يكون السفر طويلا مقدرا بمسيرة مرحلتين أو يومين أو ستة عشر فرسخاً عند الجمهور، أو ثلاث مراحل أو ثلاثة أيام بلياليها عند الحنفية. (الفقه الاسلامی وأدلته: ۲/۱۳۵۰، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة المسافر، رشيديه)

(۳) "ولو لموضعٍ طريقان: أحدهما مدة السفر، والآخر أقل، قصر فی الأول لا الثانی". (الدرالمختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین دن کی مسافت کا قصد کر کے جو شخص اپنی جائے اقامت سے نکلے گا وہ قصر کرے گا اور اس جگہ اگر پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو وہاں پہونچ کر بھی قصر کرلے گا، اگر پندرہ یوم یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو قصر نہیں کرے گا(۱)۔ رشتہ داری کا کوئی اثر قصر پر نہیں، البتہ اگر وہاں شادی کی ہے اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہنا شروع کردیا، یا بیوی کے یہاں رہنے کی شرط کرلی گئی ہے غرض کہ اس کو وطن بنالیا تو وہ بمنزلۂ وطن کے ہے وہاں قصر نہیں کرے گا، کذا فی الشامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آدمی کب مسافر شمار ہوگا؟

سوال[۳۵۸۰]: قصر کے احکام کیا تین منزل کی مسافت پوری ہونے پر شروع ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، بلکہ تین منزل کی مسافت کی نیت سے جب آدمی سفر شروع کرے اور آبادی سے باہر پہونچ جائے اسی وقت سے شروع ہوجاتے ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً .... مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة .... صلى الفرض الرباعيّ ركعتين .... حتى يدخل موضع مقامه .... أو ينوى إقامة نصف شهر بموضع واحد (صالح لها) من مصر أو قرية .... (فيقصر إن نوى) الإقامة (فى أقل منه): أى فى نصف شهر". (الدر المختار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۱ - ۱۲۵، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، ۲۳۳، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۲) "(قوله: أو توطنه): أى عزم على القرار فيه وعدم الارتحال و إن لم يتأهّل، فلو كان له أبوان ببلد غير مولده، وهو بالغ و لم يتأهل به، فليس ذلك وطناً له، إلا إذا عزم على القرار فيه و ترك الوطن الذى كان له قبله، شرح المنية". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذافى الحلبى الكبير، فصل فى صلاة المسافر، ص: ۵۴۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مسافتِ قصر")

۴۲/میل کا سفر شرعی سفر نہیں

سوال[۳۵۸۱]: اگر کسی نے ۴۲/میل کا سفر کیا تو اس کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا پوری؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا آدمی شرعی مسافر نہیں، وہ پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں کرے گا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسافر قصر کب سے کرے؟

سوال[۳۵۸۲]: ایک شخص کسی شہر کا -جو تین دن اور تین رات کے فاصلے پر ہے- ارادہ کرکے گھر سے نکلا تھا، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نیت ہے کہ وہاں پندرہ روز یا زیادہ قیام کرے گا، اب یہ آدمی راستے میں قصر کرے گا یا نہیں؟ اگر قصر کا حکم ہے تو قاضی خان کی عبارت:"بخلاف ما إذا نوى الإقامة حيث يصير مقيماً بمجرد النية"(۲) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال قاضي خان: "إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصداً مسيرة ثلثة أيام و لياليها بسير الإبل أو مشي الأقدام، يلزمه قصر الصلوة ويرخص له ترك الصيام، أما شرط مجاوزة الأقدام؛ لأن السفر فعل فلا يوجد بمجرد النية، فيشترط قران النية بأدنىٰ فعل بخلاف ما إذا نوى الإقامة حيث يصير مقيماً بمجرد النية؛ لأن الإقامة ترك الفعل، و ترك الفعل لا يحتاج

---

(۱) "ولا بدّ للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام، حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۰۶/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۲/۲، سعيد)

(۲) (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۶۴/۱، رشيديه)

إلی الفعل، اھ". فتاویٰ قاضی خان: ۷٦/۱ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ شخصِ مذکور صورتِ مذکورہ میں قصر کرے گا اور عبارتِ مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ لزومِ قصر کے لئے صرف نیتِ سفر کو شریعت نے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کے لئے مجاوزۃِ عمران کو شرط قرار دیا ہے، اس لئے کہ سفر ایک فعل ہے جو مسافر سے صادر ہوتا ہے جس پر لزومِ قصر مرتب ہوتا ہے، پس تاوقتیکہ اس فعل کا ادنیٰ حصہ (جو مجاوزۃ عمران ہے) صادر نہ ہو، اس وقت تک مسافر کہلانے کا مستحق نہیں اور اس پر حکمِ سفر (لزومِ سفر) مرتب نہ ہوگا۔

اور جب کسی منزلِ صالح پر نیتِ اقامت کرلے تو اتمام لازم ہوتا ہے اور لزومِ اتمام کے لئے نیتِ اقامت کے بعد کسی اَور فعل کی حاجت نہیں تھی جس طرح کہ نیتِ سفر کے بعد مجاوزۃِ عمران کی ضرورت تھی کیونکہ اقامت کسی فعل کا نام نہیں کہ مقیم کے لئے اس کا صدور ضروری ہو جیسا کہ سفر فعل تھا اور مسافر کے لئے اس کا صدور ضروری تھا چونکہ اقامت ترکِ فعل (سفر) کا نام ہے جس کے لئے صرف نیت کافی ہے۔

یہ مقصد نہیں کہ شخصِ مذکور چونکہ وہاں پہونچ کر پندرہ روز یا زیادہ قیام کرنے کی نیت رکھتا ہے اور یہ نیت ابتدائے سفر میں کرلی ہے، لہٰذا ابھی سے مقیم ہوگیا اور اس سفر کو کالعدم قرار دے کر لزومِ اتمام کا حکم اس پر جاری کردیا جائے گا، کیونکہ اگر اس کو ابھی سے لزومِ نیت کی بنا پر مقیم کہہ دیا جائے گا تو اقامت ترکِ فعل کا نام نہ رہے گا، بلکہ اس فعل یعنی (سفر) کا نام ہوجائے گا، وھو خلاف المفروض۔ نیز اس کا فعل اس کی نیت پر فی الحال آثار مرتب ہونے سے مانع ہے:

"المسافر یصیر مقیماً إذا دخل قریةً أو مصراً، و نویٰ إقامة خمسة عشر یوماً فیه، و لا معتبر بالنیة وقت السیر قبل الدخول، اھ". رسائل الأرکان (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان، المصدر السابق)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فیما یصیر به المقیم مسافرا: ۴۷۷/۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) لم أجده، بلّ (وکذا فی البحر الرائق، باب صلوة المسافر: ۲۳۰/۲، رشیدیه)

(والدر المختار، باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲، سعید)

مسافتِ سفر سے کم میں قصر نہیں

سوال [۳۵۸۳]: زید جو اپنے کاروبار کی جگہ سے جہاں اس کی املاک بھی ہے یعنی شہر مدراس اپنے مکان آیا جایا کرتا تھا اور جس کے درمیان مسافتِ قصر بھی ہے، ایسی صورت میں زید کے لئے مدتِ قصر سے کم میں قصر صلوۃ جائز ہے یا نہیں؟

محمد اسماعیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافتِ قصر سے کم کی نیت سے جو شخص سفر کرے اس کو قصرِ صلوۃ جائز نہیں، اتمام واجب ہے، هكذا في كتب الفقه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۵/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافتِ سفر نہیں

سوال [۳۵۸۴]: ۱..... زید ٹیکسی ڈرائیور ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مثلاً زید میرٹھ سے مظفر نگر کے لئے روانہ ہوا جب کہ یہ مسافت ۲۵/ میل ہے تو وہاں قصر نہیں ہوگا لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑا تو مسافتِ قصر ہوجائے گی تو اس صورت میں قصر کرے یا نہیں؟ اگر اس طرح سہارنپور یا دہرہ دون جانا پڑے تو مسافتِ قصر ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها". (الدر المختار).

"(قوله: قاصداً) أشار به مع قوله: خرج إلى أنه لو خرج و لم يقصد أو قصد و لم يخرج، لا يكون مسافراً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۲، سعيد)

"ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

۲...... زید کی گاڑی آل یوپی ہے، ویسے مستقل چلتی ہے، ادھر دہلی لکھنؤ جانا پڑے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر میرٹھ زید کا وطنِ اصلی ہے یا وطنِ اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفر نگر کی نیت سے چلا جو کہ ۳۵/میل ہے تو وہ قصر نہیں کریگا، پھر مظفر نگر سے دیوبند کا ارادہ ہوگیا تو بھی قصر نہیں کرے گا، پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہوگیا تب بھی قصر نہیں کرے گا، اگر چہ میرٹھ سے سہارنپور تک مسافتِ قصر ہے مگر چونکہ ابتدائے سفر کے وقت مسافتِ قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ سے مسافتِ قصر کی نیت نہیں کی، جہاں سے بھی نیت کی، مسافتِ قصر سے کم کی نیت کی ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافتِ قصر کی نیت سے سفر ہوگا تب قصر لازم ہوگا، ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا میں گھوم جائے گا تب بھی قصر نہیں کرے گا(۱)۔

۲...... جواب نمبر:۱ کے ضابطہ کے موافق حکم ہوگا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۶ھ۔

مسافتِ سفر پہاڑ میں

سوال[۳۵۸۵]: پہاڑ کے سفر میں کتنے فاصلے پر آدمی مسافر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے وقت میں زمین پر چلنے سے ایک منزل طے ہوتی ہے جس کی مسافت تقریباً ۱۶/میل ہے، اور تین

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً) ولو كافراً، و من طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر (مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) من أقصر أيام السنة ..... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، .... صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۲/۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب صلوة المسافر : ۲/۲۲۶، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۱/۵۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

منزل کی مسافت ۴۸/میل کے قریب سے اتنے وقت میں پہاڑی راستہ جس قدر طے ہو، اس کی مقدار کو ایک منزل قرا دیا جائے گا اور تین منزل کو مسافت سفر کہا جائے گا، وہاں ۴۸/میل کو مسافتِ سفر کہنا لازم نہیں ہوگا، ہوسکتا ہے کہ اس سے نصف ہو یا کم وزیادہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔ محمود غفرلہ۔

ملاح مقیم ہیں یا مسافر؟

سوال[۳۵۸۶]: ایک جماعت ملاحوں کی ہے جس کا دستور ہے کہ کسی بڑی آبادی شہر کی پناہ میں بازار کے متصل ندی کے کنارے جگہ خرید لیتے ہیں، گورنمنٹ کو اس جگہ کا خراج ادا کرتے ہیں، ایک مکان خواہ کرایہ کا خواہ ذاتی لیتے ہیں جس میں ان کا سردار اور سامان رہتا ہے، وہیں ان کی مسجد ہوتی ہے جس میں نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں، اگر کوئی مرجاتا ہے اسی شہر میں دفن کفن کرتے ہیں اور ندی کے اندر کشتیاں باندھ دیتے ہیں، خود عموماً کشتیوں کے اندر رہتے ہیں اور آنے جانے والوں سے کرایہ لے کر کشتی میں بٹھلا کر آٹھ دس میل تک پہونچا دیتے ہیں اور اسی جگہ واپس آجاتے ہیں، خط وکتابت بھی مکان سے اسی پتہ سے آتی جاتی ہے، اسی طرح دو چار برس یا زیادہ روزگار کر کے گھر واپس آتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو شرعاً مقیم کا حکم دیا جائے گا یا مسافر کا اور نماز پوری ادا کریں یا قصر کریں؟ یہاں پر علماء کا اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے لوگ اگر پندرہ یوم اس جگہ پر ٹھہریں وہ جگہ ان کے لئے وطنِ اقامت ہے، جب تک کم از کم تین

---

(۱) "ویعتبر في الجبل بما يناسبه من السير؛ لأنه يكون صعوداً و هبوطاً و مضيقاً و وعراً، فيكون مشي الإبل والأقدام فيه دون سيرهما في السهل". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۳، سعید)

"والمراد بسير البر والجبل أن يكون بالإبل و مشي الأقدام، والمراد بالإبل إبل القافلة دون البريد. وأما السير في البحر فيعتبر ما يليق بحاله، وهو أن يكون مسافة ثلاثة، فيه إذا كانت تلك الرياح معتدلةً. وإن كانت تلك المسافة بحيث في البر في يوم كما في الجبل، يعتبر كونها من طريق الجبل بالسير الوسط ثلاثة أيام، و إن كانت تقطع من طريق السهل بيوم، فالحاصل أن تعتبر المدة من أيّ طريق أخذ فيه اهـ". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشیدیہ)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۳۱، باب صلاة المسافر، مصر)

یوم کی مسافت کی نیت سے وہاں سے نہیں چلیں گے اس وقت تک اِتمام کریں گے، قصر نہیں کریں گے (۱)، البتہ اگر کسی جگہ ان کو جانا ہو جو کم ازکم تین یوم کی مسافت پر ہے (یعنی کشتی ہوا معتدل ہونے کے وقت آرام کے ساتھ تین یوم میں وہاں پہونچتی ہے) تو یہ لوگ قصر کریں گے، اگر اتنی مسافت سے کم سفر کریں گے تو یہ شرعی سفر نہیں اس میں قصر نہیں کریں گے:

"وأقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام، كذا في التبيين". عالم گیری، ص: ۱۳۶ - وفيها بعد أسطر: "والمعتبر في البحر ثلثة أيام في ريح مستوية، غير غالبة ولا ساكنة" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۵/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

سفرِ غیر شرعی کے درمیان سے سفر شرعی کی نیت کرنا

سوال [۳۵۸۷]: مسافر حالتِ سفر میں ایسی صورت میں جب کہ وہ اپنے گھر سے چلا تو شرعی مسافر بننے کی نیت نہیں تھی مگر درمیانی سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کرلی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے؟ آیا جس جگہ پر یا بستی میں ہے وہیں قصر پڑھ لے یا اس گاؤں کے باہر نکلنے کے بعد قصر شروع کرے؟ مثلاً ایک دہلی سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے مگر شاہدرہ میں کوئی صورت ایسی پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے باہر نکل کر قصر کرے یا شاہدرہ ہی میں قصر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شاہ درہ میں یہ شخص مسافر نہیں بلکہ یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد، لہٰذا شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے

---

(۱) "و لا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر، كذا في الهداية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعيد)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، ۵۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

اورشاہدرہ میں چونکہ بحکم مقیم ہے لہٰذا اتمام کرے: "ولا یصیر مسافراً بالنیة حتی یخرج، ویصیر مقیماً بمجرد النیة. کذا فی محیط السرخسی، اھ". ھندیہ: ۱/۱۳۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۶۱ھ۔

وطنِ اصلی کب باطل ہوتا ہے؟

سوال[۳۵۸۸]: زید کا وطنِ اصلی مدہول ہے، چند وجوہات کی بنا پر وہ مدہول چھوڑ کر نظام آباد میں مع اپنے والدین کے آ کر مقیم ہوتا ہے، حالانکہ مدہول میں زید کا ایک مکان بھی ہے اور اس کا تعلق بھی مدہول سے ہے۔ اب زید کو نوکری ملنے پر وہ حیدرآباد آتا ہے جب کہ اس کے والدین نظام آباد میں مقیم ہیں، اب اگر زید اپنے والدین سے ملنے نظام آباد جائے اور اپنے آبائی وطن مدہول جائے تو کیا زید مسافر کہلائے گا؟ کیا اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی، وہ پوری نماز پڑھے گا؟ جب کہ نظام آباد اور حیدرآباد کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴/میل ہے اور مدہول اور نظام آباد کا درمیانی فاصلہ ۳۰/میل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدہول وطنِ اصلی ہے جب تک اس کی وطنیت کو بالکلیہ ترک کر کے (مکان وغیرہ فروخت کر کے یا کسی کو دیکر) دوسرے کسی مقام کو وطن مستقل نہیں بنالیا جائے گا اس کی وطنیت ختم نہیں ہوگی، وہاں پہونچ کر پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوگا، خواہ دور سے پہونچے یا نزدیک سے۔ ملازمت کی وجہ سے نظام آباد وطنِ اصلی نہیں بنے گا جب تک مذکورہ بالا طریقہ پر اس کو مستقل وطن نہیں بنالیا جائے گا(۲)، محض والدین کے وہاں موجود ہونے کی بنا

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، : ۱/۱۳۹، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار : ۲/۱۲۱، باب صلاة المسافر، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق : /۲۲۷، باب المسافر، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع : ۱/۲۷۴، باب صلاة المسافر، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "(الوطن الأصلی یبطل بمثله) إذا لم یبق له بالأول أهل، فلو بقی لم یبطل بل یتم فیهما". (الدرالمختار). "(قوله: إذا لم یبق له بالأول أهل): أی وإن بقی له فیه عقار. قال: فی النهر : و لو نقل =

پر وہاں اتمام (پوری نماز پڑھنے) کا حکم نہیں ہوگا جب تک کم از کم پندرہ روز وہاں قیام کی نیت نہ ہو، پس اگر ۴۸/ میل یا اس سے زیادہ کی مسافت سے چل کر نظام آباد پہونچنا ہوا اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو وہاں قصر کرنا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند

وطنِ اصلی دو جگہ

سوال [۳۵۸۹]: ایک شخص اپنے وطنِ اصلی سے بیوی، بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کر کے دوسری جگہ رہنے لگا، لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان و جائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سامان اور جائداد سے اگر چہ خود ہی منتفع ہوتا ہے اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہوگئی، چونکہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کر لی ہے، اب وہاں سے کلیۃً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو

= أهله و متاعه و له دور في البلد، لا تبقى وطناً له، و قيل: تبقى، كذا في المحيط وغيره". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۲/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

(و كذا في البحرالرائق، باب المسافر : ۲/۲۳۹، رشيديه)

(۱) "(قوله : أو توطنه) .... فلو كان له أبوان ببلد غير مولده، وهو بالغ و لم يتأهل به، فليس ذلك وطناً له إلا إذا عزم على القرار فيه، و ترك الوطن الذي كان له قبله، شرح المنية". (رد المحتار، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة : ۲/۱۳۱، سعيد)

"(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرضَ الرباعيّ ركعتين) .... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه): أي في نصف شهر". (تنوير الأبصار، باب صلاة المسافر : ۲/۱۲۱ – ۱۲۵، سعيد)

(و كذا في البحرالرائق، باب المسافر : ۲/۲۲۶، ۲۳۳، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر : ۱/۱۳۹، رشيديه)

وہ دوسری جگہ وطنِ اصلی بن گئی (۱)، لیکن اگر پہلی جگہ بھی بلحاظ موسم آتے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطنِ اصلی ہوجائے گی، کذا فی البحر الرائق :۲/۱۳٦، پاکستانی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٦/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

وطنِ اقامت

سوال[۳۵۹۰]: احقر کچھ عرصہ طویل قیام کے ارادہ پر ہردوئی مع اہل وعیال مقیم ہے، درمیان میں بعض ضروری کاموں کی وجہ سے وطن وغیرہ کا سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ ہردوئی میں پندرہ دن سے زائد مستقل ٹھہرنا پڑتا ہے اور بعض دفعہ کم۔ ایک صاحب نے بتلایا ہے کہ آپ ہردوئی میں مسافر ہی ہیں۔ میں نماز کیسے ادا کروں؟ میری حیثیت ہردوئی میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

موجودہ حالت میں جب کہ آپ نے ہردوئی کو وطنِ اصلی نہیں بنایا، اور نہ اپنے وطنِ اصلی کو ترک کیا تو

---

(۱) "أن يتوطن في بلدة أخرى، وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً، حتى لو دخله مسافراً، لايتم". (البحر الرائق: ۲/ ۲۳۹، رشيديه)

"فالوطن الأصلي ينتقض بمثله لاغير، وهو أن يتوطن الإنسان في بلدة أخرى، وينتقل الأهل إليها من بلدة، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً له، حتى لو دخل فيه مسافراً، لا تصير صلوته أربعاً". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة: ۱/ ۴۹۸، دارالكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامه: ۲/ ۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/ ۳۴۹، إمداديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/ ۱۴۹، الفصل الثاني والعشرون في صلوة السفر، غفاريه)

(۲) "وكثيرٌ من المسلمين المتوطنين في البلاد، ولهم دور وعقار في القرى البعيدة منها، يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم، فلا بدمن حفظها أنهما وطنان له، لايبطل أحدهما بالآخر". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/ ۲۳۹، رشيديه)

ہردوئی آپ کے لئے وطنِ اقامت ہے، جب تک کم ازکم پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو آپ یہاں مسافر ہی رہیں گے(۱) اور مسافر کے سب احکام آپ پر جاری ہوں گے، جن صاحب نے آپ کو مسافر تشخیص کیا ہے ان کی تشخیص صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

وطنِ اقامت میں قصر

سوال [۳۵۹۱]: میرے خویش جناب شیروانی صاحب ڈائریکٹر بورڈ کے چیئر مین ہیں، ان کا وطن آبائی قدیمی جس میں انہوں نے کبھی سکونت اختیار نہ کی ضلع علی گڑھ میں ہے، غیر آباد ہے، فیکٹری کی ملکیت میں ایک کوٹھی آلہ آباد میں ہے، ایک نینی تال میں، ایک دہلی میں، اہل وعیال کا قیام آلہ آباد والی کوٹھی میں ہے اور بظاہر سکونت احباب میں ہے، اکثر سفر درپیش رہتا ہے، قیام کسی جگہ کم رہتا ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ چودہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو، دہلی، نینی تال میں قصر کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے قدیمی وطن سے اگر کلیۃً ہجرت نہیں کی تو وہی وطنِ اصلی ہے، وہاں پہونچکر نماز پوری پڑھیں گے خواہ ایک ہی دن رہنا ہو۔ مقاماتِ مذکورہ سے اگر کسی جگہ مستقل سکونت کی نیت نہیں، تو جب تک کسی جگہ کم ازکم پندرہ روز قیام کی نیت نہ ہو، قصر کریں گے۔ اگر مستقل قیام کی نیت ہے تو وہ وطنِ اصلی ہے، وہاں پوری نماز پڑھیں گے، محض کوٹھی یا اسبابِ معیشت کا موجود ہونا وطنیت کے لئے کافی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۹ھ۔

---

(۱) "ویبطل وطن الإقامة بمثله، وبالوطن الأصلي". (الدرالمختار). "(وقوله: ویبطل وطن الإقامة) وهو ما خرج إلیه بنیة إقامة نصف شهر". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإمة: ۲/۱۳۹، سعید)

(وکذا في التاتارخانیة، کتاب الصلاة: ۲/۱۹، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشیدیه)

(۲) "(صلی الفرض الرباعيّ رکعتین ...... حتی یدخل موضع مقامه أو ینوي إقامة نصف شهر .... =

وطنِ اقامت کیسے باطل ہوجاتا ہے؟

سوال[۳۵۹۲]: وطنِ اقامت کے بطلان کے لئے مطلق سفر کافی ہے یا کوئی خاص سفر؟ اسی طرح مطلق وطنِ اصلی کافی ہے یا کوئی خاص صورت؟ اگر کوئی اپنا سامان اپنے وطنِ اقامت میں چھوڑ کر لوٹ کر آنے کے ارادے سے سفر کرے یا وطنِ اصلی میں چلا جائے تو وطنِ اقامت باقی رہے گا یا باطل ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سفرِ شرعی سے وطنِ اقامت باطل ہوجاتا ہے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وطنِ اقامت سے ہجرت کرے اور پھر کبھی وہاں آنے کا ارادہ نہ ہو۔ جس جگہ سے گیا ہے اور سامان وہاں موجود ہے، پھر جب وہ وہاں آئے گا اور پندرہ روز قیام کا ارادہ کرے گا تو وطنِ اقامت بنے گا، اس سے کم کی نیت سے وہ وطنِ اقامت نہیں بنے گا بلکہ وہ بحکمِ سفر ہی رہے گا۔ وطنِ اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، چاہے تھوڑی دیر ٹھہرے اس کے لئے پندرہ روز کی ضرورت نہیں:

"الوطن الأصلي يبطل بمثله لا غير، و يبطل و طن الإقامة بمثله و بالوطن الأصلي وبإنشاء الخ". در مختار علی رد المحتار: ۱/۵۳۲، نعمانیه (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاه العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

داماد سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

سوال[۳۵۹۳]: ا...... زید کا سسرال اتنی دور ہے جتنی دور میں آدمی شرعی مسافر ہوجاتا ہے یا اس سے

= فيقصر إن نوى في أقل منه". (تنوير الأبصار) "(قوله: حتى يدخل موضع مقامه): أى الذى فارق بيوته سواء دخله بنية الاجتياز أو دخله لقضاء حاجة؛ لأن مصره متعين للإقامة، فلا يحتاج إلى نية. جوهرة". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، ۱۲۵، سعيد)

(و كذا فى البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، ۲۳۳ رشيديه)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۲، سعيد)

(و كذا فى البحرالرائق، باب صلوة المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

بھی دور ہے، زید اگر اپنی سسرال جائے تو زید کو وہاں پہونچ کر قصر نماز پڑھنی ہوگی، اگر پوری نماز پڑھنی ہوگی تو اس کی کیا وجہ ہے؟ قاعدہ کی رو سے وہ مسافر ہو چکا اور پھر وہ پوری نماز پڑھے اور زید کا ارادہ بھی وہاں ٹھہرنے کا دو دن یا کم وبیش کا ہے یعنی پندرہ یوم سے کم، پھر بھی وہ مسافر نہیں ہوا۔ فتاوی دار العلوم جلد ۴/ ۴۷۱(۱) پر تحریر ہے: ''اگر کسی آدمی کی زوجہ گھر پر ہو اور پھر وہ آدمی سسرال کو جائے جب کہ اس کی بیوی سسرال میں نہیں ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ مسافر رہے گا''۔ اور ۴/ ۴۸۸(۲) پر تحریر ہے کہ ''سسرال میں پہونچ کر پوری نماز پڑھے، قصر نہ کرے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقیم رہے گا اور اوپر کے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ مسافر رہے گا، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کیا مسافر ہونے کے لئے سسرال میں عورت کا ہونا ضروری ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اگر عورت سسرال میں ہو تو زوجہ کا میکہ آدمی کی سسرال نہ رہے گا۔ اور مسافر ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں، ایک شرط ۴۸/ میل ہے اور اس کے علاوہ جو شرائط ہوں تحریر فرمائیں؟ اور کیا محض نکاح کی وجہ سے زید کی سسرال وطن بن جاتا ہے، جب کہ زید نہ سسرال میں رہتا ہے اور نہ آئندہ کے لئے اس کا کوئی وہاں رہنے کا مقصد ہے؟

ایضاً

سوال [۳۵۹۴]: ۲..... بہشتی زیور میں مسافرت کی نماز کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ ''بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگے تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے۔ تو اگر تین منزل چل کر میکہ گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدہ سے نماز و روزہ کرے۔ اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی رہے گا'' (۳)۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ عورت بیاہ کے بعد سسرال ہی میں رہتی ہے لیکن رنج وخوشی کے موقعہ پر میکہ چلی جاتی ہے۔ کیا مسئلہ مذکورہ میں یہی صورت مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ص: ۴۸۸ کے سوال میں تصریح ہے: ''سسرال میں اگراسی، ۸۰/ کوس کا فاصلہ ہے تو زید کو سسرال

---

(۱) (فتاوی دار العلوم، کتاب الصلاۃ، مسائل صلاۃ المسافر: ۴/ ۴۷۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) (فتاویٰ دار العلوم المصدر السابق، ص: ۴۸۸، إمدادیہ ملتان)

(۳) (بہشتی زیور، حصہ دوم، باب بیست و یکم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۱۵۹، دار الاشاعت کراچی)

پہونچ کر پوری نماز پڑھنی چاہئے یا قصر کرنا چاہئے''؟اس کا جواب ظاہر ہے کہ پوری نماز پڑھے،اس کی مسافت پر شرعی سفر نہیں ہوتا۔ص:۱۷۴ کے سوال میں سومیل کی تصریح ہے،جس پر شرعی سفر کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ یہ فرق بدیہی ہے،محض کسی جگہ نکاح کر لینے سے وہ جگہ وطنِ اصلی نہیں ہوجاتی جیسا کہ ص:۱۷۴ کے ایک سوال میں ہے کہ''زید ساکن آلہ آباداور ہندہ ساکنہ سہارنپور،دونوں سفر کرتے ہوئے مرادآباد پہونچے،وہاں دونوں کا نکاح ہوگیا تو زید کا مرادآباد وطن نہ ہوگا،وہاں قصر ہی کرے گا،البتہ اگر کسی مقام جو کہ سسرال کا شہر ہے وہاں نکاح ہوااور یہ طے پاجائے کہ باوجود نکاح کے زوجہ کو شوہر کے مکان پر رخصت کر کے نہیں بھیجا جائے گا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے مکان ہی پر رہے گی اور شوہر کو بھی یہیں رہنا ہوگا جس کو خانہ دامادی کہا جاتا ہے،اس صورت میں شوہر کے حق میں سسرال بھی وطنِ اصلی کے حکم میں ہے،یہاں آکر بھی اس کو اتمام کرنا ہوگا،اگرچہ مسافت طے کرکے آئے اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنا ہو''۔

"الوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة أخرى اتخذها داراً أو توطن بها مع أهله و ولده و ليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها، و هذا الوطن يبطل بمثله لا غير، و هو أن يتوطن في بلدة أخرى وينتقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً حتى لو دخل مسافراً، لا يتمّ قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لو لم ينتقل بهم و لكنه استحدث أهله في بلدة أخرى، فأما الأول لم يبطل و يتم فيهما، الخ". البحر الرائق،ص: ۱۳٦ (۱)۔

جہاں نکاح کی یہ صورت نہ ہووہ وطنِ اصلی کے حکم میں نہیں،مسافر ہونے کے لئے تین منزل کی مسافت تقریباً ۴۸/میل کی نیت سے جائے،وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت کی آبادی سے خارج ہوجائے،بس اتنا ہی کافی ہے(۲)۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشیدیه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(۲) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرضَ الرباعي ركعتين) وجوباً". (تنوير الأبصار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲٦، رشيديه)

۲.....بعض علاقوں میں دستور ہے کہ شادی کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر ایک دو دن کے لئے بطورِ مہمان کے جاتی ہے پھر واپس چلی آتی ہے، کچھ مدت کے بعد پھر دو چار روز کے لئے جاتی ہے اور چلی آتی ہے کچھ عرصہ تک یہی حال رہتا ہے، اس صورت میں میکہ اس کا وطنِ اصلی رہتا ہے وہ وہاں اتمام کرتی ہے اور شوہر کا مکان ابھی وطنِ اصلی نہیں بنا۔ پھر مستقلاً شوہر کے مکان پر قیام کے لئے آجاتی ہے کہ اصالۃً اب اسے یہاں رہنا ہے، بوقتِ ضرورت میکہ جانا ہوگا، اس لئے شوہر کا وطن ہی اس کا وطنِ اصلی کہلاتا ہے، اب وہاں قصر نہیں کرے گی (۱)۔ بہشتی زیور کی مراد یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۲ھ۔

سسرال میں قصر کی جائے یا اتمام؟

سوال [۳۵۹۵]: مرد اپنی سسرال میں نماز قصر پڑھے یا نہیں؟ کیا بیوی کی نماز سفر اور حضر ہر صورت میں شوہر کے مطابق ہے یعنی جہاں شوہر قصر پڑھے بیوی بھی قصر پڑھے اور جہاں شوہر حضر پڑھے بیوی بھی حضر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شہر میں کسی نے شادی کی ہے اور وہاں اس کی زوجہ مستقل طور پر رہتی ہے تو وہاں قصر نہ کرے گا:

"الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله و توطنه". در مختار۔ قال الشامي: "(قوله: أو تأهله): أي تزوجه، قال في شرح المنية: ولو تزوج المسافر ببلد و لم ينو الإقامة به، فقيل: لا يصير مقيماً، وقيل: يصير مقيماً، وهو الأوجه". ردالمحتار، ص: ۲۸۹ (۲)۔

دارومدار اقامت اور توطن پر ہے، اگر شوہر نے اپنا وطنِ اصلی چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کو وطن بنالیا ہے مگر زوجہ اسی جگہ کو جس کو شوہر نے چھوڑا ہے وطنِ اقامت بنائے ہوئے ہے، تو زوجہ اتمام کرے گی اور شوہر وہاں

(۱) (راجع البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۹، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في الوطن الأصلي و وطن الإقامة: ۲/ ۱۳۱، سعيد)

(وبمعناه في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلوة المسافر، ص: ۴۲۹، قديمي)

پہونچ کر اگر نیتِ اقامت نہ کرے تو قصر کرے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

متبنیٰ ہونے سے وطنِ اصلی نہیں بنتا

سوال[۳۵۹۶]: ایک شخص نے دیوبند سے تقریباً تین سو میل کا سفر کیا اور جہاں یہ شخص گیا وہاں کا یہ متبنّٰی ہے اور وہاں پر آٹھ نو روز قیام کرنے کا ارادہ ہے، آیا اس شخص کے دورانِ قیام نماز پوری ادا کرنی ہوگی یا قصر ادا کرے گا؟ اگر یہ مذکور شخص نماز پڑھادے بھول کر تو کیا حکم ہے؟ اور اگر جان کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مقام اس کا وطنِ اصلی نہیں ہے تو صورتِ مذکورہ میں وہ قصر کرے گا اتمام نہیں کرے گا۔ اس کی امامت جائز ہے مگر قصر کرے، اتمام کرنے سے مقیم مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی (۲)، جان کر اتمام کرنے سے گناہگار بھی ہوگا، بھول کر اتمام کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۹۰ھ

---

(۱) "وتعتبر نية الإقامة والسفر عن الأصل دون التبع، كالمرأة و العبد والجندى .... أى المرأة تبع للزوج .... اهـ". (تبيين الحقائق، باب صلوة المسافر: ۱/۵۰۲، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۲) "ولو نوى الإقامة لالتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين لم يصر مقيما". قوله: "(لم يصر مقيماً)، فلوأتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه إقتداء المفترض بالمتنفل". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"حتى لو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت صلاتهم ؛ لأن هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح اهـ". (منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر : ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا فى خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۰۲، مجيد لاهور)

(۳) "فلو أتم مسافر إن قعد فى القعدة الأولى تم فرضه ولكنه أساء لو عامداً لتأخير السلام وترك =

داماد سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

سوال[۳۵۹۷]: مسافر سسرال میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ گھر داماد ہے یعنی یہ شرط کردی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکہ میں رہے گی رخصت ہوکر سسرال نہیں جائے گی تو وہاں پہونچ کر قصر نہیں کرے گا، وہ اس کے لئے وطن ہوگیا (۱)۔ اگر یہ شرط نہیں ہے تو وہاں قصر کرے گا، اِلّا یہ کہ نیتِ اقامت کرے یعنی کم ازکم پندرہ روز وہاں رہنے کی نیت کرلے گا تو قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۹ھ۔

= واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لايحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر "أساء" "بأثم" واستحق النار". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب صلوة المسافر: ۱۲۸/۲، سعيد)

"(فلو أتم وقعد في الثانية صح، وإلا لا): أي وإن لم يقعد على رأس الركعتين، لم يصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخريان له نفلاً كالفجر وصار آثماً لتأخيره السلام". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب المسافر: ۱۴۶/۱)

(۱) "الوطن الأصلي: هو وطن الإنسان في بلدة أو بلدة أخرى اتخذها داراً، أو توطن بها مع أهله وولده، وليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها، و هذاالوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى و ينتقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً، حتى لو دخل مسافراً لا يتم. قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لولم ينتقل بهم، ولكنه استحدث أهلاً في بلدة أخرى، فإن الأول لم يبطل، و يتم فيهما". (البحرالرائق، باب المسافر: ۲۳۹/۲ رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۰۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام، صلى الفرض الرباعي ركعتين .... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي نصف شهر .... فيقصر إن نوى أقل منه: أي نصف شهر". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲۲۶/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۱۱/۱، ۵۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

عورت میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر؟

سوال[۳۵۹۸]: اگرعورت کا میکہ مسافت سفر پر واقع ہو تو عورت اپنے میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر جب کہ بہشتی زیور(۱) میں اتمام کا فتوی ہے تو کون سا فتوی معتبر ہے؟ پھر دونوں فتووں میں تعارض کیسے پیدا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شادی کے بعد شوہر کے مکان پر ایک روز کے لئے آنا ہوتا ہے، یہ آنا عارضی ہے، جب میکہ جائے گی اتمام کرے گی، پھر جب شوہر کے مکان پر مستقل قیام کے لئے آنا ہوگا ایسی حالت میں میکہ عارضی طور پر پندرہ روز سے کم کے لئے جانا ہو تو قصر کرے گی، اس طرح تعارض رفع ہو جائے گا کیونکہ ہر دو کا محمل الگ الگ ہے(۲) دفع تعارض کے لئے تطبیق کا طریقہ بھی اور ترجیح کا طریقہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حالتِ سفر میں حیض اور بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال[۳۵۹۹]: بہشتی زیور کے مندرجہ ذیل مسائل میں شک ہو رہا ہے اس کی صحیح صورت

(۱) "مسئلہ ۲۱: بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگی تو اس کا اصل گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے۔ اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کیلئے دل میں نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا"۔ (بہشتی زیور، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، حصہ دوم، ص: ۱۵۹، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) "(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقي لم يبطل، بل يتم فيهما (لا غير)". (التنوير الأبصار الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

"والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة .... وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى و ينتقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً حتى لو دخل مسافراً، لا يتم". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

واضح فرمائیں:

مسئلہ: ''چار منزل کی نیت سے ایک عورت چلی، لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزری تب بھی مسافر نہیں ہے، اب نہادھوکر پوری چار رکعت پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ اگر تین منزل پر یا چلتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آگیا ہوتو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافر کی طرح پڑھے۔

"حاشیہ نمبر: ۷ لحدیث الحائض، وهي لمقصد ها يومان تتم في الصحيح". شرح التنوير ۸۳۳/۱(۱) تاج بهشتى زيور مكمل و مدلل ۴۲/۲ (۲)۔

بعض لوگ عبارتِ بالا سے درج ذیل تین صورتیں سمجھ رہے ہیں:

۱-حیض کی حالت میں شرعی حد کی مسافرت میں نکلی، جہاں جاکر حیض منقطع ہوگیا اگر وہاں ٹھہر جائے یا اس سے آگے تین منزل سے کم اُور جانا ہوتو دونوں صورت میں مسافر نہیں پوری نماز پڑھے خواہ کلکتہ سے دہلی جاکر یہ بات ہو یا بمبئی جاکر وغیرہ وغیرہ۔

۲-مذکورہ عورت کو دمِ حیض منقطع ہونے کے بعد اگر آگے تین یا اس سے زائد منزلیں جانا ہوتو وہ مسافر ہے، مسافروں کی سی نماز پڑھے (۳)۔

۳-اگر گھر سے پاک نکلی تھی اور راستے میں حیض آگیا تو بھی مسافر ہے اور مسافروں کی طرح نماز پڑھے دم منقطع ہونے کے بعد۔ کیا یہ صحیح ہے، اگر نہیں تو عبارتِ بالا کا صحیح مطلب کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جی ہاں! یہ تینوں صورتیں اس مسئلہ میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار، باب صلاة المسافر [فروع]: ۱۳۵/۲، سعيد)

(۲) (بهشتی زیور، حصه دوم، باب بست ویکم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۱۵۸، دار الإشاعت، کراچی)

(۳) "طهرت الحائض و بقي لمقصدها يومان، تتم في الصحيح كصبي بلغ". (الدر المختار). "(قوله: تتم في الصحيح) كذا في الظهيرية. قال: وكأنه لسقوط الصلاة عنها فيما مضى، لم تعتبر حكم السفر فيه، فلما تأهلت اعتبر من وقته". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر [فروع]: ۱۳۵/۲، سعيد) ....=

سفر میں بے وضو پڑھی گئی واجب الاعادۃ نماز میں قصر کا حکم

سوال[۳۲۰۰]: اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی اپنے وقت کے اندر نماز پڑھی پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا، پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر وعصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی، تو اب وہ کونسی نماز قصر پڑھے اور کونسی نماز پوری پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظہر کی نماز قصر کرے کیونکہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے کیونکہ اس وقت سفر ختم کر چکا تھا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سفر شرعی ہو (مسافتِ قصر سفر نہ ہو)۔ فقط۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

سفر میں قصر واتمام کی صورتیں

سوال[۳۲۰۱]: ایک شخص اپنی ملازمت کے فرائض کی تکمیل میں اپنے ہیڈ کوارٹر مثلاً سہارنپور میں تعینات ہے اور ہیڈ کوارٹر کے باہر اکثر دورہ پر رہتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک یا دو روز کے خیال سے باہر گیا اور زیادہ عرصہ میں کام پڑ جانے پر واپس آیا، اس مقام سے کسی دوسرے مقام کو جانا پڑ گیا، یا امید کے خلاف کم عرصہ میں ہیڈ کوارٹر کو واپس آیا، کام گو زیادہ تر باہر ہی رہنے کا ہے اور روانگی وواپسی و باہر کے قیام اور اس کے فاصلے کا کوئی یقین نہیں ہے، شاید سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ کے لئے بیک وقت برابر ہیڈ کوارٹر پر رہنے کا موقع ملتا ہو۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، قبيل باب الجمعة: ۱/۳۳۷، دار المعرفة بيروت)

(۱) "(والقضاء يحكي الأداء سفراً و حضراً". (الدر المختار). "(قوله: سفراً و حضراً): أي فلو فاتته صلاة السفر و قضاها في الحضر، يقضيها مقصورةً كما لو أداها، و كذا فائتة الحضر تقضى في السفر تامةً ، اهـ". (رد المحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي: ۲/۱۳۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۱۴۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۶۷، مكتبه شركة علمية ملتان)

اندریں حالات نماز کے متعلق رجوع ہے کہ نماز قصر کن صورتوں میں کی جائے اور قصر سنن پر بھی اثر انداز ہوگا یا نہیں؟ جواب مفصل وشافی عطاء فرمایا جاوے۔

معرفت: حافظ خالد گنگوہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت (یعنی جہاں پندرہ یوم کے قیام کا قصد ہو) سے جب سفر شروع ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ کتنی دور چلنے کا مصمم ارادہ ہے، اگر کم از کم تین منزل چلنے کا قصد ہے خواہ یکدم خواہ بیچ میں ٹھہرتے ہوئے (بشرطیکہ پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا قصد ہو) تو قصر کرنا یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھنا ضروری ہے(۱) اگر تین میل چلنے کا قصد نہیں بلکہ کم کا ہے تو قصر جائز نہیں اسی طرح اگر تین منزل چلنے کا قصد ہے لیکن نہ بیچ میں کسی ایسی جگہ کم از کم پندرہ یوم ٹھہرنے کا قصد ہے کہ جو تین منزل سے کم ہے تب بھی اس سفر میں قصر جائز نہیں اور اس جگہ سے چلنے کے لئے قصر کے لئے وہی مسافت معتبر ہوگی (۲)۔

اگر ابتدائے سفر میں تین منزل کا ارادہ ہے لیکن تین منزل پوری ہونے سے پہلے اتفاقاً واپسی کا ارادہ ہوگیا تو واپسی کے ارادہ سے پہلے قصر کرنا چاہیئے واپسی کے بعد قصر نہیں بلکہ اتمام ہے (۳)، اگر ابتدائے سفر میں تین منزل سے کم کا قصد تھا لیکن کسی مقام پر پہونچ کر اتفاقاً تین منزل یا اس سے زائد کا قصد ہوگیا تو اس قصد سے

---

(۱) (راجع، ص: ۵۰۵، رقم الحاشیة: ۳)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً و لو كافراً، و من طاف الدنيا بلاقصدٍ، لم يقصر .... (أو ينوى) ولو فى الصلاة ...... (إقامة نصف شهر) ...... لو دخل الحاجُ الشام وعلم أنه لا يخرج إلا مع القافلة فى نصف شوال، أتم؛ لأنه كناوى الإقامة (بموضع) واحد". (التنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۲/۱۲۱-۱۲۵، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب المسافر : ۲/۲۲۶، رشيديه)

(۳) "وقالوا: إنما يشترط دخول المصر للإتمام إذاسار ثلاثة أيام فصاعداً، و أما إذا لم يسر ثلاثة أيام، فيتم بمجرد الرجوع إلى وطنه وإن لم يدخله؛ لأنه نقض السفر قبل الاستحكام، إذ هو يحتمل النقض".

(تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۱۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الدر المختار، باب صلاة المسافر : ۱۲۴/۲، سعيد)

پہلے قصر نہ تھا،اس قصد کے بعد قصر ہوگا(۱)۔ اگر کسی مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے تب قصر جائز نہیں(۲) ہرحال میں اتمام ضروری ہے۔

سفر میں قصر فرائض میں ہوگا سنن میں قصر نہیں، اگر چلتے چلتے سفر میں نماز کے لئے کچھ دیر ٹھہرنے کی نوبت آئے تو ایسے وقت سنن کی ادائیگی کا حکم باقی نہیں رہتا اور پندرہ یوم سے کم کسی جگہ حالتِ سفر میں ٹھہرنے کے وقت سنن کو بھی ادا کرنا چاہئے۔ تین منزل کی تعیین میں اختلاف ہے، متوسط منزل سولہ میل کی ہوتی ہے، تو ۴۸/میل مسافتِ سفر ہوئی اور بعض اس سے زیادہ طویل کہتے ہیں بعض قصیر، اس کا مدار عرف پر ہے۔

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين، و لو عاصياً بسفره، حتى يدخل موضع مقامه أو ينوى إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر إن نوىٰ أقل منه، و يأتي بالسنن إن كان في حال أمن و قرار، وإلالا"۔ تنویر: ۱/۸۲۸(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

قصر واتمام

سوال[۳۶۰۲]: ا...... بندہ ایک عرصہ سے آلہ آباد میں دینی کام کرتا ہے، وطنِ اصلی بارہ بنکی ہے،

---

(۱) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

(۲) "(وإن اقتدى مسافر في الوقت، صح وأتم) هكذا روى عن ابن عباس وابن عمر، ولأنه تبع لإمامه، فيتغير فرضه إلى أربع كما يتغير بنية الإقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاةالمسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(۳) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، ۱۳۹، رشيديه)

عموماً پندرہ بیس دن آلہ آباد میں رہتا ہے اور تین چار دن کے لئے بارہ بنکی چلا جاتا ہے۔ غرضیکہ قیام کی کوئی خاص نیت نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہ بیس دن رہوں گا، کبھی آٹھ ہی دن میں چلا جاتا ہوں، اس وقت مجھے نماز قصر پڑھنی پڑے گی یا پوری؟

۲......کبھی پندرہ دن کی نیت ہوتی ہے، لیکن آس پاس کے دیہاتوں میں گزرتا ہے دن اور رات، آلہ آباد میں قصر ہوگی یا نہیں؟ نیز جو نماز دیہاتوں میں پڑھی اس میں قصر ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......بارہ بنکی میں آپ جب داخل ہوں گے، پوری نماز پڑھیں گے خواہ وہاں ایک ہی نماز کے بقدر قیام ہو، آلہ آباد میں اگر پندرہ روز مسلسل قیام کی نیت ہوتو وہاں بھی پوری نماز پڑھیں گے اگر چہ پندرہ روز کی نیت کی صورت میں پہلے سفر کی نوبت آجائے (۱)، اگر پندرہ روز سے کم قیام کی نیت ہوتو وہاں نماز قصر کریں گے (۲)۔

۲......اگر آلہ آباد میں پندرہ روز قیام کی نیت ہے مگر درمیان میں آس پاس دیہات میں جانے کی ضرورت پیش آگئی جو کہ سفرِ شرعی سے کم مسافت پر واقع ہیں تب بھی پوری نماز پڑھی جائے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(حتی یدخل مصره أو ینوی الإقامة نصف شهر فی بلد أو قریة) متعلق بقوله: (مصر) أی قصر إلی غـاية دخول المصر أو نية الإقامة في موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر ، أطلق فی دخول مصره، فشمل ما إذا نوی الإقامة به أو لا". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "(فیقصر إن نوی) الإقامة (فی أقل منه): أی فی نصف شهر". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۳، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) "(قوله: لو نوی مبیته بأحدهما) فإن دخل أولاً الموضع الذی نوی المقام فیه نهاراً، لا یصیر مقیماً، =

مسافر کو اتمام

سوال[۳۶۰۳]: اگر مسافر سہو سے چار رکعت پڑھ جاوے پھر بعد میں یاد آوے تو یہ نماز ہو جاوے گی یا یہ لوٹا کر پھر پڑھے گا؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سہواً سفرِ شرعی کی حالت میں اتمام کیا اور قعدۂ اُولیٰ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا لیکن تاخیرِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرنا چاہئے:

"فإذأتم الرباعية والحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد، صحت صلاته مع الكراهة، لتأخير الواجب، وهو السلام عن محله، إن كان عامداً، فإن كان ساهياً يسجد للسهو". مراقی الفلاح مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= وإن دخل أولاً مانوى المبيت فيه، يصير مقيماً، ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصير مسافراً؛ لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به، حلية. (قوله: أو كان أحدهما تبعاً للآخر) كالقرية التي قربت من المصر بحيث يسمع النداء .... وفي البحر: لو كان الموضعان من مصرٍ واحدٍ أوقرية واحدةٍ، فإنها صحيحة؛ لأنهما متحدان حكماً، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافراً لم يقصد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۶، قديمي)

(۱) (مراقي الفلاح، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۵، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

ایضاً

سوال[۳۶۰۴]: زید دیوبند سے سفرِ شرعی پر گیا وہاں اس نے قصر کیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی نماز پڑھائی مگر اسے سفر کا کوئی خیال نہ تھا، کیا اس کا نماز پڑھانا اور خود چار رکعت پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں، یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہاں تک سفر کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے یا نہیں، یا سفر میں بھی قصر یا غیر قصر کی نیت کرنا ہوگی یا نہیں، نیت کے بارے میں ضرور روشنی ڈالیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب مسافت سفرشرعی کا قصد کر کے آدمی چلے تو اس کے لئے قصر کرنا واجب ہوتا ہے، تنہا نماز پڑھے یا امام ہوکر پڑھائے، اتمام کی اجازت نہیں (۱)، اگر خیال سفر نہ رہے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اتمام کرلیا اور دورکعت پر قعدہ بھی کیا ہے تو دورکعت فرض اور دورکعت نفل ہوکر نماز ہوگئی لیکن جب مقیم نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اس کو اپنی نماز لوٹانی چاہئے (۲)، امام کو چاہئے کہ مقتدی کو خبر کردے کہ فلاں روز فلاں وقت جس نے میرے پیچھے نماز پڑھی وہ اپنی نماز لوٹالے، میں مسافر تھا، نیت اتنی کافی ہے کہ ''فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں''۔ پھر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے تو دورکعت پر سلام پھیر دے اور امام

---

(۱) ''من خرج من عمارة موضع إقامته .... مسيرة ثلاثة أيام ولياليها .... صلى الفرض الرباعيّ ركعتين وجوباً''. (الدرالمختار). ''(قوله: وجوباً) فيكره الإتمام عندنا''. (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۵، ۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يصير به المقيم مسافراً: ۱/۲۶۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) ''(ولونوى الإقامة لالتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين، لم يصر مقيماً)''. (الدرالمختار). ''(قوله: لم يصر مقيماً) فلو أتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل''. (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰)

(وكذا في منحة الخالق حاشية البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۰۲، امجد اكيڈمی، لاهور)

کے بعد مقتدی مقیم اپنی دو رکعت پوری کرلے مگر ان دو رکعت میں نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑا ہوکر سجدہ کرکے نماز پوری کرلے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

امام مسافر کا اتمام کرنا

سوال[۳۲۰۵]: چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع مفتین اندریں مسئلہ کہ شخصے بحالتِ سفر نمازِ خود را بجائے دو رکعت چار رکعت ادا نمود عمداً یاسہواً، منفرد باشد، یاامام، و در ہر دو صورت مسئلہ مذکور بحکمِ شرع چہ حکم دارد، آیا نمازش بحالتِ انفرادِ خود را ادا نمود؟ دریں صورت مع احتمالات و ہر چہ حکم دارد، مفصل و مشرح با دلائلِ واضحہ تحریر فرمودہ ممنون فرمائید . بینوا وتوجروا .

المستفتی خلیل الرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافرِ شرعی کے لئے اتمام جائز نہیں بلکہ صلوۃ رباعی کو دو پڑھنا ضروری ہے: "صلی (المسافر) الفرض الرباعیّ رکعتین وجوباً". در مختار: ۱/۷۰۱(۲)۔ اگر مسافر نے اتمام کیا ہے اور قعدۂ اولیٰ بھی کیا ہے تو اس کے فرض ادا ہوگئے لیکن یہ مکروہ ہے اور سجدۂ سہو واجب ہے، اگر عمداً ایسا کیا ہے تو گنہگار ہوگا اور

(۱) "وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت، فإذا قام (أی بعد سلام الإمام) إلی الإتمام، لایقرأ".
(الدرالمختار مع تنویر الأبصار، باب صلوۃ الماز: ۲/۱۲۹، سعید)

"وإذا صلی المسافر بالمقیم رکعتین سلم وأتم المقیمون صلاتھم؛ لأن المقتدی التزم الموافقة فی الرکعتین، فینفرد فی الباقی کالمسبوق، إلا أنه لایقرأ فی الأصح". (البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر: ۲/۲۳۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر: ۱/۱۴۲، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر: ۲/۱۲۳، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صلاۃ المسافر: ۱/۵۰۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

اعادہ واجب ہوگا: "فلو أتم المسافر إن قعد في القعدة الأولى، تمّ فرضه ولكنه أساء لو عامداً لتاخير السلام". در مختار: ۱/ ۵۳۰، نعمانیه(۱)۔

دورکعت ایسی صورت میں فرض ہونگی اور دو نفل و ما زاد نفل، اگر امام نے حالتِ امامت میں اتمام کیا ہے اور مقیم مقتدیوں نے اخیر کی دورکعت میں بھی امام کا اقتداء کیا ہے تو مقتدیوں کی نماز فرض نہیں ہوئی: "فلو أتم المقيمون صلوتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية: أي إذا قصدوا متابعته". شامی: ۱/ ۵۳۱ (۲)۔

اگر مقتدیوں نے اخیر کی دورکعت میں امام کا اقتداء نہیں کیا تو مقتدیوں کی نماز درست ہوگئی: "أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورةً، فلا فساد، أفاده الخير الرملي" (۳)۔

اگر مسافر نے قعدۂ اولیٰ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوئے بلکہ تمام نماز نفل ہوگئی: "وإلا لم يقعد (في القعدة الأولىٰ) بطل فرضه، و صار الكل نفلاً" (٤)۔

اگر مسبوق کو اپنا مسبوق ہونا یاد نہیں تھا بلکہ دوسرے کے اشارہ سے کھڑا ہوا ہے کچھ توقف نہیں تو ان کی نماز فاسد ہوگئی، اگر اشارہ کے بعد خود یاد آ گیا، اور کچھ توقف کر کے کھڑا ہوگیا، تو نماز فاسد نہیں ہوئی:

"والصحيح قولهما عملاً بقصد المتكلم حتى لو امتثل أمر غيره، فقيل له: تقدم، فتقدم .... فسدت، بل يمكث ساعةً، ثم يتقدم برأيه". درمختار: ۱۸۱ (۵)۔ قال الطحطاوي:

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۸، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۰، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۰، سعيد)

(و كذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۸، رشيديه)

(۳) (الدر المختار، المصدر السابق)

(۴) (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۸، سعيد)

(۵) (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۲۲، سعيد)

"(قوله: فقيل له : تقدم فتقدم) الفساد فيه ظاهر"(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود عفی عنہ، ۵/۱/۵۲ھ۔

بندہ: عبدالرحمٰن غفرلہ، عبداللطیف ۱۰/۱/۵۲ھ۔

امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۳۶۰۶]: حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مولانا آزاد آئے ہوئے تھے انہوں نے غلطی سے پوری نماز ظہر پڑھ دی، حالانکہ وہ قصر کررہے تھے تو اب نماز ہوگی یا نہیں؟ بعد میں انہوں نے اعلان بھی کردیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر دورکعت پر قعدہ کرکے بھول کر کھڑے ہوگئے اور چار رکعت پوری کرلی تو فرض ادا ہوگیا، امام کا بھی اور مسافر مقتدیوں کا بھی (۲)، لیکن وقت کے اندر اعادہ لازم ہے اور وقت گزرنے جانے کے بعد اعادہ لازم نہیں (۳)۔ اور جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو بہرصورت اعادہ لازم ہے وقت باقی ہو یا ختم

(١) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب مايفسد الصلاة و مايكره فيها: ١/٢٦٤، دار المعرفة بيروت)

(٢) "(فلو أتم مسافر، إن قعد في) القعدة (الأولى، تم فرضه، و) لكنه (أساء) لوعامداً، لتأخير السلام وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة افتتاح النفل و خلط النفل بالفرض ". (الدر المختار).

"(قوله : لتأخير السلام)........... إذا صلى خامسةً بعدالقعود الأخير، يضم إليها سادسة، ويسجد للسهو، لتركه السلام .... و مسألتنا نظير الأولى لا الثانية، أفاده الرحمتي". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ٢/١٢٨، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ١/٥١١، دار الكتب العلمية بيروت)

(٣) "والوجوب مقيد بما إذا كان الوقت صالحاً حتى ان من عليه السهو في صلاة الصبح إذا لم يسجد حتى طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو : ١/١٢٥، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود السهو : ٢/٧٩، سعيد)

ہوگیا ہو(۱)۔ اگر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوا، نہ امام کا نہ مقتدیوں کا، دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۸۷ھ۔

ایضاً

سوال[۳۶۰۷]: اگر کوئی مسافر جس پر قصر واجب تھا امام ہو اور پوری چار رکعت مقیم مقتدیوں کو پڑھادے تو مقیم مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ درمختار میں لکھا ہے کہ نہیں ہوگی اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مسافر پر دو ہی رکعت واجب تھی اس نے جو چار رکعت پڑھی ہیں اس کی دو رکعت فرض ہوگئی اور باقی دو رکعت نفل ہوگی، مقتدیوں کی چونکہ چاروں رکعتیں فرض ہیں باقی دو رکعتیں ان کی نفل پڑھانے والے کے پیچھے ادا ہوئی اور مسئلہ کی رو سے نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی، اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔ اگر وہی مسافر امام بن کر دو رکعت نماز کا اعادہ کرے اور مقیم مقتدی اس کی اقتداء کریں تو بھی مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی کیونکہ پہلی نماز میں مسافر امام کے فرض ادا ہوچکے ہیں اور اب اس کے ذمہ فرض نہیں، اور مقتدیوں کے ابھی فرض ادا نہیں ہوئے، اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔

اب آپ فرمائیں کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مجھے اس میں جہاں مغالطہ ہوا ہے کتب کی وضاحت کریں، کیونکہ میں آپ کے سامنے ایک مبتدی کی حیثیت رکھتا ہوں اور مسئلہ ہذا میں تصحیح کا متمنی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مسئلہ تو صاف ہے، وجہ مغالطہ کی شرح کریں تو معلوم ہو۔ مسافر امام نے جب دو رکعت پر قعدہ کیا اور

---

(۱) "(قوله: لم يصر مقيماً) فلو أتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية: أي إذا قصدوا متابعته". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۰، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۸، رشيديه)

(۲) "(وإن لم يقعد، بطل فرضه) و صار الكل نفلاً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲/ ۱۲۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

چار پوری کی دو فرض ہوئیں اور دو نفل، جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز آخری دو رکعتوں میں صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ اقتداء المفترض خلف المتنفل ناجائز ہے، اب امام نے جب اسی نماز کو دوبارہ پڑھا اور دو ہی پر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز میں خلط النفل بالفرض کی وجہ سے جو اساءت ہوتی تھی اس کی مکافات ہوگئی، یہ نماز اس کے حق میں پہلی نماز کے لئے ہوئی اور فریضہ پہلی ہی نماز میں پورا ہو چکا تھا۔ مقتدیوں کا فریضہ پہلی نماز میں فاسد ہوگیا تھا اس لئے ان کی دوسری نماز فرض ہوئی جو کہ اقتداء الفرض خلف المتنفل کی وجہ سے پھر فاسد ہوگئی:

"(فلو أتم مسافر إن قعد في) القعدة (الأولى، تم فرضه و) لكنه (أساء) لوعامداً لتأخير السلام وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة الافتتاح النفل، و خلط النفل بالفرض، وهذا لا يحل، كما حرره القهستاني بعد أن فسّر "أساء" بأثم و استحق النار. و ما زاد نفل كمصلي الفجر أربعاً، اهـ". درمختار(۱)۔ "والمختار أن الإعادة لترك واجبٍ نفلٌ جابرٌ، والفرض سقط بالأولىٰ؛ لأن الفرض لا يتكرر، اهـ". طحطاوی، ص: ۱۲٤ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

نمازِ قصر

سوال[۳۲۰۸]: قصر نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ مثلاً ظہر کی نماز قصر پڑھنا ہے تو نیت کس طرح کرنا چاہیے؟

عبد المجید، بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بس نمازِ ظہر کی نیت کر کے دو رکعت ادا کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۸/۲، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۱۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشيديه)

(۲) (الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في واجب الصلاة، ص: ۲۴۸، قديمی)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۵۷/۱، سعيد)

(۳) "(ولا بد من التعيين عند النية (فرض) أنه ظهر أو عصر قرنه باليوم أو الوقت أو لا، هو الأصح". =

مسافر اگر اسی روز لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ قصر کرے گا

سوال[۳۶۰۹]: مسافر ایک ہزار میل کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور اسی روز واپسی کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو یہ قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں پہونچے گا قصر کرے گا، اس روز کی جو جو نمازیں وطن سے باہر پڑھے محض اس روز واپسی کے ارادہ کی وجہ سے پوری نہ پڑھے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

مسافر کے حق میں سننِ رواتب کا حکم

سوال[۳۶۱۰]: ۱:......مسافر کے لئے سنتوں کا کیا حکم ہے؟

۲......زید کہتا ہے کہ سفر میں سنتیں نفل کے حکم میں ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۳......ایک صاحب کا کہنا ہے کہ مسافر کے لئے سنتیں معاف ہیں۔ آیا ایسا کہنا کیا ہے؟

۴......سفر کے علاوہ اور بھی کسی حالت میں سنتیں معاف ہیں؟

مذکورہ چاروں جزئیات میں علمائے دیوبند کا کیا خیال ہے؟ مطلع فرمائیں۔

= (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، باب شروط الصلوة: ۱/۴۱۸، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير: الشرط السادس في النية، ص: ۲۴۹، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلوة، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۵، رشيديه)

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين حتى يدخل موضع مقامه) إن سار مدة السفر".

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۴، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، ۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں سنتوں کی تاکید آئی ہے اور بلا عذر تارک السنۃ کے لئے شفاعت سے محرومی کی وعید ہے جہاں تک ہوسکے سنتوں کی پابندی کریں (۱) مسافر اگر تشویش اور انتشار کی حالت میں نماز پڑھتا ہے جیسے پلیٹ فارم پر گاڑی کا وقت قریب ہے، مسافروں کا ہجوم ہے، یا کسی جگہ چلتے چلتے بس ٹھہری اور بہت جلد روانہ ہوجانے والی ہے تو ایسی حالت میں وہ فرائض پر اکتفاء کرے کہ شریعت نے اس کو سہولت کی خاطر چار رکعت فرض کی جگہ دو ہی کو فرض قرار دیا تو سنتیں نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہ ہوگی۔ اور جب سکون کی حالت میں ہو مثلاً کسی شہر میں آٹھ دس روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے اور ہر طرح اطمینان ہو تو سنتیں ترک نہ کرے، مسافر کے لئے سنن کا تاکد نہیں ہے۔ کوئی مریض لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے یا بیٹھ کر پڑھتا ہے، زیادہ دیر نہیں بیٹھ پاتا اس کے حق میں بھی سنتوں کا تاکد نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۹۹ھ۔

سفر میں سنتوں کا قصر

سوال [۳۲۱۱]: سفر کی حالت میں جب کہ فرائض نماز کا قصر کیا جائے، سنتوں کا قصر کیا جائے، یا وہ پوری پڑھنی چاہئیں، یا بحالتِ سفر قصر فرائض نماز کی حالت میں وہ معاف ہیں، یا ان کا نہ پڑھنا نقص نماز کا

---

(۱) "عن أم حبيبة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى في يوم ثنتي عشرة ركعةً تطوعاً، بني له بهن بيت في الجنة". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، أبواب التطوع و ركعات السنة: ۱/۱۸۵، امداديه ملتان)

"(و) السنن (آكدها سنة الفجر) اتفاقاً، ثم الأربع قبل الظهر في الأصح، لحديث: "من تركها لم تنله شفاعتي، ثم الكل سواء". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۴، سعيد)

(۲) "(ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمنٍ وقرار، وإلا) بأن كان في خوف و فرار (لا) يأتي بها، هو المختار؛ لأنه ترك لعذر". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

موجب ہوگا؟ کیوں کہ اگر سنتیں بدستور رہیں تو سفر کی حالت میں صرف فرائض کا قصر کرنا اللہ میاں کی طرف سے پوری اعانت نہ ہوئی۔

ظفر احمد سائل۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مسافر بر سرِ سفر ہے اور کسی جگہ نماز کے لئے ہی ٹھہرا ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کی ضرورت اور تاکید نہیں، تاہم اگر عجلت نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر کسی جگہ مقیم ہے مثلاً دو، چار روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے تو اس کو پوری سنتیں پڑھنا چاہئیں، یہی قول راجح ہے، ورنہ اقوال اَور بھی ہیں:

"و يأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمنٍ و قرار، و إلا بأن كان في خوف و فرار لا يأتي بها، هوالمختار". در مختار۔ قال الشامي: "قيل: الأفضل الترك ترخيصاً، و قيل: الفعل تقرباً، و قال الهندواني: الفعل حال النزول، والترك حال السير. وقيل: يصلي سنة الفجر خاصةً، و قيل: سنة المغرب أيضاً، بحر. قال في شرح المنية: و الأ عدل ما قاله الهندواني، اهـ. قلت: والظاهر أن ما في المتن هو هذا، وأن المراد بالأمن والقرار النزولُ، و بالخوف والفرار السَّير، لكن قدمنا في فصل القراءة أنه عبر عن الفرار بالعجلة؛ لأنها في السفر يكون غالباً من الخوف، تأمل". شامي: ۸۲۸/۱(۱).

دراصل مغرب کے علاوہ ہر نماز دو دو ہی رکعت تھی بعد ہجرت صلوۃِ حضر میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے اور صلوۃِ سفر اپنی اصلی حالت پر برقرار رہی، كما في حديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها في الصحيحين: "قالت: فُرضت الصلوة ركعتين ركعتين، فأقرت صلوة السفر، و زيدت في صلوة الحضر". و في لفظ البخاري: "قالت: فُرضت الصلوة ركعتين ركعتين، ثم هاجر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ففرضت أربعاً و تركت صلوة السفر على الأول". ردالمحتار: ۵۲۷/۱ نعمانيه(۲).

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۲۹/۲ رشيديه)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۴/۲، سعيد) ....=

اور سنت جب پڑھی جائیں گی تو پوری پڑھی جائیں گی ان کا قصر نہ ہوگا، جیسا کہ فجر، مغرب ووتر کا قصر نہ ہوگا، قال الشامی تحت قول الدر: "(صلی الفرض الرباعی رکعتین): احترز بالفرض عن السنن والوتر، و بالرباعیّ عن الفجر والمغرب"(۱)۔

جو بات جس طرح شریعت میں مذکور ووارد ہو اس کو اسی طرح مان لینا چاہئے، اپنی رائے اور قیاس کو اس میں دخل دینا شانِ عبدیت کے منافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/۵۳ھ۔

سفر میں سنتیں

سوال[۳۶۱۲]: کیا سفر میں سنتیں معاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گاڑی کی آمد یا روانگی کے وقت ہجوم کی حالت ہو کہ سوار ہونا یا اترنا دشوار ہو اور گاڑی چھوٹ جانے کا اندیشہ قوی ہو، ایسے وقت نماز پڑھی جائے تو سنتوں کا تاکد نہیں رہتا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسافر کے لئے جمعہ، تراویح اور قصر

سوال[۳۶۱۳]: میں روڈویز کنڈکٹر ہوں، کیرانہ گھر ہے، روزانہ کیرانہ سے دہلی جاتا ہوں اور دہلی سے روڑکی جاتا ہوں، کیا میں اس صورت میں روزانہ نماز سفر پڑھوں گا یا نہیں؟ سفر کی نماز گھر سے چلتے ہی شروع

=(والحديث أخرجه الإمام مسلم في صحيحه في كتاب صلوة المسافرين و قصرها: ۱/۲۴۱، قديمي)

"وعن عائشة أم المومنين رضي الله تعالىٰ عنها قالت: فرض الله الصلاة حين فرضها ركعتين ركعتين في الحضر والسفر، فأقرت صلاة السفر، وزيد في صلاة الحضر". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء: ۱/۵۱، قديمي)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۲، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹ رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۵۱۶، رقم الحاشية: ۱، ۲)

ہوجاتی ہے یا ۴۸/میل کا سفر کرنے کے بعد شروع ہوتی ہے؟ سفر میں کسی جگہ جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور دو رکعت نماز پڑھیں یا چار رکعت پڑھنا چاہئے؟ برائے مہربانی تفصیل سے تحریر فرمادیں۔ اور سفر میں تراویح کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں جب کہ زیادہ تر تراویح جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے؟ میں خود پڑھتا ہوں، چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں، جب گھر پہونچ جاتا ہوں تو جماعت سے نماز پڑھتا ہوں۔ اس طرح قرآن پاک ترتیب سے نہیں ہوتا ہے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اس طرح جمعہ کی نماز کے بارے میں بتلائیں کہ سفر میں جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ ویسے میں زیادہ تر جمعہ ادا کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائیں گے تو مسافر ہوجائیں گے، اس وقت سے نماز قصر پڑھیں گے کہ راستہ میں بھی اور دہلی اور روڑکی میں بھی، تنہا پڑھیں یا جماعت سے قصر ہی پڑھیں گے (۱)، اگر امام مقیم ہو تو پوری پڑھیں گے (۲)۔ تراویح بھی سفر میں پڑھیں، اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں، تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں (۳)۔ اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک کی ترتیب قائم نہ رہ سکے

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

"من جاوز بيوت مصره مريداً سيراً وسطاً ثلاثة أيام .... قصر الفرض الرباعيّ، اهـ".

(البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۵، ۲۳۰، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يصير به المقيم مسافرا: ۱/۲۶۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وأما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح في الوقت ويتم". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"وعلى من خلفه من المسافرين إتمام الصلاة أيضاً". (المبسوط للعلامة شمس الدين السرخسيّ: ۲/۹۴، حبيبية)

(وكذا في البحرالرائق: ۲/۲۳۶، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۶۲، شركة علميه، ملتان)

(۳) "ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمنٍ وقرار". (الدرالمختار). "وقال الهندواني: الفعل =

تو معذوری ہے۔ مسافر پر جمعہ نہیں، موقع ملے تو پڑھ لے ورنہ ظہر پڑھے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۹/ ۸۸ھ۔

فتاویٰ دارالعلوم میں نماز قصر سے متعلق تعارض کا رفع

سوال[۳۶۱۴]: فتاویٰ دارالعلوم سوال نمبر ۳۰۹/۵۸۴ کے جواب میں نماز قصر کے متعلق چار رکعت فرض کو پوری پڑھنے کو فرمایا اور قصر کو منع فرمایا گیا اور سوال نمبر ۳۱۳/۶۱۴ کے جواب میں چار رکعت نماز فرض کو قصر پڑھنے کا حکم فرمایا گیا (۲)۔ بظاہر دونوں سوال ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں، پھر یہ تعارض کیوں؟

= حال النزول والترک حال السیر .... قال فی شرح المنیة: والأعدل ماقاله الهندوانی، اهـ".

(ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/ ۱۳۱، سعید)

"والمختار أنه إن كان حال أمنٍ وقرار يأتي بها؛ لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، اهـ". (البحرا لرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/ ۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/ ۴۲۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وشرط لافتراضها إقامة بمصر (قوله: إقامة) خرج به المسافر". (في ردالمحتار، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة: ۲/ ۱۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲/ ۲۴۵، رشيديه)

(والمبسوط، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۱/ ۲۵۳، مكتبه حبيبيه)

(۲) فتاویٰ دارالعلوم کے دونوں فتوے ملاحظہ فرمائیں:

"(سوال) قصر میں سنتیں و وتر پڑھنا چاہیے یا نہیں، اگر کوئی شخص دورہ میں ہے کہ روزانہ کوچ و مقام ہوتے ہیں ایسی حالت میں قصر کرے یا نہیں اور وطن سے کس قدر فاصلہ پر ہووے تب قصر لازم ہے؟

(الجواب) ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وقرار وإلا بأن كان في خوف وفرار لايأتي بها هو المختار.

حاصل یہ ہے کہ اگر مسافر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور عجلت نہیں ہے تو سنتیں پڑھے اور اگر سفر کی جلدی ہے یا خوف ہے تو سنتیں چھوڑ دے، پھر کہا کہ عند البعض سنت فجر پھر بھی نہ چھوڑے، اگر جائے اقامت سے دورہ میں اتنی دور کا ارادہ کر کے چلا ہے جو تین منزل یعنی اڑتالیس میل ہے تو تمام دورہ میں قصر کرتا رہے پھر جب واپس جائے تو اقامت میں آوے اور کم از کم پندرہ دن کے قیام کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ .... =

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں فتوؤں کے درمیان تعارض ہے اس کے دفع کی صورت یہ ہے کہ سوال ۵۸۴ میں سفر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ابتداءً مقصود ہے اور دوسرے گاؤں پہونچ کر تیسرے گاؤں کا ارادہ ہوا، اس طرح پر چوتھے گاؤں کا ارادہ ہوا، غرض تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو شرعی سفر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اس لئے قصر کا حکم نہیں ہوگا۔ سوال نمبر: ۶۱۴ میں ابتداءً پوری مسافت کا قصد ہے اگر چہ یک دم نہیں بلکہ اس پوری مسافت کو ۲۰/ ۲۵ روز میں طے کرنا ہے اور مسافت سفر شرعی کی مسافت ہے اس لئے اس میں قصر کرنا ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ریلوے ملازم کے لئے قصر نماز کا حکم

سوال[۳۲۱۵]: مسمّی زید ایک ریلوے ملازم ہے اور بعض دفعہ صبح ساٹھ میل کی مسافت طے کرتا ہے اور شام کو بھی اتنی ہی یعنی: صبح اپنی جائے اقامت سے بذریعہ ریل گاڑی بوجہ ملازمت جائے اقامت سے ساٹھ میل مسافت طے کرتا ہے اور اتنی ہی مسافت شام کو طے کر کے اپنی جائے اقامت پر آ جاتا ہے، زید رستے

= (سوال) اگر پیمائش کرتے ہوئے آس پاس کے گاؤں میں پھرتا ہو اور جائے قیام سب جگہ تین منزل سے کم ہے اور پیمائش کرتے ہوئے کبھی اس گاؤں سے اس گاؤں اور اس سے تیسرے اور چوتھے میں تو اس طرح فاصلہ بہت سے گاؤں کا تین منزل سے بہت زیادہ ہو جاوے گا یا کچھ معلوم نہ ہو تو نماز کے قصر کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس طرح پیمائش میں پھرنے سے جب کہ اول ارادہ تین منزل کے سفر کا نہیں ہے یا معلوم نہیں ہے اگر چہ پھرتے پھرتے زیادہ ہو جاوے نماز قصر کا حکم نہیں ہے، نماز پوری پڑھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، یعنی عزیز الفتاویٰ مبوَّب مکمل: ۱/ ۲۷۲، دار الاشاعت)

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

میں قصر نماز پڑھتا ہے مگر جائے اقامت پر یعنی وطنِ اقامت میں پوری نماز پڑھتا ہے۔

کیا زید کو جائے اقامت یعنی وطنِ اقامت میں قصر پڑھنی چاہئے یا کہ پوری؟ جب کہ زید بوجۂ مجبوری ملازمت دو تین دن سے زیادہ وطنِ اقامت میں مقیم نہیں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ صرف بارہ گھنٹے ہی مقیم وطنِ اقامت میں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ چھٹی لینے، رخصت لینے یا بیمار ہونے کی وجہ سے پندرہ دن یا زیادہ دن جائے اقامت پر رہتا ہے مگر رخصت ختم ہونے یا بیماری سے شفا ہونے پر حسبِ معمول پھر ملازمت پر جاتا ہے۔

آیا صورت ثانی میں زید کیونکر نماز پڑھا کرے اور اگر زید وطنِ اقامت پر بھی قصر پڑھا کرے تو سابقہ نمازوں کے لئے کیا حکم ہے جو کہ زید وطنِ اقامت میں پوری پڑھتا رہا، آیا ان کو قصر کر کے قضا کرے یا رہنے دے؟ فقط۔

احقر غوث محمد از کالکا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک زید وطنِ اقامت میں کم از کم پندرہ یوم اقامت کی نیت نہ کرے صورتِ مسئولہ میں قصر نماز پڑھتا رہے، زید چونکہ ملازم ہے اس لئے اس کی نیت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ قانوناً اس کو پندرہ روز ٹھہرنے کا اختیار بھی ہو ورنہ اس کے افسر کی نیت معتبر ہوگی (۱)۔ اب تک ایسی حالت میں جس قدر نمازیں اِتمام کے ساتھ پڑھی ہیں اگر ان میں قعدۂ اُولیٰ کیا ہے تب تو وہ نمازیں کراہت کے ساتھ درست ہوگئیں، اگر قعدۂ اُولیٰ نہیں کیا تو ان کا اعادہ ضروری ہے:

"صلی الفرض الرباعیّ رکعتین حتی یدخل موضع مقامه أو ینوی إقامته نصف شهر بموضع صالح لها، فیقصر لها إن نوی أقل منه، فلو أتم مسافرٌ إن قعد فی القعدة

(۱) "(وتعتبر نیة الإقامة من الأصل دون التبع)؛ لأن الأصل هو المتمکن من الإقامة والسفر دون التبع. قال رحمه الله: (کالمرأة والعبد والجندیّ)، هذا تفسیر التبع: أی المرأة تبعٌ للزوج، والعبد تبعٌ للمولی، والجندی، تبعٌ للأمیر". (تبیین الحقائق، باب صلاة المسافر. ۱/۵۲۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۴۳، رشیدیه)

(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر. ۲/۱۲۳، ۱۲۸ سعید)

الأولی، تم فرضه وأساء و ما زاد نفلٌ، وإن لم يقعد بطل فرضه". درمختار مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ، یکم/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

ریل اور جہاز کے اسٹیشن پر کیا نماز میں قصر ہوگا؟

سوال[۳۶۱۶]: جہاز کے اسٹیشن، ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز میں قصر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ گھر سے نیت ۵۰/میل سے زیادہ کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اسٹیشن پر آبادی مسلسل ہے تو ابھی وہ مسافر نہیں، پوری نماز لازم ہے، وہاں سے چلنے کے بعد سفر ہوگا تب قصر کرنا ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

مقیم اور مسافر کی مسافر کے پیچھے اقتداء

سوال[۳۶۱۷]: ا...... مسافر امام کے پیچھے مقیم مصلی کس طرح سے نیت کرے؟ جس مقیم کو ایک

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، ۱۲۸، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹-۲۳۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۹، ۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها) من أقصر أيام السنة .... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع، فوصل في يومين قصر (صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، ۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

رکعت امام کے ساتھ ملی ہے وہ اپنی باقی تین یا دو رکعت کس طرح سے پوری کرے اور اس کا طریقہ ادا کیا ہے؟

۲......مسافر مقتدی نے مسافر امام کے پیچھے نیت یہ خیال کر کے کہ امام مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے چار رکعت کی نیت کر لی، پھر اسی مسافر (چار رکعت کی نیت کرنے والے) نے مسافر امام کے ساتھ دو رکعت پر سلام پھیر دیا، اس کی یہ نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس طرح نیّت کرے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں، اگر چار رکعت والی نماز ہو اور امام کے پیچھے اس کو ایک رکعت ملی ہے تو سلام امام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء فاتحہ، سورت پڑھ کر رکوع سجدہ کے بعد قعدہ کر کے تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے، فاتحہ وسورۃ پڑھ کر رکوع، سجدہ کر کے کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھ کر رکوع، سجدہ، قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔ اگر دو رکعت والی نماز ہے تو سلامِ امام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، فاتحہ، سورت پڑھ کر رکوع، سجدہ، قعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ اگر تین رکعت والی نماز ہے تو سلام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع، سجدہ کر کے قعدہ کرے، تشہد کے بعد کھڑا ہو کر، فاتحہ سورت، رکوع، سجدہ وقعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ فقہاء کی بعض عبارات سے اس ترتیب کے خلاف بھی نکلتا ہے۔ اگر کسی نے اس پر عمل کیا تو اس پر بھی اعتراض نہ کرے(۱)۔

۲......اس کی نماز درست ہوگی، کوئی فکر نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) "وإن صلى المسافر بالمقيمين ركعتين، سلم، و أتم المقيمون صلاتهم، كذا في الهداية. وصاروا منفردين كالمسبوق، إلا أنهم لايقرأون في الأصح، هكذا في التبيين". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۸ رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۹، سعيد)

(۲) "(دون) تعين (عدد ركعاته) لحصولها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها (وينوى) المقتدى (المتابعة) لم يقل أيضاً؛ لأنه لو نوى الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام و لم يعين الصلاة، صح، في الأصح". (الدر المختار). "(فلا يضر الخطأ في عددها) ...... وفي الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له=

مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز

سوال[۳۶۱۸]: اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز قصر پڑھے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مسافر کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو قصر جائز نہیں اتمام ضروری ہے، لہٰذا اتمام ہی کی نیت کرے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے

سوال[۳۶۱۹]: امام مسافر ہے، اگر التحیات میں کوئی مقتدی جس کو امام کا مسافر ہونا معلوم ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اپنی دونوں رکعت بھری پڑھے گا یا خالی؟ اگر مقتدی مقیم ہے تو امام کے سلام

= التعيين لا يضر، كتعيين مكان الصلاة و زمانها وعدد الركعات". (الدرالمختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۴۲۰/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، ص: ۲۲۲، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۶۶/۱، رشيديه)

(۱) "وأما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح في الوقت و يتم". (الدرالمختار، باب صلوة المسافر: ۱۳۰/۲، سعيد)

"وإن اقتدى المسافر بالمقيم في الوقت، أتم أربعاً". (الهداية، باب صلاةالمسافر: ۱۶۶/۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

قال العلامة شمس الدين السرخسي رحمه الله تعالىٰ: "وعلى من خلفه من المسافرين إتمام الصلاة أيضاً ؛ لأنهم صاروا مقيمين في هذه الصلاة تبعاً لإمامهم". (المبسوط: ۹۴/۲، مكتبه حبيبية)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۶/۲، رشيديه)

کے بعد وہ مقتدی پہلی اپنی دو رکعت بھری پڑھے گا اور آخر کی دونوں خالی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھری پڑھے گا کیونکہ وہ اس وقت مسبوق ہے اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے: "إنــــــه (أی المسبوق) منفرد فيما يقضى، اهـ". فتاویٰ عالم گیری، ص: ۹۱(۱)۔

اور مقیم مقتدی صورتِ مسئولہ میں لاحق مسبوق ہے، لہٰذا سلامِ امام کے بعد اول دو رکعت بلا قرأت پڑھے گا اور پھر دو رکعت کے ساتھ: "اللاحق يصلي على ترتيب صلوة الإمام، والمسبوق يقضى ماسبق بـه بـعـد فراغ الإمام اهـ". رد المحتار، ص: ٦٢٣ (٢) اور بعض علماء اس کے برعکس کا حکم فرماتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الأولی/ ۵۵ھ۔

مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کی نماز

سوال[۳۲۲۰]: ۱...... امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور مقتدی بقیہ دو رکعت پڑھنے کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، کیا ان دونوں رکعتوں میں مقیم مقتدی الحمد شریف پڑھیں یا بمقدارِ الحمد شریف کھڑے رہیں اور پھر رکوع کرلیں؟

۲...... اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آکر شریک ہوا تو بقیہ نماز کس طرح پوری

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۹۲، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، رشيديه)

"والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها و هو منفرد فيما يقضيه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أوالسجود أو بهما مع الإمام ...... : ۱/۵۹۶، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الامامة : ۱/۲۲۳، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أوالسجود الخ: ۱/۵۹۶، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء: ۱/۱۲۶)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق : ۱/۹۲، رشيديه)

کرے؟ اور اگر اقتداء قعدہ میں کرے تو چاروں رکعتیں کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......الحمد شریف نہ پڑھے بلکہ اتنی ہی دیر کھڑے ہوکر رکوع کردے: "وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت و بعده، فإذا قام المقیم إلی الإتمام، لا یقرأ". درمختار(۱)۔

۲......ہر دوصورت میں یہ شخص مسبوق لاحق ہے، اول صورت میں اس کو چاہیے کہ سلامِ امام کے بعد پہلے دو رکعت بلاقراءت لاحق کی طرح پڑھے پھر ایک رکعت قراءت کے ساتھ پڑھے، ثانی صورت میں چاہیے کہ پہلے دو رکعت بلاقراءت پڑھے پھر دو رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے:

"واللاحق مَن فاتته الرکعات کلها أو بعضها، لکن بعد اقتدائه بعذر کغفلة و زحمة وسبق حدث وصلاة خوف و مقیم ائتم بمسافر، و کذا بلا عذر بأن سبق إمامه فی رکوع وسجود، فإنه یقضی رکعةً، و حکمه کمؤتم فلا یأتی بقراءة و لا سهو، و لا یتغیر فرضه بنیة إقامة. و یبدأ بقضاء ما فاته عکس المسبوق، ثم یتابع إمامه إن أمکنه إدراکه، وإلا تابعه ثم صلی ما نام فیه بلا قراءة، ثم ما سبق به بها إن کان مسبوقاً أیضاً، و لو عکس صح، وأثم لترک الترتیب". درمختار.

قال الشامی: "(قوله: و مقیم الخ: أی فهو لاحق بالنظر للأخیرتین، و قد یکون مسبوقاً أیضاً کما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر. (قوله: ثم ما سبق به بها الخ): أی ثم صلی اللاحق ما سبق به بقراءة إن کان مسبوقاً أیضاً بأن اقتدی فی أثناء صلوة الإمام، ثم نام مثلاً، وهذا بیان للقسم الرابع وهو المسبوق، و حکمه أنه یصلی إذا استیقظ مثلاً ما نام فیه، ثم یتابع الإمام فیما أدرك، ثم یقضی ما فاته، الخ". رد المحتار: ۱/۶۲۳(۲).

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعید)

(الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس عشر فی صلاةالمسافر: ۱/۱۴۲، رشیدیه)

(وکذا فی البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۸ رشیدیه)

(۲) (الدر المختارمع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب فیما لو أتی بالرکوع أو السجود=

"والأصل أن اللاحق يصلي على ترتيب صلاة إمامه، والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ صلوة الإمام اهـ". کبیری، ص: ٤٤١ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

مقیم مسبوق، مسافر امام کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے؟

سوال[۳۶۲۱]: اگر مسافر امام کے پیچھے مسبوق کو ایک رکعت ظہر کی نماز میں ملے تو اب دوسری رکعت میں مسبوق کو کھڑا ہونا چاہئے یا بیٹھنا اور کچھ پڑھے یا خاموش رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شخص سلامِ امام کے بعد ایک رکعت بلا قرأت کے پڑھ کر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر دوسری رکعت بلا قرأت پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت مع قرأت پڑھے، كذا في الشامي (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، جامع العلوم کانپور۔

مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت کر کے اقتداء کرنا

سوال[۳۶۲۲]: ایک امام مسافر امامت کر رہا ہے، دوسرے ایک مقتدی اور مسافر کو یہ معلوم نہیں کہ امام مسافر ہے، اس نے چار رکعت کی نیت کر لی، امام مسافر نے دوسرا سلام پھیر لیا تو اب بعد والا چار رکعت پوری کرے اور سلام پھیر دے جب کہ وہ بھی مسافر ہے؟

= أو بهما مع الإمام او قبله أو بعده: ۱/۵۹۴-۵۹۶، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۱/۹۲، ۹۳، رشیدیه)

(۱) (الحلبي الكبير، فروع: سبق بركعة، ص: ۴۶۹، ۴۷۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (راجع، ص: ۵۲۶، رقم الحاشية: ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقتدی مسافر کو امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت ملی ہے اس کو چاہئے کہ سلامِ امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، امام کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے چار رکعت کی نیت کر لی تھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۲/ ۸۷ھ۔

مقتدی مسافر کا امام مقیم کے اقتداء میں قصر کی نیت کرنا

سوال [۳۶۲۳]: زید ایک شرعی مسافر ہے اور دورانِ سفر کسی مقام پر ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور زید وہاں کے امام کے پیچھے جو کہ مقیم ہے مسافر نہیں نماز پڑھتا ہے اور زید مسافر ہونے کی وجہ سے نیتِ قصر یعنی دو فرضوں کی نیت کرتا ہے اور نمازِ مقیم امام کے ساتھ پوری پڑھتا ہے یعنی چار فرض۔ تو کیا نیت کے اس اختلاف سے زید کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اگر زید کو معلوم ہے کہ امام مسافر ہے نہ کہ مقیم تو کیا نیت کرے؟ اور زید (جو کہ مسافر ہے) اس کے لئے نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافر نے دو رکعت کی نیت کر کے بھی اگر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت صحیح طریقہ پر ادا کی ہے تب بھی اس کی نماز درست ہوگئی (۲)، اگر امام کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم ہے تو دو یا چار کی تعیین کی کوئی

---

(۱) "أنه إذا صلى في مصر أو قرية ركعتين وهم لايدرون حاله، فصلاتهم فاسدة وإن كانوا مسافرين؛ لأن الظاهر من حال من كان في موضع الإقامه أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب حتى يتبين خلافه، أما إذا صلى خارج المصر لاتفسد، ويجوز الأخذ بالظاهر وهو السفر في مثله. والحاصل أنه يشترط العلم بحال الإمام إذا صلى بهم ركعتين في موضع إقامة، وإلا فلا". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، ۱۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۱۳۸/۲، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، باب صلاة المسافر: ۱۶۳/۲، المكتبة الغفارية)

(۲) "وإن اقتدىٰ مسافر بمقيم يصلي رباعية ولو في التشهد الأخير". (مراقي الفلاح شرح نور الايضاح،=

ضرورت نہیں، محض ظہر کی نیت کافی ہے، عددِ رکعات کی تعیین نیت میں مسافر یا مقیم کسی کے لئے بھی ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۶/۲۷ھ۔

مقتدیٔ مقیم مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال[۳۶۲۴]: امام اگر مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو، مقتدی اپنی نماز پوری کرنے میں مسبوق کا حکم رکھتا ہے یا لاحق کا، یعنی لاحق کی طرح خاموش اپنی نماز پوری کرے گا یا مسبوق کی طرح باقی میں قرأت کرے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقیم مقتدی جو کہ شروع سے مسافر امام کے ساتھ شریک ہے وہ سلامِ امام کے بعد اپنی نماز کو لاحق کی طرح تمام کرے اس میں قراءت نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= باب صلوة المسافر، ص: ۴۲۷، قديمی)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلوة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(و كذا في فتاوىٰ قاضي خان، الباب الخامس عشر في صلوة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(و كذا في فتاوىٰ قاضي خان، باب صلوة المسافر: ۱/۱۴۹، رشيديه)

(۱) "(دون) تعيين (عدد ركعاته) لحصولها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها (وينوى) المقتدى(المتابعة) لم يقل: أيضاً؛ لأنه لو نوى الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام و لم يعين الصلاة، صح في الأصح". (الدرالمختار). "و في الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له التعيين لا يضر، كتعيين مكان الصلاة و زمانها وعدد ركعات". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۰، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۶، رشيديه)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص: ۲۲۲، قديمی)

(۲) "(وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت و بعده، فإذا قام) المقيم (إلى الإتمام لا يقرأ) و لا يسجد للسهو (في الاصح)؛ لأنه كاللاحق والقعدتان فرض عليه، وقيل: لا". (الدر المختار، كتاب الصلاة، =

ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم

سوال[۳۶۲۵]: ریل میں ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہ مل سکے تو نماز کیسے ادا کی جائے؟ نیز گاڑی کا رخ بدلنے کے ساتھ ساتھ خود کا بدلنا بھی ضروری ہے، پانی نہ ملنے کی صورت میں بعض اوقات طہارتِ کاملہ نہیں رہتی۔ایسی صورت میں قضاء کرنا چاہئے یا اسی حالت میں نماز ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک بیٹھنے کی جگہ نہیں تو آخرِ وقت میں اشارہ سے نماز پڑھ لے پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے(۱)۔ پانی نہ ہونے کے وقت تیمم کرے، قضاء نہ کرے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند،۱۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

= باب صلاة المسافر : ۲/ ۱۲۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر : ۱/ ۱۴۲، رشيديه)

(۱) "مسافر لايقدر على الأرض .... يصلي بالإيماء إذا خاف فوت الوقت، اهـ". (ردالمحتار، مطلب في القادر بقدرة الغير : ۲/ ۴۱، سعيد)

"الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج .... لأن هذا عذر جاء من قبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالىٰ لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة، اهـ". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/ ۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار : ۱/ ۲۳۵، باب التيمم، سعيد)

(۲) "ومن عجز عن استعماله لبُعده ميلاً .... تيمم لهذه الأعذار كلها". (ردالمحتار، باب التيمم: ۱/ ۲۳۲، ۲۳۶، سعيد)

"فمنها أن لا يكون واجداً للماء قدر ما يكفي لطهارته في الصلاة التي تفوت إلى خلف و ما هو =

ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۶۲۶]: اگر ٹرین یا بس میں نہ پانی میسر ہو نہ رکوع وقیام کی گنجائش ہو تو تیمّم کرکے بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی جاسکتی ہے یا قضاء کردی جائے، بعد میں پڑھی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ٹرین میں پانی نہ ہو اور رکوع وسجود کی بھی بھیڑ کی وجہ سے گنجائش نہ ہو اور یہ بھی توقع نہ ہو کہ وقت کے اندر اندر کسی اسٹیشن پر پہونچ جائے گی جہاں پانی میسر آجائے گا اور نماز کے لئے جگہ بھی مل جائے گی تو تیمّم کرکے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر پانی اور جگہ ملنے پر وضو کرکے پورے طریقے پر دوبارہ نماز پڑھ لی جائے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۶۲۷]: سفر میں ریل گاڑی کے اندر قیام اور جہتِ قبلہ ضروری ہے یا نہیں؟ کیا بیٹھ کر یا جس طرف بھی منہ ہو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

= من أجزاءها لقوله تعالیٰ: ﴿فلم تجدوا ماءً فتیمموا﴾ [النساء: ۴۳]، و غیر الکافی کالمعدوم، و هذا عندنا". (البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۴۲، رشیدیه)

(و کذا فی مبسوط السرخسی: ۱/۱۰۷، کتاب الصلاة، باب التیمم، مکتبه حبیبیة کوئٹه)

(۱) "وفی الخلاصة و فتاوی قاضی خان وغیرهما: الأسیر فی ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة، یتیمم ویصلی بالإیماء، ثم یعید إذا خرج .... ؛لأن هذا عذر جاء من قبل العباد، فلا یسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه أن العذر إن کان من قِبل الله تعالیٰ، لا تجب الإعادة، وإن کان من قبل العبد وجبت الإعادة". (البحر الرائق، باب التیمم: ۱/۲۴۸، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۳۵، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی التیمم: ۱/۲۸، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام اور استقبالِ قبلہ پر قدرت کے باوجود ان دونوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی، سفر میں ہو یا حضر میں، ریل میں ہو یا جہاز میں، سب کا یہی حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

بس میں اشارہ سے نماز پڑھنا

سوال[۳۶۲۸]: عموماً بس کے سفر میں نماز کا اہتمام نہیں ہوتا، اس لئے کہ بس اپنے مقام پر اس وقت پہونچتی ہے جب کہ نماز کا وقت ختم ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں بس میں نماز پڑھنا بھی ناممکن ہے۔ تو کیا ایسی شکل میں اشارہ سے نماز پڑھ لینا درست ہوگا یا مؤخر کردی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی مجبوری کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر منزل پر پہونچ کر اعادہ کرلے، کیونکہ یہاں مانع من جہۃ العباد ہے:

"وفی الخلاصة و فتاوی قاضی خان و غيرهما: الأسير فی يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة، يتيمم و يصلی بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج، .... لأن هذا عذرٌ جاء من قِبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه. فعلم منه أن العذر إن كان من قِبل الله تعالیٰ، لا تجب الإعادة، وإن كان من قِبل العبد، وجبت الإعادة، اهـ". بحر: ۱/۱۴۲، باب التيمم، تحت قول:

(۱) "ثم الشرط (هی) ستة......... و السادس (استقبال القبلة) حقيقةً أو حكماً كعاجز، والشرط حصوله لا طلبه، وهو شرط زائد للابتلاء يسقط للعجز". (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، سعید)

"(ومنها القيام في فرض لقادر عليه) و على السجود". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۵، سعید)

(و كذا فی البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۹۳، رشیدیه)

(و كذا فی تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۴، دار الكتب العلمية)

الکنز: (وخوف عدو الخ)"(۱) والدر المختار: ۱/۱۵٦(۲) و شرح منیة الکبیر، ص: ۷۲ (۳)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۸ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہوائی جہاز میں نماز

سوال[۳٦۲۹]: میں حج فرض ادا کرچکا ہوں اور آئندہ عمرہ یا نفل حج کا ارادہ ہے، ہمارے یہاں افریقہ سے پانی کا جہاز جدہ تک نہیں چلتا، جس کی وجہ سے ہوائی جہاز میں سواری اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اب دشواری یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں دورانِ سفر دو یا تین نمازیں آجاتی ہیں، علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا نہیں ہوتی اس لئے کہ نماز ادا کرنے کے لئے زمین ہونا شرط ہے تو لامحالہ نمازیں قضاء ہوں گی۔ تو کیا میرے لئے مناسب ہے کہ میں نفلی حج کے لئے سفر کروں؟

نوٹ: نماز فرض ہے اور میرا سفر نفلی حج یا عمرہ کے لئے ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوائی جہاز میں نماز فرض ادا کرلیں قضا نہ کریں، پھر زمین پر اگر اعادہ کرلیں، تو اس میں ان علماء کے رائے بھی محفوظ رہے گی جو ہوائی جہاز میں نماز کو جائز نہیں فرماتے (۴)۔

(الاستعلام) کیا وہاں حج نفل یا عمرہ کے لئے فوٹو لازم نہیں ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۵/ ۹۰ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۴۸، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۳۵، سعید)

(۳) (الحلبی الکبیر، فصل فی التیمم، ص: ۵۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی التیمم: ۱/۲۸، رشیدیه)

(۴) "ومن أراد أن یصلی فی سفینة فرضاً أو نفلاً، فعلیه أن یستقبل القبلة متی قدر علی ذلک، و لیس له أن یصلی إلی غیر جهتها، حتی لو دارت السفینة، وهو یصلی، وجب علیه أن یدور إلی جهة القبلة حیث =

بہلی میں نماز

سوال[۳۶۳۰]: بہشتی زیور اختری:۲/۵۰ کھڑی ہوئی بہلی (۱) پرنماز پڑھنا ممنوع لکھا ہے(۲) اس کی کیا وجہ ہے؟ صلوۃ علی الراحلۃ کی ممانعت تو اس صورت میں ہے جب کہ محمل پوری طرح جانور کی پیٹھ پر ہی ہو۔ اگر کجاوہ کسی لاٹھی وغیرہ سے اس طرح ٹیک دیا جاوے کہ کجاوے کا سرا زمین سے اوپر ہو جائے تو اس صورت میں نورالایضاح وغیرہ میں جائز لکھا ہے۔ طحطاوی، ص: ۲۲۲ (۳) بہلی میں تو لاٹھی کے لگاؤ سے زیادہ کہیں زیادہ لگاؤ ہے، پھر اس میں کیوں جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قطع نظر دیگر بحث سے ایک بات یہ ہے کہ بہلی میں قیام ترک ہوتا ہے، اس میں اتنی جگہ نہیں ہوتی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= دارت .... و محل کل ذلک إذا خاف خروج الوقت قبل أن تصل السفينة أو القاطرة إلى المكان الذی يصلی فيه صلاةً كاملةً، و لا تجب عليه الإعادة ،و مثل السفينة القطر البخارية البرية ، والطائرات الجوية . و نحوها ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ، كتاب الصلاة، بحث صلاةالفرض فی السفينة و على الدابة ونحوها : ۱/۱۹۷ ، دار الفكر، بيروت)

راجع للتفصيل: (نظام الفتاوی، كتاب الصلاة : ۱/۲۹ ، مكتبه رحمانيه لاهور)

(۱) بیل گاڑی جس کو دو بیل چلاتے ہیں۔

(۲) ''چلتی ہوئی بہلی میں نماز پڑھنا درست نہیں ،اوراگر بہلی ٹھہرالی،لیکن جُؤا بیلوں کے کندھوں پر رکھا ہوا ہے،تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، بیل الگ کر کے نماز پڑھنا چاہئے''۔(بہشتی زیور،مسافرت کا بیان،حصہ دوم، ص: ۱۲۰ ، دار الاشاعت کراچی)

(۳) "والصلاة فی المحمل على الدابة كالصلوة عليها سواء كانت سائرةً أو واقفةً، و لو جعل تحت المحمل خشبةً حتى بقی قراره): أی المحمل (إلى الأرض كان بمنزلة الأرض ، فتصح الفريضة فيه قائماً) لا قاعداً بالركوع والسجود". (نور الإيضاح مع مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی صلاة الفرض والواجب على الدابة، ص:۴۰۸، قديمی)

(۴) "(من فرائضها ...... ومنها القيام لقادر عليه) وعلى السجود". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب =

مغرب کی نماز کیلئے سفر کر کے مخصوص مسجد میں جانا

سوال[۳۶۳۱]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کیلئے سفر کر کے آتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ چار یا سات سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرلے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بناء شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اَور مسجد کیلئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: "لاتشدواالرحال إلا إلى ثلاثة مساجد". الحديث(۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ۔

کسی خاص مسجد میں کسی نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا

سوال[۳۶۳۲]: شہر بُرہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دُور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضۂ حج ادا ہوجائے گا یا

= صفة الصلاة : ۱/۴۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۰۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة : ۱/۲۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱)(صحيح البخاري، باب صوم، يوم النحر : ۱/۲۶۸، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الحج، باب فضل المساجد الثلاثة: ۱/۴۴۷، قديمي)

(ومشكوٰة المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلاة، ص: ۶۸، قديمي)

نہیں؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جا سکتا ہے؟

افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے۔ ہندو، مسلم، مرد وزن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے۔ تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وعورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا از رُوئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے(۱)، اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے: ۱- مسجد حرام، ۲- مسجد نبوی، ۳- مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اَور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: "لا تشد وا الرحال إلّا إلی ثلاثة مساجد" (۲)۔ الحدیث (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۶/ ۱۴۰۶ھ۔

دورانِ سفر وطنِ اقامت سے گزرنا سفر کے پیش نظر تنہا نماز پڑھ لینا

سوال[۳۱۲۳]: ا...... میں حسن پور ضلع فتح پور تحصیل بندکی کا رہنے والا ہوں، میرے والدین حسن پور دیہات میں رہتے ہیں، میں بسلسلۂ ملازمت بندکی میں مع اہل وعیال عرصہ ۵/ سال سے رہ رہا ہوں اور ڈیوٹی کانپور کرنے چلا جاتا ہوں، ڈیوٹی کانپور سے باندہ نرینی اور نرینی سے واپس کانپور جاکر ختم کرتا ہوں، پھر کسی دوسری سواری کے ذریعہ بندکی چلا آتا ہوں، دوسرے دن ڈیوٹی نہیں رہتی، تیسرے دن پھر اسی طرح ڈیوٹی ہوتی

---

(۱) یہ بدعت ہے اور بدعت مردود وغیر مقبول ہے: "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه، فهو رد". (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/ ۳۷۱، قدیمی)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تشدّ الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد الرسول، ومسجد الأقصی". (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب فضل الصلوة فی مسجد مكة والمدینة: ۱/ ۱۵۸، قدیمی)

(۳) یہ مسئلہ گزشتہ کے ساتھ ایک گونہ مکرر ہے، لیکن کچھ اضافہ کی بنیاد پر اس کو بھی رکھا گیا ہے۔

ہے۔ایسی صورت میں میری سکونت کہاں تسلیم کی جائے حسن پور یا بندکی یا کانپور؟

۲......بس میں کتنا سفر کرنے کے بعد نماز قصر ادا کرنی ہوگی؟

۳......چونکہ بس بندکی ہوکر جاتی ہے اور آتی ہے اس لئے بندکی اسٹیشن پر نماز قصر ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

۴......جماعت تیار ہے یا ہورہی ہے اور مجھے فوراً نماز پڑھ کر بس لیکر روڈ پر جاتا ہے تو جماعت چھوڑ کر اس مسجد میں تنہا نماز پڑھ سکتا ہوں، کیونکہ نماز جماعت میں دیر لگنے کا سوال ہے اور مجھے جلدی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......حسن پور آپ کا وطنِ اصلی ہے(۱)۔

۲......۴۸/میل پر نماز قصر کا حکم ہے(۲)

۳......بندکی آپ کا وطنِ اصلی نہیں وہاں اِتمام کا سوال نہیں، اگر مسافر ہیں تو قصر کریں گے، یعنی ۴۸/میل کا ارادہ کرکے چلے اور بندکی اسٹیشن پر پہونچ گئے تو قصر کریں گے(۳)۔

۴......تنہا بھی پڑھنے سے ادا ہوجائے گی، ایک دو آدمی مسافر وغیرہ کو لیکر جماعت کرلیا کریں، جماعت چھوڑنا بڑی محرومی ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) "والوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/۵۱۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين)". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۱/۱۶۰، ۱۶۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة =

سفر کے چند ضروری مسائل

سوال[۳۶۳۴] : مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں:

عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال[۳۶۳۵] : ۱...... کسی عذر کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے، اگر کی جاسکتی ہے تو عذر کس انتہاء کو پہونچا ہوا ہو کہ اس کو عذر کہا جائے؟

ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال[۳۶۳۶] : ۲......ایک شخص ریل میں ہے ''تھرڈ کلاس'' میں سفر کررہا ہے اور بھیڑ اتنی شدید ہے کہ عادۃً وعرفاً واقعی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا، ایسی حالت میں وہ نماز مؤخر کرسکتا ہے یا نہیں؟

ریل میں استقبال ممکن نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۶۳۷] : ۳......ریل کے ڈبے کے کئی کمرے ہوتے ہیں، اس میں تمام سیٹیں بنی رہتی ہیں،

= الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع و عشرين درجةً". (سنن الترمذى، أبواب الصلوة، باب ما جاء فى فضل الجماعة : ۱/۵۲، سعيد)

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :"صلوة الرجل فى جماعة تزيد على صلوته فى بيته و صلوته فى سوقه بضعاً و عشرين درجةً". الى آخر الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلوة المكتوبة فى جماعة اهـ: ۱/۲۳۴،قديمى)

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر -قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض-، لم تقبل منه الصلوة التى صلى". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب فى التشديد فى ترك الجماعة : ۱/۸۸، امداديه ملتان)

"الجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدى: أرادوا بالتأكيد الوجوب ...... وقيل: واجبة، وعليه العامة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۲، ۵۵۴،سعيد)

معمولی سی جگہ راستے کے لئے چھٹی رہتی ہے، ریل میں نماز پڑھنے کے لئے بڑی دشواری ہوتی ہے کہ کبھی کبھی سمت کے مطابق جگہ نہیں ملتی ہے، مثلاً ریل مشرق ومغرب کے رخ چلنے کے بجائے کچھ ترچھی سمت میں جارہی ہے، اس صورت میں صحیح طور پر جہتِ قبلہ کو پالینا ذرا مشکل ہوتا ہے تو اس حالت میں آیا اس کے لئے کوئی گنجائش ہے؟

چلتی ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۶۳۸]: ۴...... چلتی ریل پر اگر چہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ممکن ہے لیکن گرنے کا اندیشہ باقی رہتا ہے اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہوئے ریل چل پڑے تو نماز توڑ دی جائے یا نہیں؟

سوال[۳۶۳۹]: ۵...... ریل سے اتر کر پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہا تھا، نماز پوری ہوئی...... نہیں تھی کہ ریل چل پڑی، نماز پوری کرتا ہے تو ریل جاتی ہے، اور ریل پکڑتا ہے تو نماز جیسی اہم عبادت کا ابطال لازم آتا ہے، ایسی حالت میں اس کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر نماز توڑنا جائز ہے تو اس کو کیا چارہ ہے جس حالت میں ہو خواہ رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو، توڑ دے یا اس کو کسی حد تک رکوع وسجدہ کرنا ضروری ہے؟

بس میں نماز کس طرح پڑھی جائے؟

سوال[۳۶۴۰]: ۶...... بس میں یہ پریشانی خصوصاً پیش آتی ہے کہ وضو ہونے کے باوجود بھی نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ملتی، ایسی صورت میں کیا کرے، بیٹھا بیٹھا یا کھڑا کھڑا نماز پڑھ لے؟

بس میں نماز پڑھنے کے لئے ایک امکانی صورت

سوال[۳۶۴۱]: ۷...... بس اسٹاپوں پر بسیں رکتی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب تک رکیں گی، کبھی فوراً دو چار منٹ کے بعد چل دیتی ہے، کبھی گھنٹوں بعد اتفاق سے جاتی ہے، لیکن آدمی ہر لحہ اسی گومگو میں پڑا رہتا ہے اور آدمی اس خوف سے نہیں کرتا کہیں میں ادھر اتروں اور ادھر وہ گاڑی چل دے۔ ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے جب کہ اس کے لئے وضو کرنے کا مسئلہ بھی ہو اور نماز پڑھنے کا حکم بھی؟ یہ صورت امکانی نکالی جاتی ہے کہ کسی جگہ اتر کر جلدی سے وضو کرلے اور کسی جگہ جلدی سے نماز پڑھ لے لیکن یہ انتہائی بے اطمینانی اور بدسکونی کا عالم ہوتا ہے جس پر عادۃً عمل مُحال کہا جاتا ہے۔ بتلائیں کہ کیا حکم ہے؟

ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال[۳۶۴۲]: ۸......ریل میں طبیعت کبھی اس بات سے جھجکتی ہے کہ آس پاس کے لوگوں کو ہٹا کر نماز کی جگہ نکالی جائے، دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ میں کہوں اور کوئی انکار کر جائے۔ تو کیا اس صورت میں نماز کو افضل حالت سے چھوڑ کر ارذل حالت میں پڑھا جاسکتا ہے؟ یعنی سوال کے بعد جگہ نکالنے پر جس درجے کی نماز پڑھی جاسکتی تھی اس سے کم درجہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے، مثلاً کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر؟

ریل میں تیمّم کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کِیا جائے؟

سوال[۳۶۴۳]: ۹......ریل پر ایک معذور سفر کررہا ہے، ریل پر تو تیمّم کے لئے کوئی چیز مل نہیں سکتی، اگر ریل کے ڈبے کی زمین پختہ ہے بھی تو امکانِ نجاست غالب ہی نہیں بلکہ اغلب ہے اس لئے کہ وہ ۲۴/ گھنٹے جوتوں سے روندی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ نماز کو مؤخر کرے؟

عین مغرب کے وقت اپنے وطن میں داخل ہونے والا عصر کی نماز دو رکعت پڑھے یا چار؟

سوال[۳۶۴۴]: ۱۰......ایک شخص عینِ سورج غروب ہونے کے وقت سفر سے واپس ہوکر اپنے وطن میں داخل ہوا، عصر کی نماز اب تک نہیں پڑھی تھی اب اس پر دو رکعت قضا واجب ہے یا چار رکعت؟

بڑے شہروں میں اپنے محلّہ سے نکلنے سے آدمی مسافر ہوجاتا ہے یا حدودِ شہر کو پار کرکے؟

سوال[۳۶۴۵]: ۱۱......لکھنؤ، دہلی، بنارس، آلہ آباد، وغیرہ اس طرح کے شہر کوئی ایک دو کوس کے ہوتے نہیں بلکہ ان کا سلسلہ کئی کئی کوسوں تک ہوتا ہے۔ ایسے مقامات میں آدمی کہاں سے مسافر شمار ہوگا، آیا اپنے محلے ہی سے نکلتے ہی مسافر ہوجائے گا یا حدودِ شہر کو پار کرنے کے بعد مسافر شمار ہوگا، شہروں میں مسافرت کا معیار کیا ہے؟

ریل میں احتلام ہونے کی صورت میں غسل کے لئے کیا کِیا جائے؟

سوال[۳۶۴۶]: ۱۲......ریل میں بیت الخلا تو ہوتا ہے لیکن غسل خانہ نہیں ہوتا، اگر کسی کو رات میں احتلام ہوجائے تو کیا کرے؟ گرمی کا معاملہ کچھ اہون ہے لیکن سردی کا تو بہت کٹھن ہے۔ اگر کوئی ہمت کرکے بیت الخلاء میں نہانا بھی چاہے تو طبیعت کو ایک طرح کا انقباض ہوتا ہے اس لئے کہ محلِ نجاست ہے، دوسرے یہ کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہوتا ہے کہ سارا بدن شل ہوسکتا ہے، تیسرے یہ کہ دورانِ غسل میں پانی ختم ہوسکتا ہے

اس لئے کہ اس میں زیادہ پانی نہیں ہوتا۔ ان مجبوریوں کے پیشِ نظر اس کو کیا کرنا چاہئے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......وقتِ مستحب سے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ مکروہ وقت تک تاخیر نہ ہو(۱)۔ سفر میں پانی نہ ہوتو تیمّم اس کا بدل ہے لیکن پانی ملنے کی توقع ہوتو مؤخر کرنا چاہئے (۲)۔

۲......مؤخر کرکے قضاء نہ کردے، انتہائی کوشش کے بعد جگہ نہ ملے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے (۳)۔

---

(۱) "والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به إلا لحاجٍ بمزدلفة، وتأخير ظهر الصيف مطلقاً، والجمعة كظهر أصلاً واستحباباً، وتأخير عصر مالم يتغير ذكاء بأن لاتحار العين فيها في الأصح، وتأخير عشاء إلى ثلث الليل، والمغرب إلى اشتباك النجوم: أي كثرتها كره تحريماً". (الدر المختار كتاب الصلوة: ۱/۳۶۶، ۳۶۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۱، ۵۲، رشيديه)

"ولا يفرط في التأخير حتى لا تقع صلاة في وقت مكروه". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۹، سعيد)

(۲) "وندب لراجيه رجاءً قوياً آخرُ الوقت المستحب، ولو لم يؤخر وتيمم وصلى، جاز إن كان بينه وبين الماء ميل، وإلا لا". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۱۲۸، ۱۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۷۰، ۲۷۱، رشيديه)

(۳) "وفي الخلاصة وغيرها: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة، يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول في أمور لابد منها في التيمم: ۱/۲۸، رشيديه)

۳...... معمولی فرق ہو (شمال وجنوب کا فرق نہ ہو) تو گنجائش ہے(۱)۔

۴...... جو شخص اتنا ضعیف ہو کہ گر جانے کا ظنِ غالب ہو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے(۲)۔

۵...... ریل کے چلے جانے کی وجہ سے اگر حرجِ قوی ہو تو نا تمام چھوڑ کر ریل میں سوار ہو جائے، رکوع سجود کی اس حالت میں پابندی نہیں (۳)۔

۶...... نمبر:۲ کی صورت اختیار کرے (۴)۔

۷...... ڈرائیور یا کنڈکٹر سے دریافت کر لے کہ یہاں کتنے منٹ بس ٹھہرے گی، گومگو میں نہ رہے(۵)،

---

(۱) "كذا قال التحرير التفتازاني في شرح الكتاب: "فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية، جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر، تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۲۸/۱، سعيد)

(۲) "قال رحمه الله: ولو صلى في فُلك قاعداً بلا عذر، صح عند أبي حنيفة، وقالا: لا يصح إلا من عذر؛ لأن القيام مقدور عليه، فلا يجوز تركه. وله أن الغالب فيه دَورّانُ الرأس وهو كالمتحقق لكن القيام أفضل؛ لأنه أبعد عن شبهة الخلاف، والخروج أفضل إن أمكنه؛ لأنه أسكن لقلبه". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۴۹۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲۰۲/۲، رشيديه)

(۳) "رجل قام إلى الصلوة فسرق منه شئ قيمته درهمٌ، له أن يقطع الصلوة ويطلب السارق سواء كانت فريضةً أو تطوعاً؛ لأن الدرهم مال. امرأة تصلي ففار قِدرها، جاز لها قطع الصلوة لإصلاحها، وكذا المسافر إذا ندّت دابته أو خاف الراعي على غنمه الذئب اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره الصلوة، ومما يتصل بذلك مسائل: ۱۰۹/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۶۵۴/۱، سعيد)

(۴) (راجع، ص: ۵۴۱، رقم الحاشية: ۳)

(۵) "عن أبي الدرداء قال: أوصاني خليلي: "أن لاتشرك بالله شيئاً وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلوة مكتوبةً متعمداً، فمن تركها متعمداً، فقد برئت منه الذمة، ولا تشرب الخمر، فإنها مفتاح كل شر". رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثالث: ۵۹/۱، قديمي)

پھر کسی جگہ وضو کرے، کسی جگہ نماز پڑھ لے اگر چہ سکونِ تام میسر نہ ہو، سکونِ تام تو کسی کسی کو میسر ہوتا ہے، جو حالت سکون کی سمجھی جاتی ہے اس میں بھی ذہن میں افکار کا ہجوم رہتا ہے اور سمندر کی طرح موجوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے، اس کی وجہ سے نماز ترک کی جاسکتی، عینِ حالتِ جہاد میں بھی صلوٰۃِ خوف مشروع ہے(۱)۔

۸...... یہ جھجک بے محل ہے، قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء پہونچنے کے واسطے بھی بسا اوقات جگہ مانگنا پڑتی ہے، سوار ہونے، بیٹھنے، سامان رکھنے کے لئے بھی جگہ طلب کی جاتی ہے اور جھجک محسوس نہیں کی جاتی، جگہ طلب کرلے اور کوشش کے باوجود کسی نے انکار کردیا اور قلب کو اذیت ہوئی تو اجر میں اضافہ ہوگا۔

۹...... وہ بھی مؤخر نہ کرے، ریل میں بعض دفعہ کھڑکیوں سے اتنا غبار آجاتا ہے کہ تیمم کے لئے کافی ہوجاتا ہے، اگر وہاں کی مٹی یقیناً ناپاک ہے (موہوماً نہیں) اور پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو (مرض کی وجہ سے) تو آخر فاقد الطہورین کا مسئلہ بھی موجود ہے (۲)۔

۱۰...... اگر وقتِ عصر ختم ہونے پر وطن میں داخل ہوا تو قصر کرے گا ورنہ اتمام کرے گا (۳)۔

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلوة، فلتقم طائفة منهم معك، وليأخذوا أسلحتهم، فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم، ولتأت طائفة أخرىٰ لم يصلوا، فليصلوا معك﴾ الآية. (سورة النساء، ۱۰۲، الآية)

(۲) "والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بأن حبس في مكان نجس، ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده، وقال: يتشبه بالمصلين وجوباً، فيركع ويسجد إن وجد مكاناً يابساً، وإلا يؤمي قائماً، ثم يعيد كالصوم، به يفتى، وإليه صح رجوعه: أي الإمام، كما في الفيض". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۵۲، ۲۵۳، سعيد)

(۳) "والمعتبر في تغيير الفرض آخر الوقت وهو قدر ما يسع التحريمة، فإن كان المكلف في آخره مسافراً، وجب ركعتان، وإلا فأربع؛ لأنه (أي آخر الوقت) المعتبر في السببية عند عدم الأداء قبله" (الدرالمختار). "(قوله: وجب ركعتان): أي وإن كان في أوله مقيماً وقوله: وإلا فأربع: أي وإن لم يكن في آخره مسافراً بأن كان مقيماً في آخره، فالواجب أربع". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/۲۴۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۹-۵۲۰، دارالكتب العلمية، بيروت)

۱۱......محلّہ سے نہیں بلکہ آبادی سے خارج ہونے پر مسافر شمار ہوگا(۱)۔

۱۲......طبعی انقباض تو نا قابلِ التفات ہے، اول اس جگہ پر پانی بہادے پھر تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر غسل کرے، ہاں اگر پانی اتنا ٹھنڈا ہے کہ بدن شل ہوجائے تو تیمّم کرلے، پھر جب قابلِ برداشت پانی مل جائے تو غسل کرلے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه، وإن لم يجاوز من الجانب الآخر ...... قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها". (الدرالمختار). "(قوله: من جانب خروج الخ) قال في شرح المنية: فلا يصير مسافراً قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلةً به، لا يصير مسافراً ما لم يجاوزها".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر : ۲/۱۲۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر : ۱/۵۰۶،۵۰۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلاً أو لمرض أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه تيمم لهذه الأعذار كلها". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۳۲،۲۳۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۴۶،۲۴۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول في أمور لابد منها في التيمم : ۱/۲۸، رشيديه)

باب صلوة المريض

(مریض کی نماز کا بیان)

عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟

سوال[۷۶۴۳]: بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ خداوند پاک نے ان سے اپنے فرائض اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے سنتیں ان کی تکالیف اور ضعیفی کی بنا پر معاف کر دیا تھا۔ اگر جناب والا کی نظر سے کسی کتاب میں یہ واقعہ گزرا ہو تو تحریر فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

خصوصیت سے یہ واقعہ تو مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں، لیکن مسئلہ صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا بیمار اور ضعیف ہے کہ نہ وضو کر سکتا ہے نہ تیمم، نہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے نہ بیٹھ کر نہ لیٹ کر، نہ رکوع کر سکتا ہے نہ اشارہ، نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ حج کر سکتا ہے اور اسی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہ کر مر جائے تو یہ سب عبادتیں اس سے معاف ہیں، کوئی فدیہ یا وصیت بھی واجب نہیں(۱) کتبِ فقہ نور الایضاح (۲) وغیرہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يصلي المريض قائماً، فإن نالته مشقة صلى جالساً، فإن نالته مشقة صلى بإيماء يؤمي برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

"كماذكرنا في المقدمة، فالحديث حسن، و فيه دلالة على سقوط الصلوة عن المريض إذا لم =

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال[۳۶۴۸]: زید کو عارضہ ریح کا ہے یعنی اس کی ریح جلدی جلدی خارج ہوتی رہتی ہے، وضو اس کا قرار نہیں پکڑتا۔ بعض وقت یا بعض دن ایسا ہوتا ہے کہ وضو ایک گھنٹہ تک قائم رہتا ہے اور بعض روز کئی کئی روز ایسے گزرتے ہیں کہ وضو دس دس منٹ بلکہ اس سے بھی پہلے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اخراج ریح کی صورت میں وہ شخص فرض قضاء نمازوں کو کس طرح ادا کرے؟ آیا ایک دفعہ تازہ وضو کر کے تمام دن اسی ایک وضو سے پڑھتا رہے خواہ بیچ میں ریح خارج ہو رہی ہو یعنی وضو نہ رہا ہو؟ فقط۔

= يستطع الإيماء بالرأس، فإن قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح" ورد في مقابلة قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلى بإيماء" فلا يجوز إرادة الصلوة به بل المراد به الذكر و حده، فدل على أن مثل هذا المريض لا صلوة عليه، بل يذكر الله بقلبه ولسانه، و ليس الذكر بواجب عليه إجماعاً فالمراد للندب كما قال علماء نا ". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب صلوة المريض: ۱۷۳/۷، إدارة القرآن، كراچى)

"و إذا عجز المريض عن الإيماء بالرأس في ظاهر الرواية، يسقط عنه فرض الصلوة، ولا يعتبر الإيماء بالعينين والحاجبين الخ ". (الفتاوى العالمكيرية ،كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض : ۱۳۷/۱ ، رشيديه)

(و كذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض : ۹۹/۲، سعيد)

(۲) "إذامات المريض ولم يقدر على الصلاة بالإيماء، لايلزمه الإيصاء بها وإن قلت ."(نورالإيضاح، باب صلاة المريض ،فصل في إسقاط الصلاة والصوم: ص: ۱۰۴ ، سعيد)

"(إذامات المريض ولم يقدر على أداء الصلاةبالإيماء) برأسه (لايلزمه الإيصاء بها وإن قلت) بنقصها عن صلاة يوم وليلة لمارويناه لعدم قدرته على القضاء بإدراك زمن له على قول من يفسر قبول العذر بجواز التأخير ، ومن فسره بالسقوط ظاهر، (وكذا) حكم (الصوم)في شهر رمضان (إن أفطرفيه المسافر والمريض، وماتا قبل الإقامة) للمسافر (و)قبل (الصحة) للمريض لعدم إدراكهما عدةً من أيام أخر، فلايلزمهما الإيصاء به ." (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوى،باب صلاة المريض،فصل في إسقاط الصلاةوالصوم، ص: ۴۳۶، ۴۳۷،قديمى)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگرایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت اس حالت میں گزر جائے کہ اخراجِ ریح مسلسل رہے یعنی اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ وہ وضو کر کے وقتیہ نماز پوری کر سکے تب تو یہ شخص معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لئے اس کے ذمہ وضو ضروری ہے اور اس وضو سے فرض، نفل ادائے قضا جو دل چاہے پڑھتا رہے، خروج ریاح ناقض نہیں ہوگا، وقت خارج ہونا اس کے حق میں ناقض وضو ہے، ہر وقت کے لئے علیحدہ وضو ضروری ہے اور یہ شخص معذور رہے گا جب تک کہ کسی ایک نماز کا کامل وقت عذر سے خالی نہ گزر جائے، یعنی معذور رہنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عذر مسلسل رہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے کامل وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا تحقق ہو جائے۔

اور جب ایسی حالت آ جائے گی کہ کامل وقت ایک مرتبہ بھی عذر سے خالی گزر جائے گا تو یہ شخص معذور نہ رہے گا اور اگر کسی کامل نماز کا وقت ایسا نہیں گزرا کہ اس کو عذر سے خالی رہ کر نماز کا ادا کرنا ممکن ہو، بلکہ اتنی گنجائش مل جاتی ہے کہ ہر وقت میں نماز بلا عذر ادا کر سکتا ہے تو یہ معذور نہیں ہے خروج ریاح اس کے حق میں ناقضِ وضو ہے، هكذا فى الطحطاوى، ص: ۸٦(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۵٦ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها: قالت جاء ت فاطمة بنت أبى حبيش رضى الله تعالىٰ عنها إلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إنى امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأدَعُ الصلوة؟ قال: "لا، إنما ذلک عرق و ليس بالحيضة، اجتنبى الصلوة أيام محيضک، ثم اغتسلى و توضئ لكل صلوة وإن قطر الدم على الحصير". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، بابٌ إن المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة: ۱/۲٦۲، إدارة القرآن كراچى)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها "قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأةٌ من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها و هى تصلى".

(صحيح البخارى، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمى) .... =

معذور کی نماز وامامت

سوال[۳۶۴۹] : (الف) میں ایک مرض میں عرصۂ دراز سے مبتلا ہوں اور وہ ہے کثرتِ ریاح کا خروج، ہر۲،۳/منٹ پرخروجِ ریاح ہوتا رہتا ہے۔تو کیا میں فجر کے وضو سے نمازِ اشراق اور تلاوتِ قرآن پاک کرسکتا ہوں؟ یعنی ہوا کوروک کررکھوں اور باوضور ہوں۔

(ب) جس گاؤں میں رہتا ہوں اس میں معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں، اکثر قرأت نماز میں غلط پڑھتے ہیں، اعضائے وضوخشک رہ جاتے ہیں اوراس کی پرواہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے میری نماز درست ہوگی یا نہیں، اگرنہیں تو پنجگانہ نماز کی امامت کرسکتا ہوں یا نہیں؟ یعنی جب تک امامت کروں، ہوا کو زبردستی روکے رکھوں، اگرنہیں کرسکتا تو گھر میں نماز ادا کروں؟ نیز اس حالت میں نمازتراویح کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

(الف) جوشخص شرعاً معذور ہے اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے وضوضروری ہے، پھر وقت ختم ہونے

= "(و من به عُذر كسلس بول أو استطلاق بطن) و انفلات ريح .... يتوضؤن(لوقت كل فرض) لا لكل فرض و لا نفل لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة" .... (يصلون): أى بوضوئهم فى الوقت (ما شاء وا من الفرائض) .... من (النوافل) والواجبات .... (و يبطل وضوء لمعذورين) إذا لم يطرأ ناقض غير العذر (بخروج الوقت) كطلوع الشمس فى الفجر عند أبى حنيفة و محمد (فقط) .... (و لا يصير) من ابتلى بناقض (معذوراً حتى يستوعبه العذر وقتا كاملاً ليس فيه انقطاع) لعذره (بقدر الوضوء والصلوة)؛ إذ لو وجد، لا يكون معذوراً. (وهذا) الاستيعاب الحقيقى بوجود العذر فى جميع الوقت، والاستيعاب الحكمى بالانقطاع القليل الذى لا يسع الطهارة والصلوة (شرط ثبوته): أى العذر (وشرط دوامه): أى العذر (وجوده) (فى كل وقت بعد ذلك) الاستيعاب الحقيقى أو الحكمى (ولو) كان وجوده (مرةً) واحدةً ليعلم بها بقاؤه (وشرط انقطاعه) وخروج صاحبه عن كونه معذوراً (خلو وقت كامل عنه) بانقطاعه حقيقةً. فهذه الثلاث شروط، الثبوت والدوام والانقطاع. نسأل الله العفو والعافية بمنه و كرمه ". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، قديمى)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، أحكام المعذور : ۱/ ۴۰، ۴۱، رشيديه)

سے اس کا وضو باقی نہیں رہے گا۔ فجر کا وضو سورج نکلنے سے ختم ہو جائے گا (۱) اشراق کے لئے علیحدہ وضو کی ضرورت ہوگی، پھر اس وضو سے نوافل اور تلاوت کی اجازت ہوگی حتی کہ ظہر کے لئے بھی جدید وضو کی ضرورت نہیں ہوگی، اِلّا یہ کہ اس عذر کے علاوہ کوئی اَور حدث پیش آجائے (۲)۔

(ب) اگر امام کی طہارت کامل نہ ہو، اعضائے وضو خشک رہ جائیں، یا نماز میں قرأت کی غلطی سے فساد آجائے اور امام اصلاح نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں اور صاحبِ عذر بھی امامت نہیں کرسکتا (۳)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن المستحاضة قال: "تدع الصلوة أيامها، ثم تغتسل غسلاً واحداً، ثم تتوضأ عند كل صلوة".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالىٰ: "عند بالكسر والفتح والضم ثلث لغات .... والمراد به الوقت الشرعي للصلوة كما هو المتبادر". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۲۹۰، إدارة القرآن، كراچی)

"المستحاضة و من به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ، يتوضؤن لوقت كل صلوة، و يصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاء وامن الفرائض والنوافل. .... "و يبطل الوضوء عند خروج وقت المفروضة بالحدث السابق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۴۱، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأةٌ من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها و هي تصلي". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمي)

"(فإذا خرج الوقت، بطل): أي ظهر حدثه السابق، حتى لو توضأ على الانقطاع ودام إلى خروجه، لم يبطل بالخروج ما لم يطرأ حدث آخر أو يسيل كمسألة مسح خفه. وأفاد أنه توضأ بعد الطلوع و لو لعيد أو ضحى، لم يبطل إلا بخروج وقت الظهر". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۰۶، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ: ۱/۴۱، رشيديه)

(۳) "و في المبسوط: (و يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله و أعلم هم بالسنة وأفضلهم و رعاً وأكبرهم سناً) لحديث أبي مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يؤم القوم أقرؤهم =

لہٰذا تنہا نماز پڑھنے میں وہ شرعاً معذور ہے، ترکِ جماعت کی وعید میں وہ نہیں آئے گا (۱)، اسی طرح نماز تراویح بھی درست نہیں ہوئی، ایسی حالت میں تراویح بھی تنہا پڑھی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

صاحبِ جریان کی نماز وامامت

سوال [۳۲۵۰]: احقر مدت سے مرضِ جریان میں مبتلا ہے اکثر اوقات بدونِ دفق وشہوت کے مذی

= لكتاب الله تعالىٰ، فإن كانوا سواءً فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا سواء فأقدمهم هجرة............ والأصح أن الأعلم بالسنة إذا كان يعلم من القرآن مقدار ما يجوز به الصلوة، فهو أولى؛ لأن القراءة يحتاج إليها في ركن واحد، والعلم يحتاج إليه في جميع، والخطأ المفسد للصلوة في القراءة لا يعرف إلا بالقلم". (مراقي الفلاح).

وقال الطحطاوي: "و شروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء .... (والقرأة) بحفظ آية تصح بها الصلوة على الخلاف والسادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية، فلا يصح اقتداء غيره به (كالرعاف) الدائم (وانفلات رياح) .... والسلامة (من فقد شرط كطهارة) فإن عدمها بحمل خبث، لا يعفى لاتصح إمامته لطاهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۸۸، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۷۸، سعيد)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع النداء فلم يمنعه من اتباعه عذرٌ قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض، لم يقبل منه الصلوة التي صلى".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالىٰ: "قوله: عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ .... قلت: دل على كون الخوف والمرض عذراً". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الإمامة: ۴/۱۷۹، إدارة القرآن، كراچی)

"و تسقط الجماعة بالأعذار حتى لا تجب على المريض". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۴، سعيد)

(۲) (راجع، ص: ۵۴۹، رقم الحاشيه: ۳)

کی قسم کی کوئی چیز نکل کر کبھی مخرج کے منہ پر رہتی ہے اور کبھی مخرج سے تعدی کر کے کچھ پھیل جاتا ہے مگر چمڑے سے الگ ہو کر ساقط نہیں ہوتی، کبھی کپڑے پر بھی لگ جاتی ہے اور اکثر اوقات نماز میں بھی مذکورہ حالت ہو جاتی ہے، بعض وقت دو تین دفعہ نماز دہرانے تک یہی حالت رہتی ہے اور بعض وقت نہیں رہتی۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز دہراؤں یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی مجبوراً امام بننا پڑتا ہے کہ جماعت میں عوام ہوتے ہیں جن کی قرأت صحیح نہیں ہے اور بعض کی قرأت صحیح ہے مگر مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں اور بعض کے طہارت وغیرہ کے مسائل پر عمل نہیں ہے، چال چلن لباس، وغیرہ شریعت کے موافق نہیں ہے اور اگر کبھی جاننے والا آدمی موجود بھی ہے تو وہ امام نہیں ہوتا تو حالتِ مذکورہ میں احقر کو امام بننا درست ہوگا یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی کیا کروں؟ فقط۔

المستفتی: عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چیز کے ناقضِ وضو ہونے میں شک نہیں، لیکن اس کی نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ شرعاً آپ کو معذور کہا جاسکے تو اس وقت آپ کے لئے یہ حکم ہوگا کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا آپ کو ضروری ہوگا اور اس وضو سے فرض، نفل سب پڑھ سکتے ہیں پھر جب نماز کا وقت خارج ہوگا تو یہ خروج وقت آپ کے حق میں ناقض وضو ہوگا عذر ناقض نہ ہوگا۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے کہ جس پر نماز کا ایک مکمل وقت اسی حالت میں گزر جائے کہ اس میں وہ عذر برابر ملحق رہے اور اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ جن میں وہ وضو کر کے اس وقت فرض نماز ادا کر سکے، جب ایک نماز کا مکمل وقت اسی حالت میں گزر گیا تو یہ شخص شرعاً معذور ہوگا، اس کے بعد ہر نماز کے مکمل وقت میں اس عذر کا متحقق ہونا ضروری نہیں، بلکہ مکمل وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا پایا جانا کافی ہے، پھر اگر کسی نماز کا مکمل وقت ایسی حالت میں گزر گیا کہ ایک مرتبہ بھی عذر نہ پایا گیا تو یہ شخص شرعاً معذور نہیں رہے گا۔

اب آپ اپنی حالت کو خود ملاحظہ کر لیں آپ شرعاً معذور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو یہ خروجِ مذی آپ کے حق میں ناقض نہیں، لہذا اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ بھی درست نہیں۔ اگر آپ معذور نہیں تو یہ خروجِ مذی ناقضِ

وضو ہے، اگر نماز میں خروج ہوجائے، تو وضو اور نماز دونوں کا اعادہ لازم ہے(۱)۔

معذور کی امامت درست نہیں۔ جب آپ معذور ہوں تو آپ ہرگز امام نہ بنیں جو امام احسن حالاً ہو اس کی اقتداء کرلیں، اور جب معذور نہ ہوں تو پھر امام بننے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر ایسی حالت میں خروجِ مذی ہوگیا تو نماز کا اعادہ لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۹/۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۷/ رمضان/ ۶۲ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: جاء ت فاطمة بنت أبي حبيش رضي الله تعالىٰ عنها إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني امرأة أستحاض فلاأطهر، أفأدع الصلوة؟ قال: "لا، إنما ذلك عرق و ليس بالحيضة، اجتنبي الصلوة أيام محيضك، ثم اغتسلي و توضئ لكل صلوة وإن قطر الدم على الحصير". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، بابٌ: إن المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة ۱/۲۶۲، إدارة القرآن، كراچى)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأةٌ من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها و هي تصلي". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمى)

"شرط ثبوت العذر ابتداء أن يستوعب استمراره وقت الصلوة كاملاً، و هو الأظهر كالانقطاع، لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله، حتى لو سال دمها في بعض وقت الصلاة فتوضأت وصلت ثم خرجت الوقت ودخل وقت صلوة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلوة لعدم الاستيعاب. وإن لم ينقطع في وقت الصلوة الثانية حتى خرج، لا تعيدها لوجود استيعاب الوقت. وشرط بقائه أن لا يمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلي به يوجد فيه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، أحكام المعذور: ۱/۴۰، ۴۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، قديمى)

(۲) "و شروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء .... والسادس: (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية، فلا يصح اقتداء غيره به (كالرعاف) الدائم (وانفلات الريح) الخ". =

معذور تیمّم اور اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۳۲۵۱]: زید بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا حتی کہ وضو تک کے لئے لوٹا نہیں اٹھاسکتا، اس لئے پاس مٹی رکھ کر تیمّم کر کے قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کر لیتا ہے۔ اس طرح نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً:

جب خود وضو کی قدرت نہ ہو اور دوسرا آدمی وضو کرانے والا بھی نہ ہو تو مجبوراً تیمّم درست ہے (۱)۔ جب کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھی جائے، بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو لیٹے لیٹے پڑھی جائے (۲)، جب قبلہ کی طرف رخ کرنے کی قدرت نہ ہو تو جس طرف ہو اسی طرف رخ کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے (۳)۔ اگر سجدہ کی قدرت ہو تو اشارہ کافی نہیں سجدہ ضروری ہے خواہ معمولی سی کوئی چیز تکیہ

= (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۵۷۸، قديمى)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، بيان جواز الاقتداء: ۱/ ۳۵۰، رشيديه)

(۱) "(واستعماله) .... (أو لمرض) يشتد أويمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم و لو بتحر أو لم يجد من توضئه الخ". (الدرالمختار).

"(قوله: أو لم يجد، الخ): أى أو كان لا يخاف الا شتداد و لا الامتداد لكنه لا يقدر بنفسه و لم يجد من يوضئه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/ ۲۳۳، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع فى التيمم، الفصل الأول فى الأمور الخ: ۱/ ۲۸، رشيديه)

(۲) "عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه، قال: كان بى الناصور، فسألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (سنن أبى داود، كتاب الصلوة، باب فى صلوة القاعد: ۱/ ۱۴۴، مكتبه امداديه ملتان)

"فإذا عجز عن القيام، يصلى قاعداً بركوع و سجود، فإن عجز عن الركوع والسجود يصلى قاعداً .... فإن عجز عن القعود يستلقى و يؤمى إيماءً الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، صلوة المريض، فصل: وأما أركانها فستة: ۱/ ۲۸۴، رشيديه)

(۳) "(و قبلة العاجز عنها) لمرض وإن وجد موجها عند الإمام". (الدرالمختار). "(قوله: عند الإمام)؛ =

وغیرہ رکھ کر ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۷ھ۔

آنکھ کے آپریشن میں نماز کا حکم

سوال[۳۶۵۲]: آنکھ قدح (۲) کرانے میں حس وحرکت سر وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی، بستر پر پیشاب کرنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ بدن وکپڑا پیشاب میں ملوث ہوجاتا ہے تو نماز قضاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کس طرح نماز و وضو وتیمم ادا کرے جب کہ سرتک کو حرکت نہیں دے سکتا اور آدھے چہرہ تک پٹی لپٹی رہتی ہے جس سے پورا تیمم چہرہ کا بھی نہیں ہوسکتا؟ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

مکلّف شاہ، حبیب اللہ، از خانقاہ مالک پور، ضلع پرتاب گڑھ، ۱۴/شوال ۵۴ھ (اودھ)۔

الجوب حامداً مصلیاً :

اگر سر کی حرکت اور اشارہ کو بھی دیندار ماہر معالج منع کرتا ہے اور آنکھ کے لئے ایسی حالت میں مضر

= لأن القادر بقدرة الغير عاجز عنده؛ لأن العبد يكلف بقدرة نفسه لا بقدرة غيره". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب شروط الصلوة: ۱/ ۴۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة، فصل: استقبال القبلة: ۱/ ۶۳، رشيديه)

(۱) "و لايرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه، فإنه يكره تحريماً الخ". (الدرالمختار). "قول هذا محمول على ما إذا كان يحمل إلى وجهه شيئاً يسجد عليه، بخلاف ما إذا كان موضوعاً على الأرض، يدل عليه ما في الذخيرة حيث نقل عن الأصل الكراهة في الأول، ثم قال: فإن كانت الوسادة موضوعة على الأرض و كان يسجد عليها جازت صلاته، فقد صح أن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ذلك .... بل يظهرلي أنه لو كان قادراً على وضع شيئ على الأرض مما يصح السجود عليه أنه يلزمه ذلك لأنه قادر على الركوع والسجود حقيقةً و لايصح الإيماء بهما مع القدرة عليهما بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/ ۹۸، ۹۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/ ۲۰۱، رشيديه)

(۲) "قدح: چیرنا، پھاڑنا"۔(نور اللغات، تحت لفظ "قدح": ۳/ ۶۵۰، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاهور)

بتلاتا ہے تو نماز کو قضاء کرنا درست ہے آبرو یا آنکھ یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے:

وفی الدر المختار: "ولم یؤم بعینه و قلبه و حاجبه"(۱)۔ وفیه قبله: "وإن تعذر الإیماء برأسه و کثرت الفوائت بأن زادت علیٰ یوم ولیلة، سقط القضاء عنه وإن کان یفهم فی ظاهر الروایة، وعلیه الفتویٰ" در مختار، ص: ۷۹۵(۲)۔

اگر اشارۂ سر سے نماز معتذر نہ ہو تو اشارۂ سر سے نماز پڑھنا ضروری ہے(۳)۔ اگر بستر ناپاک ہے اور

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صلاة المریض: ۲/۱۰۰، سعید)

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمی برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

قال العلامة العثمانی رحمه الله تعالیٰ: "کما ذکرنا فی المقدمة، فالحدیث حسن، و فیه دلالة علی سقوط الصلوة عن المریض إذا لم یستطع الإیماء بالرأس، فإن قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح". و رد فی مقابلة قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "صلی بإیماء" فلا یجوز إرادة الصلوة به بل المراد به الذکر وحده، فدل علی أن هذا المریض لا صلوة علیه بل یذکر الله بقلبه و لسانه، و لیس بواجب علیه إجماعاً، فالأمر لندب کما قال علماء نا". (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب صلوة المریض: ۷/۱۷۴، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب صلوة المریض: ۲/۹۹، سعید)

"وإذا عجز المریض عن الإیماء بالرأس فی ظاهر الروایة یسقط عنه فرض الصلوة و لا یعتبر الإیماء بالعینین و الحاجبین، ثم إذا خف مرضه هل یلزمه القضاء؟ اختلفوا فیه، قال بعضهم: إن زاد عجزه علی یوم ولیلة، لا یلزمه القضاء، وإن کان دون ذلک یلزمه کما فی الإغماء، و هو الأصح، والفتوی علیه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض: ۱/۱۳۷، رشیدیه)

(وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب المریض: ۷/۱۷۵، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمی برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

(إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب المریض: ۷/۱۷۴، ادارة القرآن)

"وإن تعذر القعود أومأ بالرکوع والسجود مستلقیاً علی ظهره و جعل رجلیه إلی القبلة الخ".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض: ۱/۱۳۶، رشیدیه)

اس کو بدل نہیں سکتا تو اس ناپاک ہی پر پڑھے(۱) وضو کی اجازت نہ ہو تو تیمم سے ہی سہی، پٹی کے اوپر ہی مسح کر لے، اگر وضوء کی اجازت ہو تو وضوء کر لے اور پٹی کے اوپر مسح کر لے، باقی اعضاء کو دھولے(۲)۔

"أمره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه، صلى بالإيماء؛ لأن حرمة الأعضاء كحرمة النفس. مريضٌ تحته ثياب نجسة، وكلما بسط شيئاً يتنجس من ساعته، صلى على حاله، وكذا لو لم يتنجس إلا أنه يلحقه مشقة بتحريكه". درمختار۔ و في رد المحتار: "قوله: أمره الطبيب: أي المسلم الحاذق، كما ذكره في الصوم(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۱۱/۵۴ھ۔

---

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۲) "(واستعماله) .... (أولمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك الخ". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۳، سعيد)

"ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطأ برؤه، يتيمم، لا فرق بين أن يشتد بالتحرك كالمشتكي من العرق المدني الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع: ۱/۲۸، رشيديه)

"عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: انكسر إحدى زندىّ فسألت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، فأمرني أن أمسح على الجبائر". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب المسح على العصابة والجبائر: ۱/۲۴۶، إدارة القرآن، كراچی)

"(ويمسح) نحو (مفتصد وجريح على كل عصابة)". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۸۰، سعيد)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۳، سعيد)

"مريضٌ تحته ثياب نجسة إن كان بحال لا يبسط شيء إلا و يتنجس من ساعته، يصلي على حاله، و كذا إذا لم يتنجس الثاني لكن يلحقه زيادة مشقة بالتحويل". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۱۳۷، رشيديه)

7

ایضاً

استفتاء[۳۶۵۳]: باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمود حسن صاحب معین المفتی عم فیضہ! سلام مسنون۔

جواب فتاویٰ (۱۰۷۴) مع اشتہار مطبوعہ ''کوکب دری'' موصول ہوا فقط۔ دلی شکریہ! مجھے قابلیت عربی کی زیادہ نہیں ہے، آپ حضرات کی برکت سے کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ ایک مولوی صاحب رضائی ہیں ان کو یہ اشتہار دینا غیر مناسب ہے، ایک صاحب اَور ہیں وہ تشریف لائے تو پیش کروں گا۔

آنکھ کے قدح کے متعلق جو میں نے دریافت کیا تھا اس میں اس عبارت کا کیا مطلب ہے: ''وإن تعذر الإيماء برأسه و كثرت الفوائت بأن زادت على يوم و ليلة، سقط القضاء عنه'' قدح میں تین روز تک چت لٹاتے ہیں، حس وحرکت سے منع کرتے ہیں تو کیا نمازوں کی قضاء ناجائز اور قضا ساقط ہوجائے گی؟

مکلف: حبیب اللہ، ۱۱/ ذی قعدہ/ ۵۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرم فرمائے بندہ حضرت شاہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ اگر مریض کی ایسی حالت ہو کہ وہ خطاب کو تو سمجھتا ہے، لیکن اشارہ نہیں کرسکتا، یا اس کو کسی حاذق دیندار معالج نے کہہ دیا ہے کہ اشارہ کرنے سے جان یا کسی عضو مثلاً آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور اسی حالت میں اس کو ایک دن رات سے زائد گزر جائے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ تندرست ہونے کے بعد ایسی حالت میں جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضاء کرے گا یا نہیں، ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کے ذمہ قضاء لازم نہیں اور اسی پر علماء کا فتویٰ ہے اور یہ ہی تجنیس میں لکھا ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے، مگر ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس پر قضاء ضروری ہے اگرچہ جمہور علماء کا فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے ذمہ قضاء ضروری نہیں، لیکن چونکہ بعض علماء جیسے صاحبِ ہدایہ نے ہدایہ میں قضاء کو بھی تحریر فرمایا ہے، اس

لئے احوط یہ ہی ہے کہ قضاء کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

فوطہ کے آپریشن کی وجہ سے نماز لیٹے لیٹے پڑھنا

سوال [۳۶۵۴]: زید کے فوطے (۲) نیچے لٹک جاتے ہیں جس کی وجہ سے کافی تکلیف ہوتی ہے، زید نے بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، اب زید کا ارادہ آپریشن کا ہے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ کروٹ وغیرہ نہیں بدل سکتا اور نہ ہی بیت الخلا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان دنوں کی نمازوں کو بعد میں قضاء کرے یا اسی حالت میں نماز پڑھا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فوطے لٹک جانے کی وجہ سے جب آپریشن کرایا جائے اور اس میں کروٹ بدلنے، رکوع سجدہ کرنے سے زخم کو نقصان پہونچے گا تو لیٹے لیٹے جس طرح ممکن ہو اشارہ سے نماز ادا کرلے (۳)، اگر استنجا کرنا بھی مضر ہو

---

(۱) "وإن تعذر الإيماء برأسه و كثرت الفوائت بأن زادت على يوم و ليلة، سقط القضاء عنه وإن كان يفهم في ظاهر الرواية، و عليه الفتوى". (الدرالمختار).

"(قوله: في ظاهر الرواية) وقيل: لا يسقط القضاء بل يؤخر عنه إذا كان يعقل، و صححه في الهداية، و هو من أهل الترجيح، لكن خالف نفسه في كتابه التجنيس، فصحح الأول كعامة أهل الترجيح كقاضي خان و صاحب المحيط .... و مشى عليه المصنف؛ لأنه ظاهر الرواية، ولما في الإمداد من أن القاعدة العمل ما عليه الأكثر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۰، سعيد)

"فإن لم يستطع الإيماء برأسه، أخرت عنه، و لا يؤمي بعينيه و لا بقلبه و لا بحاجبيه، خلافاً لزفر، لما روينا من قبل، ولأن نصب الإبدال بالرأي ممتنع، و لا قياس على الرأس؛ لأنه يتأدى به ركن الصلوة دون العين وأختيهما. (وقوله: أخرت عنه) إشارةٌ إلى أنه لا تسقط الصلوة عنه وإن كان العجز أكثر من يوم و ليلة إذا كان مفيقاً، و هو الصحيح؛ لأنه يفهم مضمون الخطاب بخلاف المغمى عليه".

(الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۱۶۱، ۱۶۲. مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "فوطه: بیضہ، خصیہ"۔ (فيروز اللغات، ص: ۹۳۹، فيروز سنز، لاهور)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: كانت بي بواسير، فسألت رسول الله صلى الله تعالىٰ =

تو ویسے ہی پڑھ لے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۸ھ۔

آنکھ کے اشارے سے نماز

سوال[۳۲۵۵]: آنکھ قدح (۲) کرانے میں سر ہلانے کی اجازت نہیں، کیا جو آنکھ قدح نہیں ہوئی اس پر پٹی بندھی نہیں ہے اس کی پلک کے اشارہ سے نماز جائز ہے یا نہیں، کیا قدوری میں لکھا ہے "نہیں جائز ہے"۔ یہ مفتیٰ بہ قول ہے یا نہیں، نماز قضاء ہونے کے خیال سے اندھا بنا رہے تو شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض آنکھ کے اشارہ سے نماز درست نہیں، قدوری میں بھی اسی طرح ہے یہی مفتیٰ بہ قول ہے جس شخص

= عليه وسلم عن الصلوة، فقال: " صلّ قائماً، فإن لم تستطع، فعلى جنب .... فإن لم تستطع فمستلقياً: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾. (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب صلوة المريض: ۷/۱۷۰، إدارة القرآن كراچى)

"وإن لم يستطع القعود، استلقى على ظهره، و جعل رجليه إلى القبلة، وأومى بالركوع والسجود، لقوله عليه الصلوة والسلام: "يصلى المريض قائماً، فإن لم يستطع فقاعداً، فإن لم يستطع فعلى قفا ه يؤمى إيماءً، فإن لم يستطع فالله تعالىٰ أحق بقبول العذر منه". (الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۱۶۱، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۶، رشيديه)

(۱) "الرجل المريض إذا لم يكن له امرأة و لا أمة، و له ابن أو أخ، و هو لا يقدر على الوضوء، فإنه يوضّيه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء، فإنه لا يمس فرجه، و سقط عنه الاستنجاء، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء: ۱/۳۴۱، سعيد)

(۲) "القدح: چیرنا، پھاڑنا"۔(نور اللغات: ۳/۲۵۰)

کی آنکھ میں پانی آ گیا ہو اور وہ اس خیال سے قدح نہ کرائے کہ میری نماز قضاء ہوگی اور اپنے نابینا ہونے پر صبر کرے اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے، آنکھ بنوانا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۱۸/ جمادی الأولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۱/ جمادی الأولی/ ۶۹ھ۔

اعرج کی نماز کا طریقہ

سوال[۳۶۵۲]: ایک شخص معذور ہے یعنی اس کا داہنا پاؤں خراب ہے اور وہ ٹوٹ گیا ہے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر بھی ہے لیکن جب کھڑا ہوتا ہے تو جو پاؤں ٹوٹا ہوا ہے اس کا انگوٹھا ہلتا رہتا ہے، اس پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں، کوئی تو کہتا ہے نماز ہوتی ہی نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر نماز میں انگوٹھا ہل جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی بلکہ ناقص رہتی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا اعتراض اس معذور کے حق میں باوجود قدرت علی

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما : عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یصلي المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمي برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

"کما ذکر نا في المقدمة فالحدیث حسن و فیه دلالة علی سقوط الصلوة عن المریض إذا لم یستطع الإیماء بالرأس فإن قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح" ورد في مقابلة قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "صلی بإیماء" فلا یجوز إرادة الصلوة به بل المراد به الذکر وحده، فدل علی أن مثل هذا المریض لا صلوة علیه بل یذکر الله بقلبه ولسانه، و لیس الذکر بواجب علیه إجماعاً، فالأمر للندب کما قال علماء نا". (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب صلوة المریض: ۱۷۴/۷، ادارة القرآن)

"إذا تعذر علی المریض القیام صلی قاعداً .... فإن لم یستطع الإیماء برأسه، أخر الصلوة ولا یؤمي بعینیه ولا بقلبه و لا بحاجبیه .... اهـ". (مختصر القدوري، کتاب الصلوة، باب صلوة المریض، ص: ۲۸، قدیمي)

"و إذا عجز المریض عن الإیماء بالرأس في ظاهر الروایة، یسقط عنه فرض الصلوة، ولا یعتبر الإیماء بالعینین والحاجبین الخ". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المریض: ۱۳۷/۱، رشیدیه)

القیام ہونے کے اور ارادۂ حصولِ زیادتی ثواب کے یہ اعتراض صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس طرح نماز پڑھنے کی شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں اور اگر اس طرح نماز پڑھے تو پوری ہوتی ہے یا ناقص رہتی ہے، باوجودیکہ معذور ہے؟ مفصل جواب شافی تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

احقر عبدالرزاق، ۲۸/ ربیع الأول/ ۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر بلا عذر نفل کے علاوہ پڑھنا جائز نہیں (۱) بلکہ کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے، ہاں! اگر کوئی عذر ہو کہ جس سے کھڑا نہ ہوسکتا ہو، یا کھڑا ہونے سے کوئی دشواری پیش آتی ہو مثلاً کوئی زخم ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے وہ بند رہتا ہے اور قیام سے وہ جاری رہتا ہے، یا قیام سے وہ قرأت نہیں کرسکتا، یا سجدہ نہیں کرسکتا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور صورتِ مسئولہ میں اس قسم کا کوئی عذر نہیں لہٰذا شخص مذکور کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں:

"و منها القيام فی مرض لقادر عليه وعلى السجود، فلو قدر عليه دون السجود ندب إيمائه قاعداً و كذا من يسيل جرحه لوسجد و يتمم القعود ولمن يسيل جرحه إذا قام، أو يسلسل بوله أو يبدو ربع عورته أو يضعف عن القراء ة أصلاً". درمختار (۲).

---

(۱) "عن أم سلمة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: مامات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى كان من أكثر صلاته قاعداً إلا الفريضة، و كان أحب العمل إليه أدومه وإن قل". (سنن النسائی، كتاب الصلوة، باب صلوة القاعد فی النافلة: ۱/۲۴۴، قديمی)

"و يجوز أن يتنفل القادر على القيام قاعداً بلاكراهة فی الأصح، كذا فی مجمع البحرين".
(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۳، رشيديه)
(و كذا فی الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۶، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

"و يفترض (القيام) و هو ركن متفق عليه فی الفرائض والواجبات، وحدّ القيام أن يكون بحيث إذا مدّيديه، لا ينال ركبتيه و قوله فی غير النفل الخ". (مراقی الفلاح)

"قوله: و يفترض (القيام) على قادر عليه وعلى الركوع والسجود، و لايفوته بقيامه شرط=

ہاں! اس کی رعایت ضرور رکھنی چاہیے کہ پیر کا انگوٹھا ہلنے سے کسی دوسرے کو اذیت نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ربیع الأول/ ۵۶ھ۔

قصداً اگر انگوٹھا ہلاتا رہتا ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ٹانگ ٹوٹنے کی وجہ سے خود ہلتا رہتا ہے تو اس سے کوئی نقصان نماز میں نہیں ہوتا، جو لوگ کہتے ہیں کہ انگوٹھا ہل جانے سے نماز نہیں ہوتی وہ غلط کہتے ہیں (۱)۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ۔

= طهارة مثلاً، ولا قدرة القراءة، فلو تعسر عليه القيام، أو قدر عليه و عجز عن السجود، لا يلزمه، لكنه يخير في الثانية بين الإيماء قائماً أو قاعداً، كما لو كان معه جرح يسيل إذا سجد، فإنه يخير كذلك. ولو كان بحيث لو قام سلس بوله أو لو قام ينكشف من العورة مايمنع من الصلوة أو بعجز عن القراءة حال القيام وفي القعود، لا يحصل شيء من ذلك، يجب القعود". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۲۲۴، قديمي)

(۱) "عن يحيى بن أبي كثير مرسلاً: "إن الله تعالىٰ كره لكم ستاً: العبث في الصلوة، المنّ في الصدقة.......... والرفث في الصيام، والضحك عند القبور".

"قال الشيخ العثماني رحمه الله تعالىٰ: "قال الشيخ: و دلت الأحاديث على كراهة مطلق العبث؛ لأنهم لم يفرقوا بين عبث و عبث، فثبت كلا الجزئين من الباب. قلت: ودلالة الحديث الرابع: أي حديث يحيى ابن أبي كثير على كراهة مطلق العبث ظاهرة". (إعلاء السنن، أبواب مكروهات الصلوة: ۸۷/۵، إدارة القرآن، كراچي)

"يكره للمصلي سبعة و سبعون شيئاً .... (كعبثه بثوبه و بدنه) لاينافي الخشوع الذي هو روح الصلوة، فكان مكروهاً، لقوله تعالىٰ: ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون﴾. وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تعالىٰ كره لكم العبث في الصلوة". الحديث. "ورآى عليه الصلاة والسلام رجلاً يعبث بلحيته في الصلوة فقال: "لو خشع قلبه، لخشعت جوارحه". والعبث عمل لا فائدة فيه و لا حكمة تقتضيه، والمراد بالعبث هنا فعل ما ليس من أفعال الصلوة؛ لأنه ينافيها". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، مكروهات الصلوة، ص: ۳۴۵، قديمي)

معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۶۵۷] : کوئی شخص مسجد میں آسکتا ہے لیکن بوجہ مرض کھڑا ہوکر با جماعت نماز نہیں پڑھ سکتا، ایسے شخص کو بیٹھ کر با جماعت فرض نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

رحم میں دوا رکھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۶۵۸] : اگر حالتِ بیماری میں عورتوں کو جو دوا اندر رکھانی پڑتی ہے، اس حالت میں نماز کو ادا کرے یا قضا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی حالت میں نماز پڑھ لے، قضا نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

---

(۱) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان بي الناصور، فسألت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في صلوة القاعد: ۱/ ۱۴۴، امداديه ملتان)

"إذا عجز المريض عن القيام، صلى قاعداً يركع و يسجد، كذا في الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/ ۱۳۶، رشيديه)

(۲) "إذا خاف الرجل خروج البول فحشا إحليله بقطنة، ولو لا القطنة يخرج منه البول، فلا بأس به، ولا ينتقض حتى يظهر البول على القطنة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة،=

قطرہ آنے کی حالت میں نماز

سوال[۳۶۵۹]: مجھے قطرہ کی شکایت ہے استنجا پاک کرنے کے بعد بھی قطرہ آجاتا ہے، جانگیہ بھی پہنے رہتا ہوں اس کو بدل بھی دیتا ہوں مجھ کو ہر وقت خیال رہتا ہے ایسی صورت میں پاکی کی کیا صورت ہوگی؟

حاجی محمد علاء الدین کلاتھ مرچنٹ تاسین گنج ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نماز کے لئے مستقل ایک لنگی تجویز کر لیجئے کہ جب وقت آئے تو استنجا پاک کر کے لنگی باندھ کر نماز پڑھ لیا کریں، یا پھر پیشاب کے سوراخ میں روئی رکھ لیا کریں یعنی پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا پاک کر کے روئی اندر رکھ لیا کریں اس طرح کہ کچھ حصہ باہر رہے، جب تک باہر والا حصہ تر نہیں ہوگا وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوگا (۱) اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۹ھ۔

معذور کے لئے صف کے کنارہ پر ہونا ضروری نہیں

سوال[۳۶۶۰]: اگر کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو اس صورت میں جماعت کے

= الفصل الخامس في نواقض الوضوء: ۱/۱۰، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱/۱۴۸، سعيد)

(۱) "كما ينقض لو حشا إحليله بقطنة وابتل الطرف الظاهر هذا لو القطنة عاليةً أو محاذيةً لرأس الإحليل، و إن متسفلةً عنه، لا ينقض و كذا الحكم في الدبر والفرج الداخل، الخ". (الدر المختار: ۱/۱۴۸، نواقض الوضوء، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۰، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ۱/۲۰، نواقض الوضوء، رشيديه)

(۲) "(و) كل (ماليس بحدث) .... كقئ قليل ودم لو ترك لم يسل (ليس بنجس) عند الثاني، وهو الصحيح". (الدر المختار). "(قوله: وهو الصحيح): كذا في الهداية، والكافي، وشرح الوقاية: إنه ظاهر الرواية عن أصحابنا الثلثة". (ردالمحتار: ۱/۱۴۰، مطلب في حكم كيّ الحمصة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۱، ۱۲، الفصل الخامس، ومنها القئ، رشيديه)

ساتھ صف کے درمیان بیٹھ کر نماز ادا کرنی زیادہ بہتر ہے یا صف کے بیچ میں جگہ چھوڑ کر بالکل آخر صف کے کنارے پر بیٹھ کر پڑھنا اولیٰ ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کنارہ پر ہونا ضروری نہیں درمیانِ صف میں بیٹھ کر بھی معذور آدمی نماز پڑھ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۸/ ۹۱ھ۔

معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا

سوال[۳۲٦۱]: میں اپنے مکان پر قرآن شریف سنا رہا ہوں اور عشاء کی فرض نماز باجماعت مکان

---

(۱) کنارے پر ہونے کی صورت میں، صف میں لوگ کم ہونے کی صورت میں خلل آئے گا، جب کہ صف کے خلا کا پر کرنا سنت مؤکدہ ہے، نیز درمیان صف میں خلا چھوڑ کر کنارہ پر نماز پڑھنے پر احادیث میں وعیدیں وارد ہوئیں ہیں:

"عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما: أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من وصل صفاً وصله الله، و من قطع صفاً قطعه الله عزوجل". (سنن النسائی، کتاب الإمامة، من وصل صفاً: ۱/ ۱۳۱، قدیمی)

قال الشیخ العثمانی رحمه الله تعالیٰ تحت هذا الحدیث: "و ظاهر المذهب أن "وصل" بمعنی إکمال الأول فالأول سنة مؤکدة، "وقطعه" بمعنی القیام فی صف خلف صف فیه فرجة مکروه".
(إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب سنیة تسویة الصفوف الخ: ۴/ ۳۱٦، إدارة القرآن، کراچی)

"(و یصف الرجال) .... و قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أقیموا الصفوف، وحاذوا بین المناکب، و سدوا الخلل، و لینوا بأیدیکم إخوانکم، لا تذروا فرجاتٍ للشیطان، من وصل صفاً وصله الله، و من قطع قطعه الله". (مراقی الفلاح).

"قوله (وسدوا الخلل): أی الفرج. روی البزار بإسناد حسن عنه -صلی الله تعالیٰ علیه وسلم-: "من سدّ فرجةً فی الصف، غفر له .... قوله: "ومن قطع قطعه الله" المراد من قطع الصف کما فی المنادی أن یکون فیه، فیخرج لغیر حاجة أو یأتی إلی صف و یترک بینه و بین من فی الصف فرجة". (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب من هو أحق بالإمامة، ص: ۳۰٦، ۳۰۷، قدیمی)

پر پڑھتا ہوں بوجہ سو سالہ ضعیفی کے کہ رات کے وقت سب کے ساتھ مسجد میں فرض نماز ادا نہیں کرسکتا اس لئے ہم اپنے مکان پر ہی جماعت سے عشاء کی نماز ادا کر لیتے ہیں، اس میں کوئی اشکال تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معذوری کی وجہ سے آپ مسجد نہیں جاسکتے اور مکان پر ایک دو آدمی کو ساتھ لیکر جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں تو آپ کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۱ھ۔

مریض زندگی میں نماز کا فدیہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۳۶۶۲]: اگر کسی شخص کی نماز جاتی رہے اور کمزوری کی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو اس کا کفارہ ادا کردیا جائے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زندگی میں کفارہ ادا نہیں ہوسکتا(۲) جس طرح ہو قضاء پڑھے، کھڑا نہ ہوسکتا ہے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر جس

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم: "من سمع النداء فلم يمنعه من اتباعه عذر". قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض، لم يقبل منه الصلوة التي صلى". قال العلامة العثماني تحت هذا الحديث: "قلت: كون الشيخ الكبير العاجز ملحقاً بالمريض ظاهرٌ لا يخفى". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الإمامة: ۱۷۹/۴، إدارة القرآن كراچی)

"(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) .... على الرجال العقلاء البالغين .... الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج". (الدر المختار).

"(قوله: من غير حرج) .... و إذا انقطع عن الجماعة لعذر من أعذارها و كانت نيته حضورها لو لا العذر، يحصل له ثوابها، والظاهر أن المراد به العذر المانع كالمرض والشيخوخة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۵۴/۱، سعيد)

"و تسقط الجماعة بالأعذار حتى لا تجب على المريض .... الشيخ الكبير العاجز". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة: ۸۳/۱، رشيديه)

(۲) "و لو فدى عن صلوته في مرضه، لا يصح بخلاف الصوم". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۷۴/۲، سعيد) .... =

طرح قدرت ہو پڑھے (۱)۔ اگر کسی طرح بھی نہ پڑھا تو مرنے کے وقت وصیت لازم ہے، ایک ثلث ترکہ میں سے فدیہ دیا جائے گا (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔



= "و في اليتيمة: سئل الحسن بن على رضى الله تعالىٰ عنه عن الفدية عن الصلوات في مرض الموت، هل يجوز؟ فقال: لا". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت: ١٢٥/١، رشيديه)

(١) "قوله: (تعذر عليه القيام أو خاف زيادة المرض، صلى قاعداً يركع و يسجد) لقوله تعالى: ﴿ الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً و على جنوبهم﴾ (آل عمران: ١٩١، پ: ٣)

"قال ابن مسعود و جابر و ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهم: والآية نزلت فى الصلوة: أى﴿قياماً﴾ إن قدروا ﴿وقعوداً﴾ إن عجزوا عنه، ﴿وعلى جنوبهم﴾ إن عجزوا عن القعود، لحديث عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه أخرجه الجماعة إلا مسلماً: "قال: كانت بى بواسير، فسألت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلّ قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنبك". زاد النسائى: "فإن لم تستطع فمستلقياً، لا يكلف الله نفساً إلا وسعها".

(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ١٩٨/٢، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما أركانها فستة: ٢٨٣/١، رشيديه)

(٢) " أو يحمل الحديث بما عليه من الفرائض والواجبات كالحج والزكاة والكفارات والوصية بها واجبة عندنا ". (بدائع الصنائع، كتاب الوصايا: ٣٣٠/٧، سعيد)

"(و لو مات و عليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر) كالفطرة (و كذا الحكم فى الوتر) والصوم، وإنما يعطى (من ثلث ماله)". (الدرالمختار).

"(قوله: و عليه صلوات فائتة الخ): أى بأن كان لا يقدر على أدائها و لو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه". .... (قوله: و إنما يعطى من ثلث ماله): أى فلو زادت الوصية على الثلث، لا يلزم الولى إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ٧٢/٢، سعيد)

باب المتفرقات

عشاء کی نماز سے پہلے سونا

سوال[۳٦٦۳/۴]: مغرب اور عشا کے درمیان سونا کیسا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سونے سے عشاء کی نماز قضاء ہو جاتی ہے، چاہے سونے والا جماعت میں بھی شریک ہو گیا ہو، چاہے کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ گیا ہو، پھر اس کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عشاء وقتِ غیوبتِ شفق سے شروع ہو کر صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے، اتنے وقت میں نماز عشاء پڑھنے سے ادا ہی ہوتی ہے قضاء نہیں، خواہ سو کر اٹھے تب پڑھے، یا سونے سے پہلے پڑھے(۱)، البتہ عشاء پڑھنے سے پہلے سونا نہیں چاہیئے کہ جماعت ترک ہونے کا خطرہ نہ رہے، ہاں! اگر کوئی خاص ضرورت تکلیف، سفر، تکان وغیرہ ہو اور اس کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر سو جائے تو اس سے نماز قضاء نہیں قرار پائے گی جبکہ اس نے وقت کے اندر اندر پڑھ لی ہو، خاص کر جماعت سے پڑھی تو ترکِ جماعت سے محرومی نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱)"ووقت العشاء والوتر من غروب الشفق إلى الصبح". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت الخ، الفصل الأول في أوقات الصلاة: ۱/۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳٦۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۷، رشيديه)

(۲)"(تنبيه)........ وقال الطحاوي: إنما كره النوم قبلها لمن خشي عليه فوت وقتها أو فوت الجماعة فيها، وأما من وكل نفسه إلى من يوقظه، فيباح له النوم". (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳٦۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۰، رشيديه)

سوتے ہوئے کونماز کے لئے جگانا

سوال[۳۶۶۴]: ایک پابندِ جماعت شخص نماز کے وقت سورہا ہے اگر چہ اس نے جگانے کیلئے نہیں کہا تو کیا اگر نماز قضاء ہوجانے کا اندیشہ ہوتو اس کو جگایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

اس کو جگایا جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز کے بعد دعاء سے پہلے مسجد کے لئے روپیہ وصول کرنا

سوال[۳۶۶۵]: اذکار بعد الصلوٰۃ قبل السنن کے متعلق اہل سنت والجماعت واکابر دیوبند کا مسلک مع حوالہ تحریر فرمائیں، ہمارے یہاں بعد نماز جمعہ قبل الدعاء مسجد کیلئے مصلیوں سے پیسے وصول کئے جاتے ہیں جس میں چار پانچ منٹ لگ جاتی ہیں۔ازروئے فقہ حنفی اس کی گنجائش ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

فتاویٰ دارالعلوم مکمل مبوب مرتبہ مولانا اکمل صاحب مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند کے حصہ اول ودوم کے باب النوافل میں، ص:۲۲۲ پرسوال:۲۳۹، کا جواب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا ہے:

''جن نمازوں کے بعد سنتِ مؤکدہ ہیں، ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کومکروہ لکھا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے''۔

اس سے گنجائش معلوم ہوتی ہے، آپ مفصل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلياً:

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام، الخ". قال الحلواني: لابأس بالفصل

---

(۱)"لايجب انتباه النائم في أول الوقت، ويجب إذا ضاق الوقت". (ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۸، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشيديه)

وراجع للتفصيل: (احسن الفتاوى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة وما يتعلق بها: ۳/۲۴، سعيد)

بالأولیٰ، واختاره الكمال، قال الحلبی: إن أرید بالكراهة التنزیهة ،ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظی علی القلیلة، اهـ". درمختار، ص: ۳۵٦، قبیل فصل فی القراءة. والبسط فی ردالمحتار(۱)۔

علمائے دیوبند، اہل سنت والجماعت کا مسلک بھی یہی ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررهٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہنہ غسل کے وضو سے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال[۳۶٦٦] : ایک شخص ہے جو غسل خانہ میں برہنہ غسل کرتا ہے اور وہ غسل چاہے حدثِ اصغر کا ہو یا اکبر کا ہو تو اس غسل کے لئے جو وضو کرے گا تو اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جو برہنگی کی حالت میں کیا ہے، آیا اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وضو سے نماز درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/ ۸۹ھ۔



---

(۱) (الدر المختار، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرأة: ۱/ ۵۳۰، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلاة، ص: ۳۴۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فی فتح القدير، باب النوافل: ۲/ ۴۴۰، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(وكذا فی معارف السنن، باب مايقول إذا سلم: ۱۱۸/۳، سعيد)

(۲) برہنہ وضو نہ تو اقض وضو میں سے ہے اور نہ ہی مفسدات صلاۃ میں ہے لہٰذا نماز درست ہے۔

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی